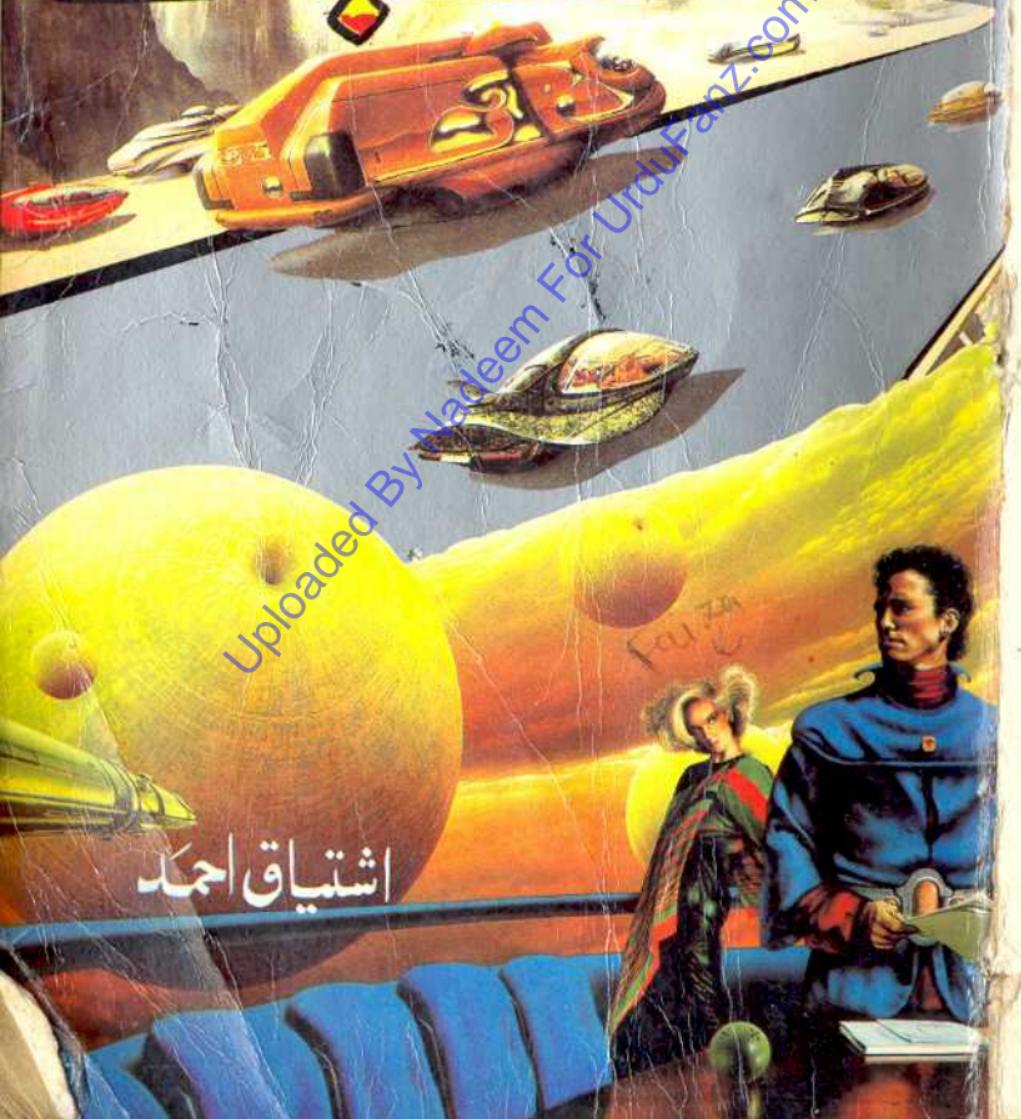


خاص نمبر

فیلم بائعت



اشتیاق احمد

Uploaded By Nadeem For UrduFanz.com

انساب

اپنا یہ خاص نمبر میں

ظاہر امیں ملک

کے نام کرتا ہوں جن کے مجھ پر بے شمار احشائیں
ہیں۔

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم!

اے خاص نمبر کو لکھنا شو ضرور یکا تو یہ معلوم نہ ہے
تھا کہ یہ قریباً ہزار صفحات تکھ چلا جائے گا۔ یہ بیٹھ
اڑھ بارچ سے خوض کھاتا ہو رہا کہ نیکھ خاص نمبر میا
نہ ہو جائے۔ اور آپ پر بوجھ نہ بخڑ جائے۔
یکھ ادا مکھ دوڑ سے یاد نوکھ مجھے بار بار لکھ
دھے تھے۔ اے خاص نمبر ہزار صفحات کا ہونا
چاہیے۔ اپنے کچھ قارئیں کو یہ فرمائھ یرے
کوئھ بیٹھ خروج تھے، یکھ ادا دہ نیکھ تھا۔ اے
یہ کوئھ ناولِ ضمیم ہو گا تو قیمت جو زیادہ ہو
گوئے اور قیمت دلکش کا سمندہ یہ کوئے ۱۰۰ روپے
تکھ پہنچ چکھے ہے۔ لہذا اسے آگے بڑھنے
کا مطلب یہ تھا کہ قیمت جو ۵۰۰ روپے سے آگے
بڑھ جائے گوئے اور یہ بیٹھ چاہتا تھا۔ اے
یہ کوئے دوکھ کر لکھنے کا ارادہ تھا۔ یکھ جو

خاص نمبر شریف روا توانہ نہ رکھ سکا۔ اور لکھتا
چلا گیا۔ اس طرح اس کو فتحانہ ہزار صفحات
کے قریب ہو گئے۔ ادراج آپ کو ۱۰۰ روپے خرچ
کا پڑے ہے۔ مجھے انہوں نے۔

خاص نمبر نے روزانہ قریباً تین گھنٹے کام کر کے
ایک ماہ نو دلار میں ملکہ کیا۔ یعنی اس کا روزانہ
مرض تین گھنٹے تکھ لکھا۔ ایک ماہ نو دلار کے
انداز میں چالیس روپے لگائیں۔ کویا ایک روپیہ
گھنٹے میں ملکہ ہوا۔

بائیں تو تھیں خاص نمبر کے بارے میں۔
یہ کیا ہے۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔
جو کہنا تھا۔ جیکو وہ میں ملکہ چکا۔ یہ ذا بھ آپ
بائیں کے کا آپ کو کیا لگا۔ آپ سب کے خطوط
جو موصول ہوئے، آئندہ نادوں کے آخر میں
شائع کیے جائیں گے۔

کوشش کروں گا کہ آئندہ خاص نمبر زیادہ روزانہ
لکھ جائے۔ اگر اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تو
اہمیت نہیں دیکھو گا۔

۲۲ دسمبر کو رات کو ڈھونڈ دے پر ایک پروگرام دکھایا

گی۔ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا
 بتایا گی۔ ہماری تو ابکل میں بھی تو ابکل
 کے ایک یعنی اکھ نے اس قسم کے الفاظ سے
 تقریر شروع کر دی۔ معلوم ہوا، ہمارے ملکہ کو
 اسلام کے لیے حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ ہم آج تک
 خوش نہیں میں مبتلا تھے کہ یہ ملکہ اسلام کے لیے حاصل
 کیا گیا ہے اور یہ جو ہم نعمہ لگایا کرتے تھے۔ پاکستان
 کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ۔ تو یہ صرف دل کے
 بدلانے کے باہم تھیں۔ یا ابھ آپ کو کوئی
 دو کوڑا کوئی نہیں ہے۔ جس کا جو بھر چاہے،
 کرے۔ کوئی مذہب کو تعلیم دیتا پھرے۔
 مسلمانوں کو در غلاما پھرے۔ حکومت کو اُنھے کوئی
 خوش اُنھیں دے لگھے۔ اسے تو بھر حکومت کرنا
 ہے۔ بلکہ۔ حکومت کرنے والے ایک بارہ فداکار
 یہ رکھیں۔ پاک دہنہ میں جس اگر نہیں تھا،
 اگریز کے حکومت نہیں تھے تو اگریز نے سازش کر
 تھے اُنہیں اگر نہیں میں پاؤں جانے کو۔ اس
 وقت کے ملک اُنھے نے اُنھیں بھر اگریز کو
 کوئی اہمیت نہیں دیکھتے۔ اپنے یہ اغیار کوئی

خظر نہیں سمجھا تھا۔ انھوں نے سوچا تھا۔ یہ ہمارا کی بلکہ یہ ہو گے۔ یکض پھر ایکھ نے دیکھا۔ پورا برصغیر الخ کے قبیلے میں آگئی تھا اور مسلمانوں اور بندوں الخ کے غلام بڑھ کے تھے۔ ابھ اگر ہمارے حکم افواہ نے اکھ کا ذرہ نہیں تو ایکھ بار پھر یہ پھیٹے پھیٹے اکھ کا جھیل جائیکھ گے کہ حکومت حکم افواہ کے پار نہیں کرہے جائے گھ۔ اخھ کے نام تھے یہ ہو گھ۔ اکھ و قبیلہ وہ کھڑ پر حکم افواہ کریکھ گے۔ اسھ ملک پر حکم افواہ کرنا ہے تو عیسائیت کے پودے کو پینپنے کا موقعہ دیکھ۔ بندوں کو پینپنے کا موقعہ دیکھ۔ ورنہ علایق ہمارا مقدر ہو گھ۔

○

ہمارے ملک کو ایمیلوں میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ لوگ جنہیں ہماری قوم نے چھا تھا۔ ایکھ دوسرا سے دستہ وگریا افواہ ہو رہے ہیکھ۔ گالھ لگوڑھ تو عام باڑھ ہے۔ ایکھ دوسرا کو بدمعاشرہ کیا جا رہا ہے۔ تو یکا پورا کھ قوم نے غلط لوگوں کو منتخب کیا تھا۔ جھ نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ پورا کھ قوم

لکھ کر ایکھ غلط نہیں کر سکتھ۔ اخھ یہ یقیناً اپکھ لوگوں بھی ہیکھ۔ یکض دو اصلھ یہ نظام غلط ہے۔ میرا سر غیر اسلامی ہے۔ اگر ہم اسلامی طریقے سے ملکھ کا ایکھ حکم افواہ خفجھ لیکھ جو اپکھ کا بنہ خود بنائے تو اکھ طریقہ پاٹھ سالھ بالکل پورا سکونت گز رکھتے ہیکھ اور ملکھ تھہ ترقیات کام ہو سکے ہیکھ۔ یکض جبھ ایمیلوں میں جو ڈنڈ ہو رہا ہو تو ترقیات کا ڈنڈ کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ لہذا جھ طریقہ امریکی تھہ ساری قوم ملک کر ایکھ صدر کو چھتھ ہے۔ اخھ طریقہ نہیں۔ جھ ایکھ صدر چھتا چاہیے۔ ہمارے ملک کو بتر کھ۔ ہماری قوم کھ جلا فھ اور اسلام کھ جنوٹھ اکھ ہیکھ ہے۔ کاشھ۔ تمام دانش در اکھ بیجے پر پیچھے جائیکھ اور یہ فیصلہ کر لیکھ۔ ہم صرف دعا کر سکتے ہیکھ۔ اور کرتے دیکھ کرے۔ اکھ ملک کا کوئی مستقبل نہ ہو گا اور یہ کھ دشمن فیکھ چاہتھ ہیکھ کہ ہمارا کھ مستقبل نہ ہو۔

○

ایکھ تھہ خبر آئھ ہے کہ ابھ پارٹی جماعتیں ملکوں کے پیوڑھ کا ہر سالھ انتخاب نہیں ہوا کرے گا۔

آئندہ کاموں میں پلے کے قابل نہیں ہوں گے۔
اُس طرح پوری قوم ناخاندگھ کا شکار ہو جائے گی
پسے اُنھوں نے اُنھوں کرنے کا مرخص پوری قوم میں سرایت
کر چکا ہے۔

حالتکہ میرا خیال ہے۔ یہ بخوبی ملکہ نہیں
غیر ملکہ ہے۔ امریکہ نے یہ سچھ موجودہ حکماں کو
دیکھا ہے۔ اور اُس کا ملکہ کروانے کے لیے دباؤ
ڈالا گیا ہے۔ ورنہ خود کا مقام ہے۔ ہمارے حکماں کو
کو اُس سے کیا فائدہ یا نقصان ہونے کے امکانات
دو سکتے ہیں۔ نظر تو نہیں آتا کہ اُس سے موجود حکومت
کو کھ فائدہ اٹھا سکتے ہے یا اُس کا کوئی مسئلہ اُس
طرک حل ہو سکتا ہے۔ زیر سالہ امتحانات ہونے
کے تباہ حکومت کا کوئی خطرہ ہے۔ لہذا معلوم ہوتا
ہے۔ یہ بیان اور سے لاگو کھ جائے گے۔ اور
ہمارے تباہ کا انتہا خیجہ یہ غیر محکومہ یکم بخڑ جائے
گے۔ اُن کو کھ بخڑ جو گھ نہیں سکتا۔ میرے
خیال میں انتہا ملکہ یکم ہے۔ اسے فردا اپنے
لینے یا کھ بخڑ کم سبھ کھ بخڑ ہے۔ اللہ حکماں کو
عقل بخیم عطا فرمائے۔ آیت

یعنی پانچ سالہ بعد ایکھ اس امتحان ہوا کرے گا۔
میرے خیال کے مقابلہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔
اُس کے تابع اُس قدر جیسا کہ نکلیں گے کہ کوئی بچہ
بھ نہیں سکتا۔ ابھ تو بچہ کو ذہن وہ ملکہ ہے
باقی بوقت ہے کہ ملکہ کے بعد اس کے استھان ہونے
ہیں۔ لہذا کچھ ذکر اخیر بڑھنا پڑتا ہے۔ یاد کرنا
پڑتا ہے۔ یکھ اُس نظام کے بعد تو اُنھی کے ذہن وہ
ہے یہ خیال گھ نکلے جاتے گا۔ اور تعلیم کا معابر
بد سے بد تر ہو جاتے گا۔ اساتذہ کرام بھے ہے قدر
ہو جائیں گے کہ کوئی سالہ کا اُس سالہ امتحان ہونا
ہے۔

اور پانچیں کام میں پڑھانے والے استاذ
امتحان جو میسیت یہ گرفتار ہوں گے۔ کوئی
سچھ گھ نہیں سکتا۔ یکھ اُنھی کے پاہ اُس
میسیت کا کوئی حل نہیں ہو گا۔ یکوئی جو گھ بچہ
نے چار سالہ کوئی کام نہیں کیا ہو گا۔ وہ ایکھ
سالہ میں اخیر کیا کام کرائیں گے۔ اُس طرح
فیکھ ہونے والے بچوں کو تعداد کم ہو گا بخڑ جائے
گے۔ جو مشکلہ ہے پاہ ہو یکھ گے۔ وہ بھ

یہ خریدتا ہو وہ۔ آپھ بڑھ کر اسے واپس دے دیتے ہیں اور اسے دلوں روپے دے دیتے ہیں۔ یا خرید لیتے ہیں اور نصف یا اکھ سے کچھ کم قیمت پر واپس دے دیتے ہیں۔ یعنی کام وہ دوسرے گلاب سے کام آئے۔ اسے بھی کام نہ پر دے دیتا ہے۔ ایک ماہ تک ۱۰ یا ۱۲ دھندا کرتا رہتا ہے اور ایک ماہ کے بعد ایسے نادل ہو لیں ڈیل کو دے دیتا ہے۔ ہو لیں ڈیل کو دے نادل، بھی واپس دے دیتا ہے کہ یہ نیک ہے کے۔ اسے ذرا غد کریں۔ جس نادل کو ایک ماہ میں لکھا گئے کہ برٹنی کے لیے دھن را اپنے ایک کیا۔ تمام اخباروں پر اسے بڑھ پکے۔ مگر ٹالوں والا ایک دوسرے خرچ یا بغیر اکھ سے زبانے کرنے روپے کما چکا۔ یہ خرچ بے چارے تکھنے والے یا شائع کرنے والے کو اکھ کا ایک روپیہ بھی ملا۔

یا یہ ظلم ہیں۔ ظلم عظیم ہیں۔ اور یہ معامل نادل کو تکھنے کو ہیں۔ تمام ماہنہ رسائل کے ساتھ، بلکہ تمام اخباروں کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔ لیکن اخباروں پر اسے خرید رہا۔ صرف پڑھ کے لیے نہ ہیں۔ میں آپھ کو یہ پڑھنے کے لیے دھن روپے

ایک بستہ تکلیف ہے اور گناہ نے جرم اور ظلم بلکہ خلائق عظیم کا پتا چلا ہے اور جبھے سے پتا چلا ہے، یہ خوف کے آنسو دو رہا ہو وہ۔ اور اگر سلسلہ بند نہ ہوا تو یہ نادل لکھنا چھوڑ دوں گا اور ادارہ بند کر دوں گا۔ جس ہاں۔ یہ معاملہ کو اکھ قدر تکلیف ہے۔ بھیجے یہ وضاحت کرنا ہو وہ۔ یہ نادل فرض کی خاصیت ہے، ایک ماہ میں لکھتا ہو وہ۔ اس کو کتابخانے میں بھی وق�폴گتا ہے۔ پھر جب پھر اس کو چھانپھی میں بھی وق�폴گتا ہے۔ تو ہم ہو لیں ڈیل کو خاصیت بیان ہو جاتا ہے۔ ہو لیں ڈیل اپنے شہر کے دے دیتے ہیں، ہو لیں ڈیل اپنے شہر کے بکھر ٹالوں پر کتاب پہنچادیتا ہے۔ مگر ٹالوں پر ہے آپھ خرید لیتے ہیں۔

یکرخ بیان ایک اور کام ہوتا ہے۔ ایک ٹالوں والا اپنے ایک کام کا بھے سے کتا ہے۔ آپھ یہ خاصیت بیان پڑھنے کے بعد نصف قیمت پر بھے واپس بھی دے سکتے ہیں۔ یا آپھ اسے خرید رہا۔ صرف پڑھ کے لیے نہ ہیں۔ میں آپھ کو یہ پڑھنے کے لیے دھن روپے

پر واپس ہے کہ ہول سیلہ ڈیلر کو دے دیتے ہیں،
اُنھوں نے اخیم نصف قیمتہ ملکہ جاتھے، جسے
وہ جیب میں دال دیتے ہیں۔ اور اخبار شائع کرنے
والے کو اسکا اخبار واپس ملکہ جاتا ہے۔

یہ نہیں کہتا کہ سبھے ایسا کرتے ہیں۔ یا
تمام اکتوبر اور رسائل کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ لیکن
ایسا بھرپور پر ہو رہا ہے۔

یاد ریتے۔ یہ سنتہ بڑا ظلم ہے۔ اُن ظلم
یہ شرکت نہیں ہے۔ ورنہ کلہ قیامتہ کے درخت
آپھے ظالموں کیلئے لٹھائے جائیں گے۔ اگر آپھے
چاہتے ہیں کہ یہ اور جس سے دوسرا۔ لکھنے کا
کام جاری رکھیں تو اس کام میں قطعاً حصہ نہیں
ورنہ لکھنے والے، شائع کرنے والے ڈھونڈنے سے
نہیں ملیں گے۔ وہ آلوچھوںے پیچھا کا وہ پسند کریں
گے۔

آپ عذر کریں۔ آیندہ اس لکھناوی نے جرم میں
مکمل شالہ والے کا ہرگز ساتھ نہیں دیکھے گے۔ ناولہ
صرف اور صرف خرید کر پڑھیں گے۔ ایسا کرنے والوں
کو دُور سے سلام کر دیں گے۔ یہ ہے انصاف

کا تعاضنا۔ اور ورقہ کی آواز۔ اگر ورقہ کی آواز آپ
نے نسخہ توکل کرنے والے اور پبلش ڈھونڈنے
سے نبیہ میٹھے۔

ایک خاص بارہ اور۔ اور وہ یہ کہ اکٹھ بارہ
خاصہ بیر کے سر و در قصہ، اور اگر ورقہ کی بیکھ بیر
میرے دوستہ طاہر ایک ملکہ۔ جس کا نیادہ
بُر خلاصہ عنقہ کرہے ہے۔ آپ انہ کی عنقہ کو
سر و در قصہ دیکھتے ہیں جو کہ کر لیں گے۔ اسی
قصہ کا بھی شکر گزار نہ ہو۔ — شکریہ!

شکریہ
یکم جون ۱۹۹۲ء

ہوا میں رنگ خوبی پھول تھلی سب منافق ہیں
ور د دیوار بھی ہیں بدگماں اپنے لکنیوں سے
زین پر چدر جن کے خوف سے ہم رکھ نہیں سکتے
وہ سارے سانپ لکلے ہیں ہماری آسٹینوں سے
کئی موسم گھون میں صورتہ ممکار گروی ہیں
ہر اک پتا یہاں مقروض ہے گھنکار گروی ہیں
مسافر خوش نہ ہو اس لہلاتی مست چھاؤں سے
یہ تاحد نظر پھیلے ہوئے اشجار گردکا ہیں
ملک کیا کناروں سے بھنور سے کیا ٹکایتہ ہو
منافق کشیاں ہیں اور سب بخوار گروی ہیں
ہر اک منزل ہزاروں راستوں میں باٹ دیتے ہیں
مجھے لگا ہے جیسے قائلہ سالار گروی ہیں
ہمی شخے بے خبر تھے بے جمال دیر سے کچے
ریا کے خل میں لٹپے لب د رخسار گروی ہیں
ہماری خاک آلوہ جینوں کو نہ طعہ دیں
ہمارا کیا یہاں تو صاحب دستار گروی ہیں
فضاوں میں اذانوں کی صدائیں گونجتی تو ہیں
مگر کیسے کہوں کہ یہ بند دینار گروی ہیں
ظفر میں سوچتا ہوں چن کیا ہمارا ہے
جہاں سب پھول گروی ہیں، جہاں سب خار گروی ہیں

حیرت

ہوٹل رسحان کا ہال کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ آج ہر میز کے لیے
پانچ سورپے کا ٹکٹ مقرر کیا گیا تھا۔ شوکی برادرز کو بھی پانچ سو
 روپے خرچ کرنے پڑ گئے تھے۔ اگرچہ وہ ایسی چیزوں کے شائق نہیں
 تھے، لیکن اخبارات میں پروفیسر المان کے پارے میں کچھ ایسی حیرت
 انگیزیاتیں سننے میں آئی تھیں کہ وہ رہ نہ سکے اور ایک ٹکٹ انہوں نے
 بھی حاصل کر لیا۔ گویا اس وقت ہال میں موجود ہزاروں لوگوں نے سو
 روپے تھی آدمی ادا کئے تھے۔ ہوٹل رسحان کا یہ ہال پورے شر کے
 ہوٹلوں سے بڑا تھا۔ اور شاید اسی لیے پروفیسر المان نے اس ہوٹل کو
 اپنے کربت دھانٹے کے لیے مقرر کیا تھا۔ ہوٹل والوں سے ان نے
 ایک معاملہ کیا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا، نہ اس سے کسی کو غرض
 تھی۔ پہلے روز جب ہال میں یہ اعلان کیا گیا کہ آج ایک غیرملکی
 سائنس و ان پروفیسر المان اپنے کچھ کمالات ہوٹل کے گاہوں کو دکھائیں
 گے تو اس وقت وہاں موجود لوگوں کو خیال بھی نہیں تھا کہ چند دن بعد
 یہی پروفیسر المان ثرت کی بلندیوں کو چھو لیں گے۔ بلکہ ثرت کے

آہان پر بنا پہنچیں گے دوسرے دن جب پھریہ اعلان اخبارت میں نظر آیا تو لوگ ہوٹل رسحان پر ٹوٹ پڑے۔ تیسرا دن سورپے فی میز نکلت لگانا پڑا۔ اور چار دن بعد یہ نکلت پائچ سو روپے پر جا پہنچا تھا۔ لوگوں کا خیال یہ بھی تھا کہ اگر یہی حال ہاتھو یہ نکلت پائچ ہزار تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

ٹھیک چار بجے سینکر پر آواز سنائی دینے لگی۔

”خواتین و حضرات۔۔۔ اب آپ ہوشیار ہو سکتے ہوئے جائیں۔۔۔ پروفیر المان سچ پر آیا چاہتے ہیں۔۔۔ آج آپ کو وہ پہلے کی نیت کمیں پڑتے کمالات و کھائیں گے۔۔۔ مجھے۔۔۔ ملاحظہ فرمائیے۔۔۔“

سب کے رخ سچ کی طرف ہو گئے۔۔۔ لوگ کھانے پینے کی چیزوں کو بھول گئے۔۔۔ اور پھر سچ کا پروڈھ اٹھنے لگا۔۔۔ سچ پر انہیں ایک میز رکھی نظر آئی۔۔۔ میز سے کچھ ناصلے پر ایک کری رکھی تھی۔۔۔ کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی میز اور موجود تھی۔۔۔ اس پر ایک چھڑی رکھی تھی۔۔۔ جو غالباً ”آہوس کی تھی۔۔۔ میز پر ایک ریشمی کپڑا بچھا تھا۔۔۔ اچانک ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔۔۔

پروفیر المان سچ کے ایک کونے سے نمودار ہو کر عین درمیان میں آکر کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔ پھر ان کے ہونٹ ملنے لگے۔۔۔

”آج اس شر میں میرا ساتواں دن ہے۔۔۔ میرے کمالات کو یہاں بہت زیادہ پسند کیا گیا ہے۔۔۔ لیکن آج میں آپ لوگوں کو ان

کمالات سے بھی بڑھ کر کچھ دکھاؤں گا۔۔۔ امید ہے، آپ بہت لطف انہوں ہوں گے۔۔۔ یہ بھی وضاحت کر دوں۔۔۔ کہ میں جو کچھ دکھاؤں گا وہ نہ تو جادو ہو گا۔۔۔ نہ پہنائزم۔۔۔ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ میں دراصل ایک جادوگر ہوں اور پہنائزم کے ذریعے یہ ساری چیزیں دکھاتا ہوں۔۔۔ لیکن میرا چیلنج ہے۔۔۔ کہ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ اگر یہاں کوئی صاحب پہنائزم کے ماہر تشریف فرماء ہوں تو وہ اعلان کریں اور بعد میں لوگوں کو بتائیں۔۔۔ کہ کیا میں نے پہنائزم کا سمارا لیا ہے۔۔۔ وہ یقیناً آپ کو بتائیں گے کہ نہیں۔۔۔ میں نے پہنائزم کا سمار نہیں لیا۔۔۔ اب آپ توجہ فرمائیں۔۔۔ ارے ہاں کسی نے اعلان نہیں کیا۔۔۔“

”میں یہاں موجود ہوں۔۔۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہا۔

”آپ کا نام؟“

”پروفیر غالب۔۔۔“

شوئی برادر کی آنکھیں بھیل گئیں۔۔۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ پروفیر غالب جیسے لوگ بھی اس قسم کے کمالات دیکھنے کے لئے آئتے ہیں۔۔۔ وہ ان سے لاف دوار ایک میز پر اکیلے نظر آئے۔۔۔

”آپ اپنا تعارف کروادیں۔۔۔“

”میں اپنے ملک کا ایک جانا پچانا سائنس دان ہوں اور پہنائزم کے پارے میں بھی معلومات ہیں میری۔۔۔ اگر پروفیر المان نے پہنائزم کا سمار لیا تو مجھے فوراً معلوم ہو جائے گا۔۔۔ اور میں آپ لوگوں کو بتا دوں یہاں بہت زیادہ پسند کیا گیا ہے۔۔۔ لیکن آج میں آپ لوگوں کو ان

”اچھا تھیک ہے۔“

”شوکی براور نہیں یہ کون ہیں؟“ پروفیر المان کی آواز ابھری۔
گویا ان کی بات چیت پورے ہال میں سنی تھی۔

”یہ شوکی براور ہیں۔ ہمارے ملک کے ہونہاں۔ اور وطن
کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے ہر وقت تیار۔“

”اوہ اچھا۔ ان سے کہیں۔ اب یہ درمیان میں نہ بولیں۔“

”اوے کے۔ آپ فکر نہ کریں۔ اور ہاں۔ ان کی میز جو خالی ہو
گئی ہے۔ اس پر باہر سے پانچ آدمی بلا کر بٹھا دیے جائیں۔ لیکن ان
سے تکش نہ لیا جائے۔“ پروفیر غالب بولے۔

”بہت بہتر پروفیر صاحب۔“ ہوٹل کے مینھر نے آگے بڑھ کر
گما۔

پھر دروازہ کھول کر پانچ نوجوانوں کو اندر بلا لیا گیا۔ باہر رہ
جا دیا۔ باقی لوگوں نے ان کی طرف حسرت بھری نظروں سے
دیکھا۔ ہے شمار لوگ۔ ہوٹل کی شیشے کی دیواروں سے لگے اندر
ہونے والے کالات دیکھنے کے لیے بے جین تھے۔
اب پورا ہاں ساکت تھا۔ ایسے میں پروفیر المان کی آواز
گوئی۔

”آپ اس میز کو دیکھ رہے ہیں۔ اس پر موٹا روٹھی کپڑا بچا
ہے۔ آپ لوگ دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں۔ یہ بالکل عام کپڑا ہے۔“

”بہت خوب ہے یہ ہوئی نا بات۔“ پروفیر المان بولے۔ پھر
لوگوں کی طرف ہڑے۔

”کیا آپ لوگ مطمئن ہیں؟“

”ہاں بالکل۔ ہم سب پروفیر غالب کو جانتے ہیں۔ یہ انتہائی
محب وطن ہیں۔“

”ٹھکریہ۔“ پروفیر غالب مسکرا دیے۔

”اب ہم یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔ یا پھر پروفیر غالب دہاں نہیں
بیٹھ سکتے۔“

”لیکن۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ ان کی میز کے گرد صرف
چار کرسیاں ہیں اور ہم پانچ ہیں۔“

”ہم گزارا کر لیں گے۔“

وہ اٹھ کر ان کی میز کے پاس پہنچ گئے۔

”اوہ۔۔۔ شوکی براور ہم۔“ پروفیر غالب کے منہ سے لکلا۔

”جی ہم۔۔۔ ہماری میزاں طرف ہے۔۔۔ لیکن ہمیں نہیں معلوم
تھا کہ آپ بھی یہاں موجود ہیں۔۔۔ اب ہم دہاں کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے ہم یہاں بیٹھ جاؤ۔۔۔ ایک کرسی اور یہاں لگوا لیتے
ہیں۔“

”جی نہیں۔۔۔ ہم گزارا کر لیں گے۔“

پروفیسر صاحب... کیا آپ اپنا اطمینان کرنا پسند کریں گے؟"

"فی الحال نہیں... آپ شروع کریں۔"

"شکریہ... دیکھئے... آپ میں سے کوئی شخص اپنی میز سے کوئی گلاس لٹا کر اس میز پر رکھ دے۔"

ایک شخص اٹھا اور گلاس اس میز پر رکھ آیا۔

"یہ گلاس خالی ہے... اس میں پانی نہیں ہے... اب میں اپنی کری پر بیٹھ رہا ہوں... آپ سب لوگ اس گلاس کو غور سے دیکھتے رہیں گے۔"

سب کی نظریں گلاس پر جم گئیں... اچانک گلاس آہستہ میز سے اپر اٹھنے لگا... اور دس فٹ کی بلندی پر پہنچ کر رک گیا۔

"آپ نے دیکھا... گلاس دس فٹ کی بلندی پر پہنچ کر رک گیا ہے... آپ لوگ آ کر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں... میز پر اب کوئی گلاس نہیں ہے۔"

پروفیسر صاحب ایک بار پھر اٹھے اور میز پر جا کر اپنا اطمینان کر آئے۔

"ٹھیک ہے... یہ پہناؤزم نہیں ہے... لیکن آپ یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ جادو نہیں ہے۔"

"ظاہر میں آپ اسے جادو کہ سکتے ہیں... لیکن یہ جادو نہیں ہے... اس لیے کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا جادو گر یہاں موجود ہے تو وہ

اس گلاس کو واپس میز پر لا کر دکھاوے۔"

"میں ایسا کروں گا۔ ایک طرف سے آواز سنائی دی۔"

لوگ اس طرف دیکھنے لگے... انہیں ایک جادوگر کی قسم کا انسان نظر آیا۔

"میں بھی آج اسی لیے آیا تھا کہ آپ کا پول کھول دوں... میں اس شر میں مدت سے جادوئی کھیل پیش کر رہا ہوں... لیکن جس روز سے آپ آئے ہیں... میرا کاروبار ختم... اب ہوٹل جادوگار کا کوئی رخ نہیں کرتا۔ لہذا آج میں یہ بات ثابت کر کے رہوں گا کہ تم دراصل ایک جادوگر ہو۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے... آپ اس گلاس پر اپنا جادو آزما دیکھیں... ابھی اندازہ ہو جائے گا۔"

جادوگر نے گلاس پر نظریں جما دیں... اور کچھ پڑھنے لگا... اور پڑھتا چلا گیا... یہاں تک کہ اس کی پیشانی پیسے سے تر ہو گئی... انہیں سرخ ہو گئیں... جسم میں تحریرهاٹ دوڑ گئی... لیکن گلاس اپنی چمٹ سے ہلاکت نہیں... آخر اس نے بلند آواز میں کہا۔

"میں سو نیصد تین سے کہہ سکتا ہوں کہ گلاس جادو کے زور سے اپر نہیں اٹھا ہوا۔"

"تب پھر۔" آئی آوازیں ابھریں۔

"یہ ضرور کوئی اور کمال ہے۔"

”لیکن کیا یہ بھی تو ہائیس نا۔“

”یہ صرف اور صرف میں پتا سکتا ہوں۔“ - پروفیسر المان نے کہا۔

”تو پھر آپ بتائیے۔“

”لیکن میں ایک اور بات کہوں گا۔“ - پروفیسر المان نے ہنس کر

کہا۔
”یہ صرف اور صرف آنکھوں کی طاقت ہے... میں یہ سب
کمالات اپنی آنکھوں کی طاقت سے دکھاتا ہوں... یہ تو ابھی صرف ایک
گلاس ہے... آپ کمیں تو میں یہ میز آنکھوں کی طاقت سے اٹھا سکتا
ہوں۔“

”عن شہیں... بھلا میز آپ کس طرح اٹھا سکتیں گے۔“

”دیکھوں نہیں... میز سے دنی کوئی چیز اگر آپ بتائیں تو میں ۷
بھی اٹھا سکتا ہوں۔“

”بھی نہیں... آپ پہلے اس میز اٹھا کر دکھائیں۔“

”اچھی بات ہے... اس میز پر پانی کا جگ اور دو تین گلاس وغیرہ
رکھ دیے جائیں۔“

”جلد ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا... اب وہ پھر اپنی کری؛
ہے تو جو پوری سزا وہ میری... میں ابھی اسی شر میں ہوں۔“

”اچھا لہیک ہے... میں میز اٹھا رہا ہوں... اپنے جادو کے زور
بیٹھ گیا... اور بولा۔

”جادوگر صاحب! کیا آپ یہ میز اپنے جادو کے زور سے فضا میں
ٹھکانے سکتے ہیں؟“

”ہاں! میں یہ کر سکتا ہوں۔“ - جادوگرنے کہا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے کمال میں اور آپ کے کمال
”یہ کمال تو میں نے بھی دکھا دیا... آپ کی شہرت کس وجہ سے

میں کوئی فرق نہ ہوا۔“

”ہاں! میں تو یہی کہوں گا۔“

”لیکن میں ایک اور بات کہوں گا۔“ - پروفیسر المان نے ہنس کر

”اور وہ کیا؟“ جادوگر بولا۔

”آپ اس میز کو اپنے جادو کے زور سے اٹھا کر دکھائیں۔“

”بس اتنی سی بات۔“

”نمیں... بات تو آگے شروع ہو گی۔“

”اچھی بات ہے۔“ - جادوگر بولا۔

پھر وہ شیخ پر آگیا۔

”کہیں یہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تو نہیں ہیں۔“ - ایک

”ہفت سے آواز ابھری۔“

”جی نہیں... اس بات کا بعد میں بھی اگر کوئی شبوت پیش کر سکتا

”جلد ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا... اب وہ پھر اپنی کری؛

”اچھا لہیک ہے... میں میز اٹھا رہا ہوں... اپنے جادو کے زور
بیٹھ گیا... اور بولा۔

”جادوگر صاحب! کیا آپ یہ میز اپنے جادو کے زور سے فضا میں
ٹھکانے سکتے ہیں؟“

”جادوگر یہ کہ کر شیخ پر آگیا... اور منہ تی منہ میں کچھ پڑھنے
لگی۔ اچانک میز اٹھنے لگی... وہ دس فٹ اوپر جا کر رک گئی۔

”ہاں! میں یہ کر سکتا ہوں۔“ - جادوگرنے کہا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے کمال میں اور آپ کے کمال
”یہ کمال تو میں نے بھی دکھا دیا... آپ کی شہرت کس وجہ سے

ابھریں۔

”اور جب تک میں نہ چاہوں... میز بیچے نہیں آئے گی۔“

”اوہ۔۔۔ بہت سی آوازیں ابھریں۔

”بلکہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ آپ میں سے کوئی، کوئی ورنی چیز اچھائے ذرا۔۔۔“

”جی کیا مطلب؟“

”کوئی پیپر دیٹ اور اچھائیں۔۔۔ سچ کی طرف کر کے اچھال دیں۔۔۔ تاکہ کسی کے سر پر گرنے کا خطرہ اگر آپ محسوس کر رہے ہوں تو وہ بھی نہ کریں۔“

ایک شخص نے ایک پیپر دیٹ اٹھا کر اور اچھالا۔۔۔ اس کے ساتھ ہی پروفیسر المان نے اپنی آنکھیں اور اٹھائیں۔۔۔ اور پھر سب نے دھکھا۔۔۔ پیپر دیٹ اور ہی رک گیا تھا۔۔۔ اور بالکل ساکت ہو گیا تھا۔۔۔ سب ان کو حیرت بھری نظرؤں سے دیکھنے لگے۔

”میر دیکھئے۔۔۔ میں اپنی آنکھوں کی طاقت اس پر سے ہٹا رہا ہوں۔۔۔ یہ بیچے میں کرے گا۔“

یہ کہ کراس نے نظریں ہٹا لیں۔۔۔ لیکن پیپر دیٹ وہیں جما رہا۔۔۔ ”یہ میز اور جا رہی ہے۔۔۔ یہ بھی بیچے نہیں آئے گی جب تک کہ میں نہ چاہوں گا۔“

میز اور جا کر نکلم گئی۔

ہے۔۔۔

”وہ بات بعد میں آئے گی۔۔۔ آپ میز کو واپس اتار لیں۔“

پروفیسر المان نے کہا۔

جادوگر نے پھر منہ میں کچھ پڑھا۔۔۔ اور میز بیچے آنے لگی۔۔۔

ہمارا تک کہ سچ پر آ کر نک گئی۔

”اب آپ اسے پھر اور اٹھا کر دکھائیں۔۔۔ میں اسے اپنی آنکھوں کی طاقت سے اور نہیں اٹھنے دوں گا۔“ پروفیسر المان نے کہا۔

”اچھا! یہ بات ہے۔۔۔ چلنے پھر۔“

یہ کہ کہ پروفیسر المان نے اپنی آنکھیں میز پر جما دیں۔۔۔ اور جادوگر کچھ بڑو دانا شروع ہو گیا۔۔۔ لیکن میز اور نہ اٹھ سکی۔۔۔ جادوگر چڑھ رکھ ہو گیا۔۔۔ اس کے چہرے سے لمیشہ نکلنے لگا۔۔۔ اور آخر اس نے ہار مان کر کہا۔

”آپ میں بہت زیادہ طاقت ہے۔۔۔ یہ میں نہیں کہ سکتا۔۔۔ آنکھوں کی طاقت ہے یا جادو۔“

”غالص آنکھوں کی۔۔۔ جادو تو مجھے آتا ہی نہیں۔“

”اب آپ بھی تو میز اٹھا کر دکھائیں۔“ پروفیسر غالب نے کہا۔

”ہاں نہیں ہے۔۔۔ یہ کیا مشکل ہے۔۔۔ اگر آپ کہیں تو میں اس میز کو چھٹ کے ساتھ لگا سکتا ہوں۔“

”اوپر چھٹ کے ساتھ۔۔۔ اس قدر اوپر جائی تک۔“ کہی آواز

”یہ بھی سچھ نہیں... اب آپ سب مل کر اپنے چچے چھریاں سب اٹھ کر باہر بھاگے... تاکہ دیکھ سکیں... یہ کیا ماجرا ہے۔“
وغیرہ اور اچھانا شروع کر دیں۔ ”
”تین مظہر دیکھاں۔ ایک بہت بڑا پتھر بلہ کی تیزی سے نیچے آ رہا تھا۔“
”آپ اچھا لیے... بے فکر ہو کر۔ آپ کے سروں پر کوئی چیز اس کے نیچے آنے کی رفتار حد درجے تیز تھی... اس لئے لوگ
بدخواں ہو کر دوڑ رہے تھے۔“
”نہیں گرے گی۔“

”اف مالک! یہ کیا؟“ پروفیسر غالب نے مارے خوف کے کھاں...
لوگوں نے پاگلوں کے سے انداز میں اپنی بیویوں پر سے چیزیں۔“
امحکار اچھانا شروع کر دیں۔ اس کھیل میں شوکی بولدرز اور پروفیم دیے دہ بھاگ نہیں رہے تھے... ہوٹل رہمان کے باہر آ کر رک گئے
غالب بھی نیچے نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ ہوٹل کے ہال کی چھت تھے... اور شوکی بولدرز بھی ان کے پاس کھڑے تھے۔
”شش.... شش۔“ انہوں نے پروفیسر المان کی آواز سنی۔
”شش.... شش.... کیا۔“
”شاب ہاتق... یہ شاب ہاتق لگتا ہے۔“

”عن نہیں۔“ پروفیسر غالب خوف زدہ آواز میں چلائے۔
”کیا اس سے ہمارے شر کو خطرہ ہو سکتا ہے۔“
تم سوچ بھی نہیں سکتے... شوکی... یہ کس قدر بڑا ہے... شاید
آنکھوں کی طاقت سے سچ کی طرف کھینچ رہا ہوں۔“
جلد ہی سب چچے گویا تیرتے ہوئے سچ کی طرف جانے لگے، ہمارے شر سے بھی بڑا۔

اور آخر سچ پر آگرے... ایسے میں ہوٹل کے باہر ایک تیز ٹھنڈا... آوازوں میں خوف تھا۔... بے پناہ خوف... سب لوگ پروفیسر
المان کے کملات کو بھول کر باہر کی طرف دیکھنے لگے... اور جب انہیں نے لوگوں کو بدخواہی کے عالم میں اوہر اوہر بھاگتے دیکھا تو سب

کلک
”یہ تو خیر آپ تھیک کرتے ہیں... جو لوگ ہم سے بہت پہلے بھاگ چکے ہیں... وہ ہی کون سے نجی جائیں گے۔ جب تک یہ لوگ شر سے باہر جائیں گے۔ پھر یہ آگئے گا اور سب کے سب دب جائیں گے۔“

”مگر یا اب بچنے کی کوئی صورت نہیں۔“ - شوکی بولا۔
”نہیں۔“ - پروفیسر غالب بولے۔

”میں... میں اپنا زور لگا رہا ہوں... آپ لوگ بس دیکھتے جائیں۔“

”آنکھوں کی طاقت سے اتنے بڑے پھر کو روکنا... دیوانے کا خوب ہے پروفیسر المان۔“ - پروفیسر غالب بولے۔

”اور میں اس خواب کو پورا کر کے دکھاؤں گا... وہ... وہ صاحب۔“ - پھر کرنے کی رفتار کم ہو رہی ہے۔

”آپ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے پروفیسر دیکھتے چھر کرنے کی رفتار کم ہو رہی ہے۔“ -
”یہ صرف آپ کا احساس ہے... حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔“ -
صاحب... یہ شاہب ٹاقب ہے... خلا میں گردش کرنے والے کروڑواں پھرتوں میں سے ایک... پہلے بھی نہیں پڑھا ٹاقب گرتے پروفیسر غالب بولے۔

”نہیں.... وہ... وہ کہیں۔“ -
انہوں نے دیکھا... پھر بہت اونچالی پر رک گیا تھا۔

وہ بلا کی رفتار سے مسلسل نیچے آ رہا ہے اور لمحہ بڑا ہوتا نظر آ رہا ہے... ظاہر ہے... جوں جوں وہ قریب آتا... بڑا ہوتا ہی نظر آ سکتا تھا
نہ کہ چھوٹا ہوتا۔“

”میں... میں اسے روکوں گا۔“ - ایسے میں پروفیسر المان کی آواز گونجی... بہت سے لوگ نے اس کی آواز کو سنایا لیکن کسی کو یقین نہ آیا... بھلا آنکھوں کی طاقت سے پورے ایک شر جلتا رہا پھر کوئی بروک سکتا تھا... لہذا انہوں نے بھاگنا جاری رکھا۔

اور پھر پروفیسر المان نے اپنی نظریں پھر پر جمادیں... وہ بالکل ساکت ہو گیا... اس کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں... شوکی پر اور ز اور پروفیسر غالب پاری پاری پھر کی طرف اور پروفیسر المان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”اپ مالک... مجھے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑ رہا ہے۔“
”آپ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے پروفیسر دیکھتے چھر کرنے والے کروڑواں رہتے ہیں... لیکن اتنا بڑا شاہب ٹاقب گرتے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہیں... اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”یا تو میں اس پھر کو روکوں گا... یا اس کے نیچے دب کر ختم، جاؤں گا... اب ہم بھاگ کر جائیں گے بھی کہاں۔“ - پروفیسر المان

خبر

اخبار کی خبر نے ان کی توجہ اپنی طرف سمجھ لایا۔ وہ جو ایک ساتھ جھکے تو ان کے سرزور سے ٹکرائے۔

”ویکھ کر نہیں جھک سکتے تھے تم“۔ محمود نے جھلاک کر فاروق کو لے تیار ہوں۔

گھورا۔

”اور تم ویکھ کر نہیں جھک سکتی تھیں“۔ فاروق نے فرزانہ کو بھیج دیا۔

”نمیں! اس خیال سے کہ خبز سن کر آپ کمیں اڑچھوٹہ ہو جائیں“۔

”کیا یہ خبر جادوئی ہے... تو پھر تم کیوں اڑچھوٹہ نہیں ہوئیں“۔

انسپکٹر جمیل نے جیرانیوں کو کہا۔

”آپ میرا مطلب درست سمجھ کر بھی جان بوجھ کر غلط سمجھ رہے ہیں... میرا مطلب ہے... کمیں آپ سفر کی نہ ٹھان لیں“۔

”تو کیا ہوا... وہ تو ہم ٹھانتے ہی رہتے ہیں“۔

”ہاں اور کیا... سفر کی ٹھانتے کے سوا ہمارے لیے اور کام ہی کیا

”بس بس... رہنے والے تو تم لوگ... جھک جھکے تم ویکھ بھال کر بات کیا ہے“۔ انسپکٹر جمیل نے عسل خانے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ اس خبر پر جھک کر دکھائیں“۔ فاروق ٹکرایا۔

”وکس پر“۔ انسپکٹر جمیل بولے۔

”بھی اخبار کی ایک خبر پر“۔

”لااؤ... میں لکھتا ہوں... تمہیں بھی پڑھ کر سناؤتا ہوں۔

رہ گیا ہے۔

”بس سن چکا میں خبر“۔

”اچھا کمال ہے۔ آپ کب سن چکے۔ اور اگر سن بھی چکے ہیں تو کچھ ہمیں بھی سنا بیجھے۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”وہت تیرے کی۔“ اسپکٹر جشید نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

”ہائیں ہائیں۔ ایا جان! کہیں آپ کی روح میں میرا جسم اٹھنیں طول کر گیا۔“ محمود نے گزیردا کر کہا۔

”جملہ تو درست بول دیا کرو۔“ فرزانہ کے لمحے میں حیرت شکری۔

”کیوں! میں نے کیا کہا ہے؟“ محمود نے لمحے میں حیرت تھی۔

”بھی پہلے خبر تو سن لینے دے۔ کہیں باسی ہو گئی تو۔“ اسپکٹر جشید جھلا اٹھے۔

”جی۔۔۔ کیا چیز باسی ہو گئی تو۔“ فرزانہ بولی۔

”خوبی۔ اور کیا۔“

”لیکن۔۔۔ یہ تو آج کا ہی اخبار ہے ایا جان۔“

”بھی اگر ہم سے پہلے کسی اور نے پڑھ لی تو باسی ہو گئی تھا۔“

”آپ کا مطلب ہے۔۔۔ شرمنی سے کسی نے بھی۔“

”نہیں۔۔۔ شرمنی سے تو نہ جانے کتنے پڑھ چکے ہوں گے۔۔۔“

”میرا مطلب پروفیسر راؤ اور خان رحمان سے تھا۔“

”اوہ! تو یہ بات ہے۔۔۔ لیجھے پھر ہم ایک طرف ہو جاتے ہیں۔۔۔“

”ای جان آپ خبر شروع کریں۔“

”اچھا۔“ انہوں نے کہا اور اخبار پر نظریں جمادیں۔۔۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ خبر پڑھنا شروع کرتیں۔۔۔ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”لیجھے ہو گئی باسی۔“ انہوں نے آہ بھری۔

”تب پھر فون سننے سے پہلے خبر سن لیں۔“ میکم جشید جلدی سے

بولیں۔

”آپ کیا فائدہ۔“ یہ کہہ کر انہوں نے فون کا ریسیور اٹھا لیا اور

بولے۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام جشید۔۔۔ تم نے آج کے اخبار کی سب سے حیرت انگیز خبر پڑھی۔“

”کیا۔۔۔ میں نے کہا تھا تھا۔“ وہ ان سے بولے۔

”کیا تھا۔۔۔ تھا۔۔۔ مجھ سے اور کب کہا تھا۔۔۔ جشید۔۔۔ تمہاری

طیعت تو ٹھیک ہے۔“

”یار یہیں آ جاؤ۔“

”یہی تو میں سوچ رہا تھا۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

”کیا سوچ رہے تھے۔“

”یہ کہ یہیں آ جاؤ۔“

”ہاں ہاں آ جاؤ۔۔۔ لیکن ناشتا تو تم کر پکے ہو گے۔۔۔ اسپکٹر جشید نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔
”دوبارہ کر سکتا ہوں۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔“
”اگرے بات پرسکے۔۔۔ بیگم۔۔۔ منہذ ناشتا تیار کر لو۔۔۔“
”کوئی ضرورت نہیں۔۔۔“ - بیگم جشید نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

”کیا کہا۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں۔۔۔“

”ہاں! اس لئے کہ میں نے پہلے ہی زائد تیار کر رکھا ہے۔۔۔“
”لیکن کیوں۔۔۔ کیا تمہیں پتا تھا کہ خان رحمان یا پروفیسر صاحب آئیں گے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ پتا نہیں تھا۔۔۔ لیکن میرے دل میں کوئی نہ کوئی یہ کہتا رہا ہے کہ آج کوئی آ رہا ہے۔۔۔“
”اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔۔۔ آ جاؤ خان رحمان۔۔۔ جو بات ہے۔۔۔
یہیں بیٹھ کر کر لیں گے۔۔۔“

”سمجھ لو۔۔۔ پنج گیا۔۔۔“

”سمجھ لیا۔۔۔ شکریہ۔۔۔“ - انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔
عین اسی وقت پھر فون کی سمجھنی بھی۔۔۔

”یہ ضرور پروفیسر داؤڈ ہوں گے۔۔۔“ - یہ کہ کر انہوں نے ریسیور اٹھا لیا۔

”السلام علیکم۔۔۔ وہ بولے۔۔۔“

”آہا۔۔۔ جشید۔۔۔ میں نے آج ابھی ابھی اخبار میں ایک خبر پڑھی ہے۔۔۔ بس مجھ سے رہانہ گیا۔۔۔ فوراً تمہیں بتانے کے لیے فون کرنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔“

”بہت بہت شکریہ۔۔۔ آپ بھی یہیں آ جائیں۔۔۔“
”ویسے۔۔۔ بھی سے کیا مراو ہے جشید۔۔۔“

”مطلوب یہ کہ خان رحمان پہلے ہی اس بارے میں فون کر پکے ہیں اور میرے کہنے پر ادھر کے لیے روانہ ہو پکے ہیں۔۔۔“

”اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔۔۔ میں بھی آ رہا ہوں۔۔۔“

”آئیں ہے۔۔۔ یہیں اس خبر پر بات کر لیں گے۔۔۔“ - یہ کہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

”مکمل ہے اباجان! ابھی ہم نے صرف اس خبر کی سرخی پڑھی ہے۔۔۔ اور آپ کو تو سرخی بھی معلوم نہیں۔۔۔ اور آپ نے دونوں انکلنڈ کو یہاں بلا کیا ہے۔۔۔“

”چلو کوئی بات نہیں چھٹی کا دن ہے۔۔۔ ذرا تفریح رہے گی۔۔۔“

”تو آپ کاموں لفڑی کے لیے کہیں جانے کا نہیں ہے۔۔۔“
”تفریح رہے گی اور تفریح کے لیے کہیں جانے میں بہت فرق ہوتا ہے بھی۔۔۔ وہ مسکراتے۔۔۔“

”گویا اب خرستنے کے لیے انکلنڈ کا انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔“

”نمیں.... اگر تم پہلے سنا چاہتے تو پہلے سن لو۔“

”بھی نہیں.... بس.... اب تو ان کے ساتھ ہی نہیں گے۔“
اور پھر پروفیسر داؤڈ اور خان رحمان وہاں ایک ساتھ پہنچے۔ علیک سلیک ہوئی.... پھر ناشتا کیا گیا۔ اس کے بعد وہ اس خبر کو لے کر بیٹھ گئے۔

”اب خبر کون سنائے گا۔“ - اسپکٹر جمیل یوں۔

”میں سنائتا ہوں۔“ - محمود نے کہا۔

”ٹھیک ہے.... سناؤ۔“

”بھی نہیں.... اڑھائی ہزار سال پرانی کتاب کی دریافت۔“

”کیا پڑھا۔ اڑھائی ہزار سال پہلے کی کتاب کی دریافت۔ اور یہ کتاب ملی کہاں سے۔“

”دنیا کے ایک طویل ترین غار سے۔ سنا ہے۔ ابھی اس غار میں اور چیزوں کی تلاش جاری ہے اور بے شمار چیزیں وہاں سے ملے کی امید ہے۔“ - محمود نے جلدی جلدی کہا۔

”یہ الفاظ بھی خبر کا حصہ ہیں یا تم اپنی طرف سے کہ رہے ہو۔“

”یہ بھی اس خبر کا حصہ ہیں۔“

”اچھا آگے پڑھو۔“

”محمود خبر پڑھنے لگا۔“

”ایک غار سے ایک چوڑا ہے کو ایک کتاب ملی ہے جس کے

بپارے میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ اڑھائی ہزار سال پرانی ہے۔ یہ کتاب کافی حد تک شکستہ ہے۔ کئی بچھی ہے۔ اس کا پیشتر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ لیکن جتنا حصہ پڑھنے کے قابل ملا ہے۔ اس کو دنیا کی زبانیں جاننے کے ماہرین نے پڑھا ہے اور ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ترجمہ کرنے والوں کی تعداد بیش کے قریب ہے۔ تحریر پر غور کیا گیا۔ اس میں وقت کی اہم ترین باتیں درج ہیں۔ اس کتاب میں سیکڑوں پیش گویاں ہیں۔ جن میں سے ان گنت پوری ہو چکی ہیں۔ اور جو آئینہ پوری ہوں گی۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ اس وقت جب کہ آپ یہ خبر پڑھ رہے ہیں۔ حساب کتاب کے مطابق اب سے شیخ اڑھائی سال بعد پوری دنیا میں ایک مذہب بہت تجزی سے پھیلے گے۔ اور ایک شخص پوری دنیا پر حکمران ہو گا۔ اس کی مدد کے لیے بیت المقدس میں کروڑوں فرشتے آسمان پر ظاہر ہوں گے۔ یہ فرشتے دوسرے سیادوں کے شیطانی تھوڑے کومار بھگائیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ ہوں گے۔ جو دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ وہ مکمل پچھے کی صورت میں نہیں۔ ایک پورے انسانی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ پوری دنیا ان کے تابع ہو گی۔ کتاب میں اور بھی ان گنت پیش گویاں موجود ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اس غار میں اور بھی ان گنت چیزیں موجود ہیں۔ کتاب کی تحریر کی ان گنت کاپیاں تیار کروا کے دنیا کی سب سے بڑی لائبریری میں رکھ دی گئی ہیں۔ جن کو پڑھنے کی عام اجازت

ہے۔ لیکن کوئی فتویٰ شیش کاپی ساتھ لے جانے اجازت نہیں ہے جس
یہ کتاب آج سے ۲ سال پہلے اس گذریے کے ساتھ گلی تھی۔
محمود یہاں تک خبر پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اسپکٹر جمشید بڑے
زور سے چوکے۔

”کیا کہا۔۔۔ چار سال پہلے“۔

”ہاں جمشید۔۔۔ چار سال اس کے ترقیت میں اور کاپیاں تیار
کروانے میں لگ گئے ہوں گے۔۔۔“ پروفیسر داؤڈ بولے
”اس خبر کا مطلب ہتا ہے کیا ہے۔۔۔ اس وقت تک گوا حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نمودار ہو چکے ہوں گے۔۔۔“

”ارے باپ رے۔۔۔ کیا یہ بات ہمارے قرآن اور احادیث کے
مطابق ہے اباجان؟“

”ہمارا قرآن یہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ
نے آسمان پر انہالیا تھا۔۔۔ اور وہ دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے۔۔۔ لیکن
کب نازل ہوں گے۔۔۔ یہ نہیں بتایا گیا۔۔۔ نہ احادیث میں اس طرف
اشارة کیا گیا۔۔۔ احادیث میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ قیامت کے
زدیک ظاہر ہوں گے۔۔۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ۔۔۔ وہ ہمارے نے
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں گے اور
دنیا میں اسلام کا بول بالا کریں گے۔۔۔“

”ابھی خبر ختم نہیں ہوئی اباجان۔۔۔“

”اوہ اچھا۔۔۔ باقی خبر بھی پڑھ ڈالو۔۔۔“
”نہیں۔۔۔“

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نمودار ہوں گے۔۔۔ تو ان کے
مقالوں پر پتھروں کی بارش عام ہو گی۔۔۔ جو ان کے مذہب پر ہوں
گے۔۔۔ سچائی پر ہوں گے۔۔۔ ان پر پتھروں کی بارش ہرگز نہیں ہو گی۔۔۔
اور یہ سب سے برا شوست ہو گا۔۔۔ اس مذہب کی سچائی کا۔۔۔ جس پر وہ
لوگ عمل پیرا ہوں گے۔۔۔ جہاں پتھروں کی بارش نہیں ہو گی۔۔۔ لہذا
لوگ پتھروں کی بارش کو دیکھ کر اس مذہب کو قبول کر لیں گے اور پوری
دنیا ایک مذہب کے تابع ہو جائے گی۔۔۔“

”ہوں!“ اسپکٹر جمشید بولے
”کیا خبر ختم ہو گئی؟“

”بھی ہاں! بس۔۔۔ باقی تفصیلات تو کتاب میں ہی ہو سکتی ہیں۔۔۔“
”وو پھر چلو۔۔۔ ہم اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔۔۔“

”بھی! کیا مطلب۔۔۔ ابھی چلیں۔۔۔“

”ہاں! ابھی اور اسی وقت۔۔۔ ظاہر ہے یہ نحمد بیت المقدس میں
بھی رکھا گیا ہے۔۔۔“

”بھی۔۔۔ ہمیں تو اس بارے میں معلومات نہیں ہیں۔۔۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ میں ابھی معلومات حاصل کرتا ہوں۔۔۔“

”میں اسی وقت فون کی لفظی بنجتے گی۔۔۔ انہوں نے بے خیالی میں
بھی خبر ختم نہیں ہوئی اباجان۔۔۔“

ریسیور اٹھایا اور بولے۔

”السلام علیکم... انپکٹر جشید بات کر رہا ہوں۔“

”جشید... تم فوراً میرے پاس پہنچو۔“ صدر صاحب کی آواز

بنائی دی اور ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔

”لو بھتی... یہ چھٹی تو ہو گئی گول۔“

”تو ہم بھی گول کر لیتے ہیں آپ کے ساتھ۔“

”ٹھیک ہے... تم بھی چلو۔“

وہ انہیں ساتھ لے کر ایوان صدر پہنچے۔ صدر صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

”معلوم ہوتا ہے... آپ نے کوئی بہت پرشان کن خبر سن لی۔“

—

”ہاں جشید... مشرق ہے کے سب سے اہم شہر... مسکن آباد شہر جانتا ہوں... یہ نہیں ہو سکتا۔“ لیکن میں اپنے نائب کے اوپر ایک بہت بڑا شہاب ٹاقب گرنے کے لیے بالکل تیار ہے۔“ بیان کا کیا گرلوں۔

”کیا مطلب... گرنے کے لیے تیار ہے۔“ وہ سب ایک آواز میں بولے۔

”میں اس خبر پر یقین نہیں کر سکتا۔ تاہم آدھ گھنٹے تک منیزہ روانہ ہو جائیں... کیا آپ چاری آمد سے پہلے ہی جہاز کو تیاری کا حکم تفصیلات معلوم ہو جائیں گی... فی الحال میرے ایک نائب نے اطلاع نہیں دے چکے سر۔“

وی ہے کہ ایک بہت بڑا شہاب ٹاقب کافی اوپر سے نیچے آنے دیکھا گیا۔ ”ہاں! وہ تو ظاہر ہے۔“

”لیکن ہم ابھی نہیں جائیں گے... پہلے تصدیق کر لوں۔“

”اچانک رک گیا۔“ گویا وہیں اٹک گیا۔“

”ہاں!“ وہ بولے۔

”یہ بات ذہن میں کیسے اتر سکتی ہے۔“

”میں بھی یہی کہتا ہوں... لیکن میرے نائب کا کہنا ہے کہ جو کچھ اس نے آنکھوں سے دیکھا ہے... وہ بیان کیا ہے... وہ کوئی سنی سنائی بات نہیں بتا رہا۔“ لیکن اس نے ایک اور بات بھی کہی ہے۔“ ”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ اس پتھر کو کسی شخص نے اپنی آنکھوں کی طاقت سے روک رکھا ہے۔“

”کم از کم میں اس خبر پر یقین نہیں کر سکتا۔“ آپ خود یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انپکٹر جشید مسکرا کے

”ہاں جشید... مشرق ہے کے سب سے اہم شہر... مسکن آباد شہر جانتا ہوں... یہ نہیں ہو سکتا۔“ لیکن میں اپنے نائب کے اوپر ایک بہت بڑا شہاب ٹاقب گرنے کے لیے بالکل تیار ہے۔“ بیان کا کیا گرلوں۔

”کیا مطلب... گرنے کے لیے تیار ہے۔“ وہ سب ایک آواز میں بولے۔

”میں اس خبر پر یقین نہیں کر سکتا۔ تاہم آدھ گھنٹے تک منیزہ روانہ ہو جائیں... کیا آپ چاری آمد سے پہلے ہی جہاز کو تیاری کا حکم تفصیلات معلوم ہو جائیں گی... فی الحال میرے ایک نائب نے اطلاع نہیں دے چکے سر۔“

وی ہے کہ ایک بہت بڑا شہاب ٹاقب کافی اوپر سے نیچے آنے دیکھا گیا۔ ”ہاں! وہ تو ظاہر ہے۔“

”لیکن ہم ابھی نہیں جائیں گے... پہلے تصدیق کر لوں۔“

یہ کہہ کر انہوں نے شوکی کے گھر کے نمبر ملائے۔ دوسرے چیزیں بخیجے آجائیں۔ اس وقت تک چیزیں فضا میں ہی رہتی ہیں۔ مطلب یہ کہ نظریں جملے رہنا اس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ”السلام علیکم۔ اسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔“ ”اوہ انکل۔ آپ۔ اللہ اپنا حرج فرمائے۔ ہمارے شر پر ہٹالیں ہیں۔ لیکن اب بھی پتھر فضا میں رکا ہوا ہے۔“ ”باقی کی بات ہے انکل۔“ ”قیامت نوئے والی ہے۔“ ”قیامت کیا مطلب۔“

”اچھا ہم بچھ رہے ہیں۔ شوکی برادر ز آئیں یا ان کا فون آئے۔ آئیں ہمارا پیغام دے دینا اور کہنا کہ صدر صاحب کے ریاست کیا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو رفت۔“ ”بھی انکل میں کیا۔ سارا شر دیکھ رہا ہے۔ ان کیتھ لوگ۔“ ”بھی بھر انکل۔ کیا میں بھی ان کے ساتھ آسکتی ہوں۔“ اس تو شر سے بے تحاشہ بھاگ رہے ہیں۔ کیونکہ کسی وقت بھی پتھر کرنے والی اواز میں پوچھا۔ ”خوبی۔ کیوں نہیں۔“ وہ مکرانے۔ ”فی الحال اسے ایک شخص کی آنکھوں کی طاقت نے روک رکھ دی۔“ ”خوبی۔ کیوں نہیں۔“ وہ مکرانے۔ ”شوکی بھر بھریے انکل۔“ رفت کی آواز سے حد درجے پر شانی نیک رہی ہے۔ ”شوکی برادر ز کماں ہیں؟“ ”وہ اس شخص کی آنکھوں کی طاقت کا مظاہرہ دیکھنے کے لئے تھے۔“ ”کیوں جسمیں۔ اب تو تمہیں یقین ہو گیا تاہم۔“ کہ اطلاع وہ ہوئی کی جیسیں اپنی آنکھوں کی طاقت سے اپر اٹھا دتا ہے۔ ”ہاں! لیکن یہ اطلاع من کر رہی نہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ چیزیں فضا میں ہی انک کر رہے جاتی ہیں۔ جب تک کہ وہ اپنی آنکھ رنجی میں شاید یقین نہ کر سکوں۔“ انہوں نے کہا۔ ”کوہتا نہیں لیتا۔“ ”لیعنی اس طرف دیکھتے ہند نہیں کر رہتا۔“ اسپکٹر جمشید

”بھی نہیں انکل۔ جب تک وہ آرڈر نہ کرے۔ کہ اب چیزیں بخیجے آجائیں۔ اس وقت تک چیزیں فضا میں ہی رہتی ہیں۔“ مطلب یہ کہ نظریں جملے رہنا اس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ”تمہارا مطلب ہے رفت۔“ اس نے اگرچہ پتھر سے نظریں شاید قیامت نوئے والی ہے۔“ ”باقی کی بات ہے انکل۔“ ”چھا ہم بچھ رہے ہیں۔ شوکی برادر ز آئیں یا ان کا فون آئے۔ آئیں ہمارا پیغام دے دینا اور کہنا کہ صدر صاحب کے ریاست میں کیا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو رفت۔“ ”بھی انکل میں کیا۔ سارا شر دیکھ رہا ہے۔ ان کیتھ لوگ۔“ ”بھی بھر انکل۔ کیا میں بھی ان کے ساتھ آسکتی ہوں۔“ اس تو شر سے بے تحاشہ بھاگ رہے ہیں۔ کیونکہ کسی وقت بھی پتھر کرنے والی اواز میں پوچھا۔ ”خوبی۔ کیوں نہیں۔“ وہ مکرانے۔ ”فی الحال اسے ایک شخص کی آنکھوں کی طاقت نے روک رکھ دی۔“ ”خوبی۔ کیوں نہیں۔“ وہ مکرانے۔ ”شوکی بھر بھریے انکل۔“ رفت کی آواز سے حد درجے پر شانی نیک رہی ہے۔ ”شوکی برادر ز کماں ہیں؟“ ”وہ اس شخص کی آنکھوں کی طاقت کا مظاہرہ دیکھنے کے لئے تھے۔“ ”کیوں جسمیں۔ اب تو تمہیں یقین ہو گیا تاہم۔“ کہ اطلاع وہ ہوئی کی جیسیں اپنی آنکھوں کی طاقت سے اپر اٹھا دتا ہے۔ ”ہاں! لیکن یہ اطلاع من کر رہی نہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ چیزیں فضا میں ہی انک کر رہے جاتی ہیں۔ جب تک کہ وہ اپنی آنکھ رنجی میں شاید یقین نہ کر سکوں۔“ انہوں نے کہا۔ ”کوہتا نہیں لیتا۔“ ”لیعنی اس طرف دیکھتے ہند نہیں کر رہتا۔“ اسپکٹر جمشید

خوف

منور علی خان نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسی آدمی کو دیکھا۔

”کیا کہا آپ نے۔۔۔ ایک بار پھر کو۔۔۔“

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نمودار ہو چکے ہیں۔۔۔“

”ہوش میں تو ہو۔۔۔ وہ بولے۔۔۔“

اُندر سے کوئی قیمتی چیز مل جائے۔۔۔ غار اندر سے بہت عجیب و غریب تھا۔۔۔ اور اس کا دوسرا سر انشعابی نہیں آ رہا تھا۔۔۔ میں آگے بڑھتا چلا گیا۔۔۔ آگے جا کر غار میں ایک کمرہ سا بنا نظر آیا۔۔۔ لیکن کمرہ نظر آنے کا مطلب یہ نہیں کہ غار آگے سے بند نظر آنے لگا تھا۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ وہ بند نہیں تھا۔۔۔ اس کا سلسلہ اور آگے چلے گیا تھا۔۔۔ لیکن میں اس کرے میں اٹک کر رہ گیا۔۔۔ اس میں پتھر کا ایک صندوق رکھا تھا۔۔۔ بہت ہی بھاری۔۔۔ میں نے خیال کیا۔۔۔ اس میں ضرور کوئی خزانہ ہے۔۔۔ میں نے اس کا ڈھکن اٹھانا چاہا۔۔۔ لیکن وہ بہت وزنی تھا۔۔۔ اس قدر وزنی کہ کیا بتاؤ۔۔۔ پورا زور لگانے پر بھی میں اسے نہ اٹھا سکا۔۔۔ آخر ”ہاں ہوش میں ہوں۔۔۔ بیت المقدس میں وہ نمودار بیوی۔۔۔ اپنے باپ اور ماں کو ساتھ لے کر غار میں پہنچا۔۔۔“ اور ان کے نمودار ہونے کے ساتھ ہی بے دشیوں کے ملکہ اب اکھ نے ڈرتے ڈرتے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا۔۔۔ اور یہ دیکھ کر ہماری پتھروں کی بارش شروع ہو گئی ہے۔۔۔ اور یہ سب کچھ میری وجہ سے مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس میں ایک بہت بڑے سائز کی کتاب موجود تھی۔۔۔ ساتھ کی لکھی ہوئی کتاب۔۔۔ لیکن الفاظاً پڑھنے نہ جا سکی۔۔۔ نہ جانے وہ مونت کی زبان تھی۔۔۔ خیر۔۔۔ ہم کتاب کو اپنے گھر ”ہاں! میں ایک چولاما تھا۔۔۔ آج سے چار سال پلے تک لے آئے۔۔۔ اس پاس کچھ لوگوں کو کتاب دکھائی۔۔۔ لیکن کسی نے چواہوں کی زندگی گزارتا رہا ہوں۔۔۔ بھیڑ بکڑاں چڑا کر اپنا پیستوجہ نہ دی۔۔۔ پھر ہم ایک یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس گئے۔۔۔ میرے تھا۔۔۔ ایک دن مجھے پہاڑیوں میں ایک غار نظر آگیا۔۔۔“

”غار۔۔۔ اچھا تو پھر۔۔۔“

”کھالی۔۔۔ انہوں نے کہا کہ کتاب کو پڑھنے کی کوشش کروں گا۔۔۔ اس میں بے خیالی میں اس غار میں گھس گیا۔۔۔ یہ سوچ کر کمکے بعد انہوں نے کئی زبانیں جانے والے ماہرین کی خدمات حاصل

”دُور تو ہے... لیکن آپ وہاں جا سکتے ہیں۔“

”لیکن آپ صحیح سورپرے ساتھ چل سکتے گے۔“

”ضرور کیوں نہیں... اب تو میں بھی کام کرتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چوٹ کرے

”سیاحوں کو اس غار تک پہنچا آتا ہوں اور اپنی فیس لے لیتا

”بہت خوب!... میں بھی آپ کو آپ کی فیس دوں گا۔“

”تو پھر صحیح چلیں گے۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔“ انہوں نے کہا۔

”وسری صحیح وہ اس کے ساتھ اس غار تک پہنچ گئے۔“

”لیکن حکومت نے اس غار کی تلاشی لی تھی... میرا مطلب ہے...“

”میں بھت بہت رہا اس طرح میں بھت بہت رہا۔“

”جی میں... حکومت نے کوشش نہیں کی... ہاں لوگوں نے کی

”ہوں۔“

”لیکن اس غار کے آخر تک کوئی بھی نہیں جاسکا۔ آگے چل کر

”جنگل کے کنارے بنے اس مکان میں منور علی خان نے ابھی رہب و شوار گزار ہو گیا ہے۔“

”اوہ اچھا۔“

”وسری صحیح وہ اس کے ساتھ غار تک پہنچے... وہاں کافی رونق

”لماں غار کے باہر اب دکانیں بن چکی تھیں... گویا اب یہ ایک تفریجی

کیں... تب کہیں جا کر وہ کتاب کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

”کتاب حد و ریجے بو سیدہ تھی... کہی جگہ سے جگہ سے سڑ گئی تھی... اس

کے ورق کناروں پر سے جھز گئے تھے... اور اس کا رنگ زردی مائل

سیاہ پر گیا تھا... لیکن ترجمہ کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ یہ کتاب بہت

اہم ہے... اس میں بے شمار پیش گوئیاں لکھی ہوئی تھیں... کہیں

قیامت کے بارے میں، حضرت عیینی علیہ السلام کے بارے میں... اس

میں سارا حساب کتاب تک لگایا گیا تھا کہ وہ کب آئیں گے... ان کے ہوں۔“

آنے کے بعد کیا کچھ ہو گا... قیامت سے پہلے کیا کچھ ہو گا وغیرہ

وغیرہ... اس میں یہ بھی تھا کہ فلاں سن میں حضرت عیینی آئیں گے۔

ان پروفیسر صاحب نے وہ کتاب ترجمے کے ساتھ حکومت کے حوالے

”لیکن حکومت نے اس طرح میں بھت بہت رہا۔“ حکومت نے

”لیکن حکومت نے اس غار کی تلاشی لی تھی... میرا مطلب ہے...“

”مجھے بہت بہت رہا اس طرح میں جمع کرا دیا ہے... لیکن اب عیش کرنا

”لیکن اب عیش کرنا ہے...“

”رہب و شوار گزار ہو گیا ہے...“

”لیکن کافی انہیں سختی پڑے گی... اس کی کافی سن کر

”ملاتا ہو گی اور یہ کافی انہیں سختی پڑے گی...“

”اوہ اچھا۔“

”وہ غار یہاں سے کتنی دور ہے؟“

مقام بن چکا تھا۔ گذریے کو اس کی فیس او اکر کے وہ غار میں داخل کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور منور علی خان انہیں اس غار اور کتاب کے بارے میں بتا رہے تھے۔ وہ سکتے کے عالم میں سن رہے تھے۔ آخر ہو گئے۔

اور لوگ بھی غار کے اندر گھوم پھر رہے تھے۔ وہ آگے بڑھنے منور علی خان خاموش ہو گئے۔

چلے گئے۔ ایک جگہ لکھا نظر آیا۔ اس سے آگے جانا خطرناک ہے۔ ہم پہلے اس غار کو دیکھیں گے اور پھر اس کتاب کا ترجمہ پڑھیں گے۔ آگے نہ جائیں۔ ورنہ ذمے دار آپ خود ہوں گے۔

منور علی خان اس صندوق کے پاس پہنچے۔ ان کا ذہن اٹھا۔ فیکھا۔ اب اس میں کیا تھا۔ خالی تھا۔ آخر وہ غار سے باہر نکلا۔ اسے اور شہر پہنچ کر اسپکٹر کامران مرزا کو فون کیا۔ وہ اتفاق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو جتنے لوگ بھی غلط نہ ہوں پڑھوں گے۔

”میں نے یہاں ہوٹل میں بھی اس کتاب کے بست چرچے سے دیکھا۔ اب اس میں کیا تھا۔ خالی تھا۔ آخر وہ غار سے باہر نکلا۔ اسے اور شہر پہنچ کر اسپکٹر کامران مرزا کو فون کیا۔ وہ اتفاق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو جتنے لوگ بھی غلط نہ ہوں پڑھوں گے۔“

”آہ! منور علی خان۔ یہ تم ہو۔“ وہ حکم۔

”ہاں! میں اس وقت بیت المقدس میں موجود ہوں۔“

تمہاری بھی یہاں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ لہذا پہلی فرصت اپنے آؤ۔ میں ہوٹل غازان کے کمرہ نمبر 203 میں نہرا ہوا ہوں۔

”معلوم ہوتا ہے کوئی بست خاص بات ہے۔“

”ہاں! بالکل۔ خاص سے بھی کچھ زیادہ ہے۔“

”چھٹا تو ہم بست جلد آ رہے ہیں۔ تم فکر نہ کر۔“

”فکر کرنے پر تو خیر میں مجبور ہوں۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ خیر ہم آ رہے ہیں۔“

اسی روز شام کو وہ ہوٹل غازان کے کمرہ نمبر 203 ایک دوسرے (آخر باطل قیامت پڑھئے)

”وہی جو آپ کا ہے۔“ آفتاب فوراً بولا۔

”چلو جو میرا خیال ہے... وہ بتا دو۔“ انسوں نے اسے گھورا۔

”اب ہمیں کیا معلوم... آپ کا کیا خیال ہے۔“ آفتاب نے

گھبرا کر کہا۔

”یار تم سے تو مفترارنا ہی فضول ہے... آصف تم بتاؤ۔“

”جی میں... اس صندوق کے بارے میں... ارے ہاں! یہ پتھر کا

بنا ہوا ایسا صندوق ہے جسے بہت نفاست سے تراشایا گیا ہے۔“ اس نے

گھرا ہوئے انداز میں کہا۔

”الو ہو تم۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

”مشکریہ بہت بہت۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”اپنے آپ کو الو کملوا کر کس قدر خوش ہو رہے ہیں بھائی

ٹھاٹ۔“ آفتاب نہیں۔

”تم چپ رہو۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے اسے ڈائٹ... پھر فرحت

کی طرف مڑھے۔

”تم کچھ بھی فرحت؟“

”جی انگل... بھل نہیں... اس صندوق میں سے اڑھائی ہزار

سال پرانی کتاب نکالی گئی ہے... گویا یہ صندوق بھی اڑھائی ہزار سال

پرانا ہے... یہ پرانا نظر ضرور آ رہا ہے... لیکن صرف باہر سے... اندر

سے نہیں۔“ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

”یہ خراب تک وہ بھی سن لے گے... لذاد وہ خود ہی
یہاں پہنچ جائیں گے... فکر نہ کرو۔“ اسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔
”اور شوکی برادرز!“ آفتاب نے فوراً کہا۔

”ضرورت محسوس ہوئی تو انہیں بھی بلا لیں گے۔“

”میں تو کتنا ہوں... ضرورت محسوس نہ بھی ہو تو بھی انہیں بلا
لیں... ذرا ایک بار پھر ہم مل بیٹھیں گے۔“

”دیکھا جائے گا... پہلے تو ہم اس غار کو دیکھیں گے۔“

دوسرے دن وہ صبح سورے غار کی طرف روانہ ہو سکیں۔ انسوں
نے سیاحوں جیسے لباس پہن رکھے تھے اور کھانے پینے کی بہت کل جیزیں

ان کے پاس تھیں... غار کے پاس رونق دیکھ کر وہ جیران رہ گئے۔

”یہ تو باقاعدہ تفریحی مقام بن گیا ہے۔“

”ہاں! اس کتاب کی وجہ سے لوگ اس غار کو بڑی تعداد میں
دیکھنے کے لیے آنے لگے ہیں... ہر وقت میلہ سا گا رہتا ہے۔“

”بلکہ اب تو غار پر تکٹ بھی لگا دیا گیا ہے۔“ اسپکٹر متور علی
خان مسکرائے۔

”وہ تکٹ خرید کر اندر داخل ہوئے... سب سے پہلے اس
صندوق تک پہنچے... انسوں نے بغور اس صندوق کا جائزہ لیا... پھر

اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”کیا خیال ہے؟“

”معاف کیجئے گا۔۔۔ آپ لوگ تو اس صندوق سے چکھی گے اس حد تک نیا نظر نہیں آتا چاہیے تھا۔۔۔ جتنا کہ یہ آ رہا ہے۔۔۔ اس ہیں۔۔۔ کئی اور لوگ بھی صندوق کو دیکھنے کے لیے آپ کے پیچھے جمع ہو لے مجھے اس صندوق پر شک ہے۔۔۔“
”مکمل ہے اباجان۔۔۔ اب آپ کو زندہ انسانوں کے ساتھ بے ”اوہ! ہمیں افسوس ہے۔۔۔ انپکٹر کامران مرتضیٰ چونکے پھر وہ ان جان گھروں پر بھی شک ہونے لگا ہے۔۔۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔
”ہاں ہونے لگا ہے۔۔۔ تم بھی غور کرو تو تمہیں بھی ہونے لگے کے ساتھ پیچھے ہٹ گے۔۔۔“

”جا۔۔۔“

”لیکن اس شک سے ہمیں فائدہ کیا ہو گا۔۔۔“

”فی الحال میں کیا کہ سکتا ہوں۔۔۔ چلو پہلے غار دیکھ لیں۔۔۔“
وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔۔۔ غار کی دیوار پر کئی جگہ انہیں لکھا نظر

کے برابر ہوں۔۔۔“
”تو اتنی دیر میں ہم غار کو آگے سے دیکھ لیتے ہیں۔۔۔ شاید واپسی

اندر آئے ہوئے ہیں، وہ پانچ بجے تک باہر نکل جائیں۔۔۔ ورنہ اندر ہی تک یہاں کوئی نہ ملے۔۔۔ منور علی خان یوں۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا کر لیتے ہیں۔۔۔“
وہ آگے بڑھ گئے۔۔۔

”ہاں فرحت! تم کیا کہ رہی تھیں۔۔۔ صندوق صرف باہر سے پرانا نظر آتا ہے۔۔۔ اندر سے نہیں، تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ رونی سطح سے گرد وغیرہ نکراتی رہتی ہے۔۔۔ اور اڑھائی ہزار سال تک جب عمل ہوتا رہا ہو تو باہر سے صندوق پرانا ہی نظر آئے گا۔۔۔ جب کہ اندر یونی سطح سے مٹی اور نمی نہیں لگتی۔۔۔ اس لیے وہ اندر سے نیا نظر آئے گا۔۔۔ لیکن اڑھائی ہزار سال پرانا ہونے کے ناطے اندر سے اسے

یہ تحریر پڑھ کر انہوں نے اپنی گھروں کی طرف دیکھا۔۔۔ پانچ

بنجے میں ابھی بہت وقت تھا۔۔۔ لہذا وہ بے فکری سے آگے بڑھتے چلے گئے۔۔۔ اور پھر وہ ان جگہ پہنچ گئے۔۔۔ جہاں سے آگے جانے کی اجازت

نہیں تھی۔۔۔ اس جگہ لکھا تھا:

”آگے غار بہت زیادہ خطرناک ہے۔۔۔ اور اس سے آگے غار میں لگا ہے اور کیا نہیں۔۔۔ یہ کسی کو معلوم بھی نہیں۔۔۔ لہذا اس سے آگے جانے کی کوشش نہ کریں۔۔۔ یوں بھی آگے غار بہت زیادہ

دشوار گزار ہے۔ شکریہ۔

اس جگہ ایک سہری کھائی تھی۔ اس کھائی کے بعد غار پر شروع ہو جاتا تھا۔ لیکن اس جگہ غار کی زمین برابر نہیں تھی۔ اور میں اوسی پیچے گزھے اور ٹیلے سے بننے ہوئے تھے۔ اور درست اندازہ تو کھائی کے دوسری طرف جا کر ہی ہو سکتا تھا۔

”کیا خیال ہے۔ اس کھائی میں اتنا جائے۔“

”ہاں۔ کیوں نہیں۔“

”سب سے پسلے میں اتروں گا۔ منور علی خان تھما رے تھے۔ کا انظام کرنے والوں کو پتا ہے۔“

”میں رسی اور آنکڑا دغیرہ ہے نا۔“

”بالکل ہے۔“

”تو پھر نکالو رسی۔“

منور علی خان نے آنکڑا اور پسلے سے پھسا کر رسی پیچے لٹکا دی۔ اسپکٹر کامران مرزا رسی پکڑ کر پیچے لٹکے ہی ہوں گے کہ کسی نے چیز کہا۔

”ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔“

انہوں نے دیکھا۔ غار کی سیر کرنے والے کچھ لوگ انسٹریکٹیوں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

”کیا بات ہے جتاب؟“ منور علی خان نے ناخوشگوار انداز میں سے جا گئے۔

کہا۔

”اب تم لوگ بھی آ جاؤ۔“

”کیا آپ نے یہ نوٹ نہیں دیکھا؟“

”ہاں دیکھا ہے اور پڑھا بھی ہے۔ ہم ان پڑھ نہیں ہیں۔“

”گویا آپ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔“

”موت کے منہ میں۔ کیا مطلب؟“

”آپ کی طرح ایک سر پہرا اس طرف چلا گیا تھا۔ آج تک لوٹ کر نہیں آیا۔ پھر اس کی تلاش میں تین اور لٹکے۔ وہ بھی لوٹ کر نہیں آتے۔ یہ کہانی یہاں کسی کو معلوم نہیں۔ صرف مجھے یا غار کا انظام کرنے والوں کو پتا ہے۔“

”آپ کون ہیں؟“

”ایک بات پر انا یا ج۔ پرانی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔“

”شکریہ۔ آپ نے خبردار کر دیا۔ لیکن ہم آگے ضرور جائیں“

”سب آپ کا دماغ چل گیا ہے شاید۔“

”کوئی بات نہیں۔ ہم اپنے دماغوں کے خود مالک ہیں۔ آپ

کا اس میں کوئی عمل و غل نہیں۔“

وہ برا سامنہ بیکار رہ گیا۔ اور اسپکٹر کامران مرزا پیچے لٹک گئے۔ وہ رسی کے ذریعے پھسلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے پیر

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

”کیا بات ہے جتاب؟“ منور علی خان نے ناخوشگوار انداز میں سے جا گئے۔

”اب تم لوگ بھی آ جاؤ۔“

ان کے بعد آفتاب، آصف اور فرحت بھی آگئے۔
”منور علی خان... تم کس طرح آؤ گے؟“ انسپکٹر کامران بولے۔
”ہاں! یہ بھی ایک سوال ہے... خیر میں کچھ کرتا ہوں۔“ - وہ
بولے۔

انہوں نے اپنے بیگ کا جائزہ لیا... پھر دلے۔

”میرے پاس ایک رسی اور آنکڑا اور موجود ہے... ہم دوسری
طرف جانے کے لیے اس رسی سے کام چلا لیں گے۔“ -
”تب پھر آ جاؤ۔“

اور وہ بھی نیچے اتر گئے۔ اب دوسرا آنکڑا نکلا اور اسے بار بار
کھائی کے دوسری طرف اچھالنے لگے۔ آخر آنکڑہ کمیں پھنس گیا۔...
منور علی خان نے اس کے ساتھ لٹک کر اس کو آزمایا اور پھر اپر چڑھنے
لگے۔ سیر کے لیے آنے والے بہت سے لوگ اب کھائی کے کنارے
کھڑے انسیں حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ شاید وہ انہیں پاگل
خیال کر رہے تھے۔ جلد ہی وہ سب کھائی کے دوسرے سرے پر نظر
آئے۔ انہوں نے تماشا ہوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلاکئے۔ منور علی
خان نے بلند آواز میں کہا۔

”آپ لوگ فکر نہ کریں... ہم ذرا آگے گھوم پھر کرو اپس آئیں
گے... غار کے آخری سرے تک۔“

”ادھر موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

”اگر ہمارا وقت آگیا ہے تو یہ آکر رہے گا۔ ہم اس کو آنے
سے روک نہیں سکیں گے۔“ منور علی خان بولے۔
سب لوگ انہیں ملکر ٹکر دیکھنے لگئے۔ وہ آگے بڑھنے لگے۔
اس طرف کی رسی اور آنکڑہ انہوں نے اتار لیا تھا۔ جب کہ دوسری
طرف کا آنکڑہ وہیں لگا رہ گیا تھا۔

”کہیں ان میں سے کوئی آپ کا آنکڑہ نہ اکھاڑ لے جائے۔“
”وہ اس کے کس کام کا ہے؟ یہ صرف میرے کام کی چیز ہے۔“ -
منور علی خان بولے۔

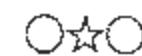
وہ آگے بڑھنے لگے۔ اب انہیں ایک ایک قدم سنبھل کر اٹھانا
پڑ رہا تھا۔ کوئی بھی قدم انہیں کسی گڑھے میں گرا سکتا تھا۔ اور پچھے
نہیں تو سوچ تو آہی سکتی تھی۔... کچھ اور آگے چلنے کے بعد غار تک ہو
گیا اور انہیں ایک ایک کر کے چلانا پڑا۔... گویا اب وہ ایک لائن میں
جل رہے تھے۔ وہ ایک گھنٹے تک چلتے رہے۔ لیکن غار نے ختم
ہوئے کا نام نہ لیا۔

”حیرت ہے... تغیریہ غار کتنا لمبا ہے؟“

”اللہ ہی کوچتا ہے۔... ہم تو میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔“ -
”پھر اب کیا خیال ہے... کہیں ہم بلاوجہ کوئی مصیبت نہ مول
لے لیں۔“ منور علی خان نے کہا۔

”جب اوکھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں کا کیا ذریعہ بڑھنے چلو

س۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزو لے۔۔۔
اچانک انہیں رک جانا پڑا۔۔۔ منور علی خان سب سے آگے
تھے۔۔۔ اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ یک دم آگے کر دیے تھے۔۔۔
انہوں نے دیکھا۔۔۔ منور علی خان کے چہرے پر خوف ہی خوف
تھا۔۔۔



دھوکے باز

پھر کو فضا میں رکتے دیکھ کر وہ بھوپھکے رہ گئے۔۔۔

”کہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔۔۔“ شوکی بڑھایا۔

”اس سلطے میں میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔“

”کیا اس کو واقعی آپ کی آنکھوں کی طاقت نے روک رکھا
ہے۔۔۔“

”اس بات کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں میں۔۔۔“ اس نے مسرا کر
کہا۔۔۔

”لیا مطلب۔۔۔ آپ ثبوت کس طرح پیش کر سکتے ہیں۔۔۔“ مکھن
نے چونک کر کہا۔۔۔

”یہ کیا مشکل ہے۔۔۔ آپ ذرا اپنی نظریں ہتر پر جماویں۔۔۔
میں اپنی آنکھوں کی طاقت پندرہ سیکنڈ کے لئے ہٹا لیتا ہوں۔۔۔ جو شی
طاقت ہٹ گئی، پھر پھر سے نیچے آئے گے ہا۔۔۔“

”کہیں ایسا نہ ہو کہ اس تجربے میں پتھری نیچے آگئے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ اس حد تک نیچے نہیں آئے گا۔۔۔“ میں پھر سے طاقت

لگا دوں گا۔

”اچھا جیسے آپ کی مرضی.... لیکن.... یہ خیال رہے.... یہ معاملہ پورے شر کی زندگی کا ہے۔“ - شوکی بولا پروفیسر المان نے پھر پھر کی طرف دکھنا شروع کر دیا۔ اچانک پھر گرنے لگا۔

”بس... اندرازہ ہو گیا... اندرازہ ہو گیا۔“ - شوکی چلایا۔

اور پھر اس نے دوبارہ نظریں جمادیں... ساتھ ہی لولائے ”گھبرا میں نہیں... پھرابھی رک جاتا ہے۔“

چند سینٹ بعد پھر پھر گرانے کیا۔ ان کی جان میں جان آئی۔ اس منظر کو اور بھی بے شمار لوگوں نے دیکھا۔

”میں اب جا رہا ہوں... آرام کروں گا... کل صبح اس پھر کو شے سے دور پڑا کر گرانے کی کوشش کروں گا۔“

”اوہ... تو آپ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔“

”میں نہ کہا ہے... کوشش کروں گا... لیکن اس کوشش میں میری موت بھی واقع ہو سکتی ہے... اور میں شر کے لوگوں کے لئے آخر اپنی جان کیوں دوں۔“

”کیا جان جانا لازمی ہے۔“

”نہیں... لیکن اس کا امکان ضرور ہے۔“

”آپ رہتے کہاں ہیں۔“

”اسی ہوٹل میں.... اور کہاں۔“

یہ کہ کردہ ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی یہ بات پورے شر میں بھیل گئی اور پھر کئی سرکاری گاڑیاں ہوٹل رہمان کے سامنے آ رکیں۔ شوکی برادر زابھی تک وہیں تھے۔ آئی بھی صاحب نے انہیں دیکھ لیا۔

”تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”ہم سب برادر اس پھر پر نظریں جمائے کھڑے ہیں... اگر ذرا بھی حرکت کرتا نظر آیا تو پروفیسر المان کو بلا لائیں گے۔“

”تم کب تک کھڑے رہو گے... آ تو تم بھی ہمارے ساتھ چلا۔“

”آپ کا کیا ارادہ ہے؟“

”ہم پروفیسر المان سے کیس گے کہ اس پھر کو ہٹانے کی کوشش کرے۔ ورنہ رات کو کوئی شری بھی نہیں سو سکے گا... آ تو دیکھو تو سکی۔ سب کے سروں پر پھر فضا میں موجود ہے۔“

”واقعی... اس سے زیادہ خوفناک صورت حال سے ہم آج تک دوچار نہیں ہوئے ہوں گے۔“

وہ ان کے ساتھ پروفیسر المان کے کمرے تک پہنچے۔ دستک دی گئی تو اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ جب کہ کمرے کا دروازہ اندر سے بنڈھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اندر موجود ہے۔ ایک بار پھر زور سے دروازہ دھڑوڑایا گیا۔ آگر دروازہ توڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور

وروازہ تڑوا کروہ اندر داخل ہوئے... اندر پروفیسر المان موجود نہیں تھا۔

”ہاں کیوں نہیں... یہ تو میرے باسیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“

”اور آپ کے دائیں ہاتھ کا کھیل کیا ہے؟“

”وہ آپ ہو ٹل رہجان میں دیکھ تو چکے ہیں۔“

”ہم آپ کے پاس ایک درخواست لے کر آئے ہیں۔“ - آئی جی صاحب بولے

”فرمائیے۔“ - اس نے کہا۔

”ہمارے شر کے جنوب میں بست برا جنگل ہے... شر سے بھی رہا۔ آپ اگر اپنی آنکھوں کی طاقت سے پھر کو اس جنگل پر لے جا کر جاؤں تو ہم پر احسان ہو گا۔ ورنہ آج رات کوئی شری بھی نہیں سو سکے گا۔ اور ان گنت لوگ یہاں سے بھاگ لٹکے ہیں... اور مزید کتنے یہ بھائیتے کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔“

”میں ایسی کوشش کر سکتا ہوں.... لیکن اس میں دو باتیں ہو سکتی ہیں... یا میں کامیاب ہو جاؤں گا یا ناکام... ناکامی کی صورت میں

جانشی میں کیا ہو گا؟“

”کیا ہو گا؟“

”میری موت۔“

”اوہ... نہیں... آپ تو بہت کام کے آدمی ہیں۔“

”یہ کوئی چھوٹا کام نہیں ہے۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... اگر وہ اندر نہیں ہے... تو پھر دروازہ اندر سے کیوں بند تھا؟“ آئی جی صاحب نے کانپ کر کہا۔

”ایک اور عجیب ترین بات... گویا آج کا دن عجیب ترین بالوں کا دن ہے۔“ - کھن نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”پروفیسر صاحب... آپ کہاں ہیں۔“ - شوکی نے چلا کر کہا۔

”ایک منٹ... میں اس وقت اپنے وجود میں نہیں ہوں۔“ - اچانک انہوں نے پروفیسر کی آواز سنی۔

”جی... کیا فرمایا... آپ اپنے وجود میں نہیں ہیں۔“

”ہاں! میں اس وقت اپنی روز کی مشق کر رہا ہوں۔“

”لیکن آپ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔“

”جب میں اپنے وجود میں آؤں گا تو نظر آنے لگوں گا۔“

”اور آپ ہمیں کب نظر آنے لگیں گے۔“

”چند منٹ اور انتظار کریں۔“

وہ حیرت زدہ سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے... پانچ منٹ بعد اچانک انہیں پروفیسر المان نظر آئے گا۔ وہ اپنے بستر پر موجود تھا... جب کہ اس سے پہلے انہیں بستر پر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”یہ ایک اور انوکھا تجربہ ہو گیا۔ کیا آپ لوگوں کی نظروں سے

”ہم نے کب کہا ہے کہ یہ چھوٹا کام ہے۔“

”تو پھر... آپ کیا کہتے ہیں۔“

”اگر میں پھر سرکاروں... بلکہ جنگل پر گراووں... تو کیا... آپ پہلے بات کر لیں۔“

”آئی جی صاحب نے اسی وقت حکام سے بات شروع کر دی۔ مجھے کیا دیں گے۔“

”آپ کیا چاہتے ہیں۔“

”آپ کے شرپر حکومت میری ہو گی۔۔۔ بھل صرف میرا چلے گا... اگر آپ کو یہ شرط منظور ہے تو میں تیار ہوں... دلا نہیں۔“ اس نے کہا۔

”یعنی آپ ہمارے شرکے کمشنز بنا چاہتے ہیں۔“

”نہیں... مکمل طور پر حکمران... آپ کے ملک کی حکومت شر میں پھر کوئی عمل دخل نہیں دے سکے گی۔“

”یہ آپ نے انوکھی شرط لگادی ہے۔۔۔ میں حکومت سے پڑا گرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔“

”بغیر کوئی جواب نہیں دے سکا۔“

”تو پھر پوچھ لیں... روکا کس نے ہے... ایک اور چھوٹی شرط بھی ہو گی۔“

”اور وہ کیا؟“

”میں پورے شرکے سامنے ایک تقریر کرنا چاہتا ہوں...۔۔۔ سے دوسرے شر پہنچا سکتے ہیں۔“

اس وقت شربوں کو اس جنگل میں جمع کر لیں... یا کسی بست بنا بوتحہ تیار کر لیے ہیں جن کی مددے انسان لروں میں تبدیل ہو کر میدان میں۔“

”یہ کام تو بہت آسان ہے۔۔۔ میں ابھی اعلان کرنا دتا ہوں۔۔۔ لیکن حکومت سے بات کرنے میں چند منٹ لگیں گے۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ پہلے بات کر لیں۔“

آئی جی صاحب نے اسی وقت حکام سے بات شروع کر دی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ پروفیسر المان کے پاس آئے اور بولے۔

”ہم یہ شر آپ کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں۔۔۔ شر کے لوگ بھی آپ کے سامنے جمع ہو جائیں گے۔۔۔ لیکن ہماری ایک شرط ہے۔۔۔“

”کہئے۔۔۔“

”اگر کسی اور شرپر اپ کوئی پھر گرنے لگا تو آپ وہاں چل کر اپنے دو رکیں گے۔“

”اگر اس کے گرنے سے پہلے میں وہاں جا سکا تو کیونکہ پھر گرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔“

”یہ ایک لالگ بات ہے۔۔۔ آپ تو چلیں گے۔“

”ہاں ضروری کیوں نہیں۔“

”تب آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ہم آپ کو چند سینٹ میں ایک شر

سے دوسرے شر پہنچا سکتے ہیں۔“

”ارے ہاں یاد آیا۔۔۔ آپ کے ملک کے پروفیسر غالب نے ایسے

بوتحہ تیار کر لیے ہیں جن کی مددے انسان لروں میں تبدیل ہو کر میدان میں۔“

دوسری جگہ جا سکتا ہے۔

”بالکل صحیح ہے۔“

”تب یہ ممکن ہے۔“

”شر کے اہم مقام پر بوجھ موجود ہے۔ شر کے حاکم کی حیثیت سے آپ کی رہائش بھی وہیں ہو گی۔ لذا آپ کو دوسرا بھرپور شر پہنچے میں کچھ بھی وقت نہیں لگے گا۔“

”صحیح ہے۔ اب آپ شر کے لوگوں کو بلا لیں۔ اور ہاں اس معاملے میں تحریری معاملہ ہو جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو۔ میں پھر کوسر کا کراس جنگل میں گراووں اور بعد میں آپ مجھ سے دھوکا کریں۔“

”نہیں۔ ہم دھوکے باز نہیں ہیں۔“

”ایک اور بات۔ جنگل میں جب پھر گرے گا تو تمام درخت اس کے نیچے دب جائیں گے۔ یعنی وہ درخت آپ کے کام نہیں رہیں گے۔“

”اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

”اور۔ جنگل کے جانور بھی مر جائیں گے۔ سب پرندے بھی مر جائیں گے۔“

”پورے شر کے انسانوں کو بچانے کا معاملہ نہ ہوتا تو ہم ان جانوروں کے لیے یہ سو دا کبھی تسلیم نہ کرتے۔“

”لیکن۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ پھر جنگل کے صرف

اوپر کر دیں۔۔۔ گرائیں نہیں۔۔۔ شوکی بولا۔

”اودہ ہاں۔۔۔ یہ زیادہ مناسب رہے گا۔“

”چلنے ایسا کر لیتے ہیں۔۔۔ پروفیسر المان پھر بولا۔

”ویسے آپ کے شر کے چند بچے مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔۔۔“

”آپ کا مطلب شوکی برادرز سے ہے۔۔۔ آئی جی صاحب

مکارے۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔ کاش یہ میرے ساتھ مل کر کام کریں۔۔۔“

”ہم تیار ہیں۔۔۔ شوکی نے سوچے سمجھے بغیر کہ دیا۔

”سوچے سمجھے بغیر یہ بات کہ دی۔۔۔“

”کیوں؟ کیا ہوا؟“

”اب اگر ہمیں انکل جشنید بلانے لگے تو ہم کیا کریں گے۔۔۔“

”پہنچ سوچ لیں۔۔۔“

”اوہ ہاں! یہ بھی ہے۔۔۔ پھر اب ہم کیا کریں۔۔۔“

”ہم پروفیسر صاحب کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہیں۔۔۔ لیکن

جب کہیں جانا پڑا جانے کے لیے آزاد ہوں گے۔۔۔“

”چلنے یونہی سی۔۔۔ اس نے مسکرا کر کہا۔۔۔“

اور پھر شر کے لوگوں کو ایک بہت بڑے میدان میں جمع کیا

گیا۔۔۔ ایک بہت اونچا سینچ لگایا گیا۔۔۔ اس سینچ پر پروفیسر المان نظر آ رہا

تھا۔۔۔ اس کے ساتھ شوکی برادرز اور آئی جی صاحب بھی تھے۔۔۔

”اور میں تمہارا حاکم بھی ہوں۔“

”ہاں... بالکل۔“ وہ سب چلائے

اور شوکی برادرز اور آئی جی پینے سے بھیگتے جا رہے تھے...
کیونکہ وہ محسوس کر چکے تھے کہ وہ کیا شرط پہنانے والا ہے۔

”تو پھر میری شرط مان لیں۔“

”ہم آپ کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہیں۔“

”اور وہ شرط کیا ہے؟“

”پھر وہ کی اس بارش سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے... ایک
ہی حل ہے... جب آپ یہ شرط مان لیں گے تو پھر کوئی پھر آپ کے
کارخ نہیں کرے گا... کیا سمجھے۔“

”آخر وہ شرط کیا ہے؟“

”شرط بہت سیدھی اور صاف ہے... اور اس کے مان لینے میں
اب تو کوئی تحریج بھی نہیں رہا... کیونکہ سچائی نکھر کر اس دنیا کے سامنے
آئے والی ہے... خفتت عیسیٰ مسیح کا ظہور ہو چکا ہے... وہ بیت
القدس میں آچکے ہیں اور اب پوری دنیا ان کے تابع ہو رہی ہے...
تو لوگ ان کے تابع نہیں ہوں گے... صرف ان کے شروں پر پھر وہ
لی بارش ہو گی... کل کے اخبارات میں آپ لوگ دنیا میں پھر وہ
ارشوں کی خبر بھی پڑھ لیں گے... وہ پھر اتنے بڑے تو خیر نہیں ہوں
گے... لیکن پھر تو ایک کلو کا بھی بت ہے... اور اور پر سے گرے تو

دوسرے سرکاری آفیسرز بھی تھے... آخر اس نے کہنا شروع کیا۔

”شر کے لوگو! آج سے تمہارا حاکم میں ہوں... تمہارے حاکم
نے اس شر کا حاکم مجھے بنانا منظور کر لیا۔ شرط صرف یہ ہے کہ میں
اس پھر کو یہاں سے ہٹا دوں اور جنگل کے اوپر کر دوں... ماکہ تمہارے
سروں سے خطرہ ٹل جائے... یہ لٹکتی تکوار ہٹ جائے۔“

”بہت خوب!“ لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجا دیں۔

”جھوپا تمہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ میں اس شر کا
حاکم نہ جاؤں۔“

”نہیں... نہیں... کوئی اعتراض نہیں۔“

”ٹھیک ہے... میری ایک اور شرط ہے... یہ بھی سن لو کہ
آنکھوں کی طاقت جو میں نے اس پھر پر لگائی ہوئی ہے... زیادہ سے
زیادہ کل صحیح تک قائم رہے گی... اس کے بعد میں شاید اس پھر کو
گرنے سے نہیں روک سکوں گا۔“

”اوہ... اوہ۔“ وہ چلائے

”ہاں! میں یہ نہیں کہتا کہ میں بالکل ناکام ہو جاؤں گا... ہو سکتا
ہے میں اس سے زیادہ دیر تک روک سکوں... بہرحال میں فی الحال اتنا
ضرور کر دوں گا کہ اس کو جنگل کی طرف سر کا دوں گا۔“

”ہمارے لیے یہ بہت ہے۔“

”ٹھیک ہے... آپ بہت اچھے ہیں۔“

میں اس سے پہلے ہی آپ کو ان کا پیغام سنا دتا ہوں..... کیا آپ سنئے
گا.... یہ آپ سوچ لیں.... ہو سکتا ہے.... اس شرپ سے میں اس چشم
کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔“

”ہاں! بالکل تیار ہیں۔“ - مجمع چلایا۔

”تو پھر غور سے نہیں.... آپ لوگوں کی زندگیاں اب حضرت
عیسیٰ مسیح کو اپنا رہنمایاں لیں۔“
جس کے ہاتھ میں ہیں.... وہ جس شرپ چاہیں گے.... پھر گل میں بارش کر
دیں گے.... اگر آپ دیکھنا چاہیں تو آپ کے شر کے جنگل میں تجربہ کے
طور پر پھر گل کی بارش ہو سکتی ہے.... وہ دیکھئے.... پھر گل کا ایک
غول.... پرندوں کے غول کی طرح جنگل کا رخ کر رہا ہے.... یہ بڑا پھر
اپنی جگہ... پہلے آپ لوگ ان چھوٹے چھوٹے پھر گل کی بارش کا نظارہ
فرما کر لیں.... پھر میں آپ لوگوں کو بتاؤں گا۔“

سب لوگ جنگل کی سمت دیکھنے لگے.... لیکن انہیں پھر نظر نہ

”مشید آپ مذاق کر رہے ہیں۔“ - مجتمع میں سے کسی نے چلا کر

”نمیں میں مذاق نہیں کر رہا۔“

”لیکن پھر تو نظر نہیں آ رہے۔“

”اوپر دیکھیں.... آسمان کی طرف.... ایک سیاہ و جبہ سانظر آ رہا

ہے یا نہیں۔“

”ہاں.... نظر آ رہا ہے۔“

آدمی کا بھیجا پاش پاش کر دتا ہے.... اور جب سینکڑوں پھر گریں تو کیا
تو ہٹا دوں.... لیکن ان گنت چھوٹے پھر گل کی بارش کو میں کس ط

روک سکوں گا.... بس ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ آپ حضرت
عیسیٰ مسیح کو اپنا رہنمایاں لیں۔“

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے کی طریقہ
دیکھنے لگے.... شاید بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی.... ادھر پر
برادر ز شدید بے چینی محسوس کر رہے تھے.... آخر شوکی نے آگے کہا۔

”پروفیسر صاحب.... لوگوں کی سمجھ میں آپ کی بات نہ
آلی.... وضاحت کر دیں۔“

”آپ لوگ یوں سمجھ لیں کہ آپ کے اس شر میں میں حضور
عیسیٰ مسیح کا نمایا نہ ہوں.... اگر آپ میرا حکم مائیں گے تو گوا ان کا
مانیں گے.... اگر آپ نے میرا حکم نہ مانا تو گوا ان کا حکم نہیں مانا۔“

”بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی.... آپ اور وضاحت
کریں۔“ - شوکی نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

”اچھی بات ہے.... میں اور وضاحت کرتا ہوں.... حضرت
نے اپنے ظہور کے فوراً بعد اپنا پیغام پوری دنیا کو پہنچانے کا فیصلہ
ہے.... وہ کل رات لی وی کے ذریعے پوری دنیا کو اپنا پیغام دیں۔“

”بس اس کو دیکھتے رہیں۔“

انہوں نے دھبے پر نظر س جما دیں.... جوں جوں وہ شیخ آتا گیا۔۔۔ بڑا ہونے لگا اور پھر اور نزدیک آنے پر انہوں نے دیکھا۔۔۔ وہ چھوٹے چھوٹے چھوٹوں کا ایک غول ساتھا۔۔۔ وہ ایک ساتھ شیخ چلا آ رہا تھا۔

”وہ دیکھتے۔۔۔ چھوٹوں کی بارش آپ کے شہر کے جنگل پر ہونے والی ہے۔“ - پروفیسر المان نے چلا کر کہا۔

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی جنگل پر پھر رستے لگے۔



دوپٹہ

”کیا بات ہے فرزانہ۔۔۔ تمہیں کس بات نے خوف زدہ کر دیا ہے؟“

”مجھے وہ الفاظ یاد آ گئے۔۔۔ الٹھائی ہزار سال پرانے الفاظ۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکے صدر صاحب انہیں گھورنے لگے۔

”کتاب کا الفاظ یہ ہیں۔۔۔ جب سچ نمودار ہو گا۔۔۔ پھر پوری دنیا میں ایک مذہب رہ جائے گا اور جو اس مذہب کو مانتے والے نہیں ہوں گے۔۔۔ ان کے شروتوں پر چھوٹوں کی بارش شروع ہو جائے گی۔۔۔ کیا یہ خراس بارش کا پہلا قطرہ ہے؟“

”اف میرے ملک۔۔۔ فرزانہ یہ تو تم نے بہت خوفناک بات کہی۔“ - اسکرہ جہشید بولے۔

”لیکن اس میں ہمارا کیا صور ایجاداں؟“ -

”بات کیا ہے جہشید؟“ -

اب انہوں نے اخبار کی خبر کے ہارے میں انہیں بتایا۔۔۔ صدر احمد نے اسی وقت اخبارات منگوائے اور اس خبر کا مطالعہ شروع کر

ریا..... خبر تمام اخبارات میں موجود تھی.... اور تمام اخبارات میں غیر اکریں گے.... تمام انسان اسلام لے آئیں گے.... ہر طرف اسلام ہو اخبارات کے حوالے دیے ہوئے تھے۔ مطلب یہ کہ مقامی اخبارات گائیں اور زمین اس کثرت سے فصلیں اٹھائے گی کہ غربت کا بالکل خاتمه نہ یہ خبر غیر ملکی اخبارات سے مل تھی۔

”اف میرے مالک.... یہ میں نے کیا پڑھا ہے.... کیا یہ با جائے گا.... شیر اور بکری ایک گھاث پانی پیں گے.... اس سے پہلے دجال ہمارے قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں بہشٹ؟“

”قرآن کریم میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ یعنی اس کے مقابلے کے لیے نہیں گے اور اسے اپنے ہتھیار سے قتلِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا.... اس کی وضاحت نبی کریم گزیں گے.... اور ہتھیار پر اس کا لگا ہوا خون لوگوں کو دکھائیں گے.... اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی ملتی ہے اور احادیث میں دجل کے بعد ہر طرف امن و مان ہو جائے گا.... کہ پھر یا جوج ماجوج کا طور پر ارشادات موجود ہیں کہ قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ یعنی نہودار ہو گا.... یہ قوم اس قدر بڑی تعداد میں ہو گی کہ سندھ ری السلام آسمان سے نازل ہوں گے.... لیکن احادیث میں ملتا ہے یعنی گے.... اس فتنے سے بچنے کے لیے حضرت عیسیٰ مسلمانوں کو لے حضرت عیسیٰ دمشق کی ایک مسجد کے میثار پر آسمان سے اتریں گے کہ طور کی طرف چلے جائیں گے.... پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا بیجھے گا.... اس وقت ایک امام عادل کی وہاں حکومت ہو گی.... اور اس مسجد میں ہوا سے یا جوج ماجوج کی قوم کی گردنوں میں ایک زخم بنے گا اور وہ اس وقت وہی امام عادل صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوا ہوں گے.... ہوا ان کے جسموں کو اڑا کر کر نماز کی تکمیر کی جا چکی ہو گی کہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے جائے گی.... اس سے بعد اس قدر انصاف اور امن ہو گا کہ دنیا میں ہوتے دیکھ لیں گے اور رک جائیں گے.... جب حضرت عیسیٰ یعنی نہ ہوا ہو گا اور پھر حضرت عیسیٰ اپنی زندگی پوری کر کے وفات پا السلام نیچے آ جائیں گے تو امام عادل یعنی امام مددی ان سے تکمیل گے اور انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر نماز آپ پڑھائیں.... لیکن وہ جواب دیں گے.... کہ اس نیا جائے گا.... یہ ہیں تفصیلات.... مختصر طور پر.... اگر پوری تفصیل تکمیر آپ کے لیے ہو چکی ہے.... لہذا یہ نماز آپ پڑھائیں.... اُنہاں جاہتے ہیں تو آپ کو احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہو گا۔“

بعد حضرت عیسیٰ حاکم عادل ہوں گے اور دنیا میں انسانیت کا بخوبی وہ تو کر لیں گے.... سوال یہ ہے کہ وہ اڑھائی ہزار سال

پرانی کتاب بھی اس سے ملتی جلتی بات کر رہی ہے... لیکن اس میں
نہیں ہے کہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

”پروفیسر المان نے سارے شر کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا
ہے... اور وہاں نہ جانے کیا کہنے والا ہے۔ شاید شوکی برادرز بھی وہیں
میصیبت ان لوگوں کی وجہ سے آیا چاہتی ہے۔ ہم پہلے شوکی برادرز کے
ہوں گے۔“

”ہوں! ہم آرہے ہیں... اللہ اپنا رحم فرمائے۔“
عین اسی وقت دوسرے فون کی گھنٹی بجی... جو نبی انسوں نے
ریسیور اٹھایا پروفیسر داؤڈ کی خوف سے لرزتی آواز سنائی دی۔
”جمشید... فوراً میرے پاس آ جاؤ۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسوں نے ریسیور رکھ دیا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے... حالات تو شاید ہمیں کسی طور پر بھی
میں فرم لینے دیں گے۔“ انسپکٹر جمشید بڑھ رہا ہے۔
وہ اسی وقت پروفیسر داؤڈ کے ہاں پہنچے... خان رحمان وہاں ان
سے بھی پہلے پہنچ چکے تھے۔

”خیر تو ہے پروفیسر صاحب؟“

”اوہ جمشید آؤ۔ شاید ہم لوگوں پر... میرا مطلب ہے...
ہمارے ملک کے لوگوں پر برادقت آنے والا ہے۔“

”ہوا کیا ہے؟“

”میں تمہارا انتظار کر رہا تھا... اس لیے رصدگاہ میں نہیں
ہوں... ورنہ مجھے اس وقت رصدگاہ میں ہونا چاہیے تھا... اب آؤ۔“

شر ہو آئیں ذرا... وہاں حالات کا رخ بھتھے میں مدد ملے گی... ا
کے بعد ہم بیت المقدس جائیں گے... وہاں جا گمراہ بھری میں ا
کتاب کا مطالعہ کریں گے... اور پھر دیکھیں گے اس ملکے میں ہم کیا
سکتے ہیں اور کیا نہیں۔“

”تمحک ہے... میں یہ سارا معاملہ تمیں سوچتا ہوں۔“

”صرف ہمیں نہیں سرو... انسپکٹر کامران اور شوکی برادرز بھی
میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔“

”شوکی برادرز کو تو پیغام مل ہی چکا ہو گا... انسپکٹر کامران حزارہ
تم خود رابطہ کر لو۔“

”اوے کے۔“

اور وہ اٹھ کر چلے آئے... گھر آنے سے پہلے انسپکٹر کامران
کو فون کیا۔ لیکن شہزاد بیگم نے بتایا کہ وہ لوگ غائب ہیں...
انسوں نے شوکی برادرز کو فون کیا... وہ ابھی تک گھر نہیں لوٹے۔
رفعت نے انہیں بتایا کہ وہ ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر
ہے... جو نبی رابطہ ہوا... وہ انہیں ان کا پیغام دے دے گی۔

”وہ انہیں لے کر اوپر پہنچے۔ دوربین سے نظریں جاتے ہوئے انہوں نے آسمان کی وسعتوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ان کے جسموں پر لرزش محسوس کی۔ پھر وہ اسپکٹر جشید سے بولے۔

”اب تم دیکھو۔ اور جاؤ کہ کیا نظر آ رہا ہے؟“

اسپکٹر جشید نے دوربین سے نظریں جاتے ہوئے اور پھر چاروں طرف دیکھتے رہے۔ پھر آنکھیں ہٹا کر بولے۔

”ستاروں سے بھرا آسمان صاف نظر آ رہا ہے۔“

”نہیں جشید۔ تم کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ خان رحمان کو کوشاش کرو۔“

”جب جشید کو کچھ نظر نہیں آیا تو مجھے کیا نظر آئے گا۔۔۔ چیزیں جسے لوگ بھی آتے ہوں گے۔۔۔ ان کے چہروں کی طرف دیکھنا۔۔۔ آپ فرزانہ کو دیں۔“

”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں انگل۔“ فرزانہ بولی۔

”بھائی۔۔۔ سب جانتے ہیں۔۔۔ تمہاری نظریں بہت تیز ہیں۔“

مکرانے۔

”چلو آؤ فرزانہ۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”لیکن انگل۔۔۔ جب اپا جان کو۔“

”اوہ ہو۔۔۔ جاؤ بھائی۔“ اسپکٹر جشید نے ان کی کمر پر ایک ہاتھ ریسید کر دیا اور وہ لڑکھرا کر پروفیسر داؤڈ کے پاس پہنچ گئی۔۔۔ اس نے بھائی آسمان کی وسعتوں میں بغور دیکھا۔۔۔

”ستارے ہی ستارے نظر آ رہے ہیں۔“

”غیر میں بتاتا ہوں۔۔۔ یہ جو تمہیں ستارے نظر آ رہے ہیں ظاہر یہ سب شماں ٹا قب ہیں۔“ وہ بولے۔
”شماں ٹا قب۔۔۔ یعنی پھر۔“

”ہاں! خلاء میں گردش کرنے والے ہوئے اور چھوٹے پھری پھریں ان گفت پھر۔“

”تو پھر اس میں عجیب بات کیا ہے پروفیسر صاحب۔“ خان رحمان نے منہ بنتایا۔

”تو تمہیں اس میں کوئی عجیب بات نظر نہیں آ رہی۔۔۔ میں نے اپنے سامنے وان دوستوں کو بھی یہاں آنے کے لئے ابھی فون کیا ہے۔۔۔ لوگ بھی آتے ہوں گے۔۔۔ ان کے چہروں کی طرف دیکھنا۔۔۔ تین جب دیکھے تھا رہ دیکھے تھیں۔“

”میں اسی وقت ملازم تین پروفیسر داؤڈ قسم کے آدمیوں کو لیے اندر را خل ہوا۔

”آہا! آپ لوگ آگئے۔۔۔ کوئی خبر سنی آپ لوگوں نے۔“

”لیکن۔۔۔ کسی خبروں۔۔۔ اس پھر کی۔۔۔ جو ملک کے شمالی حصے پر آ کھڑا ہوا ہے۔“

”بھی نہیں۔۔۔ آئیے میں آپ کو دکھاتا ہوں۔“

وہ بھی ان کے نزدیک آ گئے۔۔۔ پھر انہوں نے دوربینوں سے

نظریں جمادیں... اچانک وہ اچھل کر ان سے بچھے ہٹ گئے... ان کے
چہرے بالکل سفید پڑ گئے تھے... بدن تھر تھر کاپ رہے تھے۔

”اف مالک! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں“۔

”تم لوگوں نے دیکھا... انہیں“۔

”جی... جی ہاں... دیکھ رہے ہیں.... آنکھ کس بات سے خوب
زدہ ہیں“۔

”یہ جو آپ کو ستارے نظر آ رہے ہیں... یہ صرف اور صرف
پتھر ہیں... کروڑا پتھر... ان میں سے ایک ایک پتھر... ایک ایک شر بر
بڑا بھی ہے... اور میں چھوٹے پتھر بھی ہیں... لیکن چھوٹے پتھر بھی کوئی
بھی من وزنی ہوں گے“۔

”لیکن آپ لوگ کاپ کیوں رہے ہیں... اگر یہ خلا میں موجود
ہیں تو یہ نظام قدرت ہے“۔

”ہاں! یہ نظام قدرت ہے... لیکن یہ چیز اتنی بڑی تعداد میں
ہمارے ملک کے اوپر کبھی بھی نظر نہیں آئی... ان کی ایک یا دو ملکریاں
عام طور پر گردش کرتے نظر آ جایا کرتی ہیں... ایک دو ملکریوں سے مرا
بھی ایک دو کروڑ پتھر ہیں... جب کہ اس وقت کروڑوں ملکریاں ہمارے
ملک کے اوپر نظر آ رہی ہیں... جب کہ پسلے کبھی ایسا نہیں ہوا... یہ ز
میں بھی پتھروں کی اس کمکشان کی طرف توجہ نہ دیتا... لیکن جب میں
نے اس پتھر کے گرنے اور اٹکنے کی خبر سنی تو میرے کان کھڑے ہو گئے
سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں... اور ایسا ہونا عجیب ترین ہے...“

”مقابل یقین ہے... یہاں کہیں ناممکن ہے“۔ پروفیسر داؤڈ کی آواز
ابھری۔

”ناممکن کیسے ممکن ہو گیا“۔

”ہم نہیں جانتے“، لیکن ہو گیا ہے... ذرا سوچو جشید... اگر ان
ملکریوں میں سے صرف ایک ملکری کی بھی یارش اگر ہمارے ملک پر
ہونے لگ جائے تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ کیا ہم میں سے کوئی نفع کے
لئے نہیں ہرگز نہیں... ہم بھاگ کر ملک کے کسی بھی حصے میں چلے
جا گئیں گے... پتھروں وال بھی برس رہے ہوں گے“۔

”لیکن یہ برستے کیوں لگے“۔ خان رحمان نے کہا۔

”تم نے شاید اخبار نہیں پڑھا... اخبار پڑھو تو ہوش آ جائے
کبھی من وزنی ہوں گے“۔

”میں... میں اخبار پڑھ لیتا ہوں“۔ خان رحمان نے کہا۔

”ہاں خان رحمان... تم اخبار پڑھ لو“۔ یہ کہہ کر اسپکٹر جشید

ان کی طرف مڑے۔

”اب آپ کیا کہتے ہیں؟“

”میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے جشید... میں نے تو جو
دیکھا... وہ تمہیں دکھایا... شامل حصے پر اگر وہ پتھرنہ انکا ہوتا تو شاید
میں بھی پتھروں کی اس کمکشان کی طرف توجہ نہ دیتا... لیکن جب میں
نے اس پتھر کے گرنے اور اٹکنے کی خبر سنی تو میرے کان کھڑے ہو گئے
کچھ“۔

”ہاں! ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے۔“ پروفیسر بولے۔

”خیر... آپ لوگ باری باری ڈیلوئی دیں... اور حالات نوٹ کرتے رہیں... ہم ذرا شوکی برادرز کی طرف جا رہے ہیں۔“

”لیکن جہشیدیں اگر میں تمہاری موجودگی ضروری سمجھوں تو؟“

”آپ ہمیں فون کر دیجئے گا۔ شوکی کے نمبروں پر۔“

”اچھی بات ہے... ویسے میں بہت گھبرا رہا ہوں۔“

”اللہ کو یاد کریں... اللہ کو۔“

”اچھی بات ہے۔“

وہ اٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اسکرٹر جہشید نے بے چین ہو کر ریسور اٹھایا۔ دوسری طرف بیگم کہ رہی تھیں۔

”آپ جلد از جلد یہاں آئیں... میں بہت بڑا نظرہ محسوس کر بیٹلا ہو جائیں۔“ جب کہ ہمارے ملک میں ایسی کوئی صورت حال نہیں

”اچھا بیگم... میں پہنچ رہا ہوں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دوڑ پڑے۔ محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان ان سے پہنچے دوڑے۔ جب تک وہ بیچے پہنچے۔ اسکرٹر جہشید اپنی کار پر بیٹھ کر جا بھی چکے تھے۔ وہ جلدی جلدی خان رحمان کی کار میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے ڈرائیورگ سیٹ نسبھالی۔ جبکہ وہ گھر پہنچے۔ تو گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ وہ دوڑ کر اندر پہنچے۔ اندر ان کی والدہ نہیں تھیں۔ اور نہ والد۔ گھر کی حالت دیکھتے ہی محمود نے

اور میں رصد گاہ کی رفت دوڑ پڑا۔“ وہ یہاں تک کہ کر خاموش ہو گئے۔ کیا ان پتھروں کے بیچے آگرنے کا کوئی امکان ہے۔“

”عام طور پر ایسا نہیں ہوتا جہشید۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس زمین کے لوگوں پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں... وہاں پتھر بر سادیتے ہیں۔“

جیسے صدوم کے شر پر پتھر بر سے تھے۔ پھر پکھنے والوں جاپان پر پتھر بر سے تھے۔ یہ دراصل نافرانوں کے لیے اللہ کی طرف ہے۔ برہ راست سزا ہے۔ لہذا ہمارے ملک کا رخ تو یہ پتھر شاید ہی کریں گے۔ اس لیے

کہ ہم لوگ اللہ کو مانتے ہیں۔ اس کے احکامات بجا لاتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ہم سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں سزا صرف اسی وقت دیتے ہیں۔ جب پوری قوم کے بندے گناہ میں بیٹلا ہو جائیں۔ جب کہ ہمارے ملک میں ایسی کوئی صورت حال نہیں

ہے۔ لہذا اس بات کا امکان تو نہیں ہے کہ یہ پتھر ہمارے اوپر بردا۔ سکیں۔ آپ زرا غور سے دیکھیں۔ شاید یہ پتھر جاپان کے اوپر ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ ہم ابھی اس بات کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔“

اوہ گھنٹے بعد وہ دور بینوں سے ہٹ کر ان کی طرف آئے۔

”یہ پتھر صرف اور صرف ہمارے ملک کی فضا پر مسلط ہیں۔ جاپان، چین، وغیرہ کا جائزہ میں نے لیا ہے۔ وہ ان سے محفوظ ہیں۔“

”جیزت ہے۔“ غیر مسلم ممالک ان پتھروں سے محفوظ ہیں اور ہمارے مسلمان ملک ان کی زد میں ہے۔“

وہ قریباً ایک گھنٹے تک چلتے رہے۔ لیکن راستے میں کہیں ان کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ یہاں تک کہ وہ شر سے باہر نکل گئے۔ اب وہ جنگل کے درمیان سے گزر رہے تھے۔

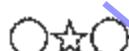
”انکل! اب ذرا آپ رفقار کم کر دیجئے۔ کیونکہ ہمیں ان درختوں کو دیکھتے ہوئے گزرنा ہے۔“

”اچھی بات ہے۔“ انہوں نے کہا اور رفقار کم کر لی۔ فرزانہ ہائیں طرف کے درختوں کو بغور دیکھنے لگی۔ محمود اور فاروق دائیں طرف کے۔ خان رحمان صرف کار چلاتے رہے۔ اچانک فرزانہ کی گواز گوئی۔

”ایک منٹ انکل... گاؤڑی روکیں۔“

انہوں نے جو نہی بریک لگائے۔ فرزانہ کار کا دروازہ کھول کر پیچے اتر گئی۔ وہ ایک سمت میں دوڑنے لگی۔ انہوں نے بھی فوراً اس کا ساتھ دیا۔ جب وہ فرزانہ کے نزدیک پہنچے تو ٹھیک کر رہے گئے۔ فرزانہ اب ایک درخت کے پاس کھڑی تھی۔ اور درخت کی ایک شاخ میں ایک دیپٹھ لٹک رہا تھا۔

اور یہ روپتہ ان کی والدہ کے علاوہ کسی اور کافیسی ہو سکتا تھا۔



کہا۔

”شاید اسی جان کو انگوٹھا کیا گیا ہے۔ جبکہ اب اجان صرف انگوٹھ کرنے والے کے تعاقب میں چلے گئے ہیں۔ لہذا ہمیں یہیں ٹھہر کر انتظار کرنا ہو گا۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“ فاروق بڑھا۔

اب انہوں نے باورچی خانے اور صحن کا جائزہ لیا۔ گھر کی تمام چیزیں الٹ پلٹ تھیں۔ گویا خوب جنگ ہوئی تھی۔ ان کی والدہ نے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ لیکن شاید۔ وہ اس مقابلوں میں جیت نہیں سکی تھیں۔

”اف مالک! اب ہم کیا کریں؟“

”ہم بھی ان کی ملاش شروع کرتے ہیں۔ آؤ گھر سے باہر نکل کر اب اجان کی گاؤڑی کے نائروں کو دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کس سمت گئے ہوں گے۔ پھر ہم بھی اس سمت میں جا سکیں گے۔“ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

”یہ ٹھیک رہے گا۔“ محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

اور پھر وہ گھر سے نکل آئے۔ نائروں کے نشانات انہیں سرک پر ملے۔ اور پھر انہیں سمت معلوم ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ خان رحمان کی کار میں اس سمت میں اٹھے جا رہے تھے۔ ان کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے۔

اڑوھے کی لاش

”کیا بات ہے منور علی خان؟“ اسپکٹر قمران مرا باولے۔

”میں آگے خطرو محسوس کر رہا ہوں۔ میں آگے یا تو کوئی بت ناپس۔ فرحت نے بھی دھکا دینے میں اس کا ساتھ روا، نتیجہ یہ کہ وہ خطرناک اور یا ہذا سانپ یا بچھو بیٹھا ہے۔ اور وہ ہمیں عمار میں آگے لزکھڑا تاہوا منور علی خان سے آگے جا پہنچا۔ میں جانے دیں گا۔“

”اوہ!“ ان کے منہ سے نکلا۔

”لہذا پسلے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔“

”یہ مقابلہ آپ ہی کر لیں انکل۔“ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں تم فکرنا کر دیں۔ میں اس سے بچھو لوں گا۔“

”لیکن میرا خیال ہے... وہ آپ کو الجرا نہیں سمجھا سکے گا۔“ آفتاب نے جملے ہوئے انداز میں کہا۔

”ہائیں... آفتاب... تم ان حالات میں مسکرا سکتے ہو۔“ منہ پوچھا۔

”مسکراہٹ سے اور کیا تم سے بچھوں گا... جغرافیہ تو تمہیں علی خان کے لبھے میں حیرت تھی۔“ آفتاب نے اپنے آگے آتا نہیں۔

”آپ آگے ہیں نا اباجان... ذرا ان حضرات کو اپنے آگے لیں... پھر دیکھتے ہیں... کیسے مسکراتے ہیں۔“ فرحت نے منہ بنایا۔

”ضرور کیوں نہیں... میرا خیال ہے انکل... یہ تجربہ ہو ہی جائے۔“ آصف نے فوراً کہا۔

”ارے باپ رے... یہ دونوں تو میرے پیچھے پڑ گئے... اچھا چھوٹے میں اب اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا رہوں گا۔“ جب بھی یہ آئے گی... میں اس کو پی جاؤں گا۔“

”بس پیچے تم... چلو انکل کے آگے۔“ آصف نے اسے دھکا دیا۔ فرحت نے بھی دھکا دینے میں اس کا ساتھ روا، لزکھڑا تاہوا منور علی خان سے آگے جا پہنچا۔ سامنے ہی سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ وہ بھڑک کر واپس دوڑا اور وہ ہٹنے لگے۔

”دیکھو ہو گئی نا مسکراہٹ اڑچھو۔“ فرحت چکلی۔

”اس مسکراہٹ میں بس یہی تو بری بات ہے... جب دیکھو، اڑچھو ہو جاتی ہے... خیر فکر نہ کر۔ سبھوں گا اس سے بھی۔“ آفتاب نے جملے ہوئے انداز میں کہا۔

”اٹک... کہاں سے بچھو گئے بھی۔“ آصف نے بوکھلا کر آفتاب مسکرا یا۔

”ہائیں... آفتاب... تم ان حالات میں مسکرا سکتے ہو۔“ منہ پوچھا۔

”مسکراہٹ سے اور کیا تم سے بچھوں گا... جغرافیہ تو تمہیں علی خان کے لبھے میں حیرت تھی۔“ آفتاب نے اپنے آگے آتا نہیں۔

”اب جغرافیہ کی ٹانگ گھیت بیٹھے۔“

”بھائی ہم اس وقت دنیا کے طویل ترین غار میں موجود ہیں، اس غار میں سے اڑھائی ہزار سال پرانی ایک کتاب ملنے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے اور اب منور علی خان اس میں سانپ یا اژدهے کی موجودگی بتا چکے ہیں... یہی نہیں بلکہ ہم اس کی پھنکار بھی سن چکے ہیں۔“
”وہ تو خیر مصنوعی تھی۔“ - منور علی خان بنتے۔

”ہمیں... اباجان... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔“
”میں ذرا آفتاب کی بہادری دیکھنا چاہتا تھا۔“

”اڑے باپ رے... یہ تو آپ نے مجھ سے دھوکا لیا۔“ - آفتاب نے براسامنہ بنایا۔
”اے دھوکا نہیں... آزمائش کرتے ہیں۔“ - منور علی خان مکرائے۔

”اور اب آپ مکرار ہے ہیں۔“
”تو کیا ہوا... غار میں مکرانا منع تو نہیں ہے... دیکھنا تو یہ ہے کہ اژدھے کے سامنے کون کون مکرا سکتا ہے۔“

”تو آپ اندازو لگا چکے ہیں کہ وہ سانپ نہیں... اژدھا ہے۔“
”ہاں! اس لیے کہ اگر وہ سانپ ہوتا تو اب تک ہم اس کی پھنکار کی بار سن چکے ہوتے... اژدھا اس معاملے میں ذرا سست ہوتا ہے۔“

اور پھر اژدھا انہیں نظر آگیا۔ وہ غار کے پیچوں پیچ میں درمیں رہا بولے۔

بیٹھا ہوا تھا اور اس طرح بیٹھنے کی وجہ سے اس کا نچلا حصہ بست جگہ گیرے ہوئے تھے اور اپر سے وہ ایک چھوٹا سا پیٹار لگتا تھا۔ اس قدر بڑا اور موٹا اژدھا وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے تھے۔

”ولل... لیکن۔“ - منور علی خان بولے۔

”اس لیکن کا مطلب ہمیں ضرور بتاویں انکل... ورنہ ہم الجھن میں رہیں گے۔“

”یہ اژدھا۔“ - وہ کچھ کہنے لگے... عین اس وقت اژدھے نے اپنے مل کھولنا شروع کر دیے... شاید اس نے ان کی بو محوس کر لی تھی اور وہ سمجھ گیا تھا بی شکار آگیا۔

”لیکن کا مطلب بعد میں بتاؤں گا... پہلے اس سے مقابلہ کر لوں۔“

”یہاں مطلب... کیا باقاعدہ جنگ لڑیں گے۔“ - آحف نے گھبرا کر کمل

”تو اور کیا۔“ - منور علی خان نے اس کی طرف دیکھا۔

”میرا مطلب ہے... پیغام سے فائز کر کے ختم کر دیں اسے۔“

”اس طرح اس کا خون اور زہر وغیرہ غار میں دور دور تک پھیل یاں گے اور ہمیں اس پر سے گزرنما پڑے گا۔“

”تو کیا ہوا... ہم نے جوئے چون رکھے ہیں۔“ - انپکٹر کامران رہا بولے۔

”جوتے اس زہر سے گل سکتے ہیں۔“

”اوہ! وہ دھک سے رہ گئے... اس وقت اگر وہ ساتھ نہ ہوتے تو یقیناً اثر دھے کو پستول سے ختم کر دیتے۔“

”لیکن اس طرح مقابلے میں تو آپ کی جان کو خطرہ ہے اور یہ خطرہ کیوں مول لیں۔“ فرحت نے بے چین بڑکر کہا۔

”فکر نہ کو فرحت... میں نے بے شمار اثر ہوں سے مقابلہ کیا ہوا ہے۔“

یہ کہ کروہ آگے بڑھے... اثر دھے نے پھر خطرہ محسوس کر لایا اور وہ منہ اپر انھا کران کی طرف بڑھا... اس وقت انہوں نے سارے لمبائی دیکھی۔

”یہ میرے گرد لپٹے گا... اور میری ہڈیاں پہلیاں توڑنے کو کوشش کرے گا... اس وقت کامران مرزا تم میری مدد کر سکتے ہو۔“

”اوہ وہ کیسے۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

”اس کی دم کو قابو میں کر کے۔“

”مگر یہ تم اسے منہ کے پاس پکڑو گے۔“

”ہاں... میں اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کروں گا اور یہ میرے گرد لپٹنے کی... اگر یہ میرے گرد لپٹ گیا تو میں ختم ہوں... ورنہ یہ ختم۔“

”لیکن اباجان! یہاں تو انکل موجود ہیں... جنگل میں آپ کرتے رہتے ہیں۔“

”وہاں شکار کرنے کی جگہ اپنی پسند کی ہوتی ہے... کسی درخت کی مولیتا ہوں... یا پھر ری کے ذریعے شکار کرتا ہوں۔“

”یہاں میرے پاس اب ایک ری ہے اور وہ اس کے خون اور زہر سے گیلی نہیں کر سکتا... کیونکہ یہاں اسے دھونے کے لئے پانی کافی سے لا جائیں گے۔“

”تسب تھیک ہے... میں اس کی دم پکڑوں گا... منور علی خان... تم فکر نہ کرو۔“

”لیکن کامران مرزا یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا... اس لیے کہ وہ بہت چکتی ہو گی اور تمہارے ہاتھوں سے پھسل پھسل جائے گی۔“

”اوہ! تو یہ بات بھی ہے۔“ انپکڑ کامران مرزا گھبرا گئے۔

”ہاں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

”خیز... دیکھا جائے گا۔“

اور پھر منور علی خان نے ایک چھلانگ لگائی... ان کے لیے یہ چھلانگ بھی بہت بھیس تھی... وہ اثر دھے کے اوپر سے ہو کر آگے نکل گئے۔

”تو انکل ہم سب یہی کیوں نہ کریں۔“ آصف نے کہا۔

”اس طرح یہ تعاقب کرے گا۔“

”ہوں۔“ وہ بولے۔

منور علی خان فوراً مڑے... اور اثر دھا ان کی طرف مڑنے کے

چکر میں اپنا رخ تبدیل کر رہا تھا۔۔۔ لیکن اس کے لیے یہ کام فوراً کر لینے کا نہیں تھا۔۔۔ لہذا منور علی خان۔۔۔ حرکت میں آئے اور اس کی گردان پکڑ لی۔۔۔ جو نبی انہوں نے اس کی گردان پکڑی۔۔۔ اور اس پر نور لگانا شروع کیا، اس کی دم اور پانچھی اور ان کی طرف بڑھی۔۔۔ ایسے میں انپکٹر کامران مرزا حرکت میں آئے اور اس کی دم کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔۔۔ دم واقعی بہت چکنی تھی اور اس پر ہاتھ بھلئے رکھنا بہت مشکل کام تھا۔۔۔ لیکن وہ بھی آخر انپکٹر کامران مرزا تھے۔۔۔ دم سے چھٹ کر رہ گئے۔۔۔ اڑوھے نے جب یہ محسوس کیا کہ اس کی دم بھر قابو میں کر لی گئی ہے تو اس نے دم پر نور لگایا اور باقی لوگوں نے حیرت انگیز منظر دیکھا کہ اس کی دم کے ساتھ انپکٹر کامران مرزا بھی انہیں کھڑے گئے تھے۔۔۔ اور اب وہ بھی منور علی خان کی کمر کا رخ کر رہے تھے۔۔۔

”اس نے تو مجھے اٹھا لیا۔۔۔ منور علی خان۔۔۔ اور اب یہ مجھے؟ تھماری کمر کے ساتھ لپیٹ کر رکھ دے گا“۔۔۔

”نہیں کامران مرزا۔۔۔ تھماری باری بعد میں آئے گی۔۔۔ مگر کہدیں۔۔۔ اس وقت تک میں اس کا دم ثم نکال دوں گا“۔۔۔

”ہم بھی کیوں نہ اس کے درمیانی جسم سے لٹک جائیں“ رفتہ رفتہ بولی۔۔۔

”اوہ ہاں! یہ صحیک رہے گا۔۔۔ منور علی خان نہیں۔۔۔

”آنتاب، آصف اور فتح بھی حرکت میں آگئے اور اس کے دھڑ سے پٹ گئے۔۔۔ اب اڑوھا بے بس ہو گیا۔۔۔ وہ منور علی خان کی گردان کے گرد ایک بھی مل نہ ڈال سکا اور اس طرح منور علی خان اس کی گردان پر پورا نور لگانے کے قابل ہو گئے۔۔۔ نتیجہ یہ کہ پندرہ منٹ بعد اڑوھے کی لاش غار کے ایک طرف پڑی تھی اور وہ آگے بڑھے چکے تھے۔۔۔ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔۔۔

”واپسی پر ہم اس کی لاش لے چلیں گے۔۔۔“

”کیوں انکل۔۔۔ ہم اس کا کیا کریں گے۔۔۔“

”اس کی کھال بہت قیمتی ہے۔۔۔ غار کے باہر فوراً بک جائے وہ یوں۔۔۔“

”لیکن غار تو ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔۔۔“

”دنیا کا طویل ترین غار ہے۔۔۔ مذاق تو نہیں ہے۔۔۔“

”اس اڑوھے کی کیا عمبو۔۔۔ ہو گی انکل؟۔۔۔“

”زیادہ سے زیادہ پانچ سو سال۔۔۔“

”جب کہ اس غار سے کتاب ملی ہے اڑھائی ہزار سال پرانی۔۔۔“

”تو پھر۔۔۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔“ منور علی خان چوکے۔۔۔

”پتا نہیں اس سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں۔۔۔ بس پاتت ذہن میں آئیں میں نے کہہ دی۔۔۔“

”ان برتاؤں کو بھی اپنے بیک میں ڈال لو منور علی خان۔“

”لیکن کامران مرزا... ہم ان کا کیا کریں گے۔“

”اڑوہا تمہارے کام کی چیز تھا میں یہ ہمارے۔“

”لیکن کس کام کے... یہ بھی تو تماقی میں نے تو بتا دیا تھا کہ

”لیکن اڑوہے کی کھال بہت قیمتی ہوتی ہے۔“

”یہ برتن آثار قدیمہ والوں کے لیے بہت قیمتی ہوں گے۔“

”اوہ!“ ان کے مہ سے نکلا۔ پھر منور علی خان نے وہ برتن

تھیلے میں بھر لیے۔ پھر وہ آگے بڑھے۔

”ارے باپ رے۔“

ایک بار پھر انہوں نے منور علی خان کی آنکھوں میں خوف

”اب کیا نظر آگیا انکل۔“

”جی... چیونیاں۔“

”چیونیاں۔“ ان کے مہ سے نکلا۔

”ہاں بودہ دیکھو، غار کی پھپٹ اور دیواروں پر لاکھوں کروڑوں

چیونیاں اور یہ کوئی عام چیونیاں نہیں ہیں۔ یہ زبردی ہیں۔ اگر ان

میں سے ایک ایک چیونی ہمیں کاٹ لے تو ہم لمبے لیٹ جائیں گے۔

”اور یہاں تو پورا لٹکرہے۔“

”اور جب ہم ان کے بیچ سے گزریں گے تو ان میں سے نہ

”لیکن میرے خیال میں اس نے بہت کام کی بات کی ہے۔“

انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

”یہ... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟“

”میں غلط نہیں کہ رہا۔ اس سے کہہ اگر یہ غار اڑھائی ہزار سال پر انا ہے۔ بلکہ اس سے بھی پہلے کا تو اس میں اڑوہا بھی اڑھائی ہزار سال پر انا ہوا چاہیے۔“

”تھا تو کیا اس کی عمر اس قدر طویل ہے؟“

”پتا نہیں۔ یہ تو منور علی خان بتائیں گے۔“

”تھک اس پتھر کے صندوق کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”پتھر کے صندوق کے بارے میں... لیکن کیا۔“

”وہ کتنا پر انا ہے۔“

”اگر میں اس میں رکھی کتاب اڑھائی ہزار سال پرانی ہے تو صندوق بھی اتنا ہی پر انا ہو گا۔“

اچانک انہیں غار میں دائیں طرف ایک طاق سا نظر آیا۔

طاق میں کچھ برتن موجود تھا۔ بہت پرانے برتن۔ جو منی کے ہوئے تھے۔

”منی کے برتن... جو سیاہ ہو چکے ہیں۔“ منور علی خان اور یہاں تو پورا لٹکرہے۔

”برداۓ۔“

جانے کتنی ہمارے اوپر آگریں گی.... اور ہمیں کافی کھائیں گی۔"

"اے باپ رے.... اب کیا کریں؟"

"ہا! ایسی میں سوچ رہا ہوں.... کہ کیا کریں"۔ "منور علی خان" کر دیں گی.... اور ہم فتح کر نکل سکیں گے۔" بولے۔

"بس یہیں سے واپس چلتے ہیں.... اس سے بہتر بات اور کیا ہر سکتی ہے؟"

"لیکن ہم نے اس غار کو آخر تک دیکھنے کا تیہہ کر لھا ہے۔" اسپتہ کامران مرزا بولے۔

"چلتے بس.... اب رہنے دیں.... آخر موت کے منہ میں جاتے کیا فائدہ؟"

"پھر یہ حسرت رہ جائے گی.... کہ غار کو آخر تک نہیں دیکھ سکے.... دنیا کے طویل ترین غار کو ہم ختم نہ کر سکے۔"

"لیکن اب ہم ان چیزوں کا کیا کریں انکل.... آپ خود تو کہ رہے ہیں... چیزوں کا لشکر ان کا چیچا کر رہا تھا۔" رہنے ہیں کہ یہ زہر لی ہیں۔"

"ہا! ایسی سوچ رہا ہوں.... تم فکر نہ کو۔"

"اے باپ رے.... یہ سب کی سب ہماری طرف بڑھ رہا ہے... گویا انہوں نے ہماری بو کو محسوس کر لیا ہے۔"

"ہا! ایسا ہی لگتا ہے.... ہمیں اس اثر سے تک واپس جانا ہے... انسان اپنی عقل کے ذریعے اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور مخلوقات کو گا۔"

"ہم کا کیا فائدہ ہو گا؟"

"یہ مردہ اثر سے سے چھٹ جائیں گی.... اسے چھٹ کرنا شروع

"کر دیں گی.... اور ہم فتح کر نکل سکیں گے۔"

"یہ وہاں تک کیوں جانے لگیں۔"

"ہمارے تعاقب میں آئیں گی.... ہم ان کے لیے منید خوارک ہیں اور یہ اپنی لذیذ ترین خوارک کیوں چھوڑنے لگیں۔"

"باپ رے آپ کس قدر خوفناک باشیں کر رہے ہیں۔"

"جو حقیقت ہے وہی بیان کر رہا ہوں۔"

"خیو... تو پھر چلتے... پیچھے چلتے ہیں۔" اسپتہ کامران مرزا

بک

"وہ واپس مڑے.... لیکن انہوں نے اپنی رفتار زیادہ تیز نہ کی.... تاکہ چیزوں کا ان کا تعاقب نہ بند کر دیں.... وہ مژ مژ کر انہیں دیکھتے بھی رہے.... چیزوں کا لشکر ان کا چیچا کر رہا تھا۔"

"کیا وقت آگئا ہے.... چیزوں ہمارا چیچا کر رہی ہیں.... ہم ان سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں۔"

"بھئی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک سے بڑھ کر ایک مخلوق پیدا کی ہے.... انسان سے طاقت ورتوں ان گنت مخلوقات ہیں.... لیکن جو عقل انسان کو عطا کی ہے.... وہ کسی اور کو نہیں.... بھی وجہ ہے کہ انسان اپنی عقل کے ذریعے اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور مخلوقات کو

ٹکست دے رہتا ہے۔“

”لیکن یہ تو طاقت ور تھی نہیں ہیں۔“

”تعداد میں ان گھت تو ہیں نا۔“ - وہ سکرائے۔

اور پھر وہ اثر دھے کی لاش تک پہنچ گئے۔ وہ جوں کا توں پڑا

تھا۔ وہ اثر دھے کے دوسری طرف آگئے اور رکھ گئے۔

”اب دیکھا یہ ہے کہ یہ اثر دھے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔“

”انکل! کیوں نہ ہم اثر دھے کو ایک طرف کر دیں۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“

انہوں نے مل کر اثر دھے کی لاش کو دیوار کے ساتھ کر دیا۔ پھر انہوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ چیونٹیاں انہیں بھول کر اثر دھے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز منظر یہ تھا کہ چیونٹیاں اس کے پورے جسم پر پھیل گئیں۔ اثر دھا ان کی نظروں سے غائب ہو گیا اور چیونٹیاں نظر آتی رہ گئیں۔

”مکال ہے۔ یہ پورے اثر دھے پر اس طرح چھا گئی ہیں کہ اصل اثر دھا نظر بھی نہیں آ رہا۔“

”تعداد زیادہ ہے نا ان کی... دیکھو۔ جن چیونٹیوں کو جگہ نہیں مل رہی... سکر طرح کوشش کر رہی ہیں اثر دھے کے جسم تک پہنچ کی۔“

انہوں نے دیکھا۔ واقعی... بے شمار چیونٹیاں ابھی تک اثر دھے

کے جسم پر جگہ نہیں پا سکی تھیں۔ تاہم اب سب کی سب اس کے اس پاس جمع ہو چکی تھیں اور ان کے لیے راستہ صاف تھا۔ یہ دیکھ کر آفتاب بولا۔

”واہ انکل... کمال کی ترکیب آپ کے ذہن میں آئی ہے... مان

گئے۔“

”چلو شکریہ... تم نے مانا تو یہ اب آگے چلیں۔“

”ہاں... بالکل۔“

وہ آگے بڑھے۔ چیونٹیوں نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اور پھر وہ اس جگہ سے بھی آگے نکل گئے۔ جس جگہ چیونٹیوں سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

”آگے تو غار صاف نظر آ رہا ہے۔“

”پتا نہیں... آگے کوئی خطرہ ہے یا نہیں... یہ تو آگے چل کر معلوم ہو گا۔“ - سورہ علی خان بولے۔

ان کے قدم اٹھتے رہے۔ غار شیطان کی آنٹ کی طرح لمبا تھا۔ اور ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ چلتے چلتے تھک گئے۔ اسپکٹر کامران مرزا اور سورہ علی خان نے ان کے چہوں پر سمجھن کے آثار دیکھ کر کہا۔

”تھک گئے ہو تو قدرے آرم کر لیتے ہیں۔“

”اس... اس غار میں“۔ آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں

کہا۔

”ہاں کیوں... یہاں کیا خطرہ ہے؟“۔

”کم از کم وہ چیزوں میں تو ادھر آئیں ہیں“۔

”وہ تو خود اڑھے کو کھانے میں مصروف ہیں“۔

”کب تک... آخر کو وہ اڑھے کو چٹ کر جائیں گی“۔

”ارے باپ رے... یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔“ متور غل خان نے گھبرا کر کہا اور حد درجہ خوفزدہ نظر آئے گے۔



پھر گرتا ہے

وہ سب کے سب خوف کے عالم میں پھروں کی بارش کو دیکھتے رہے... یہ بارش پندرہ منٹ تک جاری رہی... جن پھروں کو وہ بہت چھوٹے چھوٹے خیال کر رہے تھے... ان کے گرنے کے بعد انہوں نے دیکھا... وہ کئی کئی من کے تو ضرور تھے۔

”اف میرے مالک... اگر یہ بارش شرپ ہوئی ہوتی تو؟“

”اس کا رخ شر کی طرف ہی تھا... یہ تو میں نے اس کا رخ تبدیل کر دیا ہے۔“ پروفیسر المان نے ہنس کر کہا۔

”اس شر کا نظام اب میرے ہاتھ میں ہے... یہاں جو ہو گا میری مرضی سے ہوگا... حکام دخل نہیں دیں گے... اگر دخل دینا ہے تو ابھی یہ مجھے بتا دیں... ایک طرف ہٹ جاتا ہوں“۔

”عن... نہیں“۔ لوگ چلا کے۔

”میرے ایک طرف ہٹنے سے کوئی خاص بات نہیں ہوگی... بس شرپ صرف پھروں کی بارش ہوگی اور اگر آپ نے مجھے اپنا حکمران بنا لیا تو آپ کے شرپ پھر نہیں برس سکیں گے... اگر آپ نے مجھے اپنا

حاکم نہ مانتا تو پھر رسیں گے... فیصلہ آپ لوگ کر لیں۔“

”ہم آپ کو اپنا حاکم مانتے ہیں۔“ - پورا شر چلا اٹھا۔

”مہت خوب! لیکن مجھے حاکم مانتا اتنا آسان کام نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”میں حضرت عیسیٰ کا مائتے والا ہوں یہ وہ جو دین ہمارے پار عالم تم پر پھروں کی بارش کیوں یہ ساتا۔ اس صورت میں تو پھر ہم لائے تھے۔ میں اس دین کا پیروکار ہوں۔ جب تک آپ سب اور لوگوں کے شروں پر برنسے چاہتیں تھے۔ کیا آپ لوگوں کے پاس اس دین کے تابع نہ آ جائیں گے۔ آپ پھروں کی بارش سے نہیں فیض کا جواب ہے؟“

جمع گنگ ہو کر کھڑا رہا۔ اس سوال کا ان میں سے کسی کے سکیں گے۔ اس لیے کہ پھروں کی بارش ہر اس شر پر بھج گی۔ اس سکیں کے تھیں کہ اور اس شر پر نہیں ہو گی۔ جو عیسائیت پاں جواب نہیں تھا۔ آخر تھوڑی دری بعد پروفیسر المان کی آواز پھر عیسائیت قبول نہیں کرے گا اور اس شر پر نہیں ہو گی۔ جو عیسائیت پاں جواب نہیں تھا۔ آپ کیا فیصلہ ہے تھا۔ اسی ابری۔ قبول کر لے گا۔“

”کیا!!!“ لوگ چلا اٹھے۔ شوکی برادر ز تو سکتے میں آگئے۔ ”اگر آپ لوگوں کو میری بات میں ابھی بھی مشک یہ تو میں اپنے ہوں میں چلا جاتا ہوں۔ پھر اگر یہ بڑا پھر تم لوگوں پر آپ را تو تم میں اگرچہ انہیں پہلے سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ یہ بات کہے گا۔“

”ہاں! اگر یہ بات منظور ہے تو ٹھیک ہے۔“ ورنہ پھروں سے ایک بھائی نہیں پچے گا۔ اب کوئی کیا فیصلہ ہے تھا۔ اسی میں تم لوگوں کو ان پھروں سے صرف اسی صورت میں بچا سکتا ہوں کہ تم بارش تم لوگوں کا مقدار ہے۔“

لوگ اس طرح خاموش تھے جیسے ان پر موت طاری ہو گئی ہو۔ عیسائی مذہب اختیار کر رہا۔

”لیکن ہمارے مذہب کا کیا بنے گا۔“

شوکی برادر ز اور دوسرے آفسرز کے جسموں میں سننا ہٹ پھیل کر تھی۔ وہ پوری طرح پروفیسر المان کے لکھنے میں تھے۔ پھروں کی بارہ دنیا میں صرف سچا مذہب ہی قیامت کے نزدیک سب کا مذہب تھی۔ اس طرح آنکھوں سے دکھ پچے تھے۔ انکار کی صورت میں موت ہو گا۔ یہ پیش گوئی ہے باطل کی۔ یعنی انجلی مقدس کی۔ اگر تھارا کے سامنے تھے۔ دوسری صورت میں انہیں اپنا مذہب چھوڑنا پڑا مذہب سچا ہوتا تو اس وقت پھر ہم پر برس رہے ہوتے۔ نہ کہ تم

پر... یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ) ہم لوگوں کو کیوں بچاتے اور تم پر پھر کیوں برساتے؟"

"تو کیا واقعی حضرت عیسیٰ نمودار ہو چکے ہیں۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں... مگر وہ تی دی کی پر خطاب کریں گے۔"

لوگ اب بھی خاموش کھڑے رہے... شاید اسلام سے منہ مولانا کے لئے عجیب مسئلہ تھا... پھر اچانک ایک آدمی سنہ بلند آواز سے لوگوں کی تھیں۔

"میں باز آیا اسلام سے اور قبول کیا میں نے عیسائی مذہب۔"

"تو پھر تسلیم کر دیں کہ سچ اللہ کے بیٹے ہیں۔"

"ہاں! میں یہ بات مانتا ہوں۔"

پھر تو ایک شور گونج گیا... ان گست لوگ چلا کر کنٹے لگے اور رہے کیا۔ وہ عیسائی مذہب اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں۔

"کیا اس بھرے مجھے میں کوئی ایسا بھی ہے... جو عیسائی مذہب اختیار کرنے کے لئے تیار ہے۔" پروفیر المان نے دونوں ہاتھ انداز پلے مجھے کو خاموش کروایا اور پھر یہ الفاظ ادا کئے۔

میں پرستکتے کا عالم طاری ہو گیا اور سب لوگ ایک دوسرے لئے میں عالم لوگ موجود ہیں... میری درخواست ہے... وہ پروفیر طرف دیکھنے لگے... اس پر شوکی کی آواز ابھری... اور چونکہ وہ نہ کلکان کو جواب دیں۔ شوکی نے بلند آواز میں اعلان کیا۔ باقی آفیسرز کے ساتھ تھا، اس لئے آواز پورے مجھے نے سنی۔

"میں اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"چاہے تم پر پھر ہی کیوں نہ برس پڑیں۔" پروفیر المان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! چاہے مجھ پر پھر ہی کیوں نہ برس پڑیں۔"

"ہم بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑیں گے۔" کتنی آوازیں ابھریں۔

یہ آوازیں شوکی کے بھائیوں، آئی جی صاحب اور چند دوسرے

ان کے لئے عجیب مسئلہ تھا... پھر اچانک ایک آدمی سنہ بلند آواز سے لوگوں کی تھیں۔

"اس کا انجام جانتے ہو۔"

"سرائے موت... اور کیا ہو گا؟" شوکی نے کہا۔

"موت... کا تم نے ابھی صرف نام سنائے۔"

"لیکن ہم ایک بات ضرور جانتے ہیں... کہ موت آخر ایک دن

"تو جھوٹ نہ ہب پر مرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"جھوٹا نہیں چاہتا۔"

"اس کی تمارے پاس کوئی دلیل ہونی چاہیے۔"

"افوس! ہم عالم نہیں... ورنہ جواب ضرور دیتے... البتہ اس

میں پرستکتے کا عالم طاری ہو گیا اور سب لوگ ایک دوسرے

طرف دیکھنے لگے... اس پر شوکی کی آواز ابھری... اور چونکہ وہ نہ کلکان کو جواب دیں۔ شوکی نے بلند آواز میں اعلان کیا۔

سب ادھر ادھر دیکھنے لگے... لیکن کوئی عالم نہ بولا... شاید

پچھے نہ کی بارش کا خوف ان پر چھا گیا تھا۔

”کوئی نہیں بولا نہ سی۔۔۔ عالم لوگ اگر موت کے خوف سے چھپتے ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے پچھے دین کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تو کیا ہوا۔۔۔ ہم پچھے نہیں ہٹیں گے۔۔۔“

”ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے۔۔۔ کیونکہ اگر میں نے ان پر پھروری کی بارش کی تو ان کے ساتھ بہت سے بے گناہ بھائی مارے جائیں گے۔۔۔“

”ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔ کتنی لوگ چلائے۔۔۔“

پولیس والے شوکی برادرز کی طرف بڑھے۔۔۔ جو نہیں وہ ان سے نزدیک پہنچھے۔۔۔ آئی جی صاحب ان سب سے آگے آگئے۔۔۔

”سر آپ بھی؟“

”ہاں! ان سے پہلے مجھے گرفتار کرنے میں اسلام نہیں چھپا۔۔۔“

”ہمیں شرمندہ نہ کریں سو۔۔۔ ہم آپ کو کس طرح گرفتار کیں گے۔۔۔ میں اسلام نہیں نہیں ہو گے۔۔۔“

”تو پھر تم بھی اسلام سے نہ پھرو۔۔۔“

”آپ کے جذبے کو دیکھ کر میں اپنی جگہ سے ہل گیا ہوں۔۔۔ میں کلمہ پڑھتا ہوں۔۔۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔“

”بہت خوب ہے۔۔۔ اب تم خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر لے۔۔۔“

پروفیسر المان مسکرا یا۔۔۔

”ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ میں حاضر ہوں۔۔۔“

”میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔۔۔ ان لوگوں کو جنگل میں درختوں کے ساتھ پاندھ دیا جائے اور پھر اس پتھر کو جنگل پر گراوں۔۔۔“

”بہت خوب۔۔۔ مزا آ جائے گا۔۔۔“ مجھے میں سے کچھ لوگ چلائے۔۔۔

”ضرور ایسا کرو۔۔۔ لیکن تمہاری کوئی بات بھی ہمیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کر سکے گی۔۔۔ اس بات کو لکھ لو۔۔۔“

”میرے پاس لکھنے کا وقت نہیں ہے۔۔۔ زبانی یاد رکھوں گا۔۔۔“

پروفیسر شا۔۔۔

”آخر تم لوگوں کا پروگرام کیا ہے۔۔۔ شوکی نے بیخ کر کہا۔۔۔“

”مکمل پروگرام کی بات کر رہے ہو بے وقوف۔۔۔ پوری دنیا سیاست قبول کر رہی ہے۔۔۔ کل کے اور پرسوں کے اخبارات دنیا کو بتا سکتے ہیں۔۔۔“

”تو اسیں دو دن کے لیے کیوں نہ زندہ رکھا جائے۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ دنیا کی خبریں پڑھ کر یوسع مسح پر ایمان، لے آئیں۔۔۔“

”ان کے ایمان لانے نہ لانے سے یہ دع کو کیا فرق پڑ جائے گا۔۔۔ یہ بات تو خود ان کے اپنے فائدے کی ہے۔۔۔ نہیں مانتے نہ

”میں کلمہ پڑھتا ہوں۔۔۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔“

لے جا کر درختوں سے باندھ دو۔ اس وقت اس شہر کا حاکم میں کرائے تھے۔ کیا حضرت بلاں انگاروں پر نہیں لیئے تھے۔ کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مار نہیں کھائی تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مار نہیں سی تھی۔ ان کا خون نہیں بدلایا گیا۔ چھروں کی بارش میرے ایک اشارے پر ہو سکتی ہے۔ اگر نہیں یقین اپنے دامیں طرف دیکھو۔ تم سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر چھروں کی بارش ہو گی۔ تم صرف اس لیے محفوظ ہو گئے ہو کہ عیسائی ان دین چھوڑ دیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اس وقت عیسائیت قبول کر لیتے تو مجھے سب سے زیادہ نفرت تم سے محسوس ہوتی۔ لیکن اب مجھے چکے ہو۔

اب لوگ فوراً اس طرف دیکھنے لگے اور پھر چند منٹ بعد انہیں سب سے زیادہ پیار و محبت تم سے محسوس ہو رہی ہے۔ تم بہت اپنے وہاں برسنے لگے۔ یہ بھی منوں وہی چھرتے ہے۔ ان کی آنکھوں میں ہوشیاری۔ وہ جذباتی آواز میں کہتے چلے گئے۔

بے پناہ خوف دوڑ گیا۔
اور پھر شوکی برادرز اور چند دوسرے لوگوں کو جنہوں نے اسلامیم ہیں۔ آپ کے اور بھی تو ساتھی ہیں۔ انہوں نے تو اس جذبے چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ جنگل کی طرف لے جایا گیا۔ ان میں کاظما نہیں کیا۔ انہوں نے فوراً ہی عیسائیت قبول کر لی۔ ذر کے ان کے آئی جی بھی تھے۔

”آپ ہماری وجہ سے تو ایسا نہیں کر رہے۔“ شوکی ان سے۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو شوکی۔ انہیں موت آئے گی اور ذات یعنی ہم عزت کی موت مزید گے اور آسمان پر ہمارا استقبال فرشتہ بولا۔

”پاگل ہو گئے ہو۔۔۔ مجھے اپنا دین۔۔۔ اپنی جان۔۔۔ اپنے مال دوڑوں کریں گے۔۔۔ آؤ اس جنگل کی طرف چلیں۔۔۔ جہاں پروفیسر اپنے بیوی بچوں، حتیٰ کہ اپنے ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔۔۔ یہ جان لکھ اپنا آخری زور لگائے گا۔۔۔ ہمیں پروا نہیں۔۔۔ وہ کر لے جو اسے چیز ہے۔۔۔ میں اپنے دین کے لیے ایسی سو جانیں بھی ہوتیں تو قربانہ ہے۔“

کیا حضرت سیدہ نے اپنے دو نکڑے اس دین کے لیے جنگل میں لا کر انہیں درختوں سے باندھ دیا گیا۔ اس طرح کہ رہتا۔۔۔

نے مجھے ایک سبق دیا ہے... پورے شر میں اپنے دین پر قائم رہنے
کا لئے اتنے کم نہیں ہونے چاہیں.... کم از کم میں ان کی تعداد میں ایک
کا تو اضافہ کر دوں۔"

"آؤ آؤ.... اگر کوئی اور بھی مرنے کا خواہش مند ہے تو وہ بھی
شق سے آجائے۔" پروفیسر المان نے بلند آواز میں کہا۔
"هم بھی آ رہے ہیں.... اسلام پر کٹ مرنے کے لئے۔" کسی
آوازیں ابھریں۔

پروفیسر المان کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔ اس بار اس نے منہ سے
چکھنا کہا۔
وس کے قریب آدمی اور وہاں آ گئے۔ اور پھر انہیں بھی
وختی سے باندھ دیا گیا۔

"تملی لوگ جنگل سے دور ہوتے چلے جائیں۔" آخر اس نے
اکتا۔

پروفیسر المان بھی ان سب کے ساتھ جنگل سے دور ہوتا چلا
گیا۔ پھر وہ اپنے ہوشی کی چھت پر چڑھ گیا، لوگ نیچے کھڑے
رہے۔ اس نے بلند آوازیں کہا۔

"آپ لوگ پتھر پر نظریں جما دیں اور سوچیں.... اگر آپ نے
بسالی تدبیب اختیار نہ کیا ہوتا تو آپ کا کیا ہوتا۔ اب پتھر آہستہ آہستہ
لٹکن کی طرف آئے گا۔ یہ بت تیزی سے بھی نیچے آ سکتا ہے۔

وہ ہل جل بھی نہ سکیں.... انہیں زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ درختوں
سے باندھنے والے انہی کے مجھے کے آدمی تھے۔ ان کے چڑوں پر کوئی
رنج و غم نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیسے انہیں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اب سب لوگ جنگل میں سے نکل جائیں.... فضا میں رکا ہے۔" اب اس جگہ
یہ پورے شر جتنا پتھر۔ جس کا وزن ہزاروں شن ہو گا۔ اب اس جگہ
پڑ گئے گا اور یہ جنگل بیشہ بیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

"ولیکن سو۔ آپ جنگل کو ان چند لوگوں کے لیے کیوں
نکرتے ہیں.... اس کام کے لیے تو صرف چند گولیاں کافی ہیں۔" مل
کے اور بھی کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ اس پتھر کو واپس اور فضا میں
وختی سے باندھ دیا گیا۔
دیں۔" کسی نے مشورہ دیا۔

"دنیں۔" اب جو فیصلہ ہو چکا ہو چکا۔ اس سے زیادہ بجا
موت انہیں اور کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ بھی کیا یاد کریں گے۔"
"ایک منٹ ٹھہرو۔" میں نے بھی عیسائیت قبول نہیں کی۔
بھی ان کے ساتھ باندھ دو۔" کسی نے چیخ کر کہا۔

سب لوگ گمعے میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔
"یہ کون بولا تھا؟"

"میں بولا تھا۔ جب سارا مجمع عیسائیت قبول کرنے کا اعلان
رہا تھا میں خاموش رہا تھا۔ لیکن موت کے خوف سے میں یہ اپنا
کہہ کر کہہ میا۔ اسے عیسائیت قبول نہیں کی۔ لیکن ان لوگوں کی؟"

لیکن ایک نبی نے دشمنوں سے بچنے سے لیے ایک درخت کی کھوہ میں
بناہ لی۔ دشمن درخت کو آرے سے کاٹ لے گئے تو اللہ نے اپنے نبی کو
حکم دیا کہ خاموش! منہ سے کوئی آواز نہ لٹکی۔ وہ آرے سے دو
قلوبے ہو گئے اور منہ سے لفظ نہ لٹکائی۔ مطلب یہ کہ کس وقت اللہ
کی کیا مرضی ہوتی ہے۔۔۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔۔۔ اگر ہمیں بچانے کی
مرضی ہو تو ہم نجع جائیں گے۔۔۔ ورنہ اللہ کے راستے میں قربان ہو
جاں گے۔۔۔ ہمارے لیے دونوں سووے منکے نہیں ہیں۔۔۔

”آپ ٹھیک کتے ہیں... میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ دنیا کا کیا
بنے گا۔“

”دنیا کا وہی مالک ہے... تم تو حیر بندے ہیں... زندہ رہے تو
وہ فیضِ الہان یا اس کے آقاوں کی اس سازش کو ضرور بے شکاب کریں
کے لئے اور اگر مر گئے تو ابھی اور لوگ زندہ ہیں... تم یہ نہ بھولو
شوکی.... دنیا میں اسپکٹر جمشید اور اسپکٹر کامرانِ مرزا جیسے لوگ موجود

”آپ بالکل ٹھیک فوارہ ہے ہیں... آئیے ہم اپنے اللہ کو یاد کریں... آخری لمحات میں اللہ کو ضرور یاد کرنا چاہیے... آخر کو ہم سے نہ جانے کتنے گناہ بھی لو ہوتے رہے ہیں اس دنیا میں۔“

”ہاں! یہ نہیں ہے۔“

وہ خاموش ہو گئے اور لگے اللہ کا ذکر کرنے... اور پھر آہستہ

لیکن اس طرح مزا نہیں آئے گا۔
وہ ان سب سے مخاطب تھا
تھیں.... نظریں ہٹا کر اس نے ایک
تھامیں اور پھر لوگوں نے پتھر کو آہستہ
اوہر شوکی برادر ز نے نظریں
جب پتھر کو بیچے اترتے دیکھا تو شوکی۔
جنزیاتی آواز میں کہا۔

”هم بالکل درست راست پر ہیں تا پروفیسر صاحب“۔

”بالکل... ایک لمحے کے لیے بھی ایسی کوئی بات نہ سمجھا
شکر“۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

”نہیں! میں ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہا... میں تو یہ کہہ رہا ہوں... اللہ تعالیٰ ہماری مدد کریں گے نا... ہمیں اس پتھر سے بچالیں گے نا۔“

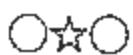
”یہ نہیں کہا جا سکتا۔۔۔ حضرت یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام کے لیے دو لکڑے ہو گئیں۔۔۔ اسلام کے لیے سب سے پہلے شرید ہونے والی خاتون۔۔۔ پھر ان گنت صحابہ کرام نے اسلام کی لیے اپنی جانیں قربان کیں۔۔۔ یہ توبہ اللہ کی مرضی ہے۔۔۔ وہ جان لینا چاہیے یا بچانا۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، آگ اللہ کے حکم سے مٹھنڈی ہو گئی۔۔۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلا سکی۔۔۔

اہستہ نیچے آنے لگا... وہ واقعی بہت بڑا تھا... جوں جوں نیچے آ رہا تھا... اس کا جنم بڑا ہوتا نظر آ رہا تھا... وہ سب آنکھیں چھاڑے اس کی طرف دیکھ رہے تھے... ساتھ ساتھ سب لوگوں کی آنکھوں میں خوف پڑھتا جا رہا تھا... لیکن دیکھنے والوں کی آنکھوں میں... ان کی آنکھوں میں جو اپنے دین سے پھر گئے تھے... جنہوں نے موت کے خوف سے عیسائیت قبول کر لی تھی... دوسری طرف شوکی برادری کر رہے آنکھوں میں خوف کا نام و نشان نہیں تھا... وہ تو بس اللہ کو یاد کر رہے تھے... ان کے ہونٹ مسلسل حرکت کرتے نظر آ رہے تھے... اب وہ کلہ طیبہ پڑھ رہے تھے... پھر برابر نیچے آ رہا تھا... اور پھر وہ اس قدر نیچے آ گیا کہ ہوٹل کی چھت سے زرا اوپر رہ گیا... لوگوں کو یوں محسوس ہوا جیسا کہ کوئی بہت بڑا باطل سماچھا گیا ہو۔

«لوگو! دیکھ لویں سچے اور جھوٹے کا فرق... اگر یہ لوگ سچے ہوتے... تو یہ پتھر کیوں ان پر گرتا... خداوند عالم انہیں اس لیے یہ سزا دے رہا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں... اور تم نے چونکہ سچائی کو اختیار کر لیا ہے... اس لیے تم لوگ اس پتھر سے بال بال نجٹ گئے ہو... اب ان لوگوں کا آخری وقت ہے اور تم ان کی چینیں سننے کے لیے تیار ہو جاؤ... لیکن نہیں... خیر اتنے فاسطے سے ان کی چینیں بھلا سنائی دیں گی... خیر... انجام تو دیکھو ہی رہے ہو۔»

پتھر اور نیچے ہو گیا... یہاں تک کہ ہوٹل کی چھت سے بھی نیچے

ہو گیا... اب پروفیسر المان کی نظریں اوپر کی بجائے نیچے ہو گئیں۔ اور پھر انہوں نے پتھر کو جنگل پر گرتے دیکھا۔



سفوں

”دوپٹہ بے شک امی جان کا ہے... لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اباجان یہاں تک پہنچے یا نہیں“۔ محمود بربرایا۔
انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ ان کی کار کے ٹائروں کے نشانات آخر انہیں نظر آگئے۔ گواہیاں سے وہ کار پر کہیں کے تھے۔ ورنہ یہاں کار کھڑی ہوتی۔

”یہ رہے ٹائروں کے نشانات... وہ اس طرف گئے ہیں.... اس طرح ایک اور کار کے نشانات بھی ہیں.... بات واضح ہو گئی.... اس جگہ موقع پا کر امی جان نے اپنا دوپٹہ باہر پہنچنک ریا ہو گا۔ تاکہ ہم اس کو دیکھ سکیں.... اباجان کو بھی دوپٹہ نظر آگیا ہو گا... آؤ جلدی کرو“۔
وہ اس سمت میں چل پڑے۔ اب خان رحمن کو درختوں کے درمیان کار چلانا پڑ رہی تھی۔ اور یہ کافی مشکل کام تھا۔ لیکن وہ بست ہمارت سے چلا رہے تھے۔ اور پھر سڑک بست پہنچے رہ گئی.... لیکن ان کا سفر ختم نہ ہوا۔ انہیں بست دیر تک چلانا پڑا۔ تب کہیں جا کر انہیں دو کاریں کھڑیں نظر آئیں۔ ایک کار اسپکٹر جشید کی تھی۔

اور دوسرا اغوا کرنے والوں کی... دونوں کاریں ساتھ کھڑی دیکھ کر انہیں حیرت بھی ہوئی۔

”یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے ان کی صلح ہو گئی ہے“۔ محمود بولا۔

”کن کی... کاروں کی“۔ فاروق نے جیران ہو کر کہا۔

”وہ نہیں... کاروں میں بیٹھ کر یہاں آنے والوں کی“۔

”چلو یہ اور اچھا ہے... لڑائی جھکڑے سے بچیں گے“۔

اب انہوں نے بھی اپنی کار ان کے برادر کھڑی کر دی۔ اور اتر کے آگے بڑھے۔ آگے ایک بست پرانی عمارت نظر آ رہی تھی۔ عمارت کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ وہ بے دھڑک آگے بڑھتے چلے گئے۔ دروازہ انہیں کھلا نظر آیا۔ انہوں نے سوچا تھا۔ سمجھا۔ اندر وکھن ہو گئے۔ بے چینی انہیں۔ سوچنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔

اندر انہیں کئی کمروں کے دروازے نظر آئے۔ لیکن سب کے بند تھے۔ صرف ایک دروازہ کھلا تھا۔ وہ اس کی طرف دوڑے۔ اور پھر ٹھک کر رہ گئے۔ اندر ان کے والد اور والدہ ستون کے ساتھ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے منہ بھی بند کر دیئے گئے تھے۔

وہ دوڑ کر جو نہیں ان تک پہنچے۔ دروازہ کھٹ سے بند ہونے کی کوala شانی دی۔

”انہوں نے کوئی پرواہ کی.... پلٹ کر دیکھا تک نہیں.... فوراً کے ہاتھوں میں کلاشن کوفنیں ہیں.... بس صرف کلاشن کوفن کی نالیں ان کے منہ کھول ڈالے.... دونوں ہوش میں تھے۔ نظر آ رہی ہیں.... خود کلاشن کوفن والے نظر نہیں آ رہے۔“

”میں جانتا تھا.... تم بھی یہی غلطی کرو گے.... جو میں کر چکا۔“ لیکن پھر بھی.... انہوں نے آپ کو کس طرح باندھا ہے۔۔۔ ہوں۔“ انسپکٹر جشید نے اداں آواز میں کہا۔

”جی کیا مطلب؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔ ”میں بھی تمہاری ای جان کے چکر میں سوچے سمجھے بغیر اس کے لئے کام۔۔۔ میں بیٹھ گیا۔۔۔ پھر وہ آدمی اندر آیا اور مجھے باندھنے عمارت میں داخل ہو گیا تھا۔۔۔ وہ لوگ تمہاری ای جان و پہلے ہی بیمال لگا۔۔۔

”لیکن کیوں۔۔۔ آپ اسے قابو میں کر سکتے تھے۔“

”کیسے۔۔۔ میں اسے قابو میں کرتا تو یہ لوگ تمہاری ای پر فائز ہوں دیتے۔“

”اوہ!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”اور اب یہی جربہ یہ تم لوگوں کو باندھنے کے لیے اختیار کریں گے۔“

”وہست تیر کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

”تم لوگوں کے الجان ٹھیک کہ رہے ہیں۔۔۔ کرسیوں پر بیٹھ جاؤ منہ بٹایا۔“

”ہاں! جب میں نے اوپر دیکھا تو ساکت رہ گیا۔۔۔ اس لیے کہ اور خود کو آرام اور سکون سے بندھوں گو۔۔۔ اسی میں تم لوگوں کی بھلائی سامنے کھڑے دشمن پر وار کیا جاسکتا ہے۔۔۔ پیچھے کھڑے دشمن پر بھی سمجھیں۔ ذرثہ ہم فائز کھول دیں گے اور تم کچھ نہیں کر سکو گے۔۔۔ اس حملہ کیا جاسکتا ہے۔۔۔ نیچے لیئے یا بیٹھے دشمن کو بھی قابو میں کیا جاسکتا ہے کہ۔۔۔“

”لیکن اس قدر اونچائی پر بیٹھے دشمنوں کا کیا کیا جاسکتا ہے۔۔۔ جن اس لیے کہ۔۔۔ کیا؟“

”اس لیے کہ اس مم کے انچارج مسٹر ابطال ہیں... ابطال“۔

”کیا کہا... ابطال“۔ وہ زور سے چوٹکے
”ہاں! ابطال... جنہیں دنیا میں آج تک کسی نے بھی نہیں کر دیا تھا... یہی وجہ ہے
 مقابلے میں کچھ نہ کر سکی... ہمیں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہ کیا کیا
رسے اختیار کرتے ہیں... چنانچہ ہم ریڈ کالباس پن کر گئے... اور پر عام
مسٹر ابطال ہیں“۔

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے... ہمیں ابطال کے لیے کام بنا دیا تو ہمیں کچھ بھی نہ
کرتے ایک مدت گزر گئی ہے... یہ کوئی پہلا کام نہیں کر رہے“۔

”غیری... کویا آج کل ابطال ہمارے ملک میں ہے“۔

”یہ نہیں کہا جاسکتا... کوئی نہیں جانتا... وہ اس وقت دنیا
میں ہے ہمیں پہلے ہی ہدایات دے دی تھیں... ہمیں یہاں آکر کیا
کرنا تھا... کس طرح سب لوگوں کو قابو میں کرنا تھا... یہ بھی انہوں
منہ بنایا۔

”ست... تمہارا مطلب ہے... چھٹت میں یہ چوکور خلا بنانا کر
کاشن کوفوں کی نالیں نکال کر پوزیشن لینے کے بارے میں بھی مسٹر
اطبال نے بتایا تھا“۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے“۔ اسپکٹر جمیش نے یہ سامنہ بنایا۔

”پتا نہیں... یہ ہو سکتا ہے یا نہیں... لیکن ہم یہی مسوکھ آ رہے ہیں... ورنہ آپ اور اس آسانی سے کسی کے قابو میں آ
ئیں“۔

”لیکن ہم حیران ہیں... مسٹر ابطال آخر چاہتے کیا ہیں“۔

”ہمیں اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے؟“

کے کہا۔

”لیکن مسٹر ابطال نے اس موقعے کے لیے ہمیں کچھ اور بتایا بھی اپنے آپ کو بندھوا لیں۔۔۔ پہلے ان میں سے ایک باقی دو کو اچھی ہے۔۔۔ یہ کہ یہ باندھنے میں اپنی چالاکی سے کام لیں گے۔۔۔ لذا تم خود طرح باندھ دے۔۔۔ اگر باندھنے میں کوئی بد دیانتی کی گئی تو ہم بری طرف بھی ان تینوں کو اچھی طرح باندھ دو۔۔۔ مطلب یہ کہ رسیاں کھولنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اس کے اوپر ہی اور رسیاں باندھ دو۔۔۔“

پیش آئیں گے۔۔۔ اس نے کہا۔

”اوے کے استاد۔۔۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔
”ضرور باندھ دو۔۔۔ ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔۔۔ لیکن پروگرام کیا کو باندھ دوں گی۔۔۔“

”یہ مسٹر ابطال جائیں۔۔۔“
عین اسی وقت چھت پر ٹوں ٹوں کی آواز گونج اٹھی۔۔۔ پھر استاد

”لیں سو۔۔۔ نمبر ون بات کر رہا ہوں۔۔۔“
”ان لوگوں کو اب تک باندھا جا چکا ہو گا؟۔۔۔“ ابطال کی بھاری بھر

گولیاں برسادیں گے۔۔۔“

”میں سمجھتی ہوں۔۔۔“ فرزانہ نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہا۔ کم آواز سنائی دی۔۔۔

”جی ہاں آپ کا اندازہ بالکل صحیک ہے۔۔۔“
”فرزانہ نے اپنے ہمنیا چار ساتھیوں کو باندھا ہو گا۔۔۔ اس کے وہ کری پر بیٹھے گئی۔۔۔“ اور اس نے اسے خوب اچھی طرح دیا۔۔۔ پھر وہ باری باری ” محمود، فاروق اور خان رحمان کی طرف آیا۔۔۔“ پھر بھی تم لوگوں نے رسیاں باندھی یا نہیں۔۔۔“

”بالکل باندھی ہیں جی۔۔۔“
”صحیک ہے۔۔۔ چھت والے خلا سے ہر وقت دو آدمی کلاشن جائزہ لیا۔۔۔“

”یہ بات انہوں نے ہمیں واقعی نہیں بتائی۔۔۔ اور اب یہ تباہ۔۔۔“
”بھی اپنے آپ کو بندھوا لیں۔۔۔ پہلے ان میں سے ایک باقی دو کو اچھی ہے۔۔۔ یہ کہ یہ باندھنے میں اپنی چالاکی سے کام لیں گے۔۔۔ لذا تم خود طرح باندھ دے۔۔۔ اگر باندھنے میں کوئی بد دیانتی کی گئی تو ہم بری طرف بھی ان تینوں کو اچھی طرح باندھ دو۔۔۔ مطلب یہ کہ رسیاں کھولنے کی پیش آئیں گے۔۔۔“ اس نے کہا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ محمود، فاروق۔۔۔“ میں تم دوڑا۔۔۔“
”کو باندھ دوں گی۔۔۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔“
”تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔۔۔ اس ہاں نما کمرے میں بیٹھ کر پیدا تھیں۔۔۔ فرزانہ نے دنوں کو باری باری باندھ دیا۔۔۔“

”اب دوڑا کھول کر ہمارا صرف ایک ساتھی اندر آئے گا۔۔۔“
اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم ان پانچوں گولیاں برسادیں گے۔۔۔“

”تو پھر کری پر بیٹھ جاؤ۔۔۔“
”وہ کری پر بیٹھے گئی۔۔۔“ اور اس نے اسے خوب اچھی طرح دیا۔۔۔ پھر وہ باری باری ” محمود، فاروق اور خان رحمان کی طرف آیا۔۔۔“ پھر بھی رسیاں کا اس نے اچھی کے ہاتھوں اور پیروں کے گرد بندھی رسیوں کا اس نے اچھی جائزہ لیا۔۔۔“

”ظاہر تو انہیں صحیک طرح باندھا گیا ہے۔۔۔“ اس نے اوپر م

کون سے پچکے رہیں... چار چار گھنٹے بعد ڈیوٹیاں تبدیل کر سکتے ہو۔”
”اوے سر۔“

”بھائی میں نے بتایا تو ہے... معافی کا لفظ ہمارے ہاں نہیں
ہے... پسروہ منٹ بعد بات کروں گا۔ اس وقت تک سب کی ایک
دیے لوگ بہت چالاک ہیں... ان میں تم نے محمود کے جوتے کی ایک پورا لگ ہوئی چاہیے... ورنہ تم سب کے جسموں کے چیخڑے
ان عمارت کی چھت پر اڑ جائیں گے۔“

”اوے کے باس۔“ اس نے کانپتی آواز میں کہا اور دوسری طرف
”بھولنے کی سزا تو ملے گی... خوب... اب بھول فرست میں ایڑا ہے سیٹ بند کر دیا گیا۔ اس نے سیٹ بند کیا اور چاقو کھول لیا۔

”یہ... یہ کیا کر رہے ہو استاد... ہم کیوں کاٹیں اپنی اٹکیاں...
ویکھ لو۔“

”جی بہت بہتر... لیکن سو... یہ ہماری غلطی معاف کر دیں“ قابے کا پتا چلے گا۔ وہ تو نہ جانے یہاں سے کتنی دور بیٹھا ہو گا۔“

”اسے پتا چل جائے گا۔“ استاد نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

”نہیں... ہم نہیں کاٹیں گے اپنی اٹکیاں... ہم یہ نوکری چھوڑ
لیں گی اور اسی وقت جا رہے ہیں۔“

”افسوس! تم نہیں جا سکو گے۔“

”کیوں نہیں جا سکیں گے؟“
”تم پاس کوئی نہیں جانتے... اس شہر میں مجھ سے زیادہ اس کو
اکل نہیں جانتا... لذاب دیکھو میں تم سب کے سامنے اپنی ہی انگلی
کر رہا ہوں... اس سے تم اڑاکہ لگا لو گے۔“

”اس چاقو سے اپنے باہمی ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی ایک پورا
لہرے تیزی سے نیچے گرنے لگے... ان کے جسموں میں سنی دوڑ گئی۔
لو... یہی تم لوگوں کی سزا ہے۔“ سرد آواز ابھری۔

”سر... سر... معاف کر دیں... آئندہ لیکی غلطی نہیں ہو گی۔“

”بھائی میں نے بتایا تو ہے... معافی کا لفظ ہمارے ہاں نہیں
ہے... پسروہ منٹ بعد بات کروں گا۔ اس وقت تک سب کی ایک
دیے لوگ بہت چالاک ہیں... ان میں تم نے محمود کے جوتے کی ایک پورا لگ ہوئی چاہیے... ورنہ تم سب کے جسموں کے چیخڑے
اڑی کو سر کا کر دیکھا۔“

”یہ کام ہم بھول گئے سر۔“

”بھولنے کی سزا تو ملے گی... خوب... اب بھول فرست میں ایڑا ہے سیٹ بند کر دیا گیا۔ اس نے سیٹ بند کیا اور چاقو کھول لیا۔

”یہ... یہ کیا کر رہے ہو استاد... ہم کیوں کاٹیں اپنی اٹکیاں...
ویکھ لو۔“

”جی بہت بہتر... لیکن سو... یہ ہماری غلطی معاف کر دیں“ قابے کا پتا چلے گا۔ وہ تو نہ جانے یہاں سے کتنی دور بیٹھا ہو گا۔“

”اسے پتا چل جائے گا۔“ استاد نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

”نہیں... ہم نہیں کاٹیں گے اپنی اٹکیاں... ہم یہ نوکری چھوڑ
لیں گی اور اسی وقت جا رہے ہیں۔“

”افسوس! تم نہیں جا سکو گے۔“

”کیوں نہیں جا سکیں گے؟“
”تم پاس کوئی نہیں جانتے... اس شہر میں مجھ سے زیادہ اس کو
اکل نہیں جانتا... لذاب دیکھو میں تم سب کے سامنے اپنی ہی انگلی
کر رہا ہوں... اس سے تم اڑاکہ لگا لو گے۔“

”اس چاقو سے اپنے باہمی ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی ایک پورا
لہرے تیزی سے نیچے گرنے لگے... ان کے جسموں میں سنی دوڑ گئی۔
لو... یہی تم لوگوں کی سزا ہے۔“ سرد آواز ابھری۔

نہیں... پھر بھی الگیوں کو کاٹ رہے ہیں۔" - خان رحمان بولے۔

"ہاں! یہ بہت بے وقوف ہیں... لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟" گوئی۔
انپکٹر جمشید بولے۔
"نہیں استاد... تمہاری انگلی سے خون بہہ رہا ہے... تم کلاشن
کوف نہیں سنھال سکو گے... ہم انپکٹر جمشید کا ساتھ دیں گے... اپنی
الکیاں نہیں کٹوائیں گے۔"

کہا۔
"اوہ ہاں!" انپکٹر جمشید چونک کر بولے۔ پھر انہوں نے ہم
جمشید تم لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں... اس وقت وہ ہپنے ہوئے ہیں
آواز میں کہا۔

"بے وقوف نہ ہو... اپنی الکیاں نہ کاٹو... باس تم لوگوں کا کام داں لے۔"
"نہیں.... وہ جھوٹا وعدہ نہیں کرتے... یہ بات ان کے بارے
نہیں بگاؤ سکتا۔ ہمیں ان رسیوں سے نجاتِ ولادت... ہم قوم لوگوں
میں بہت مشور ہے... استاد تم اپنی کلاشن کوف بھی گراویں اس لیے
باس سے بچائیں گے۔"
"تم بچاؤ گے... خود کو تو اس کے چنگل سے بچانیں گے... الکیاں وقت دس کلاشن کو فیں ہمارے ہاتھ میں ہیں اور ایک تمہارے
ہاتھ میں... تم ایک سے کیا کرو گے۔"

اس نے تکلیف بھری آواز میں کہا۔

"تم اپنی انگلی کاٹ چکے... میں تم سے نہیں... ان باتی ساتھ
سے کہ رہا ہوں... استاد سے کلاشن کوف چھین لو... اور ہمیں کو
دو... پھر دیکھنا... ہم کس طرح تم لوگوں کی مدد کرتے ہیں...
جیل جانے سے بھی بچائیں گے۔"
"کیا خیال ہے دوستو... انپکٹر جمشید کی بات کیوں نہ مان لیں
لو۔" اشارہ نے جھلا کر کہا۔

بہت شری موقع ہے۔"

"خیردار... الو کے پھوپھو... ہاتھ اوپر اٹھا لو۔" استاد کی
"پیلو سرویں... نمبرا بات کر رہا ہوں۔"

”تم اپنی انگلی کاٹ چکے ہو۔۔۔ جب کہ باقی لوگوں نے اپنی لاشوں کو جنگل میں دور پھینک آؤ۔۔۔ جنگل کے جانور جلد ہی انہیں چاک جائیں گے۔۔۔ اور کسی کو کافوں کاں خبر نہیں ہو گی۔۔۔“

”آپ۔۔۔ آپ کو کیسے پتا چلا؟“
”میں تو یہ بھی جانتا ہوں۔۔۔ اب یہ لوگ انپکٹر جشید کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔۔۔ اور تم پر کلامن کو نہیں تانے کھڑے ہیں۔۔۔ اور تم ان پر۔۔۔ کسی بات ہے نہ۔۔۔“

”ہاں سریں کمال ہے۔۔۔ آپ اس قدر درست باتیں کس طرح معلوم کر لیتے ہیں۔۔۔ جب کہ یہاں سے نہ جانے کتنے قاطلے پر ہوں گے۔۔۔“

”پہنے ان ساتھیوں کا انجام بھی دیکھو لو۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دس کے دس کے جسم۔۔۔ فضا میں اچھے۔۔۔ بہت اونچائی تک اچھے اور چھٹ سے نیچے جا گئے۔۔۔ چھٹ پہلے ہی بہت اوپری تھی۔۔۔ کچھ وہ اوپرے اچھے تھی۔۔۔ لہذا اس قدر اونچائی سے گرنے کے بعد ان کا بچنا بہت مشکل تھا۔۔۔

”میں نے ان کی چیزیں سنی ہیں۔۔۔ تم نے دیکھا۔۔۔ میں اپنے دوستوں کی مدد کس طرح کرتا ہوں۔۔۔“

”ہاں ہا۔۔۔ ام۔۔۔ بات پہلے ہی جانتا تھا۔۔۔ اسی لیے تو میں نے فوراً اپنی کاٹ لی تھی۔۔۔“

”انگلی کا زخم ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ لیکن ان کی زندگیں والپر ذرا بے ہوشی کے مزے بھی چکھے لو۔۔۔“

”نہیں آئیں گی۔۔۔ اب تم دس اور ساتھیوں کو ملازم رکھ لو۔۔۔ اور ان کی لاشوں کو جنگل میں دور پھینک آؤ۔۔۔ جنگل کے جانور جلد ہی انہیں چاک جائیں گے۔۔۔ اور کسی کو کافوں کاں خبر نہیں ہو گی۔۔۔“

”لیکن باس! یہاں انپکٹر جشید اور ان کے ساتھی موجود ہیں۔۔۔“

”وہ بندھے ہوئے ہیں۔۔۔ اور ان کا اس عمارت سے نکنا آسان گام نہیں۔۔۔ باں اتنا موقع انہیں ضرور مل رہا ہے۔۔۔ کہ تمہیں دس ساتھی لانے کے لیے شر جانا پڑ گیا ہے۔۔۔ لیکن کوئی بات نہیں۔۔۔ تم انہیں بے ہوش کر کے چلے جاؤ۔۔۔ سفوف نمبر ۳ اور پر سے نیچے چھڑک لیں۔۔۔ یہ تین گھنٹے کے لیے بے ہوش ہو جائیں گے۔۔۔ اس وقت تک تو تم اپنے ساتھی لے لی جاؤ گے۔۔۔“

”باں! ضرور باس۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔“

”تو ٹھیک ہے۔۔۔ پہلے یہ کام کرو۔۔۔ پھر آئندہ ہدایات دوں گا۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی سلسلہ کاٹ دیا گیا۔۔۔

”پاگل نہ بنو استاد۔۔۔ باں کا ساتھ تمہارے لیے تباہ کن ثابت ہو گا۔۔۔ اب بھی وقت ہے۔۔۔ ہمارا ساتھ دو۔۔۔ ہم تمہیں جیل جانے سے بچا سکتے ہیں۔۔۔ ورنہ پچھتا نا تمہارا مقدر ہے۔۔۔“

”میں باں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔ باں بہت طاقتور ہے۔۔۔ تم لوگ اس کی طاقت کے بارے میں اندازہ تک نہیں کر سکتے۔۔۔ لو اب ذرا بے ہوشی کے مزے بھی چکھے لو۔۔۔“

”انگلی کا زخم ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ لیکن ان کی زندگیں والپر ذرا بے ہوشی کے مزے بھی چکھے لو۔۔۔“

”ان الفاظ کے ساتھ ہی اوپر سے باریک سے سفوف کی پھواری
ہنسنے لگی۔
انہوں نے اپنے سانس روک لیئے۔ ایسے میں استاد کا تقدیر
گونجا۔

”میں جانتا ہوں.... تم کچھ دری کے لیے سانس روک کے رکھو
گے۔ لیکن کب تک۔۔۔ میرے پاس بھی اور سفوف ہے۔۔۔“
اور واقعی اس نے غلط نہیں کھا تھا۔۔۔ سفوف کی مشت تک برتا
رہا۔۔۔ یہاں تک کہ وہ سانس لینے پر مجبور ہو گئے۔۔۔

○☆○

حیرت کے دیے

”کیا مطلب منور علی خان۔۔۔ تم کیوں خوف زدہ ہو گئے۔۔۔
جو نیشاں اڑھے کو چٹ کرنے کے بعد اس طرح کیوں آنے لگیں۔۔۔“
”وہ ادھر نہیں آئیں گی۔۔۔ لیکن اڑھے کو چٹ کرنے کے بعد
وہ واپس اسی طرح طرح چھٹ سے جا چکیں گی۔۔۔ گواہاری واپسی کا
راستا تو بند ہو گیا تا۔۔۔“

”اوہ!“ ان کے منہ سے ایک ساتھ لکلا۔

”تب پھر ابھی وقت ہے۔۔۔ اس وقت تو وہ اڑھے سے چمی
ہوں گی۔۔۔ ہم والیں جا سکتے ہیں۔۔۔ آفتاب نے کہا۔
”لیکن اس طرح ہم پورا غار نہیں دیکھ سکیں گے۔۔۔ انپکڑ
کامران مرزا بولے۔

”تو کیا ابا جان۔۔۔ غار لو آخر تک دیکھنا بہت ضرور ہے۔۔۔“

”ہاں بہت۔۔۔ بہت سے زیادہ ضروری۔۔۔“ وہ مسکرانے

”تب پھر چلنے آگے۔۔۔ چیو نیشاں کے باہر سے میں بعد میں دیکھیں
گے۔۔۔ آصف نے فوراً کہا۔

”ہاں! اٹھیک ہے“ منور علی خان مسکرائے۔

اور وہ پھر آگے بڑھنے لگے.... اچانک انہیں ایک جگہ رک جانا پڑا۔ ان کی آنکھوں میں حرمت کے دینے جل اٹھے.... غار نے ایک سکرے کی صورت اختیار کر لی تھی.... ان کے سامنے کرے کا دروازہ تھا.... وہ اس میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے تو اولاً بھی حرمت میں ڈوبتے چلے گئے.... اندر پرانے زمانے کی کچھ چیزوں موجود تھیں.... چند تلواریں.... زریں.... تیریں.... سکائیں.... لوہے کے خود.... بن کا چیل یا لوہا، اب سیاہ ہو چکا تھا.... ان چیزوں میں ایک عصا بھی تھا۔۔۔ میری ہمیکی کا عصا۔۔۔ وہ بھی بالکل سیاہ رنگ کا ہو چکا تھا۔۔۔

”منور علی خان! ہمیں یہ چیزیں بھی لے جانا ہوں گی.... خرد پیش پر لے چلیں گے۔۔۔“

”لیکن ہم ان کا کریں گے کیا کامران مرزا۔۔۔“

”یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔۔۔“

”اوہو.... یہ... یہ دیکھو بھی۔۔۔“

انہوں نے دیکھا۔۔۔ منور علی خان کی نظریں دیوار میں ابھرے ہوئے ایک پتھر پر جمی تھیں۔۔۔

”یہ صرف ایک پتھر ہے.... دیوار میں ابھرا ہوا۔۔۔“

”لیکن اس پورے کرے کی دیواریں بہت سلیقے سے تراشی کی ہیں.... کہیں کوئی ابھار نہیں ہے.... خیریاں = ابھار کیوں ہے؟“

”اب ہم کیا کہ سکتے ہیں انکل۔۔۔“

”عیں دیکھتا ہوں۔۔۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

انہوں نے زور لگایا۔۔۔ گھما کر اور دیا کر بھی دیکھا۔۔۔ لیکن کچھ نہ ہوا۔۔۔ آخر بولے۔۔۔ یا تو یہ ایسے ہی آگے نکلا رہ گیا اور تراشنے والا بھول گیا۔۔۔ یا پھر کوئی اور وجہ رہی ہو گی۔۔۔“

آخر وہ کرے سے نکل کر غار کے دوسری طرف چل پڑے۔۔۔ ابھی تک غار ختم ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔۔۔

”ایسا محوس ہوتا ہے۔۔۔ جیسے ہم ساری زندگی اس غار میں چلتے رہیں گے۔۔۔ اور یہ غار ختم نہیں ہو گا۔۔۔ ہماری زندگیاں ختم ہو جائیں گے۔۔۔ آتاب نے مدد بنا کر کہا۔۔۔“

غار کے دہانے سے ساتھ لے لیں گے۔۔۔ آصف مسکرا یا۔۔۔

”اوہو.... بات تھنکنے کی نہیں ہے۔۔۔“

”تو پھر کس لیے؟“ فرحت بولی۔

”وقت گزرنے کی بیسی آخر اس غار میں چلتے ہوئے چمکنا کیوں بھول گئے ہیں۔۔۔ ہمیں ساتھ تو نہیں سو نگہ گیا ہے۔۔۔“

”نہیں تو ساتھ کو تو الٹا ہم سو گئے آئے ہیں۔۔۔ بلکہ اثر دھا کو۔۔۔“

آتاب نے مدد بنا یا۔۔۔

”واقعی۔۔۔ اس غار کی خوفناکی کو اپنی باتوں سے دور کرو۔۔۔“ منور

علی خان بولے۔

”لیکن اگر ان کی باتیں شروع ہو گئی تو پھر ختم ہونے کا ہے۔“
”نہیں لیں گی۔“ اسپکٹر کامران مرز نے گہرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اس صورت میں پرانے زمانے کی چیزوں اٹھانے کے لیے پھر ادا ہو۔۔۔ ایجاداں ہیں۔۔۔ آپ بھی کلام کرتے ہیں۔۔۔ غار کون سا خواہ ہونے کا نام لے رہا ہے۔۔۔ آپ غار کو تو پھر کہ نہیں رہے۔۔۔ ہم کو رہے ہیں۔“ آفتاب نے جل کر کہا۔

”لیکن غار باتیں کب کر رہا ہے۔“ اسپکٹر کامران مرز ابولے
”واہ۔۔۔ کیا جواب ہے۔“ منور علی خان نے مزہ لیتے ہوئے کہ
”آخر آپ بھی اپنے دوست کا ساتھ دینے لگئے۔۔۔ ویسے یہ
بات حیرت کی ہے۔۔۔ غار میں گھٹن نہیں ہے۔۔۔ جب کہ ہوا کی آنہ
رفت کا کوئی راستا نظر نہیں آیا۔“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ دوسری طرف سے کھلا ہوا ہو۔۔۔ اور اس
طرف سے ہوا اندر آتی ہو۔“

”ہاں! اس بات کا امکان ہے۔“

”ایک بات کہوں کامران مرز۔“ منور علی خان نے سوچ میں
لنجے میں بولے۔
”ہاں کو۔“

”فرض کیا۔۔۔ غار کے آخری سرے پر بھی دہانہ ہو اور ہم
مارے حیرت کے بر احال تھا۔۔۔ وہ سوچ میں ڈوب گئے۔۔۔ پھر اس جگہ کو

سے واپس آئیں گے۔۔۔ جب کہ راستے میں چیزوں والا خطہ موجود

نہیں لیں گی۔“ پھر اس طرف سے آنے کی کیا ضرور ہے۔“

”نہیں۔۔۔ پھر اس طرف سے آنے کی کیا ضرور ہے۔“

”اس صورت میں پرانے زمانے کی چیزوں اٹھانے کے لیے پھر

دالیں آتا پڑے گا۔۔۔ تو کیوں نہ ان چیزوں کو ساتھ لے چلیں۔“

”بات معقول ہے۔“

وہ واپس پڑی۔۔۔ اس کمرے میں آئے اور چیزوں اٹھانے لگے۔۔۔

ایسے میں منور علی خان بست زور سے اچھلے۔۔۔ ان کی آنکھیں حیرت سے

بھیل گئیں۔

”کیا ہوا بھی۔۔۔ کچھ ہمیں بھی تو پہاڑے۔“

”اف مالک۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔ کیا یہ جادو کا عاز ہے۔“

”خرا کیا۔۔۔ کیا ہو گیا ہے؟“

”خود ہی دیر پہلے جب ہم اس کمرے میں تھے۔۔۔ یہاں۔۔۔ اس

جگہ دیوار پر وہ اچاد موجود تھا۔۔۔ جسے ہم نے دیا ہے اور گھمانے کی

کوشش بھی کی تھی۔۔۔ لیکن اب وہ ابھرنا ہوا پھر غائب ہے۔“

”ارے!!“ وہ اچھل بڑے۔

اب ان کی آنکھیں منور علی خان سے بھی زیادہ ابھر آئی

”قریں۔۔۔ ان میں حیرت ہی حیرت تھی۔۔۔ خود اسپکٹر کامران مرز اکامی

”فرض کیا۔۔۔ غار کے آخری سرے پر بھی دہانہ ہو اور ہم

مارے حیرت کے بر احال تھا۔۔۔ وہ سوچ میں ڈوب گئے۔۔۔ پھر اس جگہ کو

بغور دیکھنے لگے۔ آخر بولے۔

”وہ پھر اس دیوار کا حصہ نہیں تھا۔ یہاں چپکایا گیا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ وہ بھر جان ہو کر بولے۔

”ہاں! اس پھر کو یا وہ جو چیز تھی۔۔۔ یہاں چپکایا گیا تھا؟“

”کیوں؟“

”اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔۔۔ شاید جواب میں بولے۔“
بھی کسی وقت سمجھ میں آئے گا۔“

”کیا اس غار میں ہمارے ساتھ ساتھ کوئی اور بھی جل ہا۔۔۔ ہے؟“

”نہیں خوب۔ ہم یہ تو نہیں کہ سکتے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا فرحت کب کا اس بات کو محسوس کر پہنچی ہوتی۔“

”تب پھر۔“

”تب پھر یہ کہیں۔ ہم چلتے ہیں۔۔۔ یہ چیزیں اٹھا کر۔۔۔ انہوں نے مل کر وہ چیزیں بھی اٹھائیں اور کمرے سے انکل کے غارے میں چلتے گئے۔

بہت دیر تک چلتے کے بعد فرحت کی آواز ابھری۔

”ٹھہرو۔۔۔ میں نے۔۔۔ ہوا میں ہلکی سی خلکی محسوس کی ہے۔۔۔ شاید ہم غار کے دہانے تک پہنچنے والے ہیں۔“

”ہاں! میں بھی یہ محسوس کر چکا ہوں۔“

اچانک اسپکٹر کامران مرزا کو ٹھوکر گئی۔۔۔ وہ گرتے گرتے بچے۔

”بسم اللہ۔۔۔“ فرحت نے فوراً کہا۔

اسپکٹر کامران مرزا اٹھ گئے۔۔۔ وہ اس جگہ کو دیکھنے لگے۔۔۔ جماں

انہیں ٹھوکر گئی تھی۔۔۔ اس جگہ ایک گڑھا ساتھ۔

”اس گڑھے کو دیکھ رہے ہو تم لوگ۔۔۔“ وہ کھوئے کھوئے انداز

بولے۔

”جج۔۔۔ جی ہاں۔۔۔“ آفتاب ہکلایا۔

”وکیا خیال ہے اس کے بارے میں۔۔۔“

”بب بس۔۔۔ یہ ایک گڑھا ہے۔۔۔“ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

”تو اس میں گھبرا نے کی کیا بات ہے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ کوئی بات ہے یا نہیں۔۔۔ میں تو ایجاداں کے انداز پر

گھبرا رہا ہوں۔۔۔ اب یہ اس گڑھے پر تحقیق کیے بغیر تو آگے بڑھیں

گے نہیں۔۔۔“

”کیا کہا۔۔۔ گڑھے پر تحقیق۔۔۔“ فرحت اور آصف ایک ساتھ

بولے۔

”ہاں گڑھے پر تحقیق۔۔۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ انکل کا مذاق اڑانے لگے۔۔۔“ آصف نے اسے

ٹھوکرا۔۔۔

”میں اور ایجاداں کا مذاق اڑاؤں گا۔۔۔ دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔“

آفتاب اس کی طرف الٹ پڑا۔

”تو پھر... بولنے سے پہلے سوچ تو لیا کرو۔“

”آفتاب غلط نہیں کہ رہا۔“ - اسکریٹ کامران مرزا مسکرائے۔

”لکھیں کیا مطلب؟“ آفتاب بھی جان رہ گیا۔

”تمہارا یہ خیال بالکل درست ہے آفتاب... میں دیکھنا ہوا۔“ آفتاب بھی جان رہ گیا۔ ”تمہارا یہ خیال بالکل درست ہے آفتاب... میں دیکھنا ہوا۔“ آفتاب بھی جان رہ گیا۔

”مم... میں تو واقعی مذاق کر رہا تھا۔“ آپ مجیدہ ہو گئے کی جھوٹکے محسوس کر چکا ہوں۔“

آفتاب اور بھی گھبرا گیا۔

”منور علی خان... ان تلواروں میں سے ایک تلوار نکالنا زر اورے غار سے۔“ - اسکریٹ کامران مرزا نے کہا۔

”عنی... نہیں... میرا قصور اتنا زیادہ نہیں ہے کہ آپ گر۔“

”ابھی تم دیکھ لو گے... یہاں زمین بست زم ہے... آخر کاش دیں۔“ - آفتاب لرز گیا۔

”فضل نہ بولو۔“ انہوں نے منہ بنایا۔

”تو آپ اپنا ارادہ نہیں بدلتیں گے۔“ - آفتاب بولا۔

”کون سا ارادہ... گردن کائے والا۔“ - منور علی خان پریشان

کر بولے۔

”ارے نہیں... گزھے پر تحقیق والا۔“

”چلنے پھر... کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا۔“ - آفتاب

لارپوائی کے عالم میں کہا۔

اور پھر منور علی خان نے ایک تلوار نکال کر انہیں دے دیا۔ ”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“ منور علی خان بولے اور انہوں نے

اگر گزھے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور تلوار سے اس جگہ کو کھو دنے کی
کوشش کرنے لگے۔

”تو ہم ایسا کیوں نہ کریں۔“ - آفتاب نے جلدی سے کہا۔

”لکھیں کیا کیوں نہ کریں۔“ - فرحت بولی۔

”اباجان گزھے پر تحقیق تکمیل کر لیں... ہم باقی کا غار دیکھ آتے ہوں کہ یہ گزھا یہاں کیوں ہے۔“

”مم... میں تو واقعی مذاق کر رہا تھا۔“ آپ مجیدہ ہو گئے کی جھوٹکے محسوس کر چکا ہوں۔“

”نہیں... سب یہیں ٹھہریں گے... یہ گزھا زیادہ اہم ہے۔“

”منور علی خان... ان تلواروں میں سے ایک تلوار نکالنا زر اورے غار سے۔“ - اسکریٹ کامران مرزا نے کہا۔

”عنی... نہیں... میرا قصور اتنا زیادہ نہیں ہے کہ آپ گر۔“

”ابھی تم دیکھ لو گے... یہاں زمین بست زم ہے... آخر کاش دیں۔“ - آفتاب لرز گیا۔

”کیوں؟“

”زمیں سے پوچھیں... ہمیں کیا معلوم۔“ - آفتاب بولا۔

”اچھا چپ رہو۔“ تم سے توبات کرنا فضول ہے۔“ - انہوں نے

ہماں منہ بنایا۔

”لااؤ کامران مرزا میں کھو دتا ہوں۔“

”چلنے پھر... کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا۔“ - آفتاب

جسے جاؤ۔“

بھی ایک تواریخیں۔

اب ان کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ آفتاب، فرحت اور بیب بات لگتی ہے۔

آصف کی آنکھیں حیرت سے پھینیے گئیں۔

”کمال ہے۔۔۔ یہ گڑھا تو بہت تیزی سے بڑا ہو رہا ہے۔۔۔“

”اور کمال یہ ہے کہ مٹی بھی نہیں نکالا چاہ رہی۔۔۔ مٹی پیچے کیا بلا کیں ہوں۔۔۔ کہیں کسی کی رو جیں وہ جیں نہ دفن ہوں۔۔۔“

کہیں گر رہی ہے۔۔۔“

”مکھ۔۔۔ کہیں یہ جادو کا گڑھا تو نہیں ہے۔۔۔“ آصف بولا۔

”وجھ۔۔۔ جادو کا گڑھا۔۔۔“ ان کے مت سے نکلا۔

”واقعی۔۔۔ تم اسے جادو کا گڑھا کہ سکتے ہو۔۔۔ انسپکٹر کامرن۔۔۔ یار کان نہ کھائی۔۔۔ تھانہ کافی گرا ہے۔۔۔ وہی لٹکا کا اتنا
برج گا۔۔۔ پہلے صرف میں اتروں گا۔۔۔“ مکارے۔۔۔

”شکریہ۔۔۔ یہ ہوئی نا بات۔۔۔“

اور پھر گڑھا اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں ایک آدمی اتر سکے۔۔۔ ”ہمارے پاس آکیجن کا چھوٹا سا بیک تو ہے ہی۔۔۔ چند منٹ تو
لیکن پیچے بالکل تاریکی تھی۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ثارچ کی روشنی کام آئی جائے گا۔۔۔ اور اگر آکیجن بالکل نہ ہوئی تو پھر اس گڑھے کو
ڈالکیا جائے گا۔۔۔ آکہ آکیجن اندر جا کے اور ہم اتر سکیں۔۔۔“ میں ماری اور اچھل پڑے۔۔۔

”غوغ۔۔۔ غوغ۔۔۔ غار میں تھا خانہ۔۔۔“

”غار میں تھا خانہ۔۔۔ ارے واہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو۔۔۔ آکیجن نہ ہوئی تو ہم نہیں اتریں
ہے۔۔۔ آفتاب اچھل پڑا۔۔۔“

”ہو سکتا ہو گا۔۔۔ ہم نے کوئی شکایا نہیں لے رکھا تاولوں کا گھر۔۔۔“

فرحت جلا اٹھی۔۔۔

”وللہ۔۔۔ لیکن کامران مرزا۔۔۔ غار میں تھا خانہ۔۔۔ یہ کس قدر“

”میں۔۔۔ اس تھا خانے میں اتروں گا۔۔۔“

”اپ مالک۔۔۔ اس خوفناک ارادے سے باز آ جائیں۔۔۔ ہا نہیں۔۔۔“

”اوہ کمال یہ ہے کہ مٹی بھی نہیں نکالا چاہ رہی۔۔۔ مٹی پیچے کیا بلا کیں ہوں۔۔۔ کہیں کسی کی رو جیں وہ جیں نہ دفن ہوں۔۔۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ رو جیں بھی وجہ ہوتی ہیں بھلا۔۔۔“

”پتا نہیں۔۔۔ یہ تو رو جیں ہی بتا سکیں گی۔۔۔“ آفتاب نے فوراً

کہا۔۔۔

”یار کان نہ کھائی۔۔۔ تھانہ کافی گرا ہے۔۔۔ وہی لٹکا کا اتنا“

برج گا۔۔۔ پہلے صرف میں اتروں گا۔۔۔“

”لیکن کامران مرزا۔۔۔ پیچے آکیجن نہیں ہوگی۔۔۔“

اور پھر گڑھا اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں ایک آدمی اتر سکے۔۔۔ ”ہمارے پاس آکیجن کا چھوٹا سا بیک تو ہے ہی۔۔۔ چند منٹ تو

لیکن پیچے بالکل تاریکی تھی۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ثارچ کی روشنی کام آئی جائے گا۔۔۔ اور اگر آکیجن بالکل نہ ہوئی تو پھر اس گڑھے کو

ڈالکیا جائے گا۔۔۔ آکہ آکیجن اندر جا کے اور ہم اتر سکیں۔۔۔“ میں ماری اور اچھل پڑے۔۔۔

”میں کچھ اور سمجھ لیں۔۔۔ آپ کہ یہ کہنے سے کہ اگر پیچے

”غار میں تھا خانہ۔۔۔ ارے واہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو۔۔۔ آکیجن نہ ہوئی تو“ آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔۔۔

”ہاں! تم سمجھے تھے کہ اگر آکیجن نہ ہوئی تو ہم نہیں اتریں
ہے۔۔۔ آفتاب اچھل پڑا۔۔۔“

”بالکل۔۔۔ یہی بات ہے۔۔۔“ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔
اندر مدد ہم سی روشنی نظر آئی۔ پھر آفتاب کی گھبرائی ہوئی آواز
شال دی۔

”مم... میں... میں“

”بُس... ڈر گئے... لاکیں انکل... میں اتر آ ہوں۔“ آصف۔ آواز ڈوب گئی۔ انہوں نے فوراً رسی اور کھینچنی شروع کی۔
”تیزی سے رسی اور کھینچنے لگے۔ ان پر گھبراہٹ بری طرح سوار ہو
آئے بڑے اترنے والے۔ میں اتروں گی۔“ فتحت نے فراہمی تھی۔ کیونکہ آفتاب بے ہوش ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس کے پاس
نیس کی تھیلی بھی تھی۔ لیکن شاید اسے گیس استعمال کرنے کی
کھلتی ہی نہیں ملی تھی۔

”مکالم ہے۔“ منور علی خان نہیں پڑے۔
”یہ دیسے ہی کام چور بنتا رہتا ہے۔ ہے نہیں۔“ اسپکٹر کامران ہوش تھا۔ سے غار کے فرش پر لٹا دیا گیا۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں
مردا ہے۔

اور پھر آفتاب کی کمر سے رسی پاندھی گئی۔ تاکہ وہ شیخے ہا۔ ”تحوڑا سا پاندھا منور علی۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا
بے ہوش ہو جائے تو اسے اور بھی کھینچا جا سکتے۔ رسی کا ایک سراہیں آزاد میں کہا۔

بھی لٹکا دیا گیا۔ اور دوسرا اسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان پکڑا۔ اس کے منہ پر پانی چڑکا گیا۔ تین منٹ کی کوشش کے بعد
پیٹھے گئے۔ پھر آفتاب رسی تھام کر نیچے اترنے لگا۔ وہ سر کرتا چلا گیا۔ میں آنکھ کھولی۔

کوئی ایک منٹ بعد اس کی آواز انہیں کسی کنوئیں سے آتی محسوس۔ ”کیوں... کیا حال ہے؟“
ہوئی۔ گونج دار۔

”میرے پیر نیچے لگ گئے ہیں اور اب میں ثارچ روشن کر۔“

”سب پہلے تم اترو۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔
”میں... میں... یعنی کہ میں۔“

”ہاں! تاکہ کچھ دیر تو تمہاری زبان سے نجات مل جائے۔“
”مگر یہ بات ہے تو میں اب نہیں بولوں گا۔“

”بُس... ڈر گئے... لاکیں انکل... میں اتر آ ہوں۔“ آصف۔ آواز ڈوب گئی۔ انہوں نے فوراً رسی اور کھینچنی شروع کی۔
”تیزی سے رسی اور کھینچنے لگے۔ ان پر گھبراہٹ بری طرح سوار ہو
آئے بڑے اترنے والے۔ میں اتروں گی۔“ فتحت نے فراہمی تھی۔ کیونکہ آفتاب بے ہوش ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس کے پاس
نیس کی تھیلی بھی تھی۔ لیکن شاید اسے گیس استعمال کرنے کی
کھلتی ہی نہیں ملی تھی۔

”زیادہ تکونہ والا۔ اب میں ہی اتروں گا۔“

”مکالم ہے۔“ منور علی خان نہیں پڑے۔
”یہ دیسے ہی کام چور بنتا رہتا ہے۔ ہے نہیں۔“ اسپکٹر کامران ہوش تھا۔ سے غار کے فرش پر لٹا دیا گیا۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں
مردا ہے۔

”وہاں کیا تھا؟“

”کہاں؟“ اس نے چونک کر پوچھا۔

”تھے خانے میں... غار کے تھے خانے میں۔“

”اوہنہ... وہاں نیچے... کیا آپ نے مجھے اور سمجھنے لیا؟“

”اور کیا کرتے... تم بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”ہاں! میرا دم گھٹ گیا تھا۔“

”لیکن تم نے آسکجن کا پاسپ کیوں نہ لگایا تھا۔“

”مجھے اتنی سہلت ہی نہیں ملی۔“

”کیا تم نیچے کچھ دیکھ سکے۔“

”ہاں! مجھے چورہ پندرہ تابوت ہیں۔“

”کیا کہاں... تابوت۔“ وہ چوکے۔

”جی ہاں۔“ اس نے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں... شاید

حد درجہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔

”اب مجھے اترنا پڑے گا۔“

”لیکن اس سے پہلے گڑھے کا سوراخ برا کیوں نہ کر لیں...“

”یہ کندی ہوا باہر نکل سکے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“

”عین اسی وقت انہوں نے ایک آواز سنی... انہیں اپنے

کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

○☆○

چٹ

اب وہاں صرف پھر نظر آ رہا تھا... پورا جنگل غائب ہو چکا تھا۔ ورخت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔

”تم لوگ اپنی آنکھوں سے بے دیہوں کا انجام دیکھ چکے... اب میرے پارے میں کیا خیال ہے۔“

”آپ اس شر کے ہی نہیں... پورے ملک کے حکمران بننے کے لائق ہیں۔“ کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

”قمال میں میں اس شر تک ہی رہنا چاہتا ہوں۔“

”بے چارکے... بے موت مارے گئے۔“ کسی نے افسوس ظاہر کیا۔

”ہاں! اگر وہ عیسائیت قبول کر لیتے تو ان کا انجام یہ نہ ہوتا۔“

بے بہ لوگ اپنے اپنے گھر کو جائیں... اپنا اپنا کام کریں... اور

تمیرا کروادیے جائیں گے... شر میں اس وقت جتنے بھی گرجے ہیں... الوار کو سب لوگ وہاں جمع ہوں گے... عیسائیت کی تعلیم دی جائیں

کرے گی وہاں۔”
”بہت بہتر ہمارے آقا۔“ کسی نے کہا۔
”یہ کون بولا تھا۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ گویا سب کو سانچہ سونگھ گیا تھا۔

”میں نے پوچھا ہے۔۔۔ یہ کون بولا تھا۔۔۔ ڈرنے کی ضرورت
نہیں۔“

”میں بولا تھا۔“ مجمع میں سے آواز سنائی دی۔

”بہت خوب۔۔۔ تمہارا جملہ پسند آیا۔۔۔ اب میں حقاً کہلوانا چاہیے کہ کراس نے اپنے ٹھلے میں لکھنے والی سونے کی زنجیر اتنا اور اس کی طرف اچھاں دی۔۔۔ لیکن زنجیر کسی اور کے ہاتھ لگی۔
”زنجدی مجھے دو۔۔۔ یہ انعام میرا ہے۔“

وہ لگے ایک دوسرے سے لٹنے جھگڑنے۔۔۔ جب جھگڑا بیٹھا پر فیسر نے جیخ کر کہا۔

”مسلمانوں کی طرح لڑ نہیں آپس میں۔۔۔ سے وقوف۔۔۔ کنزور جاؤ گے۔۔۔ اب تم مسلمان نہیں رہے۔۔۔ خداوند حالم کی مریانی۔۔۔ عیسائی ہو گئے ہو۔۔۔ خبردار۔۔۔ فوراً الگ الگ ہو جاؤ۔۔۔ ورنہ اس کے بھلی تم پر گرے گی اور تم بھیسم ہو جاؤ گے۔“

اس کی گونج دار آواز نے ان سب کو سما دیا۔۔۔ وہ الگ ہو۔

اور زنجیر اس آدمی کو دے دی گئی۔۔۔ یہ دیکھ کر وہ بولا۔
”یہ کیا ہے تم نے عیسائیوں والا کام۔۔۔ اب اپنے اپنے گھروں کو
جاوے۔۔۔ حکام میرے ساتھ گورنر ہاؤس تک چلیں گے۔۔۔ اب میں گورنر
ہاؤس میں رہوں گا۔“

”بہت جلد دوسرے شر بھی عیسائی ہونے والے ہیں۔۔۔ آسمان
پر اس وقت کھروں کی تعداد میں پھرتئے ہوئے ہیں۔۔۔ وہ مسلمانوں کو
سانس نہیں لینے دیں گے۔“

”گورنر ہاؤس پہنچ کر اس نے انتظامات کا جائزہ لیا۔۔۔ حکام کو
ہدایات دیں اور پھر انہیں رخصت کر دیا۔۔۔ اب گورنر ہاؤس میں اس کے
کوئی کوئی نہیں رہ گیا تھا۔۔۔ گورنر ہاؤس کے ملازمین ضرور تھے۔۔۔ وہ اپنے
کوئی کوئی نہیں تھے یا اپنی جگہ پر موجود تھے۔۔۔ وہ اندر ہوئی کرے میں آیا
اور اپنی اندر ہوئی جیب سے ایک طاقتور ٹرانسیسٹر نکال کر اسے آن کیا اور

”بیلو سر۔۔۔ نہ سروں بات کر رہا ہوں۔۔۔ پہلی کامیابی مبارک
ہو۔۔۔ اس شر پر اب میرے قبضہ ہے۔“

”گلڈ! چند دنوں کے اندر پورے علک میں عیسائیت کا راج ہو
گئے۔۔۔ کوئی ایک مسلمان بھی زندہ نہیں رہے گا۔۔۔ دوسرے شہروں میں
بھی گورنر پہنچ دیے گئے ہیں۔“

”بہت خوب سر۔۔۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے۔“

”بس راج کریں۔ عیش کریں۔ کوئی مسلمان نظر آئے تو اسے سول چڑھوا دیں۔ عیسائیت کا بولا بالا کریں اور احکامات کے منتظر رہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر احکامات مل جائیں گے۔“

”ہاں نمبروں... تم ٹھیک سمجھے۔“
”وہ بھی کہاں جائیں گے پنج کرو۔“

”ان کی تلاش جاری ہے۔ بت جلد ہم ان تک پہنچ جائیں نوٹوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ سونا جس قدر بھی ہے، وہ تمہارے گے۔ ایک بات اور۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے خوف کی وجہ سے قبضے میں ہونا چاہیے۔ یہ تم جانو۔ کہ سونے پر کس طرح قبضہ کریں گا۔ اندر سے وہ بھی تک مسلمان ہوں ہے۔“

”آپ فکرنا کریں۔ یہ تو میرے بے دام غلام بن چکے ہیں۔ کہے کی جرات نہ رہے۔“
ایک پتھران کے سروں پر آجائے تو یہ اپنے کپڑے تک اتار کر میرے ”میں مجھ سویرے یہ کام شروع کراؤں گا۔ آپ فکرنا حوالے کر دیں گے۔ آپ تو سونے کی بات کر رہے ہیں۔“

”بس ٹھیک ہے۔ جلد از جلد سونا ان سے لے لو۔ ہر شرکا سونا وصول کیا جائے گا ان سے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”اور ہالہور پر ایسے عیسائیوں کچھ۔ جو گھروں میں جا کر یہ ظاہر کریں کہ وہ تو شوکی برادر زندہ تو نہیں ہے۔“
”نمیں سو۔ انہیں درختوں سے بندھوا دیا تھا کہ ان کے پنج اسلوں پر اسی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی امکان نہ رہے۔ چلے تھے اپنی مسلمانی دکھانے۔“

”ایکی دو پارٹیاں رہتی ہیں۔ ان کا جب تک کانٹا نہیں نکل جاتا۔ اس وقت تک ہم سکون کا سائز نہیں لے سکتے۔“ دوسری ”باکل نوکی۔“ اصلی عیسائیوں کو رات کے وقت ہی اپنے پاس طرف سے کہا گیا۔ ”اکہ ٹھیک سویرے کام شروع کریں۔ یہ دریغ ان لوگوں کا

الدین ایوب کی فتوحات کا انتقام لینا ہے اب ان سے۔

خون بھاؤ... یہ ایک دم سیدھے ہو جائیں گے... ہمیں سلطان ملائیں گے... ان لوگوں کو میدان کے درمیان لایا گیا... پھر پروفیر المان نے افغان کیا۔

”آپ لوگ جانتے ہیں... ان لوگوں کو زنجروں سے باندھ کر یہاں تک کیوں لایا گیا... نہیں... آپ نہیں جانتے... تو پھر سنیں...“

کل آپ سب لوگوں نے بھرے بھجتے میں عیسائیت قبول کر لی تھی... اب اس نے گروں کو باری باری فون کرتا شروع کیا... انہیں نہیں نے قبول نہیں کی تھی ان پر پھر آگرا تھا اور وہ اس کے نیچے پہنچ گئے... پروفیر المان نے انہیں ہدایات دیں... ہدایات اچھی طرف میں اسلام کے جراحتیں نہیں رہ جائیں گے... لیکن میں نے سمجھائی... اور صبح ہونے سے پہلے ہی... شر میں پھیل جائے کے... سوچا... کچھ پاگل بھی ہوتے ہیں... کہیں ان میں سے کچھ پاگل نہ ہوں... چنانچہ... جاسوی کروائی گئی اور ان لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے کہا۔

دن نکلنے سے پہلے یہ لوگ شر کے کونے میں پھیل گئے... پھر گیا... لذا اب ان لوگوں کو کل والی سزا دی جائے گی... یا پھر اور جہاں کہیں اذان کی آواز سنائی دی... یا نماز پڑھتے ہوئے لوگوں اپس سب مل کر ان پر پھر بر سانا شروع کر دیں... اس میدان میں ایک طرف سے شمار پھر پڑھتے ہیں... انہیں پھر مارنا شروع کر دیو... اگر تم یہ پایا گیا... ان کے گھروں کے نمبر وغیرہ توٹ کرتے چلے گئے... پھر طرف سے شمار پھر پڑھتے ہیں... انہیں پھر مارنا شروع کر دیو... اگر تم یہ رپورٹ پروفیر المان کو دی گئی... اس نے ان لوگوں کی گرفتاری کا کام نہیں کروئے تو پھر آسمان سے پھر بر سیں گے اور تم سب ان کی دے دیا... پولیس ان کے گھروں تک پہنچ گئی... انہیں گرفتار کر لپیٹ میں آجائے گئے... میں... نہیں... ان چند لوگوں کی وجہ سے ہم سب کیوں گیا... دوپہر کے وقت... پروفیر المان کی طرف سے ہونے والا اندازہ مارے جائیں“... لوگ چلائے۔

جب سب میدان میں جمع ہو گئے تو... گرفتار شدگان کو گیا... یہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے... انہیں زنجروں سے جکڑا۔ لات۔

اور ان بے چاروں پر چاروں طرف سے پتھر رہنے لگے.... ان کی چیزوں نے آسمان سر پر اٹھایا..... اور پھر ان کی چیزیں ست ہوتی چلی گئیں.... مجمع ہٹا تو وہاں خون ہی خون تھا.... اس منظر کو دیکھ کر بہت سے لوگ خون کے آنسو رو دیے.... کچھ ایسے تھے جو خوف کی وجہ سے آنسو بھی نہ بھا سکے.... پروفیسر المان اور اس کے ساتھی البتہ اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے.... تالیاں بجاتے رہے.... بہاں تک کہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔

گورنر ہاؤس میں پہنچ کر پروفیسر نے پھر زانسیٹر پر راجہ قائم کیا اور حالیہ کارروائی آکر سنائی.... دوسری طرف سے بھی خوش کاظمی کیا گیا.... لیکن ساتھ ہی کہا گیا۔

”ابھی ان میں ان گنت لوگ ایسے ہیں.... جو اسلام کو چھپائے والے لڑک کر مڑا.... گورنر ہاؤس کا ایک ملازم کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ ہوئے ہوں گے.... ان کا کھوج لگاتے رہنا اور جو بھی ایسا ملے.... اسے فورا ختم کروادیتا۔ ورنہ یہ لوگ چنگاریوں کی طرح اگل سلسلاتے رہیں گے اور ایک دن پھر سے ہمارے مقابلے پر آ جائیں گے۔“

”لیکن کیسے سر... اب اپر سے برلنے والے پتھران لوگوں کو کہاں اور ہراو ہونے دیں گے۔“

”ہاں یہ تو ہے.... لیکن ہمیں پھر بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔“

”آپ فکر نہ کریں.... یہ یوں سچ کے بارے میں کیا خبر ہے۔“

”وہ آچکے ہیں.... اور یہ ان کی آمد ہی کی وجہ سے مسلمان شہروں پر پتھر بر سر رہے ہیں.... بس یوں سمجھ لو۔ مسلمانوں کے لیے قیامت کی گھڑیاں شروع ہو چکی ہیں۔“

”یہ سن کے بے پناہ خوشی ہو رہی ہے۔“

”ابھی اور ہو گی.... خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔“

”ان دو پارٹیوں کا پتا چلا۔ جن کے بارے میں آپ سب کلمہ میں ہیں۔“

”نہیں ابھی نہیں.... لیکن بہت جلد سراغ مل جائے گا۔ مگر کی ضرورت نہیں.... اور کے۔“

اور سلسلہ بند ہو گیا۔ عین اسی وقت ایک کھلا ہوا.... پروفیسر

لارڈ کر مڑا.... گورنر ہاؤس کا ایک ملازم کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ کیا بات ہے.... تم اندر کیوں آئے.... میں نے تو نہیں بلایا تھا تھیں۔“

”جی.... کھٹک تو بھی تھی میرے کمرے میں۔“

”نہیں.... میں فکھنی نہیں بھائی.... جاؤ.... اپنا کام کرو۔“

ان نے چلا کر کہا۔

اور ملازم فورا باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر خوف اور ایشت کے آثار تھے.... ان نے اپنے کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا اور لگا کا نپنے۔

”میں بال پال بچا ہوں... اگر کسیں اسے معلوم ہو جاتا کہ میں نے ساری گفتگو سن لی ہے... تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا ہے لیکن اب میں کیا کروں... کیسے بتاؤں کہ یہ سب مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہوں؟“

”اچھا... لیکن... ذرا دھیان سے... آج کل حالات بہت رات شر سے نکل کر تو جا سکتا ہوں... لیکن میر کمال جاؤں گا... اب توبہ کام ہر شر میں شروع ہو جائے گا... حفظ مالکیت اسلام کا محافظ تھا جلد اپنے مذہب سے پھر جاؤ گے... تم تو مذہب پر بہت مضبوطی ہی ہے... مسلمانوں کی مدد کرنا... یوں لگتا ہے جیسے مسلمانوں پر یہ سے کاربند تھے... اور دوسروں کو مذہب سکھاتے پھرتے تھے... پھر اب وقت آچکا ہے... بہر حال اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اپنے دین تھیں کیا ہو گیا ہے...“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے... آدھے سے زیادہ شرنے وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا... اور دبے پاؤں اپنے کوارٹر کے دروازے تک آیا۔ جھری میں باہر جھانکا... لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔“

”یہ کیسے مسلمان ہیں... انہیں تو بھرے ٹھیکے میں اعلان کرنا چاہیے تھا کہ اسلام سے نہیں پھریں گے، چاہے جان کیوں نہ چل طرف بڑھا... پچھلی طرف بھی ایک دروازہ تھا... اور ہنگامی حالات کے تحت بنایا گیا تھا، لیکن اس طرف ایک دریان بھی ہر وقت جائے۔“

”ہاں! اس کی حرست مجھے بھی ہے... اور شوکی بردارز، پروفیسر نالب اور ان کے ساتھ جان دینے والوں پر غیر ہے... کاش! مجھے میں بھی اتنی جرات ہوتی“۔ دریان بولا پھر چونک کراس نے کہا۔

”اوہ! مجھے تو اندر جانا چاہیے... کہیں وہ حضرت ناراض نہ

”اوہ عبد اللہ... کیا بات ہے... خیر تو ہے۔“

”آقا نے تمہیں بلایا ہے... اتنی دیر کے لیے میں یہاں کھڑا ہوتا

ہے... یہاں اب کون رہ گیا ہے سنتے والا... ارے ہاں میں راتوں

”اچھا... لیکن... ذرا دھیان سے... آج کل حالات بہت رات شر سے نکل کر تو جا سکتا ہوں... لیکن میر کمال جاؤں گا... اب

تو یہ کام ہر شر میں شروع ہو جائے گا... حفظ مالکیت اسلام کا محافظ تھا جلد اپنے مذہب سے پھر جاؤ گے... تم تو مذہب پر بہت مضبوطی ہی ہے... مسلمانوں کی مدد کرنا... یوں لگتا ہے جیسے مسلمانوں پر یہ

ہر شر میں شروع ہو جائے گا...“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے... آدھے سے زیادہ شرنے وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا... اور دبے پاؤں اپنے کوارٹر کے دروازے تک آیا۔ جھری میں باہر جھانکا... لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“
”اوہ... تبت... تو کیا تم ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”اوہ! مجھے تو اندر جانا چاہیے... کہیں وہ حضرت ناراض نہ

ہو جائیں۔

”ٹھہرو حامد... میں نے جھوٹ کہا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکا۔

اب عبداللہ نے اسے ساری بات سنائی... حامد کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”اف مالک... کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“

”ہماری عقولوں میں یہ بات نہیں آ سکتی کہ ایسا کیوں نکر ہو رہے... اور کیوں نکر ہو سکتا ہے... لیکن ہم کسی خاص آدمی کو یہ سب باتیں بتاسکتے ہیں۔“

”اوہ ہا! یہ بہت ضروری ہے... پھر تم کے بتانے کا ارادہ نہیں رکھتے ہو۔“

”بہی مجھ سے یہ نہ پوچھو اور مجھے نکل جانے دو۔“

”اس بارے میں مجھ سے پوچھ چکھ ہوئی تو میں کیا جواب دوں گا۔“

”تو پھر تم بھی میرے ساتھ چلو... اب یہاں رک کر کیا کرنا۔“

”لیکن... یہاں رہنے کا ایک قائدہ بھی ہے... میں یہاں کی خبریں تو اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکوں گا۔“ حامد بولा۔

”بات یہ بھی معقول ہے... خیر... اس کی ترکیب یوں ہے کہ میں رہوں... ایک گھنٹے تک انتظار کرو... ایک گھنٹے میں نہ جانے میں اب یاد فرمائے ہیں۔“

کہاں کا کہاں نکل جاؤں گا... اس کے بعد تم اندر جانا اور پوچھنا... ہاں

مریض کیا حکم ہے.... وہ حیران ہو کر کے گا... کیا حکم... تو تم بتانا کہ

میں تمہارے پاس آیا تھا اور آپ کا پیغام دیا تھا... اس طرح میری

ٹالش شروع ہو جائے گی اور تم پر کوئی مشکل نہیں آئے گی۔“

”ترکیب زوردار ہے... پسند آئی... میں اس پر عمل کروں گا۔“

”اچھا تو پھر اللہ حافظ۔“ عبداللہ نے کہا۔

”اچھا شکریہ... تم مجھے یہی شہ یاد رہو گے۔“ حامد نے کہا۔

”تم اگر کوئی خاص اطلاع دینا چاہو... تو ان نمبروں پر دے سکتے

ہوئے نمبر نوٹ کر لو۔“ میں نے کافی پہلے اپنی نوٹ بک میں لکھا تھا یہ

۔۔۔

”اوہ اچھا۔“ اس نے جلدی جلدی کاغذ پر نمبر لکھا اور جیب میں

رکھ لیا۔

اس کے جانے کے ایک گھنٹے بعد حامد وہاں سے اندر گیا... اس

لے پر دفتر المان سے دروازے پر دستک دی... اندر سے فوراً کہا گیا۔

”کون؟“

”سری یہ میں ہوں...“ پہلے دروازے والہ دربان۔“

”کیا بات ہے؟“

”سر... وہ عبداللہ آیا تھا میرے پاس... اس نے بتایا تھا کہ

میں رہوں... ایک گھنٹے تک انتظار کرو... ایک گھنٹے میں نہ جانے میں اب یاد فرمائے ہیں۔“

”کیا کہا۔ عبد اللہ نے یہ کہا تھا۔ کہ میں تمہیں یاد کر رہا ہوں لے ہنس کر کہا پھر فون کی طرف مڑ گیا۔
”بھجے اجازت ہے سر۔“ ہوں۔“

”ہاں! تم دروازے پر جاؤ۔“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

حامد دل ہی دل میں مسکراتا ہوا دروازے کی طرف جانے کے اندر بچ گیا۔

”ایک منٹ ٹھہرو۔“ پروفیسر المان نے چونک کر کہا۔
”لیں سر۔“

”تم مسکراتے تھے۔“ اس نے کہا۔

”بھی نہیں تو... بھلا میں کس بات پر مسکرا یا ہوں گا۔“

”میں نے بت ابھی طرح محسوس کیا ہے کہ تم مسکراتے ہو سکتا ہے تم دل ہی دل میں مسکراتے ہو۔“ لیکن تم نہیں شروع کر دیا۔ کافی دیر بعد واپس جا کر اس نے کہا۔

”میں ہر طرف تلاش کر چکا ہوں۔ لیکن سراس کا کہیں ہا از جاتی ہیں۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ارے ہاں... بھجے ایک لطفہ یاد آ

”تب وہ فرار ہو گیا۔ تمہیں دھوکا دے کر۔ میں اس کی گیا تھا۔ میں اس پر دل ہی دل میں مسکرا یا تھا۔“

”بت خوب! تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔“

”ہاں! ایسی بات ہے۔“

”اوھر آؤ۔ کیا نام ہے تمہارا۔“

”بھی۔ میں حامد ہوں۔“

”او کے سرا۔“ اس نے کہا اور واپس مڑا۔ دروازے تک گیا۔
اور واپس لوٹ آیا۔

”سر وہ دروازے پر نہیں ہے۔ ہا نہیں کہاں چلا گیا ہے۔“
ام نے گھبرا کر کہا۔

”جاوے... جاوے دیکھو۔ جلدی کرو۔“ پروفیسر نے گھبرا کر کہا۔
حامد واپس چلا گیا۔ اس نے نمائش کے طور اوھر ادھر دیکھا جانتے۔ یعنی آنکھیں کس قدر طاقتور ہیں۔ یہ دل کی گمراہیوں میں

”جاوے... جاوے دیکھو۔ جلدی کرو۔“ پروفیسر نے گھبرا کر کہا۔
حامد واپس چلا گیا۔ اس نے نمائش کے طور اوھر ادھر دیکھا جانتے۔ یعنی آنکھیں کس قدر طاقتور ہیں۔ یہ دل کی گمراہیوں میں

”میں ہر طرف تلاش کر چکا ہوں۔ لیکن سراس کا کہیں ہا از جاتی ہیں۔“

”تب وہ فرار ہو گیا۔ تمہیں دھوکا دے کر۔ میں اس کی گیا تھا۔ میں اس پر دل ہی دل میں مسکرا یا تھا۔“

”تلاش میں ابھی پولیس کو دوڑاتا ہوں۔ تو چ کر کہاں جائے گا۔“ میرا ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اس قدر لمبے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

”لیکن سر... اسے بھلا فرار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔“

”سلام کے کچھ جراشیم اس میں باقی رہ گئے ہوں گے۔“ اس

”تم پچھلے دروازے پر ڈیوٹی دیتے ہو۔“

”جی ہاں۔“ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

”خوب.... اوہر میری طرف دیکھو۔“

اس نے جو نہی پروفیسر کی.... آنکھوں میں دیکھا، ساکت رہ گیا۔
اسے یوں لگا جیسے کوئی بہت بڑی طاقت اسے پروفیسر کی طرف کھینچ
لے جا رہی ہو.... پھر اسے نیند آتے گلی.... اس کو آنکھیں بند ہوں
گیں.... اس نے پروفیسر کی آواز سنی۔

”تم کھڑے کھڑے سورہے ہو۔ تم کھڑے رہو گے۔ گروگا
نہیں.... اور میرے سوالات کے جوابات دو گے.... دو گے نا۔“

”جی.... دوں گا۔“

”عبداللہ کمال گیا ہے؟“

”وہ دو گھنٹے پہلے کہیں چلا گیا ہے۔“

”کمال چلا گیا ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“ اس نے کہا۔

”اس نے بتایا تھا کہ اسلام کی خلاف ایک بہت خوفناک سازش
کی گئی ہے.... اور مسلمانوں پر برا وقت کرنے والا ہے.... لہذا وہ اس
وقت سے پہلے ہی اس شر سے جانا چاہتا ہے۔“

”اور تم نے اسے جانے دیا.... روکا نہیں۔“

”نہیں!“ اس کے ہونٹ ہلے۔

”کیوں نہیں روکا کیا تم بھی ابھی تک اندر سے مسلمان ہو؟“

”ہاں! میں مسلمان ہوں.... عیسائی نہیں ہوا۔“

”اس نے جاتے وقت تمہیں کچھ دیا تو نہیں تھا۔“

”صرف ایک فون نمبر۔“

”کیوں.... کس لیے؟“

”اگر مجھے کوئی بات معلوم ہو تو اس نمبر پر فون کر سکوں۔“

”اس کا مطلب ہے.... عبد اللہ اس نمبر پر مل سکے گا۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم۔“

”وہ نمبر مجھے دو۔“

اس کا ہاتھ مشینی انداز میں جیب میں گیا اور چٹ نکال کر پروفیسر
کی طرف برسا دی.... دوسرے لمحے پروفیسر ایک چینچ کے نبرڈاں کی کرنے
لگا۔



آدمیوں کی لاشوں کو آخر یہی لوگ اٹھا کر جنگل میں پھینک کر آئے ہیں۔

”ہوں! گویا اب یہاں پر بس کے گیارہ وفادر موجود ہیں۔“

”یہاں تو وفادرلوں کی پوری فوج جمع کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس طلاق سے کلاشن کو نیس تائنس کا جو آئندہ بس نے دیا ہے۔ وہ لا جواب ہے۔ تم لوگ بالکل بے بس ہو۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔“

”بس آخر ہمیں بے بس کیوں کرنا چاہتا ہے۔“

”یہ بس جانے۔ ہم ان کی باشی نہیں سمجھتے۔ ہم تو صرف حکم کی تعمیل کرنا جانتے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا تھا کہ بیگم جمشید کو اوپر دیکھا۔ وہاں اب پھر دس کلاشن کو نیس نظر آ رہی تھیں۔“
”کیا ہم اتنی دیر بے ہوش رہے ہیں کہ دس اور آدمی یہ استاد اغوا کر لاؤ۔ ہم اغوا کر لائے۔ یہاں بھی وہ جو حکم دیتا رہا ہے۔ ہم شر سے لے آیا ہے۔“

”چھا تم اپنا کام کر دو۔ ہم اپنا کام کرنا چاہتے ہیں اب۔“ اسپکٹر جمشید نے جھاکر کہا۔

”اپنا کام۔“ بندھی ہوئی حالت میں تم لوگ بھلا اپنا کون سا کام کر دے گے۔“

”ہم ہر حالت میں اپنا کام کرتے رہنے کے عادی ہیں۔ اور اس وقت ہم اپنا کام یہ کریں گے کہ آپس میں باقیں کریں گے۔“

”ضرور کر دو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اگر میں چاہوں تو تم باقیں بھی نہ کر سکو۔“

چال کا علم

انہیں ہوش آیا تو وہ پانچوں اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ فرش پر سفوں کی ڈن نظر آ رہی تھی۔ لیکن اب وہ خالی سفوں تھا، اس میں رچی گیس اب اپنا اٹر دکھا کر رخصت ہو چکی تھی۔ انہوں نے ”کیا ہم اتنی دیر بے ہوش رہے ہیں کہ دس اور آدمی یہ استاد شر سے لے آیا ہے۔“

”ہاں اسپکٹر صاحب! آپ نے ذرست اندازہ لگایا۔“ اور پر سے استاد کی بیوی خواجہ آواز سنائی دی۔

”اور یہ دس آدمی تم کہاں سے لے آئے؟“
”جس تختواہ پر بس آدمیوں کو ملازم رکھتا ہے۔ اس پر تو ایک اشارے سے آدمی مل جاتے ہیں۔“

”لیکن ان کی وفادریاں پختہ نہیں ہوتیں۔“
”تم انہیں اپنی طرف تبدیل کر کے دکھا دو۔ مان جاؤں گا۔“
”کیونکہ میں بھی انہیں یہاں ہونے والا سارا واقعہ سنا چکا ہوں۔ دس

”باتیں بھی نہ کر سکیں... وہ کیسے؟“

”تمارے ہونٹوں پر شیپ چپا سکتا ہوں“۔

”تم یہ بھی کر کے دیکھ لو... ہم پھر بھی باتیں کر سکتے ہیں۔“

”پھر کیسے باتیں کر سکو گے“۔ اسلام نے جیران ہو کر کہا۔

”یہ ہمارا کام ہے... ہم کیوں بتائیں؟“

”نہیں میں شیپ نہیں چپا دوں گا... ایک تو اس لیے کہ ایسا ترکیب نہیں کرنے کا حکم باتیں دیا نہیں اور دوسرے اس لیے کہ تمہاری باتیں سن کر ہم بھی ذرا لطف انداز ہوتے رہیں گے۔“

”ضرور! کیوں نہیں؟“۔ وہ مسکرانے اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کا دلگشاہی میں طرف مڑے۔

”بس اب اوپر نہ دیکھو... گرونیں تھک جائیں گی اوپر دیکھنے لایاں دیکھتے... آپس میں باتیں کریں... انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔“

”شکریہ اباجان! آپ نے ہمیں گپ شپ لگانے کی اجازت دی۔“۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

”ہائیں! یہ اجازت کب دی میں نے؟“۔ ان کے لمحے میں حیرت تھی۔

”تو کیا باتیں کرنے کی اجازت دی ہے؟“

”کچھ کام کی باتیں“۔ وہ بولے۔

”آپ دیکھ رہے ہیں.... کام کی باتیں ان حالات میں کیسے کی؟“

”لئیں ہیں۔“

”بھی بالکل کی جاسکتی ہیں.... فرزانہ تم بتاؤ۔“ اب ہم کون سی

”ترکیب اختیار کریں۔“

”ترکیب نمبر ۲۸۔“

”ترکیب نمبر ۲۸ سے ایک دم ۲۸ پر جا پہنچیں.... درمیانی ساری
نہیں میں شیپ نہیں چپا دوں گا... ایک تو اس لیے کہ ایسا ترکیب نہیں کرنے کا حکم باتیں دیا نہیں اور دوسرے اس لیے کہ تمہاری باتیں سن کر ہم بھی ذرا لطف انداز ہوتے رہیں گے۔“

”مطلب یہ کہ ہر موقع کے لیے الگ ترکیب ہوتی ہے تمہارے
”ضرور! کیوں نہیں؟“۔ وہ مسکرانے اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کا دلگشاہی میں طرف مڑے۔

”دماغ نہ ہوایں... ترکیوں کا اشک ہو گیا۔“۔ فاروق نے منہ

”ہاں ہو گیا... تو پھر... تم چھین لو اس شاک کو۔“

”میرے دماغ میں تو اتنی جگہ نہیں۔“۔ فاروق نے منہ بنایا۔

”ہاں! اس نہیں تو بھوسہ بھرا ہوا ہے۔“

”تم نے دیکھا تھا فرزانہ۔“۔ محمود کے لمحے میں حیرت تھی۔

”نہیں! اندازہ ہو جائے گا۔“

”اور میرے دماغ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”اس میں ذرا کم بھوسا ہے۔“۔ فرزانہ مسکرانی۔

”لو محمود... تمہارے دماغ میں بھی بھوسا بھرا ہوا ہے.... اب تم

کیا کرو گے۔

”میں فرزانہ کو سمجھنی کا ناج نچاؤں گا۔ اسے اپنے الفاظ والیں لینا پڑیں گے۔“

”بہت دیکھے ہیں۔۔۔ الفاظ والیں کرنے والے۔۔۔ میں نہیں لے سکتی اپنے الفاظ والیں۔“

”اور میں کہتا ہوں۔۔۔ تمہیں الفاظ والیں لئئے پڑیں گے۔۔۔ محمود نے جلا کر کہا۔

”لڑو نہیں۔۔۔ تم دونوں جتنے جی میں آتا ہے۔۔۔ الفاظ مجھے سے ماروں گا۔۔۔“

”پاگل ہوئے ہو۔۔۔ ہم اور بات کر رہے ہیں۔“

”اوہ! پھر تو نھیک ہے۔۔۔“ فاروق نے مطمئن ہو کر کہا۔

”کیا نھیک ہے۔۔۔“

”اگر تم اور بات کر رہے ہو تو پھر نھیک ہے۔۔۔ کرتے رہو۔۔۔ مجھے کیا۔۔۔ مجھے پاگل کہتے نے کاٹا ہے کہ تمہیں الفاظ والیں نہ پھریو۔۔۔ لینا کسی کا۔۔۔ دینا کسی کا۔۔۔ میں درمیان میں بلا وجہ پھٹنے ہوں۔۔۔“

بندھے ہونے کی وجہ سے کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔

”دماغ تمہارے چل گیا ہے۔۔۔ بندھے ہونے کی صورت۔۔۔“

میں بھلا یہ سمجھ طرح چل سکتا ہے۔۔۔“ فاروق نے جلا کر کہا۔

”جس طرح میرا چل سکتا ہے۔۔۔“ محمود سکرا یا۔۔۔

”اب تم سے کون مغز مرے۔۔۔“

”یہاں تم ہی ایسے نظر آتے ہو۔۔۔“ فرزانہ نے فوراً کہا۔

”کیا نظر آتا ہوں میں؟“ فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

”مغز مارنے کے قاتل۔۔۔“

”اے زبان سنبھال کر۔۔۔ ورنہ میں یہ کرسی اٹھا کر تم پر دے

”۔۔۔“

”خود تو اس نہ نہیں سکتے۔۔۔ اور کرسی اٹھا کر دے مارو گے۔۔۔ دماغ

”۔۔۔“

”راقص چل گیا ہے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ تو پھر یہ لو۔۔۔ تم بھی کیا یا کرو گی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی فاروق کرسی سمیت اٹھا اور اس نے اپنی

کرسی فرزانہ کی کرسی پر دے ماری۔۔۔ فرزانہ کی کرسی اپنی جگہ سے کچھ

برک گئی۔۔۔ اسے کافی زور دار وھکا لگا تھا۔۔۔ لیکن وہ الٹی نہیں۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔ یہاں تو آرام سے بیٹھو۔۔۔ کیا یہاں

سے بھی نکلواؤ گے۔۔۔“ فرزانہ نے بھٹا کر کہا۔

”مارے ہاں! واقعی۔۔۔ بب۔۔۔ باپ رے۔“ اس نے گھبرا کر

کہا۔۔۔

”اگر تم تینوں آرام سے نہ بیٹھے تو تمہیں ایک ایک لگا دوں

گا۔۔۔ انپکٹر جمیڈ غربے۔۔۔
”کس طرح لگادیں۔۔۔ زراہم بھی تو دیکھیں۔۔۔“
”اس طرح۔۔۔“

یہ کہ کر انپکٹر جمیڈ کری سمیت اٹھے اور اپنی کرسی کو محمود کی پہنچ ان الفاظ کے ساتھ وہ فرزانہ سے نکلا گئے۔
کرسی سے نور سے نکلایا۔۔۔ محمود کی کرسی اٹھ گئی۔۔۔
”ارے ارے۔۔۔ آپ پر تو واقعی دورہ پڑ گیا ہے۔۔۔ اب کسی
اکل سے بھی نہ نکلا جائیے گا۔۔۔ برا مان جائیں گے۔۔۔“
”ارے باپ رے۔۔۔ آپ نے تو کرسی کو الٹ ہی دیا۔۔۔ اس قدر زور سے پہنچ کی کیا ضرورت تھی۔۔۔“

”یہ تم کوئی چال چلنے کی کوشش کر رہے ہو شاید۔۔۔ ہم کرسی سیدھی کرنے نہیں آئیں گے اب خود ہی سیدھے ہوتے رہو۔۔۔ اور ہم سے استاد نے کہا۔۔۔“

”نہیں استاد۔۔۔ آپ رحمت نہ کریں۔۔۔ یہ ہمارا کام ہے۔۔۔ ہم خود کر لیں گے۔۔۔“ فاروق نے کہا۔۔۔
”کیا کرو گے تم خود۔۔۔“ انپکٹر جمیڈ بولے۔۔۔

”محمود کو سیدھا کرنے کا کام۔۔۔“
”وہ خود اٹھ جائے گا۔۔۔ تم اپنی فکر کرو۔۔۔“
”میری کرسی تو پہلے ہی سیدھی ہے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ تو پھر یہ لو۔۔۔“ انپکٹر جمیڈ نے کہا اور اپنی کرسی سے بھی نکلا دی۔۔۔ فاروق کی کرسی بھی الٹ گئی۔۔۔

”ارے ارے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ آپ نے تو مجھے بھی

اک دیا ہے۔۔۔ کہیں آپ پر کریں ایسا نہیں پڑ گیا۔۔۔“
فرزانہ نے بڑی طرح گھبرائے ہوئے لجھے میں کہا۔۔۔

”ہاں! پڑ گیا ہے دورہ۔۔۔ اور آپ یہ دورہ رکنے کا نام نہیں لے

یہ کہ کر انپکٹر جمیڈ کری سمیت اٹھے اور اپنی کرسی کو محمود کی پہنچ ان الفاظ کے ساتھ وہ فرزانہ سے نکلا گئے۔۔۔
کرسی سے نور سے نکلایا۔۔۔ محمود کی کرسی اٹھ گئی۔۔۔

”ارے باپ رے۔۔۔ آپ نے تو کرسی کو الٹ ہی دیا۔۔۔ اس اکل سے بھی نہ نکلا جائیے گا۔۔۔ برا مان جائیں گے۔۔۔“
”مک۔۔۔ کیوں۔۔۔ میں۔۔۔ اور برا مان جاؤں گا۔۔۔ نہیں بالکل

”یہ تم کوئی چال چلنے کی کوشش کر رہے ہو شاید۔۔۔ ہم کرسی سے اٹھنے کے لئے کوئی سبب نہیں۔۔۔“

”ویری گذ خان رحمان۔۔۔ دوست ہو تو تم جیسا۔۔۔ یہ تو پھر دوستی سے استاد نے کہا۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انپکٹر جمیڈ نے اپنی کرسی بھی ان سے نکلا دی۔۔۔ وہ بھی الٹ گئے۔۔۔ اب وہ سب سیدھے ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔ اس طرح کریں اخوب مل رہی تھیں۔۔۔“

”یہ ناصلانی ہے ابا جان۔۔۔“ ایسے میں فاروق نے جھلا کر کہا۔۔۔

”ناصلانی۔۔۔ وہ بہاں کہاں سے آگئی۔۔۔ اس کی یہ جرات۔۔۔“
انپکٹر جمیڈ نے سے لال پنچھی ہوتے نظر آئے۔۔۔

”ہائی ہائی۔۔۔ آپ کا۔۔۔ آپ کی طبیعت تو نمیک ہے۔۔۔“ بیگم جمیڈ نے بوکھلا کر کہا۔۔۔

”جملہ کیوں بدلا دیں۔۔۔ یہی کہنے جا رہی تھیں تاکہ کہیں میرا داعش تو

نہیں چل گیا۔

دونہیں... نہیں... میں یہ جملہ کس طرح کہ سکتی ہوں۔“ - فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں تو تم کس نافضی کی بات کر رہے تھے... انصاف کے“ یا تم تو بال کی کھال اتارنے لگے۔“

”ان حالات میں اور کچھ ہے بھی تو نہیں بال اتارنے کے مجھے۔“ اسپکٹر جشید نے بھنا کر کہا۔

”آپ نے باقی سب کو تو اندا دیا ہے... امی جان کو پوچھا تک دیا۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”بال نہیں کھال“ - اسپکٹر جشید نے آنکھیں نکالیں... اور ایک نہیں۔“

”بھی ان کی ذرا طبیعت خراب ہے۔“ وہ مسکلتے۔ اور کلارنس کو رسید کر دی۔

”تو کیا ہوا۔“ کیا خبر کری اللہ سے طبیعت تھیک ہو جائے۔“

”کیا کہا۔“ کری اللہ سے طبیعت تھیک ہو جائے گی... نہیں بھنا اٹھا۔

”اُن اباجان! آپ نے تو انجیر پھر ہلا کر رکھ دیے ہیں۔“ بھی... میرا مطلب ہے... اس طرح طبیعت اور خراب ہو جائے گی۔

”کس کے... تمہارے یا کری کے۔“ فرزانہ نہیں۔ ان کی۔“

”دو ہوں کے۔“ اس نے منہ بنا لیا۔

عین اسی وقت اور ڈائیسٹری پر اشارہ موصول ہوا۔ شاید بس کو

فیکل اکٹر استاد سے زیادہ تھی۔

”لیکن میں کسر ضرور پوری کروں گا... ان کے حصے کی لگ۔“ لیں سر۔ - استاد کی آواز سنائی دی۔

تمہیں رسید کرتا ہوں۔“ وہ بولے۔

”لیکن میں تو پہلے ہی الٹا پڑا ہوں۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”تو کیا ہوا۔... یا تو مزید الٹ جاؤ گے... یا رسیدھے ہو جاؤ گے۔“

دونوں صورتوں میں سودا برائیں رہے گا۔“ اسپکٹر جشید مسکلتے۔

”کیوں اباجان... مزید اللہ کی صورت میں یہ سودا برائیں طرح

ہیں رہے گا۔“ - فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں تو تم کس نافضی کی بات کر رہے تھے... انصاف کے“ یا تم تو بال کی کھال اتارنے لگے۔“

”ان حالات میں اور کچھ ہے بھی تو نہیں بال اتارنے کے

مجھے۔“ اسپکٹر جشید نے بھنا کر کہا۔

”آپ نے باقی سب کو تو اندا دیا ہے... امی جان کو پوچھا تک دیا۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”بال نہیں کھال“ - اسپکٹر جشید نے آنکھیں نکالیں... اور ایک

اور کلارنس کو رسید کر دی۔

”بھی ان کی ذرا طبیعت خراب ہے۔“ وہ مسکلتے۔

”تو کیا ہوا۔“ کیا خبر کری اللہ سے طبیعت تھیک ہو جائے۔“

”کیا کہا۔“ کری اللہ سے طبیعت تھیک ہو جائے گی... نہیں بھنا اٹھا۔

”اُن اباجان! آپ نے تو انجیر پھر ہلا کر رکھ دیے ہیں۔“ بھی... میرا مطلب ہے... اس طرح طبیعت اور خراب ہو جائے گی۔

”کس کے... تمہارے یا کری کے۔“ فرزانہ نہیں۔ ان کی۔“

”دو ہوں کے۔“ اس نے منہ بنا لیا۔

عین اسی وقت اور ڈائیسٹری پر اشارہ موصول ہوا۔ شاید بس کو

فیکل اکٹر استاد سے زیادہ تھی۔

”لیکن میں کسر ضرور پوری کروں گا... ان کے حصے کی لگ۔“ لیں سر۔ - استاد کی آواز سنائی دی۔

تمہیں رسید کرتا ہوں۔“ وہ بولے۔

”لیکن میں تو پہلے ہی الٹا پڑا ہوں۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”ذاق میں کئے کی ضرورت نہیں..... تم یہ بتاؤ۔۔۔ یہ اس ورنہ ہیں میں بندھوا دو۔۔۔ تاکہ یہ کرسیوں کو ہلا جلانہ سکیں۔۔۔“
کیا کر رہے ہیں۔۔۔“

”ایک دوسرے سے کرسیاں ٹکرارہے ہیں۔۔۔“
”کیا مطلب؟“ دوسری طرف سے چونکہ کر کما گیا۔

”جی۔۔۔ آپ کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں؟“
”یہ کیا کر رہے ہیں؟“ دوسری طرف سے سرسراتی آواز میں گیا۔

”کرسیاں ٹکرارہے ہیں۔۔۔“

”بے وقوف بیسی گردھے۔۔۔ الو۔۔۔“

”آپ نے ان کی بالکل درست تعریف کی سر۔۔۔ استاد نے فرش کو ختم کرو دیا جائے۔۔۔“

”جاہل! میں یہ انہیں نہیں۔۔۔ تمہیں کہ رہا ہوں۔۔۔“

”مجھ۔۔۔ جی۔۔۔ مجھے۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے؟“

”انہیں ایسا کرنے کی اجازت کیوں دی۔۔۔ یہ لوگ کرسیوں کا لاش تو ابھی پوری پوری کو دکھائی جائے گی۔۔۔ اس ملک کے صدر اور

چولیں ہلا ہلا کر رسیاں ڈھیلی کر رہے ہیں۔۔۔ ان کی چالاکیوں کو آزادی پر بہت فخر ہے۔۔۔ اس فخر کو لمیا میث کیا

آسان کام نہیں۔۔۔ دوسروں کو الوبنانا ان کا باہمیں ہاتھ کا کھیل ہے۔۔۔“

”لیکن باس۔۔۔ یہ کرسیاں ہلا ہلا کر رسیاں ڈھیل کر کے بھی کا۔۔۔“ آپ کی آپ جائیں۔۔۔ میں ان کی کرسیوں کو بھی ابھی بندھوا

لیں گے۔۔۔ یہ ہر صورت میں ہماری کلاشن کوفوں کی زد میں ہیں۔۔۔“

”تم احمق ہو۔۔۔ جو میں کہتا ہو۔۔۔ وہی کر دے۔۔۔ ان کریوں کا۔۔۔“ ”ٹھیک ہے۔۔۔“ اور سیٹ بند کر دیا گیا۔

”او کے باس۔۔۔ میں ابھی یہ کام کرا دیتا ہوں۔۔۔“
”لیکن اس سے پلے یہ اطمینان ضرور کر لینا کہ اب تک انہوں نے رسیاں کھول تو نہیں لیں۔۔۔“
”جی۔۔۔ یہترًا ہم بدستور انہیں دیکھ رہے ہیں۔۔۔“
”مزید اطمینان کر لینا۔۔۔ کرسیاں ایسے ہی نہ باندھ دیں۔۔۔“
”معلوم ہوتا ہے۔۔۔ باس صاحب ہم سے بہت خوف زدہ ہیں۔۔۔“

ان پلے جشید بلند آواز میں بولے۔۔۔
”آپ نے سنا باس۔۔۔ ان پلے جشید نے کیا کہا ہے۔۔۔ کیوں نہ ان نے اسی میں سن چکا ہوں۔۔۔ انہیں مار کر مزاہی کیا آئے گا۔۔۔“
ان لوگوں کے بڑے بڑے کے منصوبے خاک میں ملائے ہیں۔۔۔ انتقال کے مقابلے میں ہمیلی بار آیا ہے۔۔۔ ان کی بے بی اور بے چارگی کی چولیں ہلا ہلا کر رسیاں ڈھیلی کر رہے ہیں۔۔۔ ان کی چالاکیوں کو آزادی پر بہت فخر ہے۔۔۔ اس فخر کو لمیا میث کیا آسان کام نہیں۔۔۔ دوسروں کو الوبنانا ان کا باہمیں ہاتھ کا کھیل ہے۔۔۔“

”لیکن باس۔۔۔ یہ کرسیاں ہلا ہلا کر رسیاں ڈھیل کر کے بھی کا۔۔۔“ آپ کی آپ جائیں۔۔۔ میں ان کی کرسیوں کو بھی ابھی بندھوا لیں گے۔۔۔ یہ ہر صورت میں ہماری کلاشن کوفوں کی زد میں ہیں۔۔۔“

”پانچ آدمی رسیاں لے کر بچے جائیں... پہلے ان کے ہاتوں اسکیں“۔
پیروں کی رسیاں چیک کریں.... پھر کرسیوں کو آپس میں مضبوطی
باندھ دیں.... خیال رہے... یہ ہم لوگوں کی زد میں ہیں.... کہیں
لوگوں کو اوت نہ بنالیں“۔

اور پھر پانچ آدمی اس ہال میں داخل ہوئے... وہ پہلے ہی رک
ٹھاکیں لیکن انہوں نے اپنی تکلیف محسوس نہ ہونے دی... یہ اور بات
چکے تھے... جب تک ان کی چال دشمن کو معلوم نہیں تھی...
کوشش کر رہے تھے... چال کا علم ہو جانے کے بعد انہیں اب کامیاب نہ ہو
آپس میں ٹکرانے کی کیا ضرورت تھی... اندر آنے والوں نے پہلے
کی کرسیاں چیک کیں... ان میں سے ایک نے حیرت زدہ نظر
کہا۔
”ویکھو بھی... یہ خاتون ہیں... ان کے ہاتھ پیر اس قدر سختی
تھے باندھوں... درستہ میں بھی اپنی باری میں تم سے کوئی نری نہیں
کہا۔
لاؤں گا“۔ انہوں نے نرم لبھے میں کہا۔

”وقت ابھی تم اس خوش نہیں میں بتلا ہو کہ یہاں سے نجات
حاصل کر لو گے“۔

”ہاں! اس بات کا تو خیر ہمیں سو فیصد تیقین ہے... ہم لوگ بے
کی سے نہیں مرنے کے انشاء اللہ... تم لوگ ہمیں جان سے تو مار نہیں
سکو گے... اس لیے کہ تمہارے یاس کی ہدایت بھی یہی ہے کہ ہمیں
نہ کہا رکھنا ہے... لہذا ہمیں کوئی نہ کوئی موقع تو ضرور لے گا... جب
تو وے دیں استادیں... روکا کس نے ہے“۔ ایک نے نہ
کہا۔

”اب انہیں اس قدر مضبوطی سے باندھو کہ یہ مل بھی نہ ملے بہت کام آئے گی“۔
”تم بے غلبہ ہو جاؤ... اب تم چھوٹ نہیں سکو گے“۔

”استاد! رسیاں کافی حد تک ڈھیلی ہو چکی ہیں“۔

”اوہ!“ استاد دھک سے رہ گیا۔

”اس کا مطلب ہے... اگر... پاس ہمیں ہو شیار نہ کر دیتے
اپنے ہاتھ پیر کھولنے میں کامیاب ہو چکے تھے“۔

”اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے“۔ ایک بولا۔

”باس کی ذہات کو بھی داد دینا پڑتی ہے“۔

”تو وے دیں استادیں... روکا کس نے ہے“۔ ایک نے نہ

”تم لوگ احمق ہو۔۔۔ ہمیں نہیں جانتے۔۔۔ ہاں تمہارا باس ہیں بہت زیادہ اچھی طرح جانتا ہے۔۔۔“ اسپکٹر جمیش نے جھلا کر کہا۔

”ہم تم لوگوں سے کوئی زمی بار کی ہدایات پر ہی تو نہیں کر سکتے۔۔۔“

”اسپکٹر جمیش کی کرسی کو اس کے بھائی کے اوپر سے اٹھاؤ۔۔۔ جلدی کر دیں۔۔۔ کہیں اس کے جسم کو کوئی حصہ نہ جائے۔۔۔“ استاد نے جھلا کر کہا۔

”ہاں اٹھاؤ۔۔۔ شباباش۔۔۔ اگر تم مل کر بھی کرسی کو اٹھا سکتے تو یہ تینیں انعام بھی دیں گے۔۔۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”کیوں۔۔۔ کیا ہم انہیں نہیں اٹھا سکیں گے۔۔۔ ویکھ نہیں رہے۔۔۔ ہم چار ہیں۔۔۔“

”ویکھہ ہی تو رہے ہیں۔۔۔“ اس نے کہا۔

”تو لڑ کرسی کو اٹھتے بھی دیکھو۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی چار کے چار اسپکٹر جمیش کو کرسی سمیت اٹھانے کے لئے جھکے۔۔۔ اسپکٹر جمیش اگرچہ بندھے ہوئے تھے۔۔۔ لیکن پور بھی وہ اپنے جسم کو ایسی حالت میں لے آئے کہ انہیں اٹھانا آسان کام نہ رہا۔۔۔ وہ چاروں جھکے کے جھکے رہ گئے۔۔۔ انہوں نے اپنا پورا زور لکالیا۔۔۔ لیکن کرسی کو نہ اٹھا سکے۔

”کیا ہو گیا بھی۔۔۔ اٹھاتے کیوں نہیں۔۔۔“ اوپر سے اس کا بھائی چلایا۔

”کیا ہوا بھائی؟“ اوپر سے چیخ کر کہا گیا۔

”کچھ نہیں۔۔۔ بس ذرا میں نے تمہارے بھائی کو اپنے نیچے والیا

رہے۔۔۔“ وہ ہمسا۔

”آپ میرے لیے ان سے زمی کی بھیک نہ مانگیں، مجھے یہ اچھے جلدی کر دیں۔۔۔ کہیں اس کے جسم کو کوئی حصہ نہ جائے۔۔۔“ استاد نے نہیں لگتا۔۔۔ ایسے میں بیگم جمیش بولیں۔

”میں تمہارے لیے زمی کی بھیک نہ مانگ رہا ہوں بیگم۔۔۔ اس پر رحم کھارہا ہوں۔۔۔ برا وقت ان پر آنے والا ہے۔۔۔“

”واہ۔۔۔ کیا بات کہی ہے۔۔۔ معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اسپکٹر جمیش دماغ اٹھ گیا ہے۔۔۔ تم من رہے ہو میرے بھائی۔۔۔“ اس نے منہ اور کے کہا۔

”کیا کہا۔۔۔ بھائی؟“ اسپکٹر جمیش چونکے۔

”ہاں کیوں۔۔۔ کیا ہوا؟“ اس کے لیے میں حرمت تھی۔

”کیا اوپر چھٹ پر ان پانچ میں کوئی تمہارا بھائی بھی ہے؟“

”ہاں ہے۔۔۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟“

”اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔ یہ میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپکٹر جمیش کرسی سمیت اٹھے اور اس جا پڑے۔۔۔ وہ کرسی کے نیچے دب گیا۔۔۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے بھی نکل گئی۔

کیسی بے ہوشی

آواز شیخے غار میں سے آئی تھی.... اور بہت خوفناک تھی.... یوں لگتا تھا جیسے بے شمار روحیں مل کر چینی ہوں.... ان کے دل دل گئے.... رنگ سفید ہو گئے.... اسپکٹر کامران مرزا کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔
”کامران مرزا! یہ تو ایسا لگتا ہے.... جیسے اندر موجود مردوں کی روحلی چینی ہوں۔“ - منور علی خان نے خوف زدہ آواز میں کہا۔
”پتا نہیں نہ کیا ہے.... اب اس سوراخ کو بڑا کرنا پڑے گا۔“

لکھوں۔

”اب انہوں نے سوراخ کو بڑا کرنا شروع کیا۔ یہ کام انہوں نے تکواروں کی نوکوں سے لیا۔ سوراخ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا رہا۔۔۔ اگرچہ اس کے بڑھوئے کی رفتار بہت کم تھی۔

دو گھنٹے کی مسلسل کوش کے بعد آخر سوراخ کافی بڑا ہو گیا۔
”اب میں اتروں گا۔۔۔ گیس پاپ پلے ہی منہ سے لگا لیتا ہوں۔۔۔ اور نارج میرے پاس ہو گی۔۔۔ اگر شیخے کوئی خطرہ ہوا تو میں فوراً اشارہ کر دوں گا۔۔۔ مجھے اپر اخالیدنا۔

”ہم سے نہیں اٹھ رہے ہیں۔“
”ٹھہروں میں بھی آتا ہوں۔۔۔ بلکہ تم بھی میرے ساتھ آؤ۔۔۔
اگر میرا بھائی مارا گیا تو میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوٹو گا۔“ - اس نے جھلا کر کہا۔

اور پھر ان پانچوں نے بھی شیخے کا رخ کیا۔
”یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔ ہمیں اپر رہنا چاہیے۔“ استادو چلایا۔
لیکن استاد کی اب کسی نے نہ سنی۔۔۔ وہ سب سے سب سب شیخے کی طرف دوڑ پڑے تھے۔۔۔ استاد تملکا کر رہ گیا۔۔۔ اوہر شیخے پیچ کی انہوں نے کرسی کو اٹھانے کے لیے زور لگانا شروع کیا۔۔۔ پھر جو نی کرسی سیدھی ہوئی۔۔۔ کلاشن کوف کا فائز ہوا۔
اور ایک تیز تیز گونجی۔

○☆○

”ٹھیک ہے... خطرہ نہ ہوا تو ہم بھی نیچے آ جائیں گے۔“ پرانا ہے۔ اب تو مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے۔ جیسے خود ہم بھی دو آصف نے فوراً کہا۔

”تین ہزار سال پرانے ہوں۔“ - آفتاب نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں۔ میں ایک تابوت کا ڈھکنا اٹھا رہا ہوں۔“

”لیکن اٹھائیں گے کیسے... ان میں تو کیلیں جڑی ہیں۔“ - فرحت بولتا۔

”منور علی خان.... بھی ایک تلوار تو نیچے پھینک دو۔“

”اچھا۔“ اور سے آواز آئی۔ پھر ایک تلوار نیچے آگری۔

پھر کامران مرزا نے تابوت کی کیلیں آکھاڑنا شروع کیں۔

”مم.... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”بھی زیادہ سے زیادہ ان میں مردے ہوں گے۔“ مردوں سے کیا زندگی مردے بھی بھلا کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔“

”پتا نہیں۔“ ہم نے مردوں کے متعلق ایسی معلومات حاصل کیں۔“ - آصف نے نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

”اب جب بھی قدرت ملے۔“ حاصل کر لینا۔ کسی بھی قسم کی

طلبات حاصل کرنا کوئی بات نہیں۔“ - اسپکٹر کامران مرزا گراۓ۔

تابوت کی ایک ایک کیل اکھڑ رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ان کے سال کی وھر کنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

”لیکن اس حساب سے کہ اور پاپس بھی جاسکیں۔ یعنی کم از کم ہم میں سے ایک اوپر ہی رہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اوپر رہوں گا۔“ منور علی خان بولے۔

اب اسپکٹر کامران مرزا ری کے ذریعے نیچے آتے۔ پھر انہوں نے آواز دی۔

”تم لوگ نیچے آ سکتے ہو۔ یہاں اب سانس لیا جا سکتا ہے۔“

آفتاب، آصف اور فرحت بھی نیچے آ گئے۔ ثارج کی دشمنی میں انہوں نے دیکھا۔ وہاں سترہ تابوت موجود تھے۔

”سترہ تابوت۔“ - اسپکٹر کامران مرزا بڑھا رہے۔

”کیوں ایا جان۔ کیا سترہ میں کوئی خاص بات ہے۔“

”ہاں ایسے ایک خاص ہندسہ ہے۔“ وہ بولے۔

”آنکر کیا؟“

”پھر بتاؤں گا۔“ پہلے ہم ان تابوت کو کھول کر دیکھ لیں۔

ویسے ان تابوت کو ذرا غور سے دیکھ لو۔ یہ بہت پرانے ہیں۔“

”جی ہاں۔ ان کی لکڑی کافی بو سیدہ ہو چکی ہے۔“

”شاید یہ بھی دو تین ہزار سال پہلے کے ہیں۔“

”اللہ اپنا رحم کرے۔ کیا اس غار میں ہر چیز دو تین ہزار سال

”میرا خیال ہے..... کامران مرزا..... ہمیں تابوت کو نہیں کھوئے۔“ اور سے منور علی خان نے بھی پریشان ہو کر کہا۔
”لیکن کیوں منور علی خان؟“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”پتہ نہیں کیوں..... میں آج زندگی میں پہلی بار خوف محسوس رہا ہوں..... اور کامران مرزا..... یہ بات تم کن لو۔ میرا خوف بلاور نہیں ہو سکتا۔“ کیونکہ میری چھٹی حس بہت زیادہ تیز ہے۔“
”پچھے بھی ہو..... میں انہیں کھولے بغیر نہیں لد سکتا۔“
”عین اس وقت تارچ کی روشنی مدد ہونے لگی۔“
”اے بھی ایسے وقت میں ہی جواب دینا تھا۔“ منور علی خان۔ میں سرخ چیونیوں سے بھی طاقت ہو گی۔“
ٹھہارے بیک میں بھی تو کوئی تارچ ہو گی۔“

”ہاں! ضرور ہے۔ کیا میں نیچے پھینک دوں.... یا خود پکڑ کر لائیٹ ماروں۔“
”نہیں..... نیچے پھینک دو۔“

انہوں نے تارچ نیچے گرا دی۔ اسپکٹر کامران مرزا نے دلوں لیا۔ میں اس وقت پہلی تارچ بالکل بجھ گئی۔ خانے میں گھب اندر ہرا ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسپکٹر کامران کے۔
مرزا نے تارچ کو روشن کرنا چاہا۔ لیکن وہ روشن نہ ہو سکی۔

”اس کے تو سیل ختم ہیں منور علی خان۔“

”اوہ! یہ تو بہت برا ہوا۔ ہمارے پاس تو اور سیل بھی نہیں۔“

”معلوم تھا کہ غار کی سیر اس قدر طویل ہو جائے گی۔ ہم تو دراصل ان صندوق کو دیکھنے کے لیے غار میں داخل ہوئے تھے۔ جس میں ہے اڑھائی ہزار سال پرانی کتاب ملی تھی۔“
”اندھیرے میں تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔“

”تب پھر اوپر آ جاؤ۔ ہم غار سے باہر کا رخ کرتے ہیں۔“
”اروپیوں میں سیل ڈال کر اور زائد سیل لے کر دوبارہ آئیں گے اور اس دن غانے کے تابوتوں کو دیکھیں گے۔“

”لیکن..... غار سے باہر جانا بھی تو آسان کام نہیں ہے۔ راستے“
”اوہ! لیکن اب ہم کیا کریں۔“

”بہت..... ہم اس سوراخ کو اور بڑا کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی حد تک روشنی اس میں سے آ سکتی ہے اور ہم تابوت کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔“

”تو پھر میں سوراخ بڑا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“
”تم اسکے۔۔۔ ہیں۔۔۔ ہم بھی اوپر آتے ہیں۔۔۔ مل کر بڑا کریں۔“

”نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔“
”اچھا تو پھر ذرا جلدی کرو۔“

منور علی خان سوراخ کو بڑا کرنے لگے۔ ادھران کے نیچے ہال

میں انپکٹر کامران مرزا، آفتاب، آصف اور فرحت سترہ تابوت کے در میان کھڑے تھے۔

ایسے میں اچانک غار میں ہلکی نیلی روشنی پھیل گئی۔

”ارے یہ کیا... منور علی خان... یہ نیلی روشنی کسی ہے۔“

”نیلی روشنی۔“ ان کے منہ سے لٹلا اور پھر انہوں نے بھی خانے میں دیکھا... وہاں واقعی نیلکوں روشنی تھی ہوئی تھی... لیکن یہ نظر نہیں آ رہا تھا... کہ روشنی کمال سے آ رہی ہے۔

”جیزت ہے... یہ روشنی آخر کمال سے آ رہی ہے۔“

”پپ... پتا نہیں۔“ انپکٹر کامران مرزا ہکھلتے۔

”خیر... یہ بعد میں سوچیں گے... اس موقع سے فائدہ حاصل جائیے... ایک نظر تابوت کو دیکھ لینا چاہیے۔“ منور علی خان بولے۔ انپکٹر کامران مرزا، آفتاب، آصف اور فرحت ان تابوت کی طرف مڑے اور پھر ان کے منہ مارے خوف کے کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں... تابوت کے ڈھکنے خود بخود آہستہ آہستہ اور پھر رہے تھے... اور ان میں لگی کیلیں اکھڑ رہیں تھیں۔

”یا اللہ رحم... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔“

”مم... معلوم ہوتا ہے... تابوت میں موجود مردے اب باہر نکلنے والے ہیں... کیوں نہ اس سے پہلے ہم تھے خانے سے نکلے ہیں اس سے ہی کھل رہا تھا۔“

”یہ سب کے سب مردے ایک ساتھ اٹھیں گے۔“ یہ دیکھ کر

”اب ہمارے پاس اتنا وقت نہیں رہا... ہم میں سے شاید ایک یا دو لوگ پہنچ سکیں گے۔ تب یہ ڈھکنے پوری طرح کھل جائیں گے۔“

”لیکن اباجان! یہ کیسے ہو سکتا ہے... مردے بھی بھلا حرکت کر سکتے ہیں۔“

”نہیں... حرکت تو خیر نہیں کر سکتے... لیکن اب مجھے کیا معلوم کیا چکر ہے۔“

”کہیں ہم خوفناک تم کے حالات کا شکار تو نہیں ہونے لے۔“

”دیکھا جائے گا۔“

”یہاں تو ہماری مدد کو بھی کوئی نہیں آئے گا۔“

”اللہ تعالیٰ کے لیے ہماری مدد کرنا کیا مشکل ہے۔“ انپکٹر کامران مرزا سکرائے۔

”اوہ ہاں! معاف تجھے گا... اباجان۔“

”اس میں معلق کی کیا بات ہے؟“

ان کی نظریں تابوت پر جمی تھیں... ڈھکنے بنت آہستہ آہستہ سارے تھے... اور ساتھ ہی انکھیں اکھڑ رہی تھیں... جس تابوت کی

نکلنے والے ہیں... کیوں نہ اس سے پہلے ہم تھے خانے سے نکلے ہیں اس سے ہی کھل رہا تھا۔

”یہ سب کے سب مردے ایک ساتھ اٹھیں گے۔“ یہ دیکھ کر

انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”جی... کیا مطلب؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”آن کے اٹھنے کا ایک وقت مقرر ہے۔“

”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں... کس نے مقرر کیا ہے... ان کا...“

اٹھنے کا وقت۔“

”میں نہیں جانتا... البتہ میں معلوم فرمادی کر کے رہوں گا۔“ انہوں نے بھی مژکر دیکھا... اور حیرت زدہ رہ گئے... انپکٹر ایمان مرزا نے فوراً نیک تابوت میں جھانکا... انیں ایک بات جھانکا لگا۔ ان کے منہ سے خوف سے چیخ نکل گئی۔

ان کے منہ سے خوف کی چیخ ان سب کے لیے بہت حیرت کی ہونے والی جھری سے اندر جھانکنا چاہا۔ لیکن نیلی روشنی بہت تھی... آصف اور اپر اٹھ چکے تھے... آفتاب نے دھکنے اب قریباً دو انجوں اپر اٹھ چکے تھے... آفتاب نے ہونے والی جھری سے اندر جھانکنا چاہا... لیکن نیلی روشنی بہت تھی... اور تابوت کے اندر اب تک اندر ہیرے تھا۔

”اور انتظار کرنا پڑے گا... میرا خیال ہے... اب اپر رہنے کی ضرورت نہیں کیمیں گے... ان کی رفتار بہت کم ہے۔“

”اچھی بات ہے... پلے اس قدر کم رفتار کا اندازہ نہیں تھا۔“ ”ٹھیک ہے... آ جائیں۔“ آصف بولا۔ وہ بھی نیچے آگئے۔ انہوں نے نیلی روشنی میں دیکھا... انپکٹر ایمان مرزا بہت کی مانند لیئے تھا... ان کی آنکھیں کھلی تھیں... لیکن اپنے ہوش میں نہیں لگتے تھے... اب انہوں نے ڈرتے ڈرتے آصف نے رسی پکڑی اور اپر اٹھنے لگا... یہاں تک کہ الیکٹریک طرف دیکھا... لیکن وہ اس رخ پر تھے کہ اندر نہیں دیکھا۔ ”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ وہ بولے۔

آصف نے رسی پکڑی اور اپر اٹھنے لگا... یہاں تک کہ الیکٹریک طرف دیکھا... فرحت اٹھنے کے لیے انیں دوسرا طرف جانا پڑتا تھا... ایمان مرزا بھی دوسرا طرف آگئے تھے اور پھر اچھل کر اس

طرف آگرے تھے۔

”م... مجھے اس طرف جا کر دیکھتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ اپنے میں اچانک نیلی روشنی بھی مدھم ہونے لگی۔ تابوت کے ہے۔ پہلے ہم اباجان سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب ملکے اپنے اپر اٹھ چکے تھے اور دوسری طرف اللئے کے قریب اباجان۔ آپ۔ آپ ہوش میں ہیں یا یہ ہوشی کی حالت میں۔ اگر یہ بے ہوشی ہے تو کیسی۔ اس لیے کہم آپ کی آنکھیں تو کہاں ہیں۔“

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

”ان حالات میں ہم تابوت کے اندر کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ پر بھی تو نہیں جاسکیں گے۔“ آنتاب نے جلدی جلدی ورد بھرے ہم سب کی بھی حالت نہ ہو جائے۔ آصف نے گھبرا کر کہا۔

”پہلے ہم انہیں ہوش میں لا سکیں گے۔ پھر تابوت کے اندر۔“ ”ہاں انقل۔ اٹھئے۔ ہوش میں آئیے۔“ فرحت کی آواز دیکھیں گے۔ یا یہ اجازت نہیں دیں گے تو نہیں دیکھیں گے۔“

علی خان بولے۔

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“

انہوں نے انپکٹر کامران مرزا کو ہوش میں لانے کی تدبیر کیا تھا ہوئیں۔ پہلے نیلی روشنی بالکل غائب ہوئی۔ پھر تابوت کے شروع کر دیں۔ لیکن وہ لش سے اس نہ ہوئے اور مزے کی بات ملکے دوسری طرف گرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ مارے خوف کے کہ ان کی آنکھیں برابر کھلی تھیں۔

”شاید انہیں سکتہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ آنکھیں سکتے کی ماں ملکہ کامران مرزا کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ تاکہ وہ محفوظ رہیں۔

”یا اللہ رحم۔“ منور علی خان بولے۔

”اب مسلسلہ یہ ہے کہ انہیں ہوش میں کس طرح لائیں۔“ ”یہ یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”اب ہم کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہے... کیا کہ بھی اسیں اس حالت میں بھی نہیں آگئی... لیکن پھر فوراً ان کی نہیں ہیں... کیا ہو رہا ہے۔“
اچانک انہیں غار میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔
”یہ... یہ کون چل رہا ہے...“ سب تو ایک دوسرے بات بھی محسوس کی شد کہ تابوت بست زیادہ لمبے تھے... گواہ ان میں پکڑے بیٹھے ہیں۔“

”ایں اسی وقت اپکٹر کامران مرزا نے آنکھیں کھول دیں۔“
”مم... مم کمال ہوں۔“
”آپ ابھی خانے میں ہی ہیں۔“
”یتھے خانہ... اور وہ... وہ تابوت... تابوت کے مردے۔“
”تو ان میں مردے تھے۔“ - آصف بولا۔
اچانک ایک بار پھر نیلی روشنی غار میں پھینے لگی... وہ لالہ لالہ کے درے۔“

”جی... یہ کیا فرمائے ہیں۔“
”تو تم... خود دیکھ لوئا... مگر نہیں... تم نہ دیکھنا... ورنہ تم بے خوش ہو کر کما۔“
انہوں نے جلدی سے اپکٹر کامران کی طرف دیکھا... اب لاش ہو جاؤ گے... نہ جانتے کیوں... بست زوردار جھٹکا لگا تھا مجھے... کی آنکھیں بند تھیں۔
”جی... کیا مطلب؟“ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔
”کامران مرزا... ہوش میں آؤ۔ یہ وقت بے ہوشی کے بالکل مناسب نہیں ہے۔“ منور علی خان بولے۔

”اب شاید انہیں ہوش میں لاایا جاسکتا ہے۔“
”جو نہیں میں نے تابوت میں دیکھا... میری نظر ایک بست لمبے قد کا مٹا۔“
”لے گئے پر پڑی... لیکن وہ مردہ نہیں تھا۔“

”جی... کیا مطلب ہے وہ مردہ نہیں تھا۔“

”ہاں! اس کی آنکھیں سکھلی تھیں اور چہرے پر ایک بھی انکے سکراہت تھی... ساتھ ہی مجھے وہ جھٹکا لگا... بالکل بھل کے جھٹکے کے مانند تھا... جسم میں سرد جلن دوڑتی محسوس ہوئی تھی... اور اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا... لہذا تم تابوتوں کی طرف نہ دیکھنا۔“

”اب دیکھ کر کریں گے بھی کیا... چیزیں اٹھی ہیں۔“ - آہن نے منہ بٹایا۔

”کیا کہا... چیزیں اڑ جگی ہیں... یہ تم کیا کہ رہے ہو؟“
”جی ہاں! ان تابوتوں میں اب کوئی مردہ نہیں ہے... آپ کے بے ہوش ہونے کے بعد نیلی روشنی تھوڑی دری کے لیے گل ہو گئی تھی... اس دوران مروے فرار ہو گئے۔“

”سم... مردے فرار ہو گئے۔“ آتاب نے ڈرے ڈرے انداز کا ہو تو پھر وقت لگ جاتا ہے۔“
میں کہا۔

”نہیں!“ اسپکٹر کامران مرتضیٰ ایک جھٹکے سے اٹھے... انہوں نے تابوتوں کی طرف دیکھا... وہ سب خالی تھے۔
اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر روشنی غائب ہو گئی۔

○☆○

اس کا نام

ہیلو... ایکھنچ... پروفیسر المان بات کر رہا ہوا... یہ نمبر ٹائیس سے کس کے ہیں... اور فوراً۔ اس نے سخت لہجے میں کہا... اور بڑتا گے۔

”او کے سر... ایک منٹ انتظار فرمائیں۔“

”ایک منٹ تو بہت زیادہ ہے۔“

”فیر اگر مقامی ہو تو ذرا بھی دیر نہیں لگتی... لیکن دوسرے کسی کا ہو تو پھر وقت لگ جاتا ہے۔“

”اچھا خیریں جلدی کرو۔“ - اس نے بھنا کر کہا۔

”سزا یہ ثبرا پھر جشید کے ہیں۔“

”اوہ!“ اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا... اپ اس نے ڈی ڈی آئی

لہاکے نمبر ڈائل کئے۔

”یلو مسٹرڈی آئی جی... گورنر ہاؤس کا ایک ملازم عبد اللہ یہاں سے فرار ہو کر دار الحکومت کی طرف روانہ ہوا ہے... وہ اسپکٹر جشید سکرگر تک جانا چاہتا ہے... اسے جلد از جلد گرفتار کر کے میرے

سامنے لایا جائے۔ اس سے کم کسی بات کو میں قبول نہیں کروں گا اور پرولٹئے۔
اسے پیش نہ کیا جاسکا۔ تو آپ کو اس کی جگہ جیل جانا ہو گا۔

”میں سو... میں ضرور اسے گرفتار کر لوں گا۔ آپ فکر رکھیں۔ اگرچہ انہوں نے آگے

کریں۔“ - ذی آئی جی صاحب بولے۔

ریسیور رکھ کر انہوں نے فوراً گھنٹی بجائی اور پھر اپنے ماٹھتوں پر باسکتا۔

ہدایات دینی شروع کیں۔ جلدی ہی وہ ایک پولیس گاڑی پر اڑنے

رہے تھے۔

”عبداللہ کس راستے سے جائے گا؟ اسپکٹر کاشان؟“

”سردک کے راستے ہی جائے گا سری۔ جہاز اور ٹرین کے راستے اور ان پکڑ جمیل کے گھر کا راستا پوچھتے ہیں تو آخر سے وہیں تھا۔“

تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”بہت خوب۔ تم نے عبد اللہ کو دیکھا ہوا ہے۔“

”جی بالکل۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں تو اسے دور سے

پہچان سکتا ہوں۔“

”تب ہم اسے پکڑ لیں گے۔“

”لیکن اس شخص کو سوچھی کیا۔ اسپکٹر جمیل کی طرف“ - ”بڑا ڈریزی کے دروازے پر ملک دی۔ ان سے اپنا تعارف کروانے کے

لگانے کی۔“

”پتا نہیں سو... مجھے تو رہ کر شوکی برادر زیاد آ رہے ہیں۔“

”جی نہیں۔ یہ تو اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سرے

سروں پر جانے کتنی بار روچکا ہوں۔“

”اور ان کے ساتھ پروفیسر غالب بھی تھے۔“ - ذی آئی نہیں ملک۔

وہ آگے بڑھتے رہے۔ ہر چیک پوسٹ سے رپورٹ لیتے

لیکن عبد اللہ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اگرچہ انہوں نے آگے

کریں۔“ - ذی آئی جی صاحب بولے۔

ریسیور رکھ کر انہوں نے فوراً گھنٹی بجائی اور پھر اپنے ماٹھتوں پر باسکتا۔

ہدایات دینی شروع کیں۔ جلدی ہی وہ ایک پولیس گاڑی پر اڑنے

رہے تھے۔

”یہ عبد اللہ تو ضرورت سے زیادہ چالاک ثابت ہوا۔“

”جی! ہم دارالحکومت ہی نہ ہنچ جائیں چلتے چلتے۔“

”اس سے تو بہتر تھا۔ ہم جہاز کے ذریعے دارالحکومت کو جانتے

ہیں۔“ اسپکٹر جمیل کے گھر کا راستا پوچھتے ہیں جانا تو آخر سے وہیں تھا۔

”چلتے ہیں۔ اب تو ہم اس طرح بھی دارالحکومت پہنچنے والے

تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”بہت خوب۔ تم نے عبد اللہ کو دیکھا ہوا ہے۔“

”جی بالکل۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں تو اسے دور سے

پہچان سکتا ہوں۔“

”تب ہم اسے پکڑ لیں گے۔“

”لیکن اس شخص کو سوچھی کیا۔ اسپکٹر جمیل کی طرف“ - ”بڑا ڈریزی کے دروازے پر ملک دی۔ ان سے اپنا تعارف کروانے کے

لگانے کی۔“

”پتا نہیں سو... مجھے تو رہ کر شوکی برادر زیاد آ رہے ہیں۔“

”جی نہیں۔ یہ تو اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سرے

سروں پر جانے کتنی بار روچکا ہوں۔“

”اور ان کے ساتھ پروفیسر غالب بھی تھے۔“ - ذی آئی نہیں ملک۔

”وور ان کے ساتھ پروفیسر غالب بھی تھے۔“ - ذی آئی نہیں ملک۔

”تالے کی چالی“۔

”وہ میرے پاس ہے... دروازے پر تالا میں نے ہی لگایا تھا۔
وہ تو کھلا پھوڑ کر چلتے ہے تھے۔“

”کیا مطلب؟“

”وراصل پلے بیگم جشید کو انگو کیا گیا۔ باقی لوگ جب گھر پہنچنے والے کی سمتی بھی۔
تو انہیں غائب پا کر باہر کی طرف دوڑ پڑے۔ ایسے میں دروازے کو لگانے کا ہوش کس طرح رہ سکتا تھا۔ اور اس روز سے لوٹ کر نہیں
پہنچتا ہوں۔ ایک کاشمیل کو بھیج دو، اسے اندر لے آئے۔“
آئے۔ تین دن ہو چکے ہیں۔“

”لوہ! آپ مریانی فرمائ کر تالا کھول دیں۔ میں اندر کچھ دیر لار
کرنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور! کیوں نہیں۔“

انہوں نے تالا کھول دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنے گھر کی طرف
بڑھیں۔

”میں چائے وابستے تیار کر کے لاتی ہوں۔“

”نہیں نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔“

”آپ لمبا سفر کر کے آ رہے ہیں۔ میرے خیال میں تو ضرورت
ہے۔“

”اچھا خبرو... اور ہاں... یہ تو بتائیں۔ عبد اللہ نامی کوئی آدمی
ولادت نہیں ہے، لہذا آپ جلد از جلد ہمیں بتا دیں۔“ آئی جی
انسپکٹر جشید کو پرچھتا اور ہر نہیں آیا۔“

”بھی نہیں تو یہ میرے گھر کا دروازہ تو کسی بنے نہیں کھٹکھٹایا۔“

”خیووس آپ جائیں۔“

وہ چلی گئیں۔ آئی بھی صاحب، انسپکٹر کاشان کے ساتھ صحن
لہذا بیٹھ گئے۔ پھر بیگم شیرازی چائے اور کھانے کے لیے دوسری
لہذا بیٹھ گئیں بھی ان کے سامنے رکھ کر چلی گئیں۔ وہ کھانے لگے۔ ایسے میں
دلا دلے کی سمتی بھی۔

”یہ ضرور عبد اللہ ہو گام۔ کاشان تم نہ جاؤ۔ شاید وہ تمہیں
لگانے کا ہوش کس طرح رہ سکتا تھا۔ اور اس روز سے لوٹ کر نہیں
پہنچتا ہوں۔ ایک کاشمیل کو بھیج دو، اسے اندر لے آئے۔“
”اوکے سر۔“ اس نے کہا۔

کاشمیل گیا اور ملاقاتی کو اندر لے آیا۔ اس نے کئی پولیس
ہاتھ اپنے سامنے دیکھ کر حیرت زدہ انداز سے پلکیں جھپکائیں۔

”ایکے... تشریف لائیے۔“

”آپ... آپ میں تو انسپکٹر جشید صاحب کوئی بھی نہیں ہیں۔“

لے چکا جیان ہو کر کام

”ہاں! وہ ایک کیس کے سلسلے میں باہر گئے ہیں۔ آپ مجھے بتا

لے کیا بات ہے۔“

”نہیں! میں ان کے سوا کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“

”ان کے جلد آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ آپ کے پاس بھی
انسپکٹر جشید کو پرچھتا اور ہر نہیں آیا۔“

صاحب نے زم لجھے میں کہا۔
”جی کیا مطلب... میرے پاس بھی زیادہ وقت نہیں ہے“۔ اور
کے لجھے میں حیرت تھی۔

”ہاں! یہی بات ہے“۔

”مریانی فرمائے کس کی وضاحت کر دیں“۔

”آپ کا نام عبد اللہ ہے تا“۔

”اور آپ شمالی شر سے چلے آ رہے ہیں... وہاں کے گورنمنٹ نہیں ہے تا“۔

”ہاؤس میں آپ ملازم ہیں“۔

”جی ہاں! لیکن آپ کو کیسے معلوم“۔

”اور وہاں اس وقت پروفیسر المان کی حکومت قائم ہو چکی“۔

”ہے“۔

”بالکل! آپ کون ہیں؟“ اس نے جیران ہو کر کہا۔

”آپ فوراً بتا دیں... وقت بہت کم ہے“۔

”نہیں! میں انپکٹر جمشید صاحب کو بتا سکتا ہوں“۔

”میں تمہارے شرکاڑی آئی جی ہوں... یہ میرے ساتھ انہیں ہو گوگی میں تو تم بتا سکتے ہو یا نہیں“۔

”ٹھیک ہے... ایسا کہیں“۔

”آجھی بات ہے“۔

”الہوں نے کہا اور فون کرنا شروع کیا۔ جلد ہی وہاں کی آفیسرز ہیں“۔

”لیکن اسے کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں یہاں کے لیے“۔ لیکن ان سب نے جب عبد اللہ کو اطمینان دلایا تو وہ انہیں بتائے پر

”ہوں ہوں“۔

”یہ نہیں نہیں معلوم“۔

”تب ضرور حادث سے اگھوایا ہو گا اس نے“۔ اس نے زرد پڑتے ہوئے کہا۔

”انپکٹر کاشان شوکی برادرز کے دوست ہیں.... انپکٹر جمشید سے ان وقت تمہاری ملاقات نہیں ہو سکتی.... ان کے بارے میں ہم خود رکھتے۔ ہم تو یہاں تمہاری مدد کرنے کے لیے بیٹھے ہیں.... یقین نہیں ہے“۔

”انپکٹر کاشان سے پوچھو لو“۔

اس نے انپکٹر کاشان کی طرف دیکھا۔

”لب مجھے کیا معلوم... کہ آپ لوگ کون کون ہیں.... اف میں یا کروں“۔

”اچھا، ہم ایسا کرتے ہیں کہ یہاں کے آئی جی کو بلا لیتے ہیں....“

”اکھر اور آفسرز کو ساتھ لے کر یہاں آ جاتے ہیں.... ان سب کی“۔

”میں تو تم بتا سکتے ہو یا نہیں“۔

”کاشان ہیں.... ہمیں پروفیسر المان نے حکم دیا ہے کہ تمہیں گرفتار“۔

”کے اس کے سامنے پہنچا دیں.... ہم وہاں سے سیدھے اوھر آ رہے ہیں“۔

”الہوں نے کہا اور فون کرنا شروع کیا۔ جلد ہی وہاں کی آفیسرز ہیں“۔

تیار ہو گیا۔

”پروفیسر المان کسی بڑی اسلام و شمن طاقت کا لمحہ ہے... شاید اللہ کوئی دم شہ مار سکے۔ یہ نوع صحیح یعنی عیسیٰ کے بارے میں اس نے اشارجہ کا... یا بیگال کا... یہ سارا منصوبہ اسلام کے خلاف ہے... شاید اگر وہ آپچے ہیں... ان کا ظہور ہو چکا ہے... وہ انپکٹر جمشید اور لوگ پوری دنیا پر عیسائیت کا بول بالا کرنے پر تھے ہیں... میں نے الپکٹر کامران مرزا پاٹی کے لیے بھی فکر مند ہیں اور ان کی تلاش کر پروفیسر المان کو ٹرانسیور پر کسی سے ہدایات لیتے اور باقیں کرتے رہے ہیں“۔

”ہوں... اب ہمارا وہاں جانا بے کار ہے... ہم وہاں جا کر کیا کریں گے... پروفیسر المان کے آدمی ہمارے بارے میں بھی سراغ لگا لیں گے۔“

”شوکی بدار پتھر کے نیچے آکر ہلاک ہو چکے ہیں... انپکٹر کامران کو آسمان سے نیچے اتار چکے ہیں... اور وہ عیسائیت کا پرچار کرے گا کوئی پتا نہیں... اب ہمارا ہو گا سلطانِ ممالک پر پتھر بر سائے جائیں گے... جس سے یہ ثابت ہو گا کہ آئی جی صاحب نے فکر مندانہ انداز میں کھلے اسلام سچا نہیں، عیسائیت سچا نہ ہب ہے۔“

”لیکن یہ لوگ پتھر کس طرح بر سائے ہیں... پتھر بر سا کر بستیوں کی بستیاں تباہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔“ ذی آئی جی بولے۔

”جھلا میں کیا بتا سکتا ہوں“۔

”وتم وہ الفاظ دہراو۔ جو سنے تھے۔“

”میلو پروفیسر صاحب... آئی جی شار احمد بات کر رہا ہوں۔“

”جی فرمائے۔“

”پتھروں کی کیا خبر ہے؟“

”پروفیسر المان کسی بڑی اسلام و شمن طاقت کا لمحہ ہے... شاید اللہ کوئی دم شہ مار سکے۔ یہ نوع صحیح یعنی عیسیٰ کے بارے میں اس نے اشارجہ کا... یا بیگال کا... یہ سارا منصوبہ اسلام کے خلاف ہے... شاید اگر وہ آپچے ہیں... ان کا ظہور ہو چکا ہے... وہ انپکٹر جمشید اور الپکٹر کامران مرزا پاٹی کے لیے بھی فکر مند ہیں اور ان کی تلاش کر پروفیسر المان کو ٹرانسیور پر کسی سے ہدایات لیتے اور باقیں کرتے رہے ہیں... یہ پتھر بر سائے کا چکر بھی پروفیسر المان کا اپنا نہیں... اس بیان طاقت نے کوئی طریقہ اختیار کیا ہے۔“

”اوہ!!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”اب یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روپ میں کہی مخمل کوآسمان سے نیچے اتار چکے ہیں... اور وہ عیسائیت کا پرچار کرے گا کوئی پتا نہیں... اب ہمارا ہو گا سلطانِ ممالک پر پتھر بر سائے جائیں گے... جس سے یہ ثابت ہو گا کہ آئی جی صاحب نے فکر مندانہ انداز میں کھلے اسلام سچا نہیں، عیسائیت سچا نہ ہب ہے۔“

”لیکن یہ لوگ پتھر کس طرح بر سائے ہیں... پتھر بر سا کر بستیوں کی بستیاں تباہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔“ ذی آئی جی بولے۔

”جھلا میں کیا بتا سکتا ہوں“۔

”شر میں ایسے لوگوں کا کھونج لگایا جائے گا جو ابھی تک اسلام قائم ہیں اور جنہوں نے جھوٹ موت عیسائیت قبول کی ہے... انہیں چن کر قتل کیا جائے اور سب لوگوں کے سامنے ایسا کیا جائے کہ“

”وہ ہمارے پورے ملک پر چھائے ہوئے ہیں... آپ کو انکھیں
جمشید نے بتایا ہو گا۔“

”نہیں... ان سے تو ابھی تک ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔“

”تو پھر؟“

”مشرقی حصے سے یعنی شوکی برادرز کے شر سے ایک صاحب
آئے ہیں... ان کے ذریعے بہت اہم باشیں معلوم ہوئیں ہیں... بھر
انسپکٹر جمشید غائب ہیں۔“

”غائب ہے... اکیلے یا سب کے ساتھ۔“

”سب کے ساتھ... خان رحمان بھی ساتھ ہیں۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... وہ لوگ تو شوکی کے شر جانے کی بات فوری ہے۔“
”خیر... ان کے لیے بھی کوشش کر لیتے ہیں... اور کچھ۔“

”اگر تم اس پر قابو پا لیتے ہیں تو شاید بہت کچھ کر سکیں گے۔“

”آپ ہے شوکی برادرز کے بارے میں خبر سنی۔“

”نہیں تو... تھا خبر۔“

”وہ بلاک ہو چکے ہیں... بلکہ کہا چاہیے کہ شہید ہو چکے
میرے پاس آ جائیں۔“

”کیا... نہیں۔“ - پروفیسر داؤڈ چلائے۔

”نہیں تفصیل سنائی گئی تو ان کی آنکھوں سے آنسو بننے لگے...
اللساں بھی روئے گئے... کاشان تو پلے ہی آنسو بہاتا رہا تھا... اب
گئے... اب آئی جی صاحب نے کہا۔“

”آپ اپنے ملک پر چھائے ہوئے ہیں... آپ کو انکھیں
ہوں اس ثیامت کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں۔“

”شہر سے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے... لیکن شاید اس کے
لئے انسپکٹر جمشید کا ہونا بہت ضروری ہے۔“

”آپ پہلے ترکیب بتائیں۔“

”پروفیسر المان کو قابو میں کیا جائے کسی طرح۔“

”وہ؟!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔“ - پروفیسر نے کہا۔

”اس کام کے لیے واقعی انسپکٹر کامران حزا یا انسپکٹر جمشید کا ہونا
”خوبی ہے... اس کے ساتھ ہے۔“

”خیر... ان کے لیے بھی کوشش کر لیتے ہیں... اور کچھ۔“

”اگر تم اس پر قابو پا لیتے ہیں تو شاید بہت کچھ کر سکیں گے۔“

”آپ ہے شوکی برادرز کے بارے میں خبر سنی۔“

”نہیں تو... تھا خبر۔“

”وہ بلاک ہو چکے ہیں... بلکہ کہا چاہیے کہ شہید ہو چکے
میرے پاس آ جائیں۔“

”وہاں نہیں پہنچ سکے۔“

”بہت خوفناک خبر ہے یہ تو۔“

”آپ پھر وہ کے بارے میں بتائیں۔“

”آپ ایسا کیوں نہیں کرتے... آئی جی صاحب کو ساتھ لے
میرے پاس آ جائیں۔“

”اچھی بات ہے۔“

”سب لوگ تجربہ گاہ پہنچ گئے... ایک دوسرے کے حالات
اللساں بھی روئے گئے... کاشان تو پلے ہی آنسو بہاتا رہا تھا... اب
گئے... اب آئی جی صاحب نے کہا۔“

ان کے سامنے پھر اس کی آنکھیں آنسو لگنے لگیں۔ ایسے میں آئی تھی بولے۔

”لیکن نہیں آ رہا دیے ان کی موت پر۔“

”آنکھوں دیکھی بات ہے سر۔“ عبد اللہ نے کہا۔

”آئیے... آپ لوگوں کو پھروں کے جھنمٹ و کھاؤں۔“

وہ انہیں دور بینوں تک لے آئے۔ باری بخاری سب نے پھروں کے غول کے غول آسمان پر دیکھے۔

”ہمیں تو یہ بالکل ستاروں کی طرح لگ رہے ہیں۔“

”ہاں! لیکن یہ ہیں پھروں کئی کئی شن و زنی پھر۔“

”ہوں... کیا یہ بھی گرانے جاسکتے ہیں۔“

”ہم نے اپنی زندگی میں ایسا ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ ان مجھی بات ہے۔“ گفت شاب ثاقب جمع ہو کر ایک ملک کی فضا پر آ جائیں۔ گواہ کا نام و نشان مٹا رینے کے لیے تسلی کھڑے ہیں۔

”گرانے جاسکتے ہیں یا نہیں۔“

”جو لوگ ان کو ایک ملک کی فضا پر مسلط کر سکتے ہیں۔“ ہمیں کر سکتے۔“

”آپ نے اب تک ان کے سلسلے میں کیا کیا ہے۔“

”کچھ بھی نہیں... آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔“

”ان پھروں کو اپنے ملک کی فضا پر سے ہٹائیں۔“

”کیا کہاں میں ہٹا دوں۔ لیکن کیسے؟“

”یہ آپ کا کام ہے۔“

”آپ نے ایک نیا آئینڈا دیا ہے... اور میرے سب ساتھی مل کر اسی وقت سے اس آئینڈی پر کام شروع کرتے ہیں... آپ فکر نہ کریں۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”اور ہم اسکے جمیل کی تلاش میں نکلتے ہیں۔“

”یہ تھیک رہے گا۔ ان کی موجودگی انتہائی ضروری ہے۔“

”ہم ابھی سراغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”بیگم شیرازی سے ضرور مدد لیں... وہ کام کی باتیں آپ کو بتا دیں۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”مجھی بات ہے۔“

”وہ اٹھے تھی تھے کہ فون کی سمجھنی بھی... پروفیسر داؤڈ نے ریسیور میلے ایک بھاری بھر کی آواز سنائی دی۔“

”کیا یہاں آئی جی شاہزادہ احمد صاحب ہیں۔“

”آپ کا فون ہے۔“ پروفیسر صاحب نے کہا۔

انہوں نے ریسیور لے لیا اور کان سے لگاتے ہوئے بولے۔

”آئی جی شاہزادہ احمد بات کر رہا ہوں۔“

”آپ لوگ تباہی کے لیے تیار ہو جائیں۔“ ایک آواز گونجی۔

”کیا مطلب۔“

ہالٹ

جیج کی آواز کے ساتھ ہی استاد خلام میں سے نیچے چلا آیا۔ اس نے بینے سے خون الی رہا تھا۔

”اب تم سب ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“ اسپکٹر جمیل سرو گوز میں بولے۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

”تم ان سب کو کھول دو۔ جلدی کرو۔ ورنہ میں فائزگ نہیں کر دوں گا۔“ وہ غرائے۔

ان کی رسماں کھول دی گئیں۔

”لیکن ایجاداں یہ ہوا کیے۔“

”کیا کیے ہوا۔“ وہ مکرانے۔

”آپ کے ہاتھ کیے ہیں گے۔ کلاشن کوف آپ کے ہاتھ میں کم طرح آگئی۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ارے بھتی کرسی مار مار کر سیالاں دھیلی کی تھیں اور پھر ہاتھ آزاد کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔“

”آپ نے میرے کام میں دھل اندازی شروع کر دی ہے۔ لہذا اب اس شر پر بھی پارش کروں گا۔ جو ساکن آباد کے جھلک ایک حصہ ہیں۔ ہم نے اس کے شریکی کو اس لیے جمع نہیں کیا کہ عیسائی ہو گئے ہیں۔“

”آپ۔ آپ پروفیسر المان ہیں کیا؟“

”وہ کیا چیز ہے۔ میرا ایک محمولی ساغلام۔“

”ہمیں۔ تو پھر آپ کون ہیں؟“

”مجھے ابطال کہتے ہیں۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ بولے۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ وہ نور سے پوٹ۔



جب میں نے سنا... ان میں سے دو آپس میں بھائی بھی ہیں.... اور ان میں سے ایک بھی آگیا ہے.... دوسرا اور ہے تو میں نے فوراً اندازہ لیا کہ اگر میں ایک بھائی پر قابو پا لوں تو دوسرا بھائی اور والوں کو فائز کریں کرنے والے گا... اور یہی ہوا۔ اگر بھائی کی بجائے بھی کوئی اس ہوتا تو پھر اور والوں کو فائز کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔

”اوہ! اور آپ نے اسی کلاشن کوف سے اور فائز کروایا۔“

”ہاں! اور استاد کے سوا بچا کون تھا؟ ایک کاری کو نشانہ بنانا مشکل تھا۔“

”اف مالک... کس قدر مشکل معرکہ ثابت ہوا یہ۔“

”اس لیے کہ اس منصوبہ بندی کے پیچے ابطال کا باتھ ہے۔“

”بالکل ٹھیک... اس لیے کہ بے چارہ استاد تو اب اس قابل رہا اس بلا کو آج تک کسی نے دیکھا نہیں... اور یہی اس بلا کو تھا نہیں۔“ اور پھر انہوں نے استاد کے لباس میں سے ڈائسینری نکال لیا۔

اصل خوبی ہے... ویسے اس بار اگر مقابلے پر واقعی یہ ہے تو دانتقل اور اس کا پیش دیا جو لوگ۔

”چلنے کوئی بات نہیں... بے جارے دانت پینے کو ترس رہتے۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”رماغ تو نہیں چل گیا۔“

”اس کے امکانات پہلے تھے... اب نہیں رہ گئے۔“

”کس کے امکانات؟“

”رماغ چلنے کے۔“

”اُدھر ادھر کی باتیں نہیں چلیں گیں... پہلے ان لوگوں کو باندھ لیا کہ اسی طرح جس طرح یہ تم لوگوں کو باندھ دتا چاہتے تھے۔“

”جی بہت بہتر یہ تو بہت مزے دار ڈیلوٹی ہے... ابھی تو ان لوگوں سے بدلہ لینے کا وقت آیا ہے۔“ محمود نے کہا۔

اور پھر انہوں نے ان سب کو مضبوطی سے کس دیا۔ پھر اسیں اسی وقت ڈائسینری پر اشارہ موصول ہوا۔

”آہا! بہت اچھے وقت پر پیغام آیا ہے۔ اب اجان استاد کے بجائے اس لیے کہ اس منصوبہ بندی کے پیچے ابطال کا باتھ ہے۔“

”بالکل ٹھیک... اس لیے کہ بے چارہ استاد تو اب اس قابل رہا اس بلا کو آج تک کسی نے دیکھا نہیں... اور یہی اس بلا کو تھا نہیں۔“ اور پھر انہوں نے استاد کے لباس میں سے ڈائسینری نکال لیا۔

اصل خوبی ہے... ویسے اس بار اگر مقابلے پر واقعی یہ ہے تو دانتقل اور اس کا پیش دیا جو لوگ۔

”چلنے کوئی بات نہیں... بے جارے دانت پینے کو ترس رہتے۔“

”یہ کیا... یہ آواز استاد کی تو نہیں ہے۔“

”ہاں مسٹر ابطال.... تمہارے اندازوں کے مطابق یہاں کامیابی پڑھی ہے۔“ اسکریچ شید بولے۔

”میرے اندازوں کے مطابق۔“ دوسری طرف سے حیرت زدہ

آواز میں کہا گیا۔

”ہاں! تمہارا اندازہ بھی تھا ناکہ آخر کار ہم پاٹس پلٹ دیں سمجھے۔“

”خیال ضرور تھا۔۔۔ لیکن میں نے منصوبہ بندی اس طرح کی تھی، تم لوگ دراصل کتنے پانی میں ہو۔۔۔“
کہ ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔ تو کیا اس وقت صورت حال آپ کے
کنشوں میں ہے۔۔۔“

”جی۔۔۔ آپ کے نائب مارے جا چکے ہیں اور ان کے دس
ماتحث اس وقت کر سیوں سے بندھے ڑپے ہیں۔۔۔“

”اچھا ہی ہوا! استاد مارا گیا۔۔۔ ورنہ اس کا یا پلٹ کے بعد نہ ہو
اسے میں بھی نہ چھوڑتا۔۔۔ اس کی آواز سنائی دی۔۔۔“

”اب کیا پروگرام ہے مسٹر بس۔۔۔ آپ پھر مقابلے پر آ رہے
ہیں یا نہیں۔۔۔“

”میرے لیے کام کرنے والے ان گنت ہیں۔۔۔ اور فوج بیچنے
لہذا نہیں کیا تھا۔۔۔ دو گھنٹے بعد وہ گھر پہنچ سکے۔۔۔ لیکن وہاں سے بیکم
شیرازی نے انہیں بتایا کہ سب لوگ پروفیسر داؤڈ کی طرف ہیں۔۔۔ اب ہوں۔۔۔“

”مشکری! ہم ذرا اپنے گھر جا رہے ہیں۔۔۔ آپ اپنی فوج اب
ہمارے گھر بھجو گے۔۔۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ وہیں بیچنے دوں گے۔۔۔“
”بہتر تو یہ تھا کہ تم خود آ جاتے۔۔۔ ذرا مزارہتا۔۔۔“

”میرے پاس کرنے کے بہت سے اہم کام ہیں۔۔۔ اس نے ہر

کر لیا۔

”یہ ہمیں انفو کرانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔“

”تمہارا کچھ وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اور پھر یہ بھی دیکھنا تھا کہ

”مقابلہ کر کے مزا آئے گا۔۔۔ غالباً“ یہ ہماری پہلی نکر ہو گی۔۔۔“

”لیکن کیا مزا۔۔۔ آپ خود تو مقابلے پر آئیں گے یہ نہیں۔۔۔“

”آئے گا مزا۔۔۔ بس دیکھتے جائیں۔۔۔ ابھی مزے کے بہت موقع

”مقابلہ کر کے مزا آئے گا۔۔۔ غالباً“ یہ ہماری پہلی نکر ہو گی۔۔۔“

”لیکن کیا مزا۔۔۔ آپ خود تو مقابلے پر آئیں گے یہ نہیں۔۔۔“

”آئے گا مزا۔۔۔ بس دیکھتے جائیں۔۔۔ ابھی مزے کے بہت موقع

”مقابلہ کر کے مزا آئے گا۔۔۔ غالباً“ یہ ہماری پہلی نکر ہو گی۔۔۔“

”ہم تو چلے۔۔۔ آپ جائیں۔۔۔ آپ کام۔۔۔“

اور پھر انہوں نے گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی، ابھی انہیں یہ

بھی علم نہیں تھا کہ وہ گھر سے کتنی دور ہیں۔۔۔ آتے ہوئے راستے کا

ہیں یا نہیں۔۔۔“

”میرے لیے کام کرنے والے ان گنت ہیں۔۔۔ اور فوج بیچنے

لہذا نہیں کیا تھا۔۔۔ دو گھنٹے بعد وہ گھر پہنچ سکے۔۔۔ لیکن وہاں سے بیکم

ہوں۔۔۔“

الہو نے اس طرف کارخ کیا۔۔۔ گھنٹی بجانے کے فوراً بعد دروازہ کھلا

اور انہیں اسپکٹر کاشان کی شکل دکھائی دی۔۔۔“

”ہاں! ہم غلط شر میں تو نہیں آ گئے۔۔۔ کیا یہ پروفیسر غالب کی

تحریر گاہ ہے؟“

”جی نہیں۔۔۔ آپ بالکل درست جگہ آئے ہیں۔۔۔ اور آئے بھی

آیا ہو گایے بھائے والے بھی پھرول سے فیض نہ سکتے... پھر رہتے بڑے تھے... جس گھر پر گئے... اس گھر کا نشان مٹ گیا... جس آنکھ پر بجے پریشان کر دیا... انہوں نے فوراً ایوان صدر میں مینگ کی... پر گئے وہ ان کے نیچے آ کر دب گیا... صرف چند منٹوں میں ہزاروں صدر صاحب کا رنگ بالکل غیر تھا۔

”اب کیا ہو گا جیشید؟“

”هم سب یہی سوچتے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں سب... کہ عزیز نہیں تھا... کسی کا پورا خاندان ہلاک ہو چکا تھا تو کسی کے پورے خاندان کا ایک فرد نہیں مل رہا تھا... غرض قیامت کا منتظر تھا... پھرول

کے نیچے لوگوں کے عزیز دب گئے تھے اور وہ سب مل کر بھی ان پھرول کیا تو ہماری حکومت تو ختم ہو جائے گی۔“

”حکومت کی فکر نہ کریں... اس بات کی فکر کریں، لوگ عیسائی ہیں سے ایک پھر کو بھی اپنی جگہ سے ہلانے کے قابل نہیں تھے۔“

”اور ہے ہیں... اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔“

”عین اس وقت بہت بڑا شور سنائی دیا... پھر ایوان صدر کے پھرول کا ہٹانا کرنوں کے ذریعے بھی انتہائی مشکل ٹاہت ہوا... لیکن عانکھوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں اندر آ کر تباہی۔“

”کہیں بہت بڑا ہجوم ایوان صدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔“

”اوہ!“ ان کے مذہ سے ایک ساتھ لکھا۔

”اور وہ تحریر لگا رہے ہے... ایوان صدر خالی کر دیں اب تم اور کہہ رہے تھے... سچ نہ ہب کی چھاؤں میں آ جاؤ۔ ایک پھر بھی ہلائے حکمران نہیں ہو... وہ اب ہمارے نئے حکمران...“ بڑے پاوری تھم پر آ کر نہیں گئے گا... یسوع سچ پھرول کی یارش کو روک لیں۔ ملک جنہوں نے ہمیں نئی زندگی بخش دی ہے... پھرول کی گئے... اور جواب میں روتے ہوئے لوگ کہ رہے تھے... اسی لیے ارش سے بچایا ہے... حکومت تو ایک پھر کو بھی گرنے سے نہیں روک سکتا۔“

آدمی اپنی زندگیوں اور گھروں سے باقاعدہ نہ سکتے... پھر رہتے بڑے تھے... اس گھر کا نشان مٹ گیا... جس آنکھ پر بجے پریشان کر دیا... انہوں نے فوراً ایوان صدر صاحب کا رنگ بالکل غیر تھا۔

آدمی اپنی زندگیوں اور گھروں سے باقاعدہ دھوپیشے... جو زندہ نہیں تھا... تو کسی کا کوئی

کی حالت بھی بہت خراب تھی... کسی کا گھر نہیں تھا... تو کسی کا کوئی عزیز نہیں تھا... کسی کا پورا خاندان ہلاک ہو چکا تھا تو کسی کے پورے خاندان کا ایک فرد نہیں مل رہا تھا... غرض قیامت کا منتظر تھا... پھرول

کے نیچے لوگوں کے عزیز دب گئے تھے اور وہ سب مل کر بھی ان پھرول میں سے ایک پھر کو بھی اپنی جگہ سے ہلانے کے قابل نہیں تھے۔“

آخر حکومت کی طرف سے کریں بھیجنیں گئیں... آئی جی... اور ہے ہیں... اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔“

اور اسپکٹر جیشید وغیرہ سب لوگ امدادی کارروائیوں کے لیے خود گئے... پھرول کا ہٹانا کرنوں کے ذریعے بھی انتہائی مشکل ٹاہت ہوا... لیکن ہٹانے پر ملا کچھ بھی نہیں... وہاں تو گھر زمین کے برابر ہو گئے تھے... ایسے میں انسانوں کا کیا ہے چلتا... لوگ آنسو بمار ہے تھے... اور گھروں

کا رخ کر رہے تھے... پاری انسیں گلے سے لگا کر دلاسر دے رہے تھے... ایسے پر ملا کچھ بھی نہیں... وہاں تو گھر زمین کے برابر ہو گئے تھے... ایسے میں انسانوں کا کیا ہے چلتا... لوگ آنسو بمار ہے تھے... اور گھروں

اور کہہ رہے تھے... سچ نہ ہب کی چھاؤں میں آ جاؤ۔ ایک پھر بھی ہلائے حکمران نہیں ہو... وہ اب ہمارے نئے حکمران...“ بڑے پاوری تھم پر آ کر نہیں گئے گا... یسوع سچ پھرول کی یارش کو روک لیں۔ ملک جنہوں نے ہمیں نئی زندگی بخش دی ہے... پھرول کی گئے... اور جواب میں روتے ہوئے لوگ کہ رہے تھے... اسی لیے ارش سے بچایا ہے... حکومت تو ایک پھر کو بھی گرنے سے نہیں روک سکتا۔“

لذادہ نیچے آگئے... اس وقت تک محافظ اندر آچکے تھے....

اور رازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ تمام محافظوں کے رنگ اڑے

اور رازہ تھے....

”ہم لوگ خیرہ دروازے سے نکلنے کا ارادہ رکھتے ہیں... آپ

محافظوں کو بھی اندر بلائیں... ورنہ یہ اس خیرہ راستے کے بارعے میں

اگر کیا خیال ہے؟“

”ہم آپ کے ساتھ ہیں۔“ ایک محافظ نے فوراً کہا۔

”سب لوگ چلنے کی تیاری کر لیں۔ ضروری چیزیں اور اسلحہ
تھکے لے لیں... میں ذرا ایک فون کروں۔“

وہ فون کی طرف بڑھ گئے... بیکم کو فون پر ہدایات دینا ضروری

ہے اور پروفیسر داؤد کو بھی... یہ کام کر کے وہ باقی لوگوں کی طرف

سلیں۔ سب بالکل تیار کھڑے تھے... ایسے میں ایک محافظ نے کہا

”لیکن ہمارے یوں بچوں کا کیا ہو گا؟“

”اگر ہم باری باری سب کو فون کرتے ہیں تو ہم یہاں سے نکل

انہوں نے اور کی طرف دوڑ لگا دی... چھت پر سے انہوں نے میں سکیں گے... لذادہ راستے سے نکلنے کے بعد ہم محفوظ مقام پر

لاکھوں لوگوں کو آتے دیکھا۔ ان سب سے آگے ایک پادری چلا آ رہا تھا کی کوشش کریں گے... اس کے بعد آپ لوگوں کے یوں بچوں کو

تھامیں۔ وہ چاہتے تو صرف اس پادری کو نشانہ بنا کر ان سب کو بھاگنے پر کھوں سے نکال کر لانا ہماری ذمے داری ہو گی۔“

”چھی بات ہے۔“ وہ ایک ساتھ ہوئے۔

کی بارش کا تھامیں... لوگ پادری سے نہیں پھرولی کی بارش سے خوف زدے۔

”اوہ اچھا... یہ وقت بھی آتا تھا۔“ صدر صاحب کا فتحی آواز میں

ہو سلے۔ پھر انپکٹر جمشید سے ہوئے۔

”اب کیا کریں جمشید؟“

”ایوان صدر ان کے حوالے کر دیں۔ اور خیرہ راستے سے نکل

چلیں... ورنہ یہ لوگ ہمیں بھی زندہ چھوڑیں گے سر... ان

محافظوں کو بھی اندر بلائیں... ورنہ یہ اس خیرہ راستے کے بارعے میں

اگر کیا خیال ہے؟“

”اوہ بھی اچھا۔“

اسی وقت گھنٹی بجائی گئی... ایک محافظ فوراً اندر آگیا۔

”ان سب محافظوں کو فوراً اندر بلائیں۔“ صدر صاحب ہوئے۔

”اوہ کے سر۔“ اس نے کما اور باہر کی طرف دوڑ پڑا۔

”سرامیں ذرا اور پر سے دیکھے آؤں... آتے والے کتنے لوگ ہوں گے۔“

انپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ اچھا۔“ وہ ہوئے۔

انہوں نے اور کی طرف دوڑ لگا دی... چھت پر سے انہوں نے میں سکیں گے... لذادہ راستے سے نکلنے کے بعد ہم محفوظ مقام پر

لاکھوں لوگوں کو آتے دیکھا۔ اصل مسئلہ پھرولی

مجبور کر سکتے تھے، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اصل مسئلہ پھرولی

کی بارش کا تھامیں... لوگ پادری سے نہیں پھرولی کی بارش سے خوف زدے۔

ایک سرگ میں چلنا پڑ رہا تھا۔۔۔ سرگ بہت طویل تھی۔۔۔ تربیاد گھر کی خیریتھکانے پر لے کر آتا تھا اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔۔ ان کے تک چلنے کے بعد وہ ایک جنگل میں پہنچے۔۔۔ گویا وہ اب شر سے باہر ہاں خان رحمان کی بڑی گاڑی تھی۔۔۔ راستے میں اگر چینگ نہ ہو رہی تھی۔۔۔

”یہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔۔۔ اس لیے کہ وہ لوگ بھی آخر کار کے سڑکوں کی ناکہ بندی ضرور کر لی گئی ہو گی۔۔۔ محافظوں کے بیوی اس خیریتے راستے کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔۔۔ اور ہم پہلوں کا تو ان لوگوں کو خیال تک نہیں آیا ہو گا۔۔۔ لہذا ان کے گھروں اس طرف دوڑے آئیں گے۔۔۔ لہذا میرے ساتھ کیسی؟۔۔۔“

اسپکٹر جشید انہیں اپنے ایک خاص تھکانے پر لے آئے۔۔۔ اب ہمیں کارخ کیا۔۔۔ وہ گلیوں سے ہوتے ہوئے پہلے ایک گھر تک پہنچ۔۔۔ انہوں نے محافظوں کے پتے نوٹ کے اور رات ہوئے پر وہ اپنے ”محودا! تم ذرا سڑک کی صورت حال معلوم کر آؤ۔۔۔“ انہوں نے ساتھیوں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔۔۔ بیگم جشید اور پروفیسر داؤڈ خان کمر کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔۔۔

رحمان کے گھر والوں کو لے کر بیگم شیرازی سمیت وہاں پہلے ہی تھا۔۔۔ ”جی اچھا۔۔۔“ محمود نے کہا اور گاڑی سے اتر کر سڑک کی طرف پکھے تھے۔۔۔ خان رحمان کو ان کے پاس چھوڑا گیا۔۔۔ انہوں نے صرف ٹھاکری کیستے۔۔۔ انہوں نے احتیاطاً گاڑی کی لاکیں بھی بجا رکھی تھیں۔۔۔ دروازوں والے محافظ ساتھ لیے تھے۔۔۔ یوں ایوان صدر کے پاس فراہم کر جشید نے دستک دی۔۔۔ اندر سے جلد ہی کسی نے خوف زدہ آواز بھی موجود تھی۔۔۔ لیکن فوج کو انہوں نے وہیں رہنے دیا تھا۔۔۔ اور انکا لکھا۔۔۔

چونکہ انہیں کوئی ہدایت نہیں دی گئی تھی اس لیے اب یہ فوج کی کیا ”کون؟“

مرضی تھی کہ وہ ایوان صدر کی طرف آنے والوں کے ساتھ کیا کرے۔۔۔ ”یہ ایوان صدر کے ایک محافظ سرفراز خان کا گھر ہے نا۔۔۔“

سہے۔۔۔ ہتھیار پھینک دیتی ہے یا نہیں۔۔۔ ظاہر ہے۔۔۔ اندر سے کہ ”جی ہاں! آپ کون ہیں؟“

”اسپکٹر جشید۔۔۔ جس وقت ایوان صدر پر لوگ چڑھ دوڑے۔۔۔ اشارہ نہ پا کر انہوں نے بھی ہتھیار پھینک دیے ہوں گے۔۔۔“

محافظ کل دی تھے۔۔۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں دس گمراہ لوگ بھی اندر تھے۔۔۔ اب ہم ایک خیریتے مقام پر موجود ہیں۔۔۔ آپ میں جانا تھا۔۔۔ اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکال کر اپنے ساتھ لے خواہند بھی وہیں ہیں۔۔۔ آپ ہمارے ساتھ چلئے۔۔۔ یہاں آپ کی

جان کو خطرہ ہے۔“

”لیکن... اس بات کی کیا ضمانت کہ آپ غلط لوگ نہیں ہیں۔“ اس وقت اس سڑک پر پولیس نہیں تھی... لیکن ”یہ دیکھئے... میرے ساتھ نبچے بھی ہیں۔ کوئی اپنے بچوں کا ہمیں نے محمود کو لگی کے موڑ پر بھیج کر معلوم کروایا تو لگی سے کچھ ساتھ لے کر تو دوسروں کو دھوکا نہیں دیا پھر تاہم آپ جلدی کریں۔“ اپنے پولیس نظر آئی... وہ فوراً پیچھے ہٹ آیا۔

وقت کم ہے... ہمیں نو اور گھروں میں بھی بلا ہے۔“

”اس کی صرف ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے اباجان؟“ فرزانہ ”اچھی بات ہے... اللہ مالک ہے۔“ اندھے فکر منداہ آواز میں کما گیا۔

اور پھر ایک عورت اور تین بچے باہر نکلے۔

”آپ نے اپنے ضروری زیورات وغیرہ ساتھ لے لیے ہیں۔“ سب لوگ سڑک پر سے سے سینے کے بل ریگتے ہوئے گزر چند کپڑے بھی۔“

”بھی ہاں! لے لیے ہیں۔“ اس نے کہا۔

اسی وقت محمود واپس آگیا۔

”سڑک پر زبردست ناکہ بندی ہے اباجان۔“

”لوہ اچھا۔“ وہ بڑیڑائے۔

اس طرح وہ باقی گھروں میں بھی پہنچے... کافی جگہ انہیں سڑک۔ ”ہوں! بات ٹھیک ہے۔“ انپکٹر جشید بولے۔

آنے کا خطرہ بھی مول لینا پڑا... ورنہ ان گھروں تک پہنچنا ممکن نہیں۔ ”اور پھر اس ترکیب پر عمل کیا گیا۔“ سب لوگ سینے کے بل تھا... عوتیں اور پہنچے ایک دوسرے کے اوپر بٹھائے گئے تب کہیں جا لگ کر دوسری طرف پہنچ گئے... سڑک تاریک تھی... اور پولیس وہ سب اس گاؤں میں سامائے... اور پھر ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا جس کا میں پیشی اوٹک رہی تھی... سب سے پہلے انہوں نے محمود کو لیکن مشکل یہ تھی کہ انہیں ایک جگہ سے سڑک پار کرنا تھی، الشاخ تھا... تاکہ وہ باقی لوگوں کو اس جگہ جمع کر لے... جہاں سے انہیں

پھر گاڑی میں بیٹھتا تھا.... آخر میں جب فرزانہ اور فاروق کی باری آئی۔ "ہاں! دونوں طرح ہی خطرہ پیش آنے کا امکان ہے۔ ہمیں فرزانہ دلی آواز میں بول۔ لکھا ہے کہ کم خطرہ کس طرح پیش آسکا ہے۔" "ایک اور ترکیب ہے اباجان۔ اس طرح شاید ہم تعاقب سے بھی بچ سکتے ہیں۔"

فاروق اور فرزانہ نے گاڑی کو دھکا لانا شروع کیا۔ اپکڑ جہید نے سیرینگ سنبھال لیا۔ یہاں تک کہ وہ سڑک پر بچنگے گئے۔ میں اس طرح تعاقب کا نظرہ مل سکتا ہے، لیکن اگر آپ شارٹ کمر کے سڑک پر چلا کر کما۔

"خود اپارک جائی۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اپکڑ جہید رہشنی پڑنے کے ساتھ ہی گاڑی شارٹ کر چکے گاؤں میں سیرینگ سنبھالتا ہوں۔ لیکن ایک بات نوٹ کر لئیں۔ اپنے گاڑی ایک جھکٹے سے آگے بڑھی اور گلی میں داخل ہو گئی۔ اپنے فاروق اور فرزانہ جو سڑک کراس کر چکے تھے واپس ریگنگے گئے۔ گلی میں داخل ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور رہشنے لگے۔ انہیں کچھ اندازہ نہیں تھا کہ اب وہ کہاں نہیں گے۔ لیکن فی الحال تو فرمورات تھی یہاں پولیس سے بچنے کی۔ لیکن شاید انہیں بھی دیکھ لیا گیا تھا۔ کیونکہ پولیس گاڑی والی گلی میں بھی داخل ہوئی تھی اور ان کی والی گلی میں بھی۔ پھر پولیس کے بعد پولیس کی دو گاڑیاں بھی اس گلی میں داخل ہوئیں۔ جس میں اپکڑ جہید گئے تھے۔

"ارے باپ رے۔ فرزانہ۔ یہ لوگ تو ہمارے پیچے بھی لگ

"اوہ وہ کیا؟" وہ جلدی سے بولے۔ "ہم گاڑی اسٹارٹ کئے بغیر دھکا لگاتے ہوئے سڑک پر سے سیرینگ سنبھال لیا۔ یہاں تک کہ وہ سڑک پر بچنگے گئے۔ میں اس طرح تعاقب کا نظرہ مل سکتا ہے، لیکن اگر آپ شارٹ کمر کے سڑک پار کرتے ہیں، اس صورت میں تعاقب کیا جانا یقینی ہے۔"

"بہت معقول ہے۔ ہم یہ تجربہ کریں گے۔" تم گاڑی کو دھکا لگا۔ میں سیرینگ سنبھالتا ہوں۔ لیکن ایک بات نوٹ کر لئیں۔ پولیس نے گاڑی کو دیکھ لیا تو۔ پھر بچنے گاڑی یک دم شارٹ پڑے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔" فاروق مسکرا یا۔

"کوئی بات کیوں نہیں بھی۔" اس صورت میں تم دونوں رہ جاؤ گے۔"

"تو کیا ہوا۔ ہم کسی نہ کسی طرح بچنے جائیں گے۔"

"کہیں اس طرح تم پھنس نہ جاؤ۔"

"دوسری طرح پوری گاڑی پھنس سکتی ہے اباجان۔"

گئے ہیں۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

”چلو کوئی بات نہیں... ایڈوپنگ رہے گا۔“ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

لوٹ آئے ہیں

”تابوت خالی ہیں... پھر وہ مردے کمال گئے۔ میں نے خود اپنی انہوں سے مردے کو دیکھا تھا۔ کم از کم اس ایک تابوت میں تو مردہ انہوں نے مردے کو دیکھا تھا۔ مگر نہیں... ذہکر نہیں تو بھی تابوت کے لئے تھے۔ لذا ان اچانک سامنے سے نارج کی تیز روشنی ان پر پڑی۔ سماں تھا جو کہ ملکتے ناہیں ہو جائیں۔ اتنی جلدی وہ رہی کے ذریعے اور بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیوں منور علی خان.... تم کیا کہتے ہو؟“

”اس قدر اندر ہیرا ہے کامران مرزا کہ کچھ نہیں سوچ رہا۔“

”یا تم آنکھوں سے نہیں، دماغ سے سوچو۔“

”دماغ سے یہ لیکن اندر ہیرے میں دماغ بھی تو دکھائی نہیں دے

۔۔۔ منور علی خان بولے

”اچھا میں سمجھا۔ تم پر ان کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔“ انپکٹر

کامران مرزا نے جل کر کہا۔

”ہاں شاید یہی بات ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اب تو ہو گیا۔“

”اچھا فرحت۔۔۔ تم کیا کہتی ہو؟“

”دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ ایڈوپنگ رہے گا۔۔۔ ارے بھائی ہم ایجاداں اور دوسروں سے الگ ہو گئے ہیں۔۔۔ اور وہ ہماری وجہ سے پریشان ہوں گے۔۔۔ جب تک ہم ان تک نہیں پہنچ سکتے۔۔۔ اس وقت تک انہیں سکون نہیں ہو گا۔“

اچانک سامنے سے نارج کی تیز روشنی ان پر پڑی۔۔۔ سماں تھا جو کہ ملکتے ناہیں ہو جائیں۔۔۔

”ہاٹ!!“



”اے باب رے... آپ کا پروگرام تو بت لبا ہے۔“

”اور ابھی ہمیں جیونیوں کے نیچے سے بھی گزرا ہے۔“ - منور

علی خان بولے۔

”اوہ ہاں بھی... ان کے بازے میں بھی کچھ سوچو۔“ - وہ بولے۔

”ان کے بازے میں تو صرف انکل ہی سوچ سکتے ہیں۔“

”اس کا ایک ہی حل ہے... واپس جانے کے بجائے... آگے

وقت ڈھانے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔“ - آصف بولا

”آہا! یہ رسی“ - انہوں نے اسپکٹر کامران مرزا کی گواہ

پہنچ لی۔

”ٹھیک ہے... اسی طرف چلتے ہیں... دیے یہ غار ہماری

ایسوں سے کہیں زیاد پراسرار اور خوفناک ثابت ہوا ہے۔“ - اسپکٹر

کامران مرزا بولے۔

”کوئی بات نہیں... ہم اس غار میں واپس آئیں گے اور اس

فانے کے اسرار کو دیکھیں گے۔“ - منور علی خان بولے۔

”اں شاء اللہ“ - وہ سب ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھے... غار آگے بہت صاف تھا۔

اس کے بعد وہ پاری پاری اور پھر گھسنے لگے۔ اب وہ کم از کم

راستا بھی بہتر تھا اور کوئی خوفناک چیز بھی نظر نہ آئی... یہاں تک کہ

ایسیں غار کا وہاں نظر آگیا۔

”وہ ہاڑا! ہم غار کی دوسری طرف سے نکل آئے۔“ - آصف نے

چالا کر کہا۔

”سب سے پہلے روشنی ضروری ہے انکل۔ تبھی کچھ ہو لے

ہے... اس اندر ہرے میں تو ہم اور جانے کے قابل بھی نہیں رہے۔“

”لیکن بھر حال ہمیں لوپر جانا تو پڑے گا۔“ میں رسی کو ٹھا

ہوں“ -

”اور پھر ہم روشنی کا انتظام کر کے بیہاں آسکتے ہیں۔“

”وقت ڈھانے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔“ - آصف بولا

”آہا! یہ رسی“ - انہوں نے اسپکٹر کامران مرزا کی گواہ

سکی... پھر وہ جلدی سے بولے۔

”آفتاب... پہلے تم اور جاؤ۔“

”جی بہتر۔“

وہ آواز کے رخ پر پہنچا اور اپنے والد سے گھرا گیا۔ انہوں

رسی اسے تھماڑی... وہ گھب اندر ہرے میں اور چڑھنے لگا۔

”میں اور چڑھ گیا ہوں۔“

”بہت خوب لیو۔ اب آصف آئے گا۔“

اس کے بعد وہ پاری پاری اور پھر گھسنے لگے۔ اب وہ کم از کم

دوسرے کو دیکھنے کے قابل تو ہو ہی گئے تھے۔

”اللہ کا شکر ہے... اس ڈھانے سے تو نجات ملی۔“

”ابھی کمال... ابھی تو ہم روشنی کا انتظام کر کے پھر نیچے جائے۔“ - اسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”لیکن تم نے مارا کیا؟“ فرحت کے لبھے میں حیرت تھی۔
”وہ!“ آفتاب فوراً بولا۔

وہ ہنسنے لگے... چروں پر اب رونق آگئی تھی... ساتھ ہی ای

سونج کی روشنی بھی نظر آئی... ٹھنڈی ہوا اب مسلسل چروں سے
”موسیقی حرام ہے۔“ آفتاب نے فوراً کما اور ساتھ ہی دانت
بجھنے بند ہو گئے۔

”کمال ہے... سردی کا احساس اس قدر جلد کم ہو گیا۔“ فرحت
بھی۔

”جب کہ ابھی ہم پانی میں اترے بھی نہیں۔“ آصف بولا۔

”میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کریں... ورنہ میں تم دونوں کا نہ
جانے کیا کیا اڑا دوں گا۔“ اس نے جھلا کر کہا۔

”ہائیں ہائیں... اب دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہو۔“ فرحت
پہنچ جائیں گے۔“ آصف بولا۔

”ارے باپ رے... یہ تو اور مشکل ہے۔“ آفتاب نے کان کے لبھے میں حیرت تھی۔
کر کہا۔

”اگر مشکل ہے تو پھر اسی طرف سے آگے بڑھتے رہو۔“

غار کے منہ پر آکر انہوں نے دیکھا... دوسرا طرف بہت بڑا

چھیل تھی... ہوا سے پانی لمبیں بنارہا تھا اور ان لمبیوں کا شور گونج دیا
تھا... چھیل کا دوسرا کنارہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔“

”ہمیں کافی دیر تیرنا پڑے گا۔“

”اور موسم بھی سردی کا ہے۔“ آفتاب نے کما اور اس کے

رات بجھنے لگے... وہ مسکرا دیئے... اس لیے کہ دانت مصنوعی بچ رہے
تھے۔

”موسیقی کا شوق پورا کر رہے ہو کیا؟“ فرحت بولی۔

”موسیقی حرام ہے۔“ آفتاب نے فوراً کما اور ساتھ ہی دانت
بجھنے بند ہو گئے۔

”کمال ہے... سردی کا احساس اس قدر جلد کم ہو گیا۔“ فرحت
بھی۔

”جب کہ ابھی ہم پانی میں اترے بھی نہیں۔“ آصف بولا۔

”میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کریں... ورنہ میں تم دونوں کا نہ
جانے کیا کیا اڑا دوں گا۔“ اس نے جھلا کر کہا۔

”ہائیں ہائیں... اب دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہو۔“ فرحت
پہنچ جائیں گے۔“ آصف بولا۔

”ارے باپ رے... یہ تو اور مشکل ہے۔“ آفتاب نے کان کے لبھے میں حیرت تھی۔
کر کہا۔

آصف نے منہ پھالا۔

”یہ کیا بات ہوئی؟“ فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

”پتا نہیں... کوئی بات ہوئی یا نہیں... بات بے بات، بات کے
بیچے نہ پڑ جایا کو۔“

”میں بیچے پڑ رہی ہوں... دماغ تو نہیں چل گیا؟“

”ورست اندازہ لگایا فرحت... مبارک بار قبول کرو۔“ آفتاب

لے خوش ہو کر کما۔
”یہ تو ہو گئے شروع۔۔۔ اب جھیل کا کیا کریں؟“ انپکٹر کامران
مرزانے منہ بنا یا۔۔۔

”جھیل۔۔۔ اوہ ہاں جھیل۔۔۔ کسی یہ کوئی خونی جھیل نہ ہو۔۔۔ مرا نے بھنا کر کما۔
موت کی جھیل نہ ہو۔۔۔ منور علی خان ملک کے۔۔۔
”تاولوں کے نام سوچ رہے ہو کیا؟“ انپکٹر کامران مرزا
چونک کر کما۔

”بھی وہ مرزا آگیا۔۔۔ انکل میں فاروق کی روح آگئی۔۔۔“

”متن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ارسے باپ رہے۔۔۔ بھی کم از کم روحوں کا ذکر نہ کرو۔۔۔ مم۔۔۔ میں روحوں سے بہت ڈرتا ہوں۔۔۔“ منور علی خان
کانپ کر بولے۔

اور وہ سکرانے لگے۔۔۔ پھر انہیں جھیل میں چھلانگیں لگے۔۔۔
پڑیں۔۔۔ غار کے دہانے میں کب تک کھڑے رہ سکتے تھے۔۔۔ جھیل کا پالا اسے گئے۔۔۔
غار کے دہانے سے کافی نیچے تھا اور اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔۔۔ ”ہاں۔۔۔ دوسرا لوگوں کی طرح۔۔۔ دیسے یہ خیال کچھ غلط بھی
یہاں پہاڑ بالکل عمودا“ تھا۔۔۔ یوں بھی پہاڑ پر چڑھنے سے جھیل عین میں ہی نیچ کرنی نہیں نکل پاتے ہوں
گے۔۔۔ بلکہ اس سے بھی پہنچا اثر دھے سے۔۔۔“ کرنا بہت آسان تھا۔

”ہاں! واقعی۔۔۔ غار بہت خوفناک ہے۔۔۔ اور تابوتوں والے نہ
فائدے تک تو شاید ہمارے علاوہ اور کوئی پہنچا بھی نہیں۔۔۔“ آفتاب نے سرد آہ بھری۔۔۔

”تابوتوں والی بات نے مجھے ابھی تک الجھن میں ڈالا ہوا ہے۔۔۔“ سرد آہیں بھر کر پانی کو اور سرد نہ کرو۔۔۔ آصف جھلا اٹھا۔

”ہاں واقعی۔۔۔ پانی بہت زیادہ سرد ہو گیا ہے۔۔۔ فرحت بولی۔۔۔“

”اگر باتیں کو گے تو پانی کی ٹھنڈک میں اور اضافہ ہو جائے
مرزا نے منہ بنا یا۔۔۔ اس لیے اس وقت صرف تیرنے سے کام رکھو۔۔۔ انپکٹر کامران
مرا نے بھنا کر کما۔

”می۔۔۔ جی ہاں۔۔۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔۔۔ انہوں نے پیچھے سر کر
لکھا۔۔۔ اب وہ غار انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔ البتہ وہ پہاڑ ضرور نظر آ
رہا تھا۔۔۔ جس میں وہ غار تھا۔۔۔

”کافی پراسرار جگہ ہے۔۔۔“ انپکٹر کامران مرزا بیرون اتے۔

”اب نہ جانے ہمیں کتنا بڑا چکر لگانا پڑے۔۔۔ غار کے دوسرے
کنے تک پہنچنے کے لئے۔۔۔“

اور وہ سکرانے لگے۔۔۔ پھر انہیں جھیل میں چھلانگیں لگے۔۔۔
پڑیں۔۔۔ غار کے دہانے میں کب تک کھڑے رہ سکتے تھے۔۔۔ جھیل کا پالا اسے گئے۔۔۔
غار کے دہانے سے کافی نیچے تھا اور اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔۔۔ ”ہاں۔۔۔ دوسرا لوگوں کی طرح۔۔۔ دیسے یہ خیال کچھ غلط بھی
یہاں پہاڑ بالکل عمودا“ تھا۔۔۔ یوں بھی پہاڑ پر چڑھنے سے جھیل عین میں ہی نیچ کرنی نہیں نکل پاتے ہوں
گے۔۔۔ بلکہ اس سے بھی پہنچا اثر دھے سے۔۔۔“ کرنا بہت آسان تھا۔

”ہاں! واقعی۔۔۔ غار بہت خوفناک ہے۔۔۔ اور تابوتوں والے نہ
فائدے تک تو شاید ہمارے علاوہ اور کوئی پہنچا بھی نہیں۔۔۔“ آفتاب نے سرد آہ بھری۔۔۔

”تابوتوں والی بات نے مجھے ابھی تک الجھن میں ڈالا ہوا ہے۔۔۔“ سرد آہیں بھر کر پانی کو اور سرد نہ کرو۔۔۔ آصف جھلا اٹھا۔

اور میں دوسرے دہانے پر پہنچ کر ایک بار پھر اس جگہ تک جانا پڑا۔ رہے تھے۔
ہوں... بہت سے بیٹھی میل ساتھ لے کر۔
”کیا ہو رہا بھی... خیر تو ہے۔“
”تو پھر چلے... اب اس جھیل کے ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا۔“
”یہ خونی عاری۔ آج پھر پانچ انسانوں کو کھا گیا۔“
”مگر... کیا؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔
آفتاب نے سرد آہ بھری۔

”یار اگر تمہارا دل کسی مم کو سرکرنے کے لیے تیار نہیں۔“ جہاں تک عام لوگ
تو گھر سے نکلا ہی کیوں کرتے ہوں۔ انکل نہیں زبردستی تو ساتھ لاتا جاتے ہیں۔ تو لوگوں نے انہیں
نہیں... کیوں انکل۔“
”نہیں... اگر یہ ساتھ نہ آتا چاہے۔ تو میں کافی لانے لگاں کو عبور کیا۔ جس سے آگے جانا منع ہے۔ اور پھر لوگوں کی نظرؤں
سے او جھل ہو گئے۔ اب تو انہیں مجھے نہ جانے کتنے کھنے ہو گئے
”لیکن... میں ان کے ساتھ آئے بغیر بھی تو نہیں رہ سکا۔“
”تو پھر جب آہی جاتے ہو تو کام سے نہ گھبرا یا کرو۔“
”و گھبرا تاکون ہے... یہ تو گھبرا نے کی ایکنگ کرتا ہے۔“ - منور

خان نہیں۔
”اوہ ہو انکل... آپ نے تو بے چارے کا راز افشاں کر دیا۔“
”تو ذرا دل بھلا رہے تھے۔“ فرحت نے منہ بنایا۔
وہ چلتے رہے... چلتے چلتے ہوا اور دھوپ سے ان کے کپڑے ملک ہے۔“

”شکریہ!“ یہ کہ کروہ اس طرف بڑھ گئے
اور پھر میل خرید کریں۔ اور حیلوں میں قدرے فرق پیدا کر کے
وہاں پہنچے تو بہت سے لوگ وہاں جمع تھے۔ سمنی خیز انداز میں بالتمدد غار کے دہانے کی طرف آئے۔ کیونکہ اس بات امکان تھا کہ بکانگ

لکر انہیں پچان لیتا اور پھر انہیں تحریر لیا جاتا۔ ان سے ہزاروں سوالات کئے جاتے۔ اس سے نیبی بہتر تھا کہ وہ ہلکا پچلا میک اپ کر لیں۔ اب ان کے پاس چوبیں لے کر جلانے کے لیے بیٹھی مل موجود تھے۔

مکن لینے صرف میں جاؤں گا اور اندر بھی ہم ایک ایک کر کے جائیں گے۔ تاکہ غار کے دہانے پر جیسے ہوئے محااظہ ہمیں دیکھا کر الجھن میں نہ پڑ جائے۔

”یہ ترکیب تحریک رہے گی۔“

اس طرح وہ ایک بار بھی غار میں داخل ہوئے۔ دہانے پر بیٹھے ہوئے شخص نے ان سے باری باری کہا۔

”پھر کے صندوق سے آگے جانے کی ہرگز کوشش نہ کیجئے۔“

جناب۔ آگے خطرہ ہے خطرہ۔ پانچ افراد اس سے آگے چلے گے۔ اب وہ وہاں سے کھائی کی طرف ہڑھے۔ وہاں وہ بوہرہ پرستور تھے۔ اب تک ان کی واپسی نہیں ہو سکی۔ اور جلد واپس آجائے۔ ہرگز تھا اور ایک بیٹھا تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگے تو اس نے کہا۔ ”شیں جناب۔ آپ اور آگے نہ جائیں۔ آگے غار حد درجے گا۔ اس لیے کہ اب واپسی میں زیادہ وقت نہیں ہے۔ پھر غار بننا ڈالنا ہے۔ آگے کہا۔“

”اوہ! یہ من کربت افسوس ہوا۔“ اسکٹر کامران مرزا نے کھانا کے دیکھتے دیکھتے آگے نکل گئی۔ اب تک لوٹ کر نہیں آئی۔“

اندر وہ پھر ایک جگہ جمع ہو گئے اور پھر کے صندوق کی مدد سے ”ہاں ہم سن چکے ہیں۔ لیکن آپ فکر نہ کریں۔ ہم زیادہ دور میں جائیں گے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ یہاں سے آگے تو یہ کھائی ہے۔ اور کھائی پڑھے۔“

”اب صندوق کے پاس رکنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”پہلے ہمارے مقصد نپورا نہیں ہوا تھا۔ اور لوگ بھی دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ لیکن اب جب کہ سب لوگ اور کارخ کرنے والے ہیں۔“ اب ان کے پاس چوبیں لے کر جلانے کے لیے بیٹھی مل

”صندوق کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گئے۔ چند افراد اس کو دیکھنے میں مصروف تھے۔ آخر وہ بھی چلے گئے۔ اب ان کی باری تھی۔ انہوں نے اس کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اسکٹر کامران مرزا نے ایک چاقو کی مدد سے۔ اس کے بعض حصوں کو کھچ کر دیکھا۔ اور اس طرح چھوٹے والے ذرات ایک کافڑ پر لے کر محفوظ کر لیے۔

”ان ذرات کا آپ کیا کریں گے؟“

”نہیں۔ شاید کسی وقت ان کی ضرورت پر جائے۔“ اس

”ہے ہیں۔“

”ہاں اسن پکے ہیں..... لیکن ہم مجبور ہیں۔“
 ”کیا کہا۔۔۔ آپ مجبور ہیں۔۔۔ کیا مجبوری ہے آپ کو۔۔۔
 ”بنا نہیں سکتے۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے رہی نیچے لٹکا دی۔۔۔ اب منور
 خان کی ریساں خرید پکے تھے۔

”خدرار۔۔۔“ مگر ان نے چلا کر کہا۔

”افسوس! ہم نہیں رک سکتے۔۔۔“

”میں انتظامیہ کے لوگوں کو بلا لاوں گا۔۔۔“

”ضرور بلا لائیں۔۔۔“

وہ باہر کی طرف دوڑا۔۔۔ یہ موقع ان کے لیے اچھا تھا۔۔۔ وہ
 لٹکلے کی نیچے اترتے گئے۔۔۔ اور جب انتظامیہ والے وہاں پہنچے۔۔۔ تو
 انہیں کے دوسرے کنارے پر پہنچ پکے تھے۔

”یہ کیا۔۔۔ یہ تو اس طرف پہنچ پکے ہیں۔۔۔“ آنے والوں میں سے
 اے کہا۔

”جب میں نے دوڑ لئی تھی۔۔۔ ان میں سے صرف ایک ابھی
 اترنے کی تیاری کر رہا تھا۔۔۔ وہ رہی لٹکا چکا تھا۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ اتنی
 بڑی تھی اس طرف اور دوسری طرف چڑھ بھی گئے۔۔۔“

”منور علی خان۔۔۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔۔۔“ انہوں نے سرد توالا لایہ لوگ اتر بھی گئے اور دوسری طرف چڑھ بھی گئے۔۔۔
 ”آپ حضرات واپس آ جائیں۔۔۔ اپنی زندگیوں سے نہ کھلیں۔۔۔“

اے سے ایک نے کہا۔

میں اترنا بھی مشکل کام ہے۔۔۔ اترنے تو اور آتا مشکل ہو گا۔۔۔ لذا
 میں یہی کہوں گا کہ آپ نہ جائیں۔۔۔“

”ہم ذرا اس کھانی کو تودیکھ لیں۔۔۔ پھر آپ کو اپنے فیصلے سے
 آگاہ کریں گے۔۔۔“

”کیسا فیصلہ؟“ اس نے چونکہ کہا۔

”یہ کہ ہمیں آگے جانا چاہیے یا نہیں۔۔۔“

”وہ تو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔۔۔ نہیں جانا چاہیے
 ”وہم جانے کا فیصلہ کر پکے ہیں۔۔۔“

”آپ کے فیصلے کی بیان کوئی اہمیت نہیں۔۔۔ غار کا انتظام کرنے
 والوں کا فیصلہ چلے گا۔۔۔“ اس نے جلا کر کہا۔

”وکم از کم ہم میں سے ایک کو تو کھانی میں اترنے کی اجازت
 دے دیں۔۔۔“

”وہ نہیں ہرگز نہیں۔۔۔“

”تو پھر ہم سب کو اجازت دے دیں۔۔۔“

”آپ لوگ بہت محیب ہیں۔۔۔“

”ہاں! وہ تو خیر ہم ہیں۔۔۔“

”منور علی خان۔۔۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔۔۔“ انہوں نے سرد توالا لایہ لوگ اتر بھی گئے اور دوسری طرف چڑھ بھی گئے۔۔۔

میں کہا۔

”آپ۔۔۔ آپ نے میری بات نہیں سنی۔۔۔“

”ہم زراسیر کریں گے اور بن۔“ اسکپٹر کامران مرزا مسکرا کر
اس کی اجازت نہیں ہے۔

”نہ ہو۔ ہم اب دیکھے بغیر والپیں نہیں آئیں گے۔“

”آپ کو معلوم ہے، پانچ افراد پہنچے ہی اپنی جانوں سے ہاتھ رہا۔ والپیں آپ کو گرفتار کر لیے گی۔“

”کس جرم کے تحت۔“ بیٹھے ہیں۔

”یہ آپ کس طرح کہ سکتے ہیں؟“ اسکپٹر کامران مرزا نے ”قانون توڑنے کے جرم میں۔۔۔ یہ قانون ہے کہ اس جگہ سے
لگے نہیں جایا جا سکتا۔۔۔ اور آپ جا رہے ہیں تو آپ نے قانون توڑا یا
بنایا۔“

”اس طرح کہ وہ جو گئے تھے۔۔۔ ابھی تک لوٹ کر نہیں میں۔“

”اس جرم کو عدالت میں ثابت کرنا ہو گا جناب۔“ منور علی
آئے۔“

”تو اس سے یہ بات کس طرح ثابت ہو گئی کہ۔۔۔ وہ مارے گا تو۔۔۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“ چکے ہیں۔

”اگر زندہ ہوتے تو لوٹ کر نہ آتے۔“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ کہیں پھنس گئے ہوں۔۔۔ اور ان کے
”نہیں دیکھ سکیں گے۔۔۔ آج تک اس ڈار کو مکمل طور پر کوئی
آگے جانا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔۔۔ ہم آگے جا کر ان کے پاس گئے دیکھ سکا۔۔۔ اگر آگے کوئی گیا تو واپس نہیں آسکا۔“

”لیکن ہم تو آئے ہیں۔“ اسکپٹر کامران مرزا ان سے تک آگئے
میں معلوم کرتے ہیں۔۔۔ امید ہے۔۔۔ انہیں واپس لے آئیں گے۔“

”پاگل نہ ہو۔۔۔ وہ بے چارے تو گئے کام سے۔۔۔ آپ بھی
جانیں گے۔“

”کیا کما۔۔۔ آپ تو آئے ہیں۔“ ”نہیں پھنسیں گے۔“

”وہ حیرت زدہ سے رہ گئے اور بری طرح انہیں گھورنے لگے۔“

”اس لیے کہ ہم ہربات اتنے یقین سے ہی کہتے ہیں۔“ آفتاب

”ہم زراسیر کریں گے اور بن۔“ اسکپٹر کامران مرزا مسکرا کر

اعراب۔

”اس کی اجازت نہیں ہے۔“

”نہ ہو۔۔۔ ہم اب دیکھے بغیر والپیں نہیں آئیں گے۔“

”آپ کو معلوم ہے، پانچ افراد پہنچے ہی اپنی جانوں سے ہاتھ رہا۔ والپیں آپ کو گرفتار کر لیے گی۔“

”کس جرم کے تحت۔“ بیٹھے ہیں۔

”یہ آپ کس طرح کہ سکتے ہیں؟“ اسکپٹر کامران مرزا نے ”قانون توڑنے کے جرم میں۔۔۔ یہ قانون ہے کہ اس جگہ سے
لگے نہیں جایا جا سکتا۔۔۔ اور آپ جا رہے ہیں تو آپ نے قانون توڑا یا
بنایا۔“

”اس طرح کہ وہ جو گئے تھے۔۔۔ ابھی تک لوٹ کر نہیں میں۔“

”اس جرم کو عدالت میں ثابت کرنا ہو گا جناب۔“ منور علی
آئے۔“

”تو اس سے یہ بات کس طرح ثابت ہو گئی کہ۔۔۔ وہ مارے گا تو۔۔۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“ چکے ہیں۔

”اگر زندہ ہوتے تو لوٹ کر نہ آتے۔“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ کہیں پھنس گئے ہوں۔۔۔ اور ان کے
”نہیں دیکھ سکیں گے۔۔۔ آج تک اس ڈار کو مکمل طور پر کوئی
آگے جانا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔۔۔ ہم آگے جا کر ان کے پاس گئے دیکھ سکا۔۔۔ اگر آگے کوئی گیا تو واپس نہیں آسکا۔“

”لیکن ہم تو آئے ہیں۔“ اسکپٹر کامران مرزا ان سے تک آگئے
میں معلوم کرتے ہیں۔۔۔ امید ہے۔۔۔ انہیں واپس لے آئیں گے۔“

”پاگل نہ ہو۔۔۔ وہ بے چارے تو گئے کام سے۔۔۔ آپ بھی
جانیں گے۔“

”کیا کما۔۔۔ آپ تو آئے ہیں۔“ ”نہیں پھنسیں گے۔“

”وہ حیرت زدہ سے رہ گئے اور بری طرح انہیں گھورنے لگے۔“

”یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کہ سکتے ہیں۔“

اب نے خاص حکم دیا ہے... جہاں بھی نظر آئیں گرفتار کر لیا جائے۔ جو سستی کرے گا، انہیں فرار کا موقع دے گا۔ ان کے ساتھ غفت سلوک کیا جائے گا۔

لکھیا کہا۔۔۔ یادوی صاحب نے۔۔۔

"جی ہاں! شر کے سب سے بڑے پادری اس وقت ملک کے

انہوں نے نظریں اٹھائیں.... پولیس ان کے بالکل سائیں طکران بنائے جا چکے ہیں.... اب یہاں صرف ان کا حکم چلے گا.... باقی تھی.... اور راکٹلیں ان پر تین تھیں.... انہوں نے ہاتھ اور اٹھادیے لام غم دے داران صرف اور صرف ان کی بدلایات نہیں گے.... اور اس لیے کہ انہیں بھاگنے کا کوئی راستا نظر نہیں آ رہا تھا۔

”کوئی بات نہیں... یہ اپنے پولیس والے ہیں تا۔“ سفرزادہ کا خاطر ان امور کی خاطر ہمسر جان نوہن، اللہ

لپٹ کا بھلا کرے گا۔

”وَهُوَ اللَّهُ تَوْيِيدٌ مِّنْ بَحْلَا كَرَے گا... پادری صاحب پہلے ہماری
حال گرا ذیں گے۔“

”ہاں! اور اگر آپ لوگوں نے ہمیں فرار کا موقع نہ دیا تو پورے۔“ بھائی ائمہ کا پا چلے گا۔۔۔ ان میں سے ایک نے دوسروں سے ملک سر ہوا نشیر۔۔۔ نوری و نیار ہونے والی اس تباہی کو آنے سے کامیاب

نہیں روک سکے گا... اس لیے کہ ہمارے والد اور ان کے ساتھی "تو پھر کیا انہیں نکل جانے دیں"۔ دوسرے نے سوچ کے انداز بے کنگری سے اس سلطے میں کام نہیں کر سکیں گے۔ فاروق میں کہا۔

”ہاں! نکل جانے دیں۔“

”اچھا! آپ جائیں..... لیکن ہمیں یاد رکھیں۔۔۔“

جیب آواز

انہوں نے نظر س اٹھائیں.....!

تھی.... اور رائفلیں ان پر تنی تھیں.... ان

اس لیے کہ انہیں بھاگنے کا کوئی راستا نظر

وکولی بات نہیں... یہ اپنے پو

مسکراتی۔

”ہاں! بالکل“۔ فاروق نے کہا۔

پولیس والے نزدیک آگئے۔

”اوہ! یہ آپ ہیں۔“

”ہاں! اور الراپ لوگوں نے ہمیں

”حالات پکار پکار کر کہ رہے ہیں۔“

”اچھا کہ رہے ہوں گے.... کان نہ کھاؤ اور آرام کی سوچو۔“

”آرام کے ساتھ غور کرنے کی۔“ - انپکٹر جمیل نے اسے نوکا۔

وہ رات واقعی انہوں نے سوتے اور غور کرے گزار دی.... ریڈیو

اور ٹی وی تمام وقت چالو رکھے گئے تھے.... تاکہ حکومت کے اعلانات

ان کے علم میں آتے رہیں.... سارے شر میں تمام رات ان کی ملاش

ہوتی رہی تھی.... صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ٹی وی پر بڑے پادری

کی تقریر کا اعلان نشر ہوا۔

ابھی وہ ناشتا کر رہے تھے کہ پادری ٹی وی پر نظر آیا۔ اس نے

تقریر شروع کی۔

”میرے ہم وطن! آج سے میں تمہارا حکمران

ہوں.... اپنے نئے حکمران کو خوش آمدید کھو۔ اور یہ بات

جاننا لو کہ یسوع مسیح کا نزول ہو چکا ہے.... تمام آسمانی

کتابیں اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ جب مسیح دوبارہ

آئے گا تو دنیا میں صرف اور صرف ایک مذہب ہو جائے

گا۔ باقی تمام مذاہب باطل ہو جائیں گے اور اب آپ

لوگ دیکھ رہے ہیں.... دنیا بھر کے ممالک کس تیزی سے

یہی نسبت قبول کر رہے ہیں.... آپ سب کو بھی یہی نسبت کی

رجوع دے رہا ہوں.... یہی نسبت کے بھنڈے تسلی آ

”فکر نہ کریں.... وقت آنے پر آپ کو حکومت میں ضروری
عملے دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی آپ کو
نوازے گا۔ اگر آپ لامع کے تحت نہیں کر رہے۔“

”نہیں! ہم یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل
کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔“

اور پھر انہوں نے اپنے خفیہ ٹھکانے کی طرف بڑا لگادی.... دل
کر جانا آسان کام نہیں تھا۔ ان حالات میں وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔
وہ خفیہ ٹھکانے پر پہنچے تو سب نے سکون کا سانس لیا۔

”اپ ہمیں کیا کرنا ہے.... شر پر تو بڑے پادری کی حکومت فائدہ
ہو چکی ہے.... بلکہ شر پر نہیں.... پورے ملک پر۔“

”آج رات ہم غور کریں گے.... صبح اپنی اپنی تجادیز پیش کریں
گے۔“ - انپکٹر جمیل بولے۔

”یہ تھیک رہے گا۔“ - فاروق نے خوش ہو کر کہا۔
”لیکن تم یہ من کراس قدر خوش کیوں ہو گئے؟“ محمود نے اسے
گھورا۔

”اس لیے کہ کم از کم آج رات تو آرام نصیب ہو رہا ہے۔
آیندہ نہ جانے کتنی مدت تک ہمیں آرام کا لفظ سننے کو بھی نہیں ملے
گا۔“

”یہ تم کیسے کہ سکتے ہو؟“ فرزانہ نے اسے گھورا۔

لے جلد ہی وہ اس سچھ پر نظر آیا۔ اس پادری کو وہ پہلے بھی کئی لڑکات میں دیکھے چکے تھے۔ آتے ہی اس نے کہنا شروع کیا۔

”یہ بات تو آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم یہاں صیانتیت کی تبلیغ کتنی مدت سے کر رہے تھے۔ اور چند سالوں سے تو ہم نے اپنا کام حد درجے تیز کر دیا تھا۔ لیکن یہ ہمیں بھی معلوم نہیں تھا کہ اس طرح یوں سچ نازل ہو جائیں گے۔ پوری دنیا ان کے تالع ہو جائے گی۔ یہ خداوند عالم کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے دور میں انہیں نازل فرمایا۔ اس لحاظ سے ہم خوش قسمت ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سچ کیا ہے۔ اور جھوٹ کیا ہے۔ ابھی آپ کو چھوڑی سی جھلک بھی دکھاوی جائے گی۔ مثال کے طور پر چند باغی کسی جگہ چھپ گئے ہیں۔ وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکے۔ رات ایک جگہ سے فرار ہوتے وقت ہماری پوری پولیس نے انہیں گھیر لیا تھا۔ لیکن ان سب کو نہیں۔ وہ ان میں سے صرف دو تھے۔ لیکن پولیس کے چند لوگوں نے حکومت سے غداری کی۔ اپنے فرض کو بھول گئے۔ اور انہیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ اگر انہیں گرفتار کر لیتے تو ان کے باقی ساتھیوں کا پتا ان دونوں سے

جائیں۔ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔ لیکن جو لوگ عصیانیت قبول نہیں کریں گے۔ ان پر پھرلوں کی بارش ہو گی۔ اگر آپ لوگ پھرلوں کی بارش پسند کرتے ہیں تو ضرور اسلام پر ڈٹے رہیں۔ پھر آپ لوگ مرے سے پہلے دیکھ لیں گے کہ جن لوگوں نے عصیانیت کو قبول کر لیا۔ وہ تو ان پھرلوں سے پہنچ رہی گے۔ اور باقی لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ آپ سب ناشتے کے فوراً بعد شرک سب سے بڑے میدان میں جمع ہو جائیں۔ میں وہاں آ رہا ہوں۔ اور چند ضروری اعلانات وہاں کئے جائیں گے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ سکرین پر سے غائب ہو گیا۔

ناشہ کے بعد سب لوگ میدان میں جمع ہونے لگے۔ اوہ ان میں سے انپکڑ جیشید ہے۔ میک اپ کیا اور میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ باقی لوگوں کو انہوں نے سختی سے روک دیا تھا کہ اس نظر ملکانے سے ہرگز باہر نہ نکلیں۔ وہ جب میدان میں پہنچے تو وہاں اس قدر ہجوم تھا کہ وہ پریشان ہو گئے۔ ان کا دل ہل گیا۔ ان کے اندر سے آواز نکلی۔

”یا الہی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مسلم کی حفاظت کرنا۔“

”عین اسی وقت نقارہ بختنے کی آواز سنائی دی۔ پتا چلا۔ پاروںی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اس کے لیے بہت اونچا سچھ بنا لیا گیا۔“

فوراً اگوا لیا جاتا۔ میں اعلان کرتا ہوں۔ ان دو کو جن پولیس والوں نے فرار کا موقع دیا۔ وہ اس بھرے مجمع میں اپنے ہاتھ کھڑے کر دیں۔ ورنہ ان کے ساتھ کوئی نہیں کی جائے گی۔ ان کی موت اس قدر بھیانک ہو گی کہ آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

یہ کہ کروہ خاموش ہو گئے۔ سب لوگ ایک دسرے طرف دیکھنے لگے، لیکن کسی نے بھی ہاتھ اوپر نہ لٹائے۔ تھوڑی تک انتظار کے بعد پادری کی آواز پھر سنائی دی۔

”اچھا تو وہ سامنے نہیں آئیں گے۔ اب اس مجمع میں انکے اگل شر میں رہیں گے۔ ہاں جو لوگ مسلمان رہنے کا ارادہ رکھتے ہاتھ بھی اوپر اٹھواتا ہوں۔ میں اپنے علم کے ذریعے انہیں مجبور کر لے جائیں۔“ وہ اس پتھر سے محفوظ رہیں گے۔

یہ کہ کروہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑھانے لگا۔ اور ہر ٹھیکنے میں اسٹھ کے ہاتھ اور اٹھنے لگے۔ میدان میں خوف کی لمبڑی گئی۔ تک ہاتھ اور اٹھ گئے۔

”بہت خوب۔ تو ہاتھ اٹھ گئے۔ ان لوگوں کو راستا جائے۔ یہ بھجھ تک آئیں گے۔ اور اپنے لگے اپنے ہاتھوں گھوشن گے۔“

”عن... نہیں۔“ مجمع چلایا۔

”دکیا کما۔ نہیں۔“ یعنی باقی لوگوں کو ان سے ہمدردی ہے۔ یعنی شریعت پر عمل کریں گے۔ میرا کلمہ پڑھیں گے۔ اور اسلام کا

پھر اپر دیکھو۔ اپنے سر کی طرف۔“

ان سب نے اوپر دیکھا۔ ایک بڑا پتھر چلا آ رہا تھا۔

”ارے پاپ رے۔“ لوگوں میں بھگ ڈر مج گئی۔

”خروا۔“ کوئی کہیں نہ جائے۔ یہ پتھر پورے شر سے زیادہ بڑا ہے۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے اور پھر یہ پتھر صرف ان لوگوں کے لیے تیا ہے۔ ابھی سب کے سروں پر آ کر نک جائے گا۔ لیکن گرے گا طرف دیکھنے لگے، لیکن کسی نے بھی ہاتھ اوپر نہ لٹائے۔ تھوڑی تک انتظار کے بعد پادری کی آواز پھر سنائی دی۔

”اچھا تو وہ سامنے نہیں آئیں گے۔ اب اس مجمع میں انکے اگل شر میں رہیں گے۔ ہاں جو لوگ مسلمان رہنے کا ارادہ رکھتے ہاتھ بھی اوپر اٹھواتا ہوں۔ میں اپنے علم کے ذریعے انہیں مجبور کر لے جائیں۔“ وہ اس پتھر سے محفوظ رہیں گے۔

”مجمع میں دسرے کے قریب آدی آگے آگے۔“

”تو تم عیسائیت قول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔“

”ہاں بالکل نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو دکیا کما۔ نہیں۔“ یعنی باقی لوگوں کو ان سے ہمدردی ہے۔ یعنی شریعت پر عمل کریں گے۔ میرا کلمہ پڑھیں گے۔ اور اسلام کا

بول بالا کریں گے.... اور دجال کا بھی ظہور اسی زمانے میں ہو گا۔... اب ہے ہے.... صاف ظاہر ہے.... یہ خداوند یوسع مسیح کی طاقت ہے.... لوگوں کو بہکائے گا۔... تم جس مسیح کی بات کر رہے ہو.... دراصل "کوئی دجال ہے"۔ ان میں سے ایک نے کہا، وہ عالم نظر آتا تھا۔

”اگر وہ وجہ ہے تو پھر اس نامے میں یوسع مسجع بھی موجود ہوا چاہیے... وہ کہاں ہیں؟“ پادری نے پشکر کہا۔

”اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ وجہ نہیں۔“ عالم بولا۔

”تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ الرحلانی ہزار سال پرانی کتاب جو دنیا کے سب سے طویل غار سے ملی ہے... انہی میں کہا گیا ہے کہ یوسع مسجع آئیں گے.... اور جو ان پر ایمان نہیں لائیں گے کہ

ان پر پھر بر سیں گے... اب دیکھ لیں... پھر بر س رہے ہیں... ماں "ٹھیک ہے... یہ لوگ عقل سے پیدا ہیں... جو آنکھوں دیکھی نہیں... یہ پھر جس پر گرے گا... وہ غلط راستے پر ہوں گے... درنہ پھر اس سے بھی بچتے کی کوشش نہیں کر رہے... اب درینہ کرو۔" ان لوگوں پر گرنا چاہیے... اسی لمحے میں تم لوگوں کو ان سب لوگوں انہیں گھیرے میں لے لیا گیا... سارا مجمع جنگل کی طرف چلا... سے الگ کر رہا ہوں... اور جنگل میں بندھوا رہا ہوں... تاکہ سب دیکھاں اس میدان کے دوسری طرف تھا... جنگل کے بیچوں بیچ جا کر لیں... حق پر کون ہے... اور گمراہ کون ہے۔" "جیسے تمہاری مرضی! ہم مر تو سکتے ہیں... اپنا ایمان نہیں کھوں گے، فاروق! اور فراز نہ کو نکل جانے کی اجازت دی تھی... لیکن یہاں کے چھروں پر موت کا خوف نہیں تھا... نہ ہو، دوسرے مسلمانوں کے سکتے۔"

”ان سب کو جنگل میں لے جایا جائے... پھر سب لوگ دیکھ لپڑا پر قائم... ہاں ان کے چہروں پر ضرور تھا... جو صرف تمباشا دیکھنے جا لیں... یہ پتھر جو ہمارے سروں پر قائم ہے... کس طرف ہوتا ہے... بے قسم

آخر وہ کون سے طاقت ہے... جو اتنے بڑے پتھر کو فضا میں روکے۔ "اب سب لوگ درختوں سے باہر نکل آئیں.... پتھر درختوں پر

گرے گا... دیے یہ جنگل ہمارے شر سے بھی برا ہے۔"

سب لوگ وہاں سے ہٹتے چلے گئے... جو نبی وہ جنگل کی خواہیں کا عجیب منظر نظر آیا... شر کا وہ حصہ اب ملہہ کا ڈھیر نظر آ رہا سے نکلے... پتھر نیچے آئے لگا... ساتھ ہی وہ جنگل کی طرف بھی بڑھ رہا تھا... یوں لگتا تھا جیسے کسی زمانے میں یہاں کوئی شر آباد تھا... اب تو وہ تھا... آنکھوں میں خوف اور بڑھ گیا... دلوں کے دھڑکنیں تیز ہوتے رہے اُنکی بھی عیسائیت پر ایمان لے آئے... جو بھوٹ موٹ کے عیسائی لگیں... اور پھر گویا ان کے دل دھڑکنا بھول گئے... پتھر جنگل پر آئی بنتے تھے... انہوں نے بھی پادری کے پاس جا کر اپنے عیسائی ہونے کا تھا... درختوں کے ٹوٹنے کی اور چڑھنے کی بے شمار اور عجیب اعلان کر دیا۔

غیرب آوازیں گونج اٹھی اور پھر خاموشی چھا گئی... دیے میں پادری کی اس وقت پادری نے اعلان کیا۔

آواز فضا میں ابھری:

"شر کے مشرق حصے کے بہت سے لوگ اس جگہ نہیں آئے ہیں تم لوگوں کے درمیان چھپے ہوئے ہیں... اس لیے پتھروں کا نشانہ یہ یوں صحیح کی طاقت نے مجھے خبر کر دی ہے... اور آج شام ان اعلان رہے... جو نبی وہ نظر آئیں... انہیں پکڑ کر میرے پاس لے پتھروں کی بارش ہو گی... ان میں سے جو عیسائیت قبول کرنے کی تیاری کیے گئے ہیں... وہ پتھروں کی بارش کریں گے... وہ پتھروں سے نجی پاکیں گے... یا قی مر جائیں گے۔"

پھر جمیل جمیل اور ان کے ساتھیوں نے یہ اعلان سنایا... وہ سب حد اس اعلان کا نتیجہ یہ تکلا کہ شام سے پہلے پہلے لوگوں نے شام پر تکریم دن نظر آ رہے تھے۔

مشرق حصہ خالی کر دیا... اور چلاتے ہوئے ایوان صدر کی طرف "اب کیا ہو گا جمیل... یہ تو سارا ملک عیسائی بن جائے گا اس میں۔"

"ہم نے عیسائیت قبول کی... قبول کی... قبول کی۔"

"اصل مسئلہ ان پتھروں کا ہے... ہم ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکے اور پھر لوگوں نے دیکھا... مشرق حصے پر پتھروں کی موسلاطہ کر پتھروں کی بارش کیسے ہو رہی ہے... شر سے برا پتھر کس طرح بارش ہو رہی تھی... اس قسم کی بارش انہوں نے زندگی میں ہکایت کرتا ہے... یہ کام آخر انسانی ہاتھوں سے کیسے ہو سکتا ہے... اللہ دیکھی... دوسری صبح سب لوگوں نے مشرق حصے میں جا کر دیکھا ان طلاق ہم مان نہیں سکتے... اس لیے کہ اللہ کا عذاب مسلمانوں پر کھا آسکا... کافروں پر آیا کرتا ہے... اور ہمارے ربی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے مطابق.... کافر یہ عیسائی لوگ ہیں.... یہودی لوگ ہیں۔ اسپکٹر جشید سکرانے ہم نہیں۔"۔ اسپکٹر جشید جلدی جلدی بولے۔

"لیکن یہ لوگ ہمیں مہمان کیوں بنانے لگے؟"۔ آئی جی بولے۔
"بس دیکھتے جائیں۔"

اسپکٹر جشید نے یہ کہ کر اپنے منہ کے گرد دونوں ہاتھ رکھے اور "ہمیں سفر کرنا ہو گا۔۔۔ یہاں سے رات بیانک رات نکلا ہو گا۔۔۔ ہم پرستی کے آواز نکالی۔۔۔ وہ آواز عجیب سی تھی۔۔۔ لبردار اور بہت طویل۔۔۔ آپ لوگوں کو ایک محفوظ مقام پر پہنچا کر ہم اسی مضم پر روانہ ہوں۔۔۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے مقامی لوگوں کو اپنی طرف دوڑ کر آئے دیکھا۔

"لیکن تم کہاں جاؤ گے۔۔۔ ہمیں کہاں چھوڑ جاؤ گے؟"۔ آئی جی
"تاہم نے باپ سنے۔۔۔ کیا یہ حملہ کرنے آرہے ہیں؟"۔ خان
بولے۔

"یہ ہم پروفیسر داؤڈ سے مشورہ کریں گے۔۔۔ کسی کو نہیں۔۔۔" "بس دیکھتے جائیں۔"

جائے گا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"۔ انہوں نے کہا۔
قدرتے نزدیک ہونے پر انہوں نے دیکھا۔۔۔ سب پہاڑی لوگ
اک بھائیلے، اور تیر کمان وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔ ان کے چہروں پر
"اچھی بات ہے۔"

اور پھر رات کے وقت انہوں نے اپنا سفر شروع کیا۔۔۔ تھاں بہاری نے واسی آٹھار تھے۔

○☆○

رات وہ چلتے رہے۔۔۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک جگہ سے سرحد
عبور کی۔۔۔ اس جگہ فوجی موجود نہیں تھی۔۔۔ اور یہ اسپکٹر جشید
معلومات کی بنیا پر ہوا۔

اب وہ ایک پہاڑی شرمنی پہنچے۔۔۔ وہاں کے لوگ بہت مختن
جنگاں نظر آ رہے تھے۔۔۔ پہاڑوں میں مکان بنانا کر رہتے تھے۔۔۔
"یہ ایسی بستی ہے جہاں پھرلوں کی بارش بھی کچھ نہیں"

میرے دامیں باکیں.... اوه.... یہ تو سکری نیند میں بتلا ہیں۔“

وشن.... نہیں.... میں اب نیند میں نہیں ہوں.... بھائی جان....

لے آپ کی سب باتیں پورے ہوش اور حواس میں سنی ہیں.... میں

اور کے آنکھیں نہیں کھول رہا تھا کہ پتا نہیں.... ہم کمال ہیں....

تھیں ہیں یا دوزخ میں.... اس لیے آنکھیں نہیں کھولی تھیں....

بن کی ہلکی آواز مسلسل گونج رہی تھی.... میں مٹھاں کا کام میں مشکل جب کہ آپ نے منظر نامہ بیان کر دیا ہے تو یہ ضرور جنت ہی

تھی.... نیند طاری کر دینے والی کیفیت سی تھی.... میکن جو لوگ گھر ہے یاں بھی دوزخ میں اس قدر تھندی اور بیٹھی ہوا کا کیا کام۔“

نیند سوئے ہوئے تھے.... یہ آواز انہیں جگانے کا کام کر رہی تھی.... آواز کی آواز سنائی دی۔

سوئے ہوئے مردوں میں سے ایک میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے۔ اور میں بھی جاگ چکا ہوں.... خدا کا شکر ہے.... اس نے ہمیں

”سم... میں.... یعنی کہ ہم... کمال ہیں.... یہ کون کی طرف دے دی۔“ اشفاق کی آواز سنائی دی۔

”سم... میں.... یہ تو جنت ہے.... یہ شربہ رہی ہے.... ہر طرف ارسے.... یہ تو جنت ہے....“ پرانے چھماڑے سبزہ ہی سبزہ ہے.... اور سکون ہی سکون ہے.... پرانے چھماڑے سبزہ ہی سبزہ ہے.... چیسے بانسری کی ہوتی ہے.... مگر نہیں۔“ لیکن کیا؟“

”اگر ہم ٹرچھے ہیں.... اور یہ جنت ہے.... تو قیامت کا دن تو کسی بن کی آواز ہے.... میں اسے بانسری کی آواز سمجھ بیٹھا تھا۔“ حاب کتاب کہا۔“

”بھی ہم اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں.... شہیدوں کا مزا آگیا۔“ آخر اللہ نے مجھے جنت عطا کر دی.... اور.... اور.... اور.... شہیدوں کا بھائی.... وہ کمال ہیں.... انہیں بھی تو میرے ساتھ ہونا چاہیے۔“ اب کتاب نہیں ہوتا۔“ رفت کی آواز ابھری۔

انہوں نے بھی تو اسلام کی خاطر جان دی تھی، نام و نمودار کے۔“ ارے رفت بہن.... تم بھی ساتھ ہی ہو۔ یہ اور اچھا ہوا۔.... نہیں.... بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لیے.... انہوں نے انکار کیا۔“ انسانی دل نہیں گھبرائے گا.... بہلا رہے گا۔“

ڈیڈ آکٹیو Nadeem FauzFanZ.com

بن کی آواز مسلسل گونج رہی تھی.... میں مٹھاں کا کام میں مشکل جب کہ آپ نے منظر نامہ بیان کر دیا ہے تو یہ ضرور جنت ہی

تھی.... نیند طاری کر دینے والی کیفیت سی تھی.... میکن جو لوگ گھر ہے یاں بھی دوزخ میں اس قدر تھندی اور بیٹھی ہوا کا کیا کام۔“

نیند سوئے ہوئے تھے.... یہ آواز انہیں جگانے کا کام کر رہی تھی.... آواز کی آواز سنائی دی۔

سوئے ہوئے مردوں میں سے ایک میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے۔ اور میں بھی جاگ چکا ہوں.... خدا کا شکر ہے.... اس نے ہمیں

”سم... میں.... یعنی کہ ہم... کمال ہیں.... یہ کون کی طرف دے دی۔“ اشفاق کی آواز سنائی دی۔

”سم... میں.... یہ تو جنت ہے.... یہ شربہ رہی ہے.... ہر طرف ارسے.... یہ تو جنت ہے....“ پرانے چھماڑے سبزہ ہی سبزہ ہے.... اور سکون ہی سکون ہے.... پرانے چھماڑے سبزہ ہی سبزہ ہے.... چیسے بانسری کی ہوتی ہے.... مگر نہیں۔“ لیکن کیا؟“

”اگر ہم ٹرچھے ہیں.... اور یہ جنت ہے.... تو قیامت کا دن تو کسی بن کی آواز ہے.... میں اسے بانسری کی آواز سمجھ بیٹھا تھا۔“ حاب کتاب کہا۔“

”بھی ہم اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں.... شہیدوں کا مزا آگیا۔“ آخر اللہ نے مجھے جنت عطا کر دی.... اور.... اور.... اور.... شہیدوں کا بھائی.... وہ کمال ہیں.... انہیں بھی تو میرے ساتھ ہونا چاہیے۔“ اب کتاب نہیں ہوتا۔“ رفت کی آواز ابھری۔

انہوں نے بھی تو اسلام کی خاطر جان دی تھی، نام و نمودار کے۔“ ارے رفت بہن.... تم بھی ساتھ ہی ہو۔ یہ اور اچھا ہوا۔.... نہیں.... بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لیے.... انہوں نے انکار کیا۔“ انسانی دل نہیں گھبرائے گا.... بہلا رہے گا۔“

اللہ ا انہیں بھی میرے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ ارے ہاں.... یہ

”کیسی بات کرتے ہویے جنت میں بھی کہیں گھبراہٹ

ہے۔“

”اے تو میں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”پہلے آپ بتائیں.... آپ مسلمان ہیں یا۔۔۔“

”اللہ کا شکر ہے.... میں مسلمان ہوں۔“

”ہوں ٹھیک ہے.... ہم بھی مسلمان ہیں.... اس طرف وہ فتنہ

”چھبرنے والا۔“

”ہاں ہمارا اشارہ اسی طرف ہے۔“

”شروع ہو چکا ہے.... اب ہمارے ملک میں بھی عیسائیت کا راج

جھ..... اور بھی کئی ملکوں میں لوگ عیسائی ہو چکے ہیں.... بے شمار

ایک واہی ضرور کہ سکتے ہو تم اے۔“

”ہاں! یہ جنت نہیں.... دھت تیرے کی.... اس کا مطلہ ملکوں پر پھرول کی بارش ہو رہی ہے.... کبھی کسی شر پر پھربرنے لگتے

ہے.... ہم ابھی مرے نہیں۔“

”نہیں۔“

”تم ابھی دنیا میں ہی ہو.... لیکن تم اس نہیں کیا۔“

”اف ماں! اس طرح تو پوری دنیا عیسائی ہو جائے گی.... کس

رہے تھے؟“

”پہلے یہ بتائیں.... آپ کون ہیں.... اور یہ کون سی جگہ ہے؟“

”نذر خوفناک منصوبہ ہے ان کا۔“

”منصوبہ؟!“ بوڑھا حیران ہو کر بولا۔

”ہاں! یہ کوئی منصوبہ ہی تو ہے.... حضرت عیینی علیہ السلام تو اگر

”مالک کو مسلمان کریں گے.... عیسائی اور یہودی ان کے ہاتھوں پر اسلام

”اے! اب تو ٹھیک ہے.... دراصل ہم پاک لینڈ کے رہنے والے

”ہیں۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

”اے! اب تو ہمیں سمجھتا ہوں.... لیکن تم ندی میں کیوں بہ رہے تھے۔“

لے آئیں گے.... جب کہ اب الٹ ہو رہا ہے.... ہمارے نبی کریمؐ کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہو سکتی.... لہذا ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوئے.... ان کے نازل ہونے کی خاص نشانیں

حضرت ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں.... احادیث کی کتابوں میں وہ موجود ہیں.... ان کی روشنی میں ہم یہ بات یقینی طور پر کہ سکتے ہیں کہ یہ سب ان لوگوں کا ایک جال ہے.... پوری دنیا کو عیسائی ہنانے کے لیے۔



”تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔“

”لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... ہماری سماں کا پارٹیاں اس وقت نجاتے کس جگہ اس کیس پر کام کر رہی ہوں گی۔ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے۔ لیکن خوب... ہم ایسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ جائیں گے.... ہم اپنی سی کوشش ضرور کریں گے۔ چاہے ہمیں ایک نیصد بھی کامیابی نہ ہو۔“

”تم.... تم تو بچے ہو.... تم کیا کر لوگ گے بھلا۔ اور یہ تم کن رو پارٹیوں کا ذکر کر رہے ہو۔“

وہ انہیں اسپکٹر جمیڈ اور اسپکٹر کامران مرزا کے بارے میں بتانے لگے.... پھر وہ بولے۔

”ہم سفر کرنا چاہتے ہیں.... جیسے بھی ہو۔ آپ ہمیں دنیا کا ایک نقشہ کہیں سے لا کر دے سکتے ہیں۔“

”ہاں! میں یہ کام کر سکتا ہوں.... لیکن مجھے بہت دور جانا پڑے گا اور خود کو عیسائی ظاہر کرنا ہو گا۔“

”تو پھر اسلام کے لیے یہ کام ضرور کریں.... اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً اس کا بہت اجر عطا فرمائے گا۔“

”اسلام کے لیے جان حاضر ہے.... تم فکر نہ کرو۔“

دوسرے دن وہ بوڑھے سے رخصت ہوئے.... انہوں نے اپنے لیے ایک راستے طے کر لیا تھا.... فی الحال راستہ پیدل کا تھا۔ لیکن اس بات کا بھی امکان تھا کہ انہیں راستے میں کسی گاڑی سے لفت مل جائے.... اور وہ اس طرح گاڑیاں بدلتے بدلتے اس مقام تک پہنچ جاتے۔ لیکن فی الحال یہ ایک خواب تھا۔ وہ اس خواب کے سارے تھوڑے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے نہیں سکتے تھے۔ لہذا سفر کر رہے تھے۔

وہ چلتے رہے.... چلتے رہے.... کئی دن بعد ایک جگہ انہیں ایک گاڑی سڑک کے نیچے کھڑی نظر آئے۔ ایک عورت اور ایک مرد گاڑی کا انہیں کھولے اسے ٹھیک کرنے کی سرتوڑ کو شش کرتے نظر آتے۔ ان کے ول وہڑ کتے گئے۔ خواب پورا ہوتا نظر آیا۔

”کیا ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟“

وہ بے خیالی کے عالم میں ان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر مرد نے کہا۔

”آپ کو انہیں کی کوئی سوجھ بوجھ ہے۔“

”ہاں! اچھی بھلی۔“
”تم پھر دیکھئے اسے۔“
”لیکن ہماری ایک شرط ہے۔“
”چنانے شرط بھی بتاؤں۔“ وہ سکرا۔
”آپ جا کمال رہے ہیں۔“
”شاہراہ فردوس تک۔“
”آپ کو ہمیں وہاں تک لفٹ دینا ہوگی۔“

آپ کو ضرور ساتھ لے جاتے۔

”مگریہ! اب آپ ایک طرف ہٹ جائیں۔“

شوکی نے کار کے انجن کو چیک کرنا شروع کیا۔ جاسوی سے مخت مزدوری میں بہت رقت خرچ ہو گا۔ لذا کسی عیسائی یا پہلے وہ ایک موڑور کشہاپ میں کام کرتا رہا تھا۔ آدھ گھنٹے کی مخت کے بعد وہ گاڑی شارٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مرد اور عورت کے چہروں پر رونق آگئی۔ گاڑی بڑی تھی۔ وہ اس میں آسانی سے سا گئے۔ اس طرح وہ شاہراہ فردوس تک پہنچے۔ اور اس طرح وہ لفت پر لفت لیتے اور کچھ پیدل چلتے آخر کار ایک دن فلسطین کی سر زمین میں داخل ہوئے۔ یہاں ہر طرف عیسائی ہی عیسائی نظر آ رہے تھے۔ اور

یا پھر یہودی بھی نظر آ رہے تھے۔ لیکن شاید وہ یہودی بھی اب صرف شکل اور صورت یا لباس کے لحاظ سے رہ گئے تھے۔ وہ بھی اپنی شافت

لے لیجے۔ ورنہ وہ بھی عیسائی مذہب اختیار کر کے تھے۔ کیونکہ انہوں کی اشیں بھی گرجوں میں داخل ہوتے اور نکلتے دیکھا۔ انہوں نے بھی اپنے قطع عیسائیوں جیسی پہلے ہی بنائی تھی۔ راستے میں وہ مردوں کے چھوٹے مولے کام کر کے کچھ پیسے بھی بناتے رہے تھے۔ لہان پیسوں سے انہوں نے عیسائی لباس خرید لیے تھے۔ لذا ان کی کوئی کسی نے شک کی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے لاہوری کا پھاڑک اس طرف چل پڑے۔

پھل بولاتے
”تب پھر پہلے پیسوں کا بندوبست کرنا چاہیے۔ کوئی محنت کرنی کر لیتے ہیں۔“

”محنت مزدوری میں بہت رقت خرچ ہو گا۔ لذا کسی عیسائی یا ہمیں کی جیب صاف کر دیتے ہیں۔“

”اگر کچھ رکھے گئے تو یعنی کے دینے پڑ جائیں گے۔“ مکھن نے لہرا کر کہا۔

”غصیں پڑیں گے۔ محنت زیادہ صفائی سے باقاعدہ صاف کروں گا۔“ شوکی مسکرا۔

”چلے! آپ کی مرضی۔“ اخلاق بولا۔

”اس کام کے لیے کوئی اچھا سا ہوشیں بستر رہے گا۔“ وہاں مال

دار لوگ آتے ہیں۔۔۔ کسی کے پھولے ہوئے کو نظر میں رکھا ہے۔۔۔ پھر بھی اس نے مسکرا کر کہا۔
گے اور پھر موقع ملنے پر پار کر جائیں گے۔۔۔
”میں بھکاری نہیں ہوں۔۔۔“
”تو پھر۔۔۔ کیا ہو؟“

وہ ایک ہوٹل میں جا بیٹھے۔۔۔ جلد ہی بیران ان کے سرپرال اور اندر آپ بت ہڑی پریشانی میں چلتا ہو سکتے ہیں۔۔۔
”جنجوی! آپ کو ایک پتی کی بات بتا سکتا ہوں۔۔۔ چند منٹ کے
ہوں۔۔۔“

”کیا مطلب؟“

”جب پریشانی میں ہتلا ہو جائیں گے تو مطلب آپ کی سمجھ میں
وہ بُرگر کھانے کے ساتھ ہوٹل کے ہال کا جائزہ بھی لے فر جو دو آجائے گا۔۔۔ کیا سمجھے؟“

”خاک بھی نہیں سمجھا۔۔۔ کچھ سمجھاؤ بھی تو۔۔۔“

”جتنی بات سمجھا سکتا تھا۔۔۔ سمجھا چکا ہوں۔۔۔ مزید سمجھنے کے
اواز میں کہا۔۔۔“

”آپ کو میری فیس ادا کرنا پڑے گی۔۔۔ یہ کہ کر شوکی اپنی میز کی
طراف رکھ گیا اور قدم اٹھانے لگا۔۔۔“

”سنو۔۔۔“

لیکن اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔۔۔ اور میز پر جا بیٹھا۔

”کیا رہا؟“

”وہ بت کجوس تھی۔۔۔ لیکن میں دانا ڈال آیا ہوں۔۔۔ کجوس نہ
کیا ہے۔۔۔ جاؤ بھاگو۔۔۔ میں بھوکوں کو کھانا کھلانا کا عادی۔۔۔ ہوتا تو اسی وقت اسے بات بتا کر اپنی فیس وصول کر چکا ہوتا۔۔۔“

”فیس۔۔۔ کیسی فیس؟“

”جنجوی ہونے کی۔۔۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ وہ چند منٹ کے

”چائے اور پانچ برگر۔۔۔“

”بہت بہتر جناب۔۔۔“

وہ بُرگر کھانے کے ساتھ ساتھ ہوٹل کے ہال کا جائزہ بھی لے فر جو دو آجائے گا۔۔۔ کیا سمجھے؟“
رہے۔۔۔ اچانک شوکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔ اس سے

”اپ شاید ہمیں چوری نہ کرنا پڑے۔۔۔“

”کیا مطلب؟“

”ہوٹل کے ہال میں میں نے ایک منظر دیکھا ہے۔۔۔ ایک
ٹھہرو۔۔۔ یہ کہ کروہ اٹھا اور دوڑ کر ایک ایک میز کے پاس جا کھڑا ہوا۔۔۔
میز پر ایک موٹا سا آدمی بیٹھا مرغ کی ٹانگ پھوڑ رہا تھا۔۔۔ ایسے میں
کی نظر شوکی پر پڑ گئی۔۔۔“

”کیا ہے۔۔۔ جاؤ بھاگو۔۔۔ میں بھوکوں کو کھانا کھلانا کا عادی۔۔۔ ہوتا تو اسی وقت اسے بات بتا کر اپنی فیس وصول کر چکا ہوتا۔۔۔“

”ہوں۔۔۔“

شوکی کا منہ بن گیا۔۔۔ اس نے سو جا۔۔۔ یہ تو بت کجوس

اندر بہت بڑی پریشانی میں مبتلا ہونے والا ہے۔“
”اوہ.... کیا واقعی؟“

”ہاں! تم دیکھہ ہی لوگے۔“

ایسے میں اس موٹے آدمی نے بھرے کو اشارہ کیا اور اس کے

زدیک آنے پر بولا۔

”میل لے آؤ۔“

”اوکے سر۔“ اس نے کہا اور چلا گیا۔ ایک منٹ بعد وہ مل لے کر اس کے زدیک آگیا۔ موٹے نے جیب میں ہاتھہ والا اور پھر ان کے منہ سے نکلا۔

”مرے!“ ساتھ ہی اس چہرے پر ہوانیاں اڑتی نظر آئیں۔
”کیا ہوا جناب؟“

”کسی نے میری جیب.... اوہ.... وہ رہا۔“ وہ چلایا۔

”کیا مطلب؟“

”ہاں! ابھی بھی بیکارا میرے پاس آیا تھا۔“ اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں چند منٹ بعد ایک بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں.... اور واقعی میں ہو گیا۔ میرے ہونے میں قریباً پچاس بزار ڈال تھے۔

”ارے باپ رے... اتنی بڑی رقم“ بھرا گھبرا گیا۔

”ہاں! بٹوہ ملنے پر میری بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ اس میں ہے ہیں۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”اوی رقم ہے یا نہیں اور میرا چور وہ ہے.... وہ لڑکا۔“

”لکھن! وہ دبلا پٹلا آدمی ہوٹل سے باہر جا رہا ہے تا۔“ اسے کسی

جھوٹل سے جانے نہ دو۔“ شوکی نے دبی آواز میں کہا۔

”مم.... میں کس طرح روکوں۔“ لکھن گھبرا گیا۔

”بھی جیسے بھی روک سکتے ہو روک لو۔“

”جی اچھا۔“ اس نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے اس کی طرف

”وہ.... اس کا ساتھی لڑکا اٹھ کر فرار ہو رہا ہے.... گویا میرا پر

لے کر فرار ہو رہا ہے۔“

لکھن اور پریشان ہو گیا۔ وہ فوراً رک گیا اور بولا۔

”بھی غلط ہے.... ہم چور نہیں ہیں.... اے جناب۔“ آپ ہوٹل

باہر ہر لڑکہ جائیں ابھی۔“ لکھن کی آواز میں ایسی گھبراہٹ تھی کہ

لڑکا آدمی چوک کر مڑا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس وقت کوئی بھی

نہیں جا رہا تھا۔ مل میں ایک عجیب صورت حال پیدا ہو چکی

اس باہر کون جاتا۔ صرف وہ جا رہا تھا۔

”کیوں! میں کیوں باہر نہ جاؤں۔“

”اگر آپ اس وقت باہر جانے کی کوشش کریں گے تو آپ پر

لہری کاٹک کیا جائے گا۔“ ہم بے چارے توٹک کی زدیں آئی

”ہاں! بٹوہ ملنے پر میری بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ اس میں ہے ہیں۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

وکیا کہا اس لیے... میں کیوں شک کی زد میں آنے لگا۔

”بالکل آگئے ہیں.... لوگوں کی آنکھوں میں دیکھ لیں.... شوک برادر زنے لوگوں کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے۔

میں واپس اپنے میرز کی طرف چلایں۔ لیکن اگر یہ صاحب ہو ٹل سے باہر کی میرز کے پاس کہا۔

گئے تو پھر ہم ذمے دار نہیں ہوں گے ہی۔

”اے جناب! آپ بھی ذرا اپنی میرز پر تشریف رکھیں، ابھی تو

لوگوں کے پاس سے بٹوہ نکل آئے گا تو پھر آپ پڑھ جائے گا۔

”ہاں تھیک ہے۔۔۔ ہاں میں سے کئی آدمی ایک ساتھ بولے۔

”لیکن مجھے بہت جلدی ہے.... ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ اُرتے بیرے سے پوچھا۔

”اویں! چند منٹ کی تو بات ہے.... رک جائے پلیز... ورنہ لوگ کسیں گے.... جو آدمی ہو ٹل سے چلا گیا۔۔۔ چور تو وہ تھا۔۔۔ اوں ہیں ہے.... دیکھ۔۔۔

”آجھا نام ہے۔۔۔ پسند آیا۔۔۔ نام ہو تو ایسا۔۔۔ مکھن نے خوش ہو ہیں جا رہا ہے۔۔۔

”بالکل! ہم تو یہی کسیں گے۔۔۔ مکھن نے فوراً کہا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔۔۔ اس نے جھلا کر کہا۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ ان کا پرس چوری ہوا ہے۔۔۔ اور پرس

”ہاں! اب تھیک ہے۔۔۔ مکھن اپنی میرز کی طرف پٹت آیا۔ بالکل میں سے کسی ایک کے پاس ہے۔۔۔

”اس خیال کی وجہ۔۔۔ دیکھ نے منہ بنایا۔

”اب ان کی تلاشی لی جائے۔۔۔

”ضرور لے لیں۔۔۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔

ہاں میں ایک خوفناک آواز گونجی۔۔۔ سب نے مڑ کر۔۔۔ ”جی نہیں! یہ بات نہیں۔۔۔ آپ نے میری بات سن کر براسا ایک بہت موٹا اور چھوٹے قد کا آدمی گیند کی طرف لڑھتا چاہتا ہے۔۔۔

پایہ جلد ہی ہال میں ایک بہت لمبا چوڑا اور خوفناک شکل صورت والا آئی داخل ہوا..... اس کے جسم سے یہ بات صاف نظر آتی تھی کہ وہ پٹا ہوا بد معاش ہے۔

دکیا حکم ہے سر؟

”بیکی کا بٹھے کسی نے چڑایا ہے.... اس میں کتنے ڈال رہے

و پیاس هزار ۲۲ -

”لپ سچار، ہر اس اور جکار کا خلاں سے کہہ رہے ان لڑکوں نے

وَالْمُهَاجِرُونَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَيْهِ مُهَاجِرُونَ

لے کر اپنے مکان دے یہیں ہیں ۔

فیلی سورنی دیر پے ان میں سے ایک بیرے پاں آیا تھا۔

لے چکا ہا لہ چند منٹ بعد میں ایک بڑی پریلائی میں بٹا

بہول... میں ہو کیا۔

"وہم نے سنا رابی.... لیکن میرا خیال ہے.... یہ لوگ کے چور نہیں

Index

"مجھے تو گئے ہیں میرا" - راز بولام... وہ شوک سرداز کو سے اس طرح

Ug

..... دل مک رکھا ہے ۔ رست سے سبزی ہوئی اور اس

1 6 8 6 6 6

”ہاں! اس لیے کہ یہ لڑکے مجھے چور نظر نہیں آتے... آخر یہ میں
نے بھی ایک زندگی گزاری ہے... بال دھوپ میں تو سفید نہیں کئے۔“
ڈیڈ ہنسا۔

ویلکن ڈیکھیں... آپ کے بال ابھی سفید ہی کمال ہیں؟" ایک بیٹا
ہنس کر بولا... تھوڑی دیر پہلے جو خوف لی قضا تھی، وہ اب ختم ہو گئی
تھی۔

”اوہو... میں نے یہ بات محاورۃ“ کی ہے۔ ”میرے پھر نہ سامائیں کافی، پھر عجب تھیں۔ زیرِ طرف کی علمی جیسی۔

”تو آپ کے خیال میں یہ لڑکے چور نہیں ہیں۔“ - سوٹے

1. $\sqrt{2}$ 2. $\sqrt{3}$ 3. $\sqrt{5}$ 4. $\sqrt{7}$ 5. $\sqrt{11}$

”ہاں... بالکل ... یہی ہے میرا حیال... اور مجھے یہی - یہی
بولتا۔

”میکھی معلوم ہو جاتا ہے۔۔۔ آپ رابی کو پلا کر ان لی خلائی

حکم و آن

وہ کہاں اس کے لیے راتی کی کیا ضرورت ہے... ایک بیرا

二三七

سے پہلے اپنے مالک سے مل کر اپنے مالک سے مل کر اپنے مالک سے مل کر

بی میں میں چاہتا ہوں... مالی رک رہیں۔

”اچھا سماں یہ ارزوں کی پوری رودی ہے یہی... رہی دیکھ

مت ڈرڈ۔۔۔ شوکی مسکرايا۔۔۔

”اچھا تھيک ہے.... تم ان کی تلاشی لو.... لیکن نرمی سے.... مارنا
نہیں۔۔۔“

”اوکے باس۔۔۔“

رابی آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھا اور مزدیک پہنچ کر بولا۔

”پس نکال کر دے وو.... تلاشی لینے کی نیت نہ آئے۔۔۔“ اسے
کہا۔

”ہم نے پس نہیں چرايا۔۔۔ شوکی نے کہا۔۔۔

”اچھی بات ہے۔۔۔“ اس نے سرد اور خلک لہجے میں کہا۔۔۔

وہ کانپ گئے.... اس نے تلاشی شروع کی.... پہلے شوکی کی.... پہلے

مکھن کی، اس کے بعد اخلاق اور اشفاق کی.... پھر وہ بڑھا رفتہ کی
ہے۔۔۔ جملے بھنا کر کہا۔۔۔ طرف۔۔۔

”خبردار.... تم اس کی تلاشی نہیں لو گے۔۔۔“

”کیا مطلب؟“

”ہاں میں بیٹھی کسی لڑکی یا عورت کے ذریعے ان کی تلاشی لائیں۔۔۔ تم جانتے ہو۔۔۔ رابی اس کام کا کتنا ماہر ہے۔۔۔“

”لیکن اس لڑکی کی تلاشی تو رابی نے نہیں لی۔۔۔“

”جائے۔۔۔ یہ لڑکی ہے۔۔۔“

”تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔“ رابی بولا۔۔۔

”پڑتا ہے یا نہیں۔۔۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے۔۔۔ ہم ہونگے۔۔۔ انہیں بھی نہیں آتا ہو گا۔۔۔“

کاپک ہیں۔۔۔ ابھی تک چوری ثابت نہیں ہوئی۔۔۔ کیوں مسٹر ڈیلے۔۔۔ ”آپ لوگ ہماری بات پر بھی توجہ دیں۔۔۔“ شوکی نے بلند

اپ ہماری اتنی سی خواہش کا بھی احترام نہیں کر سکتے۔۔۔“

”مجھے مسٹر کرنے کی کوشش نہ کریں۔۔۔ صرف ڈیڈ کرنے ہیں لوگ۔۔۔
اپ ہاں۔۔۔ اور چونکہ میں تمہارا ہاں نہیں ہوں، لذا ڈیڈ تھیک رہے
گی۔۔۔ تمہارا مطالبہ محفوظ۔۔۔ ہال میں سے کوئی ہوشیار خاتون اٹھ کر اس
ہال کی تلاشی لے لیں ڈر۔۔۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔۔۔

ایک عورت اٹھی اور رفتہ کی تلاشی لینے لگی۔۔۔ رابی قدرے
کر کر ڈر ہو گیا۔۔۔ تاہم وہ اب بھی انہیں گھور رہا تھا۔۔۔

”نہیں ڈیڈ۔۔۔ اس لڑکی کے پاس پس نہیں ہے۔۔۔“

”ویکھا۔۔۔ میں نے کیا کہا تھا۔۔۔ ڈیڈ ہے۔۔۔“

”آپ کا اندازہ بالکل درست تھا۔۔۔ میں غلطی پر تھا۔۔۔“

”لیکن میرا دعویٰ اب بھی لی ہے۔۔۔ کہ پس ان کے پاس
ہے۔۔۔ جملے بھنا کر کہا۔۔۔“

”بس کوئی جکی۔۔۔ میں کہ چکا ہوں، پس ان کے پاس نہیں
ہے۔۔۔ تلاشی بھی لی جائیجی ہے۔۔۔ تمہاری پسند کے آدمی نے تلاشی لی

جائے۔۔۔ یہ لڑکی ہے۔۔۔“

”تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔“ رابی بولا۔۔۔

”پڑتا ہے یا نہیں۔۔۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے۔۔۔ ہم ہونگے۔۔۔ انہیں بھی نہیں آتا ہو گا۔۔۔“

”آپ لوگ ہماری بات پر بھی توجہ دیں۔۔۔“ کیوں مسٹر ڈیلے۔۔۔“

”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں.... اصول کے طور پر آپ پولیس کو بیوائے.... چور ابھی ہال میں ہی ہے.... اول تو چور یکی ہیں.... انہوں نے پرس کہیں چھپا دیا ہے۔“

ایسے میں ایک عورت اپنی میز پر سے اٹھی اور کاؤنٹر کی طرف جانے لگی.... اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی.... وہ کاؤنٹر پر جا کر فون کرنے لگی۔

”ہم پولیس کو بلا میں گے جیکی.... اگر ان کی بات غلط ہوئی تو۔“
”اچھی بات ہے.... یونہی سی۔“

”ہاں بھی.... ہتا میں پرس کہاں ہے؟“
”اس دبلے پتلے آدمی نے پرس چرا یا ہے.... جو ہال سے باہر جا رکھا ہے، ہم نے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔“ شوکی بولا۔

”خود.... نہیں۔“ ہال میں کئی حریت زدہ آوازیں اجھریں۔
”کون مشرشاری.... ان کی طرف اشارہ کیا ہے آپ نے؟“ ڈینہ جیران رہ گیا۔

”آپ کی حریت میں جیران کے دے رہی ہے۔“ شوکی نے کہا۔
”اس لیے کہ شاری میرا دوست ہے اور یہ چور نہیں ہو سکتا۔“
”تم لوگوں کا اندازہ غلط ثابت ہوا ہے.... اب پولیس کو ہی بلانا پڑے گا۔“

”یہ ناصلانی ہے۔“ شوکی نے بلند آواز میں کہا۔

آواز میں کہا۔

”وکیا مطلب؟“

”میں نے بتایا تھا مشرجیکی کو۔ کہ یہ چند مث بعد زبردست پریشانی میں بٹلا ہونے والے ہیں.... اور یہ ہو گئے۔ لیکن انہوں نے یہ بات بتانے کی فیس ادا نہیں کی۔“

”فیس!“ کتنی آوازیں اجھریں۔

”جی ہاں! ہم نجومی ہیں.... اگر یہ ہماری فیس ادا کر دیتے تو پریشانی انہیں نہ ہوتی۔“

”وکیا مطلب؟“ کیا اس صورت میں مشرجیکی کا پرس پوری ہوتا۔

”اگر ہوتا تو مل جاتا۔“

”تو ہم ابھی تمہاری فیس ادا کر دیتے ہیں.... کتنی فیس ہے؟“

”صرف ایک سو ڈالر۔“

”کیا کہا۔ نجومی کی فیس ایک سو ڈالر... دماغ تو نہیں جان رہ گیا۔“ ڈینہ نے بھٹکا کر کہا۔

”جی نہیں.... معاملہ پچاس ہزار ڈالر کا ہے۔“

”وگویا تم لوگ یہ بتا سکتے ہو.... کہ پرس کہا ہے؟“

”ہاں! بالکل۔“

”اچھا بتاؤ.... سو ڈالر مشرجیکی ادا کریں گے۔“

”تو تم نے شوشا چھوڑا ہے۔ اس کا مطلب ہے... سارا چکر تم دیکھ لا چلا ہوا ہے۔“ - ذیٹ پھنکارا۔

”دیکھا ذیٹ... میں تو پہلے ہی کہ رہا تھا۔“ - جیکی چکا۔

”غلط کر رہے تھے... اور مسٹر ذیٹ آپ غلط سمجھ رہے ہیں... آپ پہلے شاری صاحب کی تلاشی کا حکم دیں۔“

”اچھی بات ہے... رابی... شاری کی تلاشی لو۔“

”ڈیٹ... یہ بات بھیشہ یاد رہے گی... تم بھرے ہال میں میرے بے عزتی کر رہے ہو۔“

”نمیں... انصاف کا تقاضا پورا کر رہا ہوں... میں جانتا ہوں... تم چور نہیں ہو۔“

”مشکریہ ذیٹ۔“ - اس نے برا سامنہ بٹایا۔

”نمیں ذیٹ... پرس شاری کے پاس نہیں ہے۔“

”بہت خوب۔“ - یہ کہ کروہ ان کی طرف مڑا۔

”اب تم کیا کہتے ہو؟“

”وہی... جو پہلے کہ رہے تھے... چور صرف اور صرف مسٹر شاری ہیں۔“

”لیکن ان کے پاس سے پرس برآمد نہیں ہوا۔“

”ہمیں اجازت دیں... پرس برآمد کر دیتے ہیں۔“

”کیا مطلب... کیا اب تم یہ الزام لگاؤ گے کہ میں نے تلاشی

”کیا مطلب... کون سی ہانصافی کی طرف اشارہ کر رہے ہو تم۔“ - ذیٹ کو فصہ آگیا۔

”ہن کی تلاشی لیے بھیو۔ آپ نے یہ کہ دیا کہ یہ چور نہیں ہیں۔ جب کہ آپ کا ہمارے بارے میں ٹھیک یہ خیال تھا کہ ہم چور نہیں ہیں... پھر ہماری تلاشی کیوں لی گئی تھی... کیا مسٹر شاری کی اس لیے نہیں لی جاتی کہ یہ آپ کے دوست ہیں؟“

”یہ بات نہیں... میں شاری کو اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”ہو سکتا ہے... آپ نے اپنے دوست کو پہچانے میں غلطی کی

”۔۔۔“

”کیا بکواس ہے... میں اور غلطی کوں۔“

”ہاں کیوں نہیں... کسی بھی آدمی سے غلطی ہو سکتی ہے۔“

”اچھی بات ہے... تم لوگوں کے کہنے پر تلاشی لینے کی اجازت دتا ہوں... لیکن اگر شاری چور ثابت نہ ہوا تو۔“

”تو کیا؟“

”تو پرس کی رقم تم سے وصول کریں گے۔“

”اڑے باپ رے... ہمارے پاس اتنی رقم ہوتی تو یہ شوشا کیوں پھوڑتے۔“ - شوکی نے گھبرا کر کہا۔

”کون سا شوشا۔“

”پرس والا۔“

لینے میں بے امہانی کی ہے۔” - رابی غرایا۔

”ہم نے یہ نہیں کہا..... آدمی سے بھول چوک بھی تو ہو جاتی ہے۔“ -

”اچھی بات ہے.... میں تم لوگوں کو یہ موقع بھی دیتا ہوں.... جاؤ اور پرس برآمد کر ڈالو۔“

”میں چور نہیں ہوں ڈیڈ.... تم آخر ان لوگوں کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو.... یہ بات اب تک مجھے میں نہیں آئی۔“

”آ جائے گی.... آ جائے گی.... یہ بچے مجھے اپنے لگ رہے ہیں۔“ -

شوکی اپنی جگہ سے انھا اور شاری کے پاس پہنچ گیا۔

”تو مسٹر شاری.... آپ چور نہیں ہیں۔“

”بالکل نہیں۔“

”تھوڑی دیر پہلے آپ ہوٹل سے باہر کیوں.... چلے جانا چاہئے تھے۔“

”مجھے ضروری کام یاد آگیا تھا۔“

”اچھی بات ہے.... اب زراہم تاثی لیں گے.... اب بھی آپ بولا کر کما۔“

ہم سے سوا کر لیں.... اب ہماری فیس دس ہزار ڈالر ہے چھلی ہے.... نہ

نہ پس برآمد ہو یا تو آپ کے باتحہ سے پچاس ہزار پورے ہائیں گے۔“ - شان شان آوار میں کہا۔

”کیا بکواس کر رہے ہو تم؟“

”بات تو تیز کے دائرے میں رہ کر کریں آپ۔“ - شوکی نے جلا

کہا۔

”کیا بات ہے شاری.... یہ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”یہ کہ رہے ہیں کہ اگر میں انہیں دس ہزار ڈالر دے دوں تو یہ ہر سو ٹائم نہیں کریں گے۔“

”کیوں.... تم نے ایسی بات کی ہے۔“

”ہاں! ہم نے سوچا.... شاید اس طرح مسٹر شاری اپنا جرم قبول کر لیں اور ہم ان کے الفاظ آپ سب کو سناسکیں۔“ - شوکی مسکرا یا۔

”کیوں! آپ ان الفاظ کو کس طرح سنادیتے۔“

”یہ ہمارا کام ہے.... ہم جانیں.... خوب.... اب چونکہ مسٹر شاری کے ہمراہ چیش کش نہیں مانی.... لہذا ہم سو ڈالر پر ہی صبر کر لیتے ہیں.... مسٹر جیکی تو سو سے زائد ڈالر دیں گے نہیں.... کیوں مسٹر

جی۔ اگر ہم آپ کا پرانا ٹلاش کر دیں تو آپ کیا دیں گے۔“

”کچھ دینے کی بھجھے ضرورت نہیں.... یہ کام پولیس کا ہے.... اور

ایوکر رہے ہیں تم سے۔“ - شان نے جلا کر کما۔

”تم لوگ فکر نہ کرو.... مسٹر جیکی سو ڈالر دیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“

شوکی ایک دم ایک سوت میں مڑا اور ایک میز کے پاس جا رکا۔

اس میز پر صرف ایک عورت بیٹھی تھی.... اور وہ وہی عورت تھی کہ اس میں سے اتار لیا۔۔۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔۔۔ جو نبی بیگ کھولا ابھی تھوڑی دیر پہلے کاؤنٹر پر فون کرنے کی تھی۔۔۔
”محترمہ آپ اٹھ کر کھڑی ہو جائیں۔۔۔“

”بیگ۔۔۔ کیوں؟“

”بس ہو جائیں ذرا۔۔۔ آپ کی تلاشی لی جائے گی۔۔۔ رفت اپنے تو کہ رہے۔۔۔ چور مشرشاری ہیں۔۔۔“ - جیکی نے جلدی جلدی کہا۔۔۔
اوہ۔۔۔ تمہیں ان کی تلاش لینا ہے۔۔۔“

”یہ کیا مذاق ہے۔۔۔ ذیڈ آپ ان لوگوں کو محلی چھٹی کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔۔ ابھی یہ لوگ مشرشاری کو چور بنانے ہے۔۔۔ اور اب بھٹک بھی ہیں۔۔۔“ - شوکی بولا۔۔۔
”کیا مطلب۔۔۔ پر اس لیڈی کے بیگ سے نکا ہے۔۔۔“

”کیوں بھی۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔۔۔“

”اگر پر اس کی ضرورت ہے۔۔۔ تو ان کی تلاشی لینے دیں۔۔۔ وہ اس مشرشاری کو باہر بھی نہیں جانے دیا جا رہا تو یہ لیڈی صاحب اخیس اور اداشرکی طرف جانے لگیں۔۔۔ یہ شاری کے بالکل پاس سے گزریں ہم ذمے دار نہیں ہوں گے۔۔۔“

”تو گویا۔۔۔ تلاشی لینے کی صورت میں تم لوگ ذمے دار ہو۔۔۔“
”پس دینے کے۔۔۔“

”ہاں بالکل۔۔۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ تلاشی لی جائے۔۔۔“

”ذیڈ! آج کے بعد ہم اس ہوٹل میں نہیں آئیں گے۔۔۔“

”شکریہ۔۔۔ ذیڈ مسکرا۔۔۔“

”کیوں شاری۔۔۔ کیا اب بھی تم یہ نہو گے کہ تم چور نہیں ہو۔۔۔“
اور پھر رفت نے سب کے سامنے اس عورت کا بیگ اس کے لایے عورت تمہاری ساتھی نہیں ہے۔۔۔ خیر تم لوگ میرے ہمایوں

آؤ... میں آپس میں تم لوگوں کا فیصلہ کروائے رہتا ہوں۔ ”ڈینہ بولا۔

”لیکن ڈینہ... یہ پولیس کیس بن گیا ہے۔“ ہال میں سے کسی

بنے کہا۔

”بھی اگر پرس کامک مسٹر شاری کو معاف کر دے تو پھر پولیس کے پاس جانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟“

”بھی اگر پرس کامک مسٹر شاری کو معاف کر دے تو پھر پولیس ”اوہ بھی... تم لوگ بھی آؤ... تھارے سو ڈالر تھیں ضرور بھی کوئے کر دیں گے۔“

”تو بھی... یہ میری طرف سے... اور شاری اب تم اپنی اس میں گے۔ بلکہ سو ڈالر میں اپنی طرف سے دوں گا۔“

”اوہ بھی... مزاج آگیا۔“ محسن خوش بو رہ بولا۔

”چھا دوست۔“ شاری اٹھتے ہوئے بولا۔

”اور آئندہ ایسا کوئی کام نہ کرنا۔“

ڈینہ ان سب کو اپنے آفس میں لے آیا۔

”یہ لو جیکی اپنا پرس... اور اس میں سے سو ڈالر نکال کر ان لوگوں کو دے دو... سو میں دیتا ہوں۔“

”تو آپ مسٹر شاری کو پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔“

جیکی نے حیران ہو کر کہا۔

”اگر تم کہتے ہو تو میں پولیس کو بلا لیتا ہوں... لیکن اب اس کا

کیا فائدہ... آئندہ شاری ایسا نہیں کرے گا۔“ ڈینہ نے سو ڈالر آواز میں

کہا... اس آواز نے جیکی کو بوکھلاہٹ میں بنتلا کر دیا... اس نے فوراً

پرس میں سے سو ڈالر نکالے اور شوکی کے حوالے کر دیے... پھر الخ

”تم سے غلطی کیا ہوئی ہے جناب... پہنچ پڑھتا ہیں“۔

ہوئے بولا۔

”کیا تم روزگار کی تباش میں ہو۔“

”ہاں! کسی بات ہے... ہم آج کل خالی ہاتھ ہیں۔“

”مان لیا۔۔۔ اور میں تم لوگوں کو ملازمت بھی دے سکتا ہوں۔“ ٹھکانے کے بجے میں حیرت تھی۔

”تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟“

”پاک لینڈ کے۔“ اب شوکی نے غلط پیانی کرنا مناسب نہیں

”بہت اچھی اور آرام کی ملازمت۔“

”لیکن ملازمت کے ساتھ آپ کو ہمیں رہائش بھی دیتا پڑے۔“ اس لیے کہ اگر وہ کسی اور ملک کا نام لیتا اور ڈیندیں اس ملک کے

”میں سوالات شروع کر دتا تو وہ ان کا جواب کیسے دیتا۔“

”پاک لینڈ۔“ اس نے چونک کر کہا۔

”ایک کمرے میں۔۔۔ یعنی بڑے کمرے میں تم پانچھوں گزار کر گے۔“

”کرنے کو تو ہم چھوٹے کمرے میں بھی گزارا کریں گے۔“

”بس تو پھر۔۔۔ تمہاری ملازمت پکی۔۔۔ لیکن اس سے چنان انداز میں کہا۔“

”تعارف ہو جائے۔“

”میں قادر سمجھ ہوں۔“ شوکی بولا۔

”میں انجاز سمجھ۔“ اشفاق نے کہا۔

”اور میں راجا سمجھ۔“ اخلاق نے کہا۔

”میرا نام سردار سمجھ ہے۔“

”مجھے عنایت بی بی کہتے ہیں۔“ رفت نے کہا۔

”یہ تو تم لوگوں کے نام ہیں۔۔۔ میں تو اصل تعارف جانا ہوں۔“

”ہاں! نہیں ہیں۔“

”ہم سمجھے نہیں۔۔۔ آپ کا مطلب اصل تعارف سے کیا ہے۔“ ”اچھی بات ہے۔۔۔ یونہی سی۔۔۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔۔۔“

”آپ کے کام آئکے تو ضرور آئیں گے۔“

”شکریہ کیا تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو“ ذیڈ نے شوکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

”کیا مطلب“ شوکی چونکا

”میں محسوس کر رہا ہوں... کہ تم کچھ اور بھی کہنے کے لیے

چکن ہو“

”آپ اندازہ لگانے میں بہت ماہر ہیں شایدی“

”کچھ اور لوگوں کا بھی یہی خیال ہے.... لیکن، بروگال میں اب تک... بلکہ اس کے دوسرے دہانے سے نکل کر اس طرف آئے بارے میں ایسا نہیں سمجھتا“

”آپ کا اندازہ نجیک ہے.... لیکن آپ کو وعدہ کرنا ہوا کہ

آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے“

”چلو نجیک ہے.... نہیں ہوں گا ناراض... اب کو، کیا مل بیٹھ کیا پائچ آدمیوں کی ایک پارٹی اندر نہیں گئی تھی... انسیں کچھ

توکل نے بدکتنے کی کوشش نہیں کی تھی.... اور وہ رکے نہیں تھے۔۔۔“

”مرثیہ شاری آپ کا اپنا آدمی ہے“

”اوہ۔۔۔“

ذیڈ کی آنکھیں حرمت سے پھیلتی چلی گئیں

○☆○

ایک مش

”جی ہاں! یہی بات ہے... ہم اس غار کو آخر تک دیکھ لے

”کچھ اور لوگوں کا بھی یہی خیال ہے.... لیکن، بروگال میں اب تک... بلکہ اس کے دوسرے دہانے سے نکل کر اس طرف آئے بارے میں ایسا نہیں سمجھتا“

”فلطی... بالکل غلط... آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔“

”جی نہیں! آپ غار کے اندر ولنی حصے کے بارے میں سوالات کر

آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے“

”چلو نجیک ہے.... نہیں ہوں گا ناراض... اب کو، کیا مل بیٹھ کیا پائچ آدمیوں کی ایک پارٹی اندر نہیں گئی تھی... انسیں کچھ

توکل نے بدکتنے کی کوشش نہیں کی تھی.... اور وہ رکے نہیں تھے۔۔۔“

”اگر بدھتے چلے گئے تھے۔۔۔“

”ہاں! یہ تو نجیک ہے۔۔۔“

”تو ہم وہی ہیں۔۔۔“

”لیکن ان کے چہرے نئے اچھی طرح یاد ہیں۔۔۔“

”ہم آپ کو اپنے چہرے دکھادیتے ہیں۔۔۔“

یہ کہ کراپکٹر کامران مرزا نے میک آپ ختم کر دیا... اس کے

اتھوں ان کے ساتھیوں اونچے بھی میک آپ ختم کر دیا۔

”ارے یہ کیا... یہ تو وہی ہیں۔“

”جیرت ہے... انہیں تو واقعی غار سے نکلتے ہوئے نہیں رکھا۔

گیا۔“

”ہم نے بتایا تاہم... ہم دوسرے بٹانے سے نکل کر ایک بستا

پھر کاٹ کر آئے ہیں۔“

”تب پھر بتائیے... آپ نے اندر کیا دیکھا؟“

”یہ بتانے کے لیے بہت وقت کی ضرورت ہے... جب کہ پہلے
ہمارا آگے جانا بہت ضروری ہے۔“

”کیوں... کیا ضرورت ہیش آگئی ہے؟“

”ضرورت ہے... یہ بس ہم جانتے ہیں... اگر آپ اس غار کی

دیکھنے کی نظر آ رہی تھیں... لیکن اس بارہ وہ ان کا انتظام کر کے آئے

بارے میں مکمل ترین معلومات چاہے ہیں تو آپ کو ہمارا انتظار کرنا

خوبی۔ گوشت کے بڑے بڑے کنی ٹکڑے لے کر آئے تھے... منور علی

گا۔“

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر ایک آفیسر

انہوں نے وہ آگے اچھال دیے... ان کے نیچے گرتے ہی چیزوں میں

لاؤ جو گئی... وہ گوشت کی طرف سفر کرنے لگیں... جلد ہی چھت

لاؤ تھی اور ان کے لیے گزرنے کا راستا بن چکا تھا... وہ آگے

کھا۔“ آخر آپ دوبارہ کیوں جانا چاہتے ہیں۔“

”ہم روشنی کا انتظام کر کے نہیں گئے تھے... ہمارے پاس صرف

لاؤ موجود تھی... آخر وہ پھر رسی کے ذریعے نیچے اترے... اب ان

کے پاس کئی ثارچیں تھیں اور بے شمار سیل موجود تھے... لہذا انہیں

ہمارا کام باقی رہ گیا۔“

”غار کے ایک حصے میں۔“ اس نے قدارے جیران ہو کر کہا۔

”ہاں! ایک حصے میں۔“

”اچھی بات ہے... آپ آگے ہو آئیں... لیکن واپس آپ

اس طرف سے آئیں گے۔“

”اگر ہم آئنے کے قابل ہوئے تو ضروری اسی طرف سے آئیں

جی اور اگر ایسا کرنے کے قابل نہ ہوئے تو پھر چکر کاٹ کر آپ تک

نہیں گے... یہ ہمارا وعدہ ہے۔“

”اچھی بات ہے... یونہی سی۔“ انہوں نے ہار مان لی۔

آپ وہ آگے بڑھے... چیزوں کے علاقے میں پہنچ کر انہوں

لے یہ خوفناک منظر دیکھا کہ اڑدھے کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں....

”کیوں... کیا ضرورت ہیش آگئی ہے؟“

”ضرورت ہے... یہ بس ہم جانتے ہیں... اگر آپ اس غار کی

دیکھنے کی نظر آ رہی تھیں... لیکن اس بارہ وہ ان کا انتظام کر کے آئے

بارے میں مکمل ترین معلومات چاہے ہیں تو آپ کو ہمارا انتظار کرنا

خوبی۔ گوشت کے بڑے بڑے کنی ٹکڑے لے کر آئے تھے... منور علی

گا۔“

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر ایک آفیسر

انہوں نے وہ آگے اچھال دیے... ان کے نیچے گرتے ہی چیزوں میں

لاؤ جو گئی... وہ گوشت کی طرف سفر کرنے لگیں... جلد ہی چھت

لاؤ تھی اور ان کے لیے گزرنے کا راستا بن چکا تھا... وہ آگے

کھا۔“ آخر آپ دوبارہ کیوں جانا چاہتے ہیں۔“

”ہم روشنی کا انتظام کر کے نہیں گئے تھے... ہمارے پاس صرف

لاؤ موجود تھی... آخر وہ پھر رسی کے ذریعے نیچے اترے... اب ان

کے پاس کئی ثارچیں تھیں اور بے شمار سیل موجود تھے... لہذا انہیں

ہمارا کام باقی رہ گیا۔“

”غار کے ایک حصے میں۔“ اس نے قدارے جیران ہو کر کہا۔

تمبوت اسی طرح پڑے تھے.... البتہ مروں کا دور دور تک ہے
نہیں تھا.... انہوں نے غار کے ایک ایک سرے کا اچھی طرح جائزہ لیا
شروع کیا.... ایک جگہ انہیں ایک کھائی نظر آئی.... دن میں وہ کھائی
میں نظر نہیں آئی تھی.... نظر آجھی نہیں سکتی تھی.... ثارچ کی روشنی
میں بھی پہلے وہ صرف ایک کھائی نظر آئی تھی.... اگر وہ غور سے ان
جاائزہ نہ لیتے تو آگے بڑھ جاتے.... لیکن ان کی فحاشت تھی.... ہرچوڑا
بغور دیکھنا.... لذما انہوں نے جب کھائی کے اندر وہی حصے کا بغور جائزہ
لیا تو اس میں قبر نما ایک اور کھائی بیچے نظر آئی۔
”فرحت! ذرا غور سے اس میں لیٹ کر دیکھنا۔“ اسپکٹر کامران
مرزا بولے۔

”ارے باپ رے... مرنے سے پہلے ہی قبر میں لیٹنا کس لذما
کھائی کے شانات کب ملتے.... تاہم وہ ادھر ادھر دور تک دیکھتے چلے
گئے ایک جگہ خون کے قطرات نظر آئے.... اس سے چند قدم پہلے
ایک پاریکٹ نیک سی زمین میں ابھری ہوئی تھی.... شاید کسی مردے کا
بیوی اس نوک پر پڑ گیا تھا.... خون کے قطرات دیکھ کر ان پر بوش طاری
کھائی سے بیچے والی کھائی میں چلی گئی.... ساتھ ہی اس کی حیرت میں
ڈوبی آواز سنائی دی۔

”ارے باپ رے... یہاں تو سیڑھیاں موجود ہیں۔“
”کمال ہے.... یہ خانہ درخت خانہ۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔
”آپ بھی آ سکتے ہیں.... آگے ایک کشاور سرگن ہے۔“

”اوہ ہو اچھا۔“

وہ سب اتر گئے اور اس سرگن میں چلنے لگے.... جلد ہی وہ ایک
ملنے پر جا لئے۔ اس سے باہر نکلے تو آسمان کے بیچے تھے۔

”بھی واہ! یہ سفر تو کافی مختصر ثابت ہوا۔“

”اس لئے کہ اس بارہ تھا خانے میں مردے نہیں تھے۔“ منور علی
غل مسکراتے۔

”وہ مردے ضرور اس راستے سے باہر نکلے ہوں گے.... ذرا
اقیاط سے ان کے پیروں کے شانات یہاں مل سکتے ہیں۔“ اسپکٹر
کامران مرزا بولے۔

”انہوں نے دہانے کا بغور جائزہ لیا۔“ لیکن پتھریلی زمین پر بھلا
کھائی کے شانات کب ملتے.... تاہم وہ ادھر ادھر دور تک دیکھتے چلے
گئے ایک جگہ خون کے قطرات نظر آئے.... اس سے چند قدم پہلے
ایک پاریکٹ نیک سی زمین میں ابھری ہوئی تھی.... شاید کسی مردے کا
بیوی اس نوک پر پڑ گیا تھا.... خون کے قطرات دیکھ کر ان پر بوش طاری
کھائی سے بیچے والی کھائی میں چلی گئی.... ساتھ ہی اس کی حیرت میں
ڈوبی آواز سنائی دی۔

”اب ہم ان مردوں تک پہنچ جائیں گے۔“ اسپکٹر کامران مرزا
بولے۔

”لیکن انکل... یہ چکر کیا ہے۔“

”اس کتاب کو اڑھائی ہزار پرنا ثابت کرنے کا چکر ہے.... اور

مصور جدید آلات بھی فٹ ہیں.... اور ان کے ذریعے وہ ہماری گفتگو
لخت رہے ہیں۔"

"اف مالک.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ باطل قیامت کی
طرف یہ لوگ ایک بار پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ڈراما رجا
رہے ہیں اور دنیا بھر کو پاگل بنانے کے درپے ہیں۔"

"ہاں! لیکن اس بار انہوں نے بالکل نئے انداز میں کام شروع
کیا ہے.... اللہ اپنا رحم فرمائے.... اوہرہ... وہ دیکھو... خون کے قطرات
اب پھر نظر آنے لگے.... کسی یہ بھی تو ہمارے لیے جال نہیں۔"
انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"دیکھا جائے گا.... ان جاலوں سے ڈرنے والے اے آسمان نہیں
میں اترنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور پھر جھیل کے دوسری طرف
انہیں ایک پرانے طرز کی ہمارت نظر آئی.... خون کے قطرات کا سلسہ
اس ہمارت تک چلا گیا تھا.... انہوں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر
میں اترنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور پھر اندر ہیرے کا فائدہ اٹھا کر میرے
فرار ہو جائیں۔ ان کے فرار کے لیے اندر ہی اندر راستا بنایا گیا تھا۔"

"تو کیا انہیں معلوم تھا.... کہ ہم لوگ یہاں تحقیقات کرنے
خواہ آئیں گے۔"

"میں خطرے کی بو محوس کر رہی ہوں انکل۔" - فرحت نے گوا
انہیں خبردار کیا۔

"ہاں فرحت! میں بھی محوس کر چکا ہوں.... لیکن جب تک ہم
یہ خطرہ مول نہیں لے لیتے.... ان کے پکڑ کا اندازہ کس طرح ہو گا۔"

بس.... یار لوگ چاہتے ہیں.... اول تو لوگ اس صندوق کو دیکھ کر ہی
اس کتاب کو اڑھائی ہزار سال پرانا ہونے کا یقین کر لیں۔ اور کچھ
لوگ جو زیادہ محتاط ہوں.... جلدی سے یقین کرنے والے نہ ہوں، وہ
اس غار کا آگے سے جائزہ اگر لیں تو اور بھی یقین ہو جائے کہ واقعی یہ
غار ہزاروں سال پرانا ہے.... اور اس میں سے وہ کتاب طی ہے۔
چنانچہ اس زمانے کے پتھر، بھالے اور تکواریں دیکھو بھی غار میں رکھے
گئے.... اسی پر بس نہیں کیا گیا۔ غار میں ایک تھا خانہ بھی بنایا گیا۔
اور اس میں پرانے زمانے کے انداز کے تباوت رکھے گئے.... ان
تباوتوں میں مردے نلائے گئے.... ماہول کو پراسرار بنایا گیا۔ جان بوجہ
کر اور پکڑا اٹھایا گیا۔ تاکہ ہم وہاں سے زمین کو کھو دیں اور تھا خانہ
میں اترنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور پھر اندر ہیرے کا فائدہ اٹھا کر میرے
فرار ہو جائیں۔ ان کے فرار کے لیے اندر ہی اندر راستا بنایا گیا تھا۔"

"وہ ہمارے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں.... اور ابھی تو
یہاں انپکڑ جشید پارٹی بھی آئے گی شاید۔ اگر ہمیں وہ اس بات کا
یقین دلا دیتے ہیں کہ وہ کتاب واقعی اڑھائی ہزار سالہ پرانی ہے۔ تو پھر
گویا وہ ساری دنیا کو یقین دلا دیں گے، لیکن ہمیں یقین دلانا بھی کوئی
خالہ جی کا گھر نہیں ہے.... اسی لیے اتنے پاڑ بیلے گئے.... اس غار میں

کا آدمی تھا.... اور اس کے چہرے کے نقش و نگار عجیب و غریب سے
چھپے وہ کوئی صدیوں پرانا آدمی ہو۔

”آپ کی عمر اڑھائی ہزار سال ہے۔“ آفتاب نے کھوئے کھوئے
دراز میں کہا۔

”ہاں!“ وہ بولا۔

”لیکن آپ اب تک تھے کہاں؟“

”اڑھائی ہزار سال پہلے ایک ایسا واقعہ ہیش آیا تھا کہ اس واقعے
کے بعد ہم سو گئے اور اب بیدار ہوئے ہیں۔“

”پتا نہیں.... آپ کیا کہ رہے ہیں.... ابھی تو آپ کہ رہے
کہ یہاں تو مدتن گزر گئیں.... کوئی نہیں آیا.... اگر آپ سوتے
ہیں تو پھر آپ نے یہ بات کس طرح کہ دی۔“ انپکٹر کامران مرزا
کہ کہ کہ کہا۔

”اکٹن طرح کہ اڑھائی ہزار پہلے میں اور میرے ساتھی جب
لے لگئے تو اس مکان کو ہم نے خاص حالت پر چھوڑ دیا تھا.... اب
کوئی خاص حالت برقرار ہے.... ہم ابھی تھوڑی دری پہلے تو یہاں آئے
کہاں۔“

”لیکن آپ کو کیا پتا۔“

”ایک غار کے درختے سے.... ہم اس درختے میں اڑھائی
ہزار تک سوتے رہے ہیں۔“

”اگر صرف اندازہ کرنے کے لیے خطرہ مول لینا پڑ رہا ہے تو اس
کیس کو حل کرنے کے لیے نہ جانے کیا کچھ مول لینا پڑے گا۔“ آفتاب
نے برا سامنہ بنایا۔

”بھتی لے لیں گے مول.... اب ہم اتنے بھی غریب نہیں
ہیں۔“ آصف جھلا اٹھا۔

عمارت کے دروازے پر پہنچ کر آصف نے دستک دی.... ایک
مشت بعد دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی نظر آیا.... اس کو جھے پر
جھیٹ تھی۔

”آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے آگئے.... یہاں تو مدتن گزر
گئیں کوئی نہیں آیا.... ہاں اڑھائی ہزار سال پہلے کوئی آیا تھا۔“

”لیکن آپ کو کیا مطلب ہے.... اڑھائی ہزار سال پہلے کوئی آیا تھا.... یعنی کیا
مطلب؟“

”ہاں! اڑھائی ہزار سال پہلے.... خیر آپ اندر آئیں.... میں آپ
کو بتاؤں گا.... اڑھائی ہزار سال پہلے کون آیا تھا۔“

”لیکن آپ کو کیا پتا۔“

”کیوں.... پتا کیوں نہیں ہو گا.... میری عمر اڑھائی ہزار سال
ہے.... یہ دیکھ رہے ہیں.... میری جلد۔“

اب انہوں نے اس کے چہرے اور جسم کو دیکھا.... وہ بہت لمبے

”شن... نہیں“۔ آفتاب گھبرا گیا۔

”آپ کو یقین نہیں آیا..... تو پھر برلن آسمانی کتابیں کھول کر رکھے تھے..... آپ یہاں اکیلے کیوں نظر آ رہے ہیں“۔

لیں....

”آج کل انجلیں یا زیور مل جاتی ہیں یا نہیں“۔

”آپ کے باقی ساتھی کماں ہیں.... جو آپ کے ساتھ غار میں
لیے گئے تھے..... آپ یہاں اکیلے کیوں نظر آ رہے ہیں“۔

”اڑھائی ہزار سال تک سوئے رہنے سے ان کے ٹلنے خراب ہو
ہاں! مل جاتی ہیں.... لیکن انجلیں اور زیور میں اب بہت گزیر چیز تھے..... جبکہ میں نہانے دھونے گئے ہیں.... ابھی آتے ہوں

ہے.... ان کے اصل الفاظ تک نکل دیے گئے ہیں اور اپنی بنا پر ہوں
عبارات ان میں شامل کر دی گئی ہیں“۔

”اور آپ کا طیہ خراب نہیں ہوا؟“ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”ہوا تھا..... میں نہا کر آچکا ہوں“۔

”اوہ اچھا..... کیا آپ کو کسی خاص وقت المحتاطا تھا“۔

”یسوع مسیح کے نزول کے وقت ہمیں المحتاطا..... اور ہمارے
لئے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کا نزول ہو چکا ہے“۔

”یار کیوں مذاق کرتے ہیں“۔ منور علی خان نہیں۔

”مذاق..... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں.... میں کیوں آپ سے مذاق
انداز سے کہا۔

”یہ کہ..... یہ کوئی ڈراما ہے.... ہم لوگ کوئی ڈراما رچا رہے نہ لگا“۔
”یہ مذاق نہیں ہیں..... بلکہ اسی دور کے
ہیں.... ہم اڑھائی ہزار سال پرانے نہیں ہیں..... کیا کہ آپ اڑھائی ہزار سال تک
ہیں.... اور یہ کوئی چال ہے.... لیکن یہ کوئی چال نہیں ہے.... ڈرامہ تھا رہے ہیں“۔

”یہ حقیقت ہے..... اور ابھی آپ کو ان سب باتوں پر یقین آ
لے کا“۔

”آخر کیسے“۔ انہوں نے جلدی سے کہا۔
”بس دیکھتے جائیں“۔

”کیا دیکھتے جائیں.... ہمیں تو یہاں بس آپ نظر آ رہے ہیں۔ لا بولے۔

”آپ کے باقی ساتھی کماں ہیں.... جو آپ کے ساتھ غار میں
لیے گئے تھے..... آپ یہاں اکیلے کیوں نظر آ رہے ہیں“۔

”اڑھائی ہزار سال تک سوئے رہنے سے ان کے ٹلنے خراب ہو
ہاں! مل جاتی ہیں.... لیکن انجلیں اور زیور میں اب بہت گزیر چیز تھے..... جبکہ میں نہانے دھونے گئے ہیں.... ابھی آتے ہوں

ہے.... ان کے اصل الفاظ تک نکل دیے گئے ہیں اور اپنی بنا پر ہوں
عبارات ان میں شامل کر دی گئی ہیں“۔

”اوہ اچھا..... یہ بات تو عجیب سی لگتی ہے..... خیر ہم اب جاؤ
گئے ہیں.... انجلیں کو پڑھ کر فیصلہ کریں گے کہ وہ درست ہے یا نہیں۔

”کیونکہ میں ہم تو اس وقت موجود تھے..... اور میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ

لوگ کیا سوچ رہے ہیں“۔ اس نے چونک کر کہا۔

”کیا سمجھ رہے ہیں“۔ اسکرٹ کامران مرزا نے کھوئے کھوئے

انداز سے کہا۔

”یہ کہ..... یہ کوئی ڈراما ہے.... ہم لوگ کوئی ڈراما رچا رہے نہ لگا“۔

”یہ مذاق نہیں ہیں..... بلکہ اسی دور کے
ہیں.... اور یہ کوئی چال ہے.... لیکن یہ کوئی چال نہیں ہے.... ڈرامہ تھا رہے ہیں“۔

”یہ حقیقت ہے..... اور ابھی آپ کو ان سب باتوں پر یقین آ
لے کا“۔

”ولیکن ہمیں یقین دلا کر آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟“ اسکرٹ کامران
”کیا دیکھتے جائیں.... ہمیں تو یہاں بس آپ نظر آ رہے ہیں۔ لا بولے۔

”ہمیں فائدے اور نقصان سے کیا غرض.... آپ یہاں اگر ہیں اور حیرت کا اظہار کیا ہے.... بس ہم نے وضاحت کر دی.... اور اب مزید وضاحت کرنے کے لیے تیار ہیں.... لیکن اگر کچھ نہیں بننا چاہتے.... کچھ نہیں جاننا چاہتے تو ہمیں بھی کوئی ضرورت نہیں.... آپ جاسکتے ہیں۔“ - اس نے بھی جل بھن کر کہا۔

”آپ تو رامان گئے.... چلنے ہم آپ کی بات نہیں گے۔“

”تو پھر بینہ جائیں.... ابھی میرے باقی ساہمی آتے ہوں گے ان کی موجودگی میں بات ہو گی۔“

وہ حیرت زدہ سے بیٹھ گئے.... ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے.... ان کا خیال تو یہ تھا کہ یہ بہبود مارکے جب کہ وہ لوگ کہ رہے تھے کہ یہ ذرا نہیں ہے اور یہ بات وہ ثابت کر سکتے ہیں.... آخر عمارت کا پچھلا دروازہ ٹھلا اور اس میں سے گیارہ آدمی اندر داخل ہوئے وہ بھی اس کی طرح لب پڑسے اور اسی جیسے نقوش کے مالک تھے.... انہیں وہاں دیکھ کر ان کے چہروں پر حیرت در گئی۔

”یہ کون ہیں یہودا۔“

”ہمارے سماں.... ان لوگوں کا خیال ہے.... ہم اڑھائی ہزار سال پرانے لوگ نہیں ہیں.... بلکہ ہم اس زمانے کے لوگ ہیں.... اور کسی پروگرام کے تحت ذرا مارکر رہے ہیں۔“

”حد ہو گئی۔“ - ان میں سے ایک نے کہا۔

” غالباً تکہ ہم اڑھائی ہزار سال پرانے لوگ ہیں.... اور یہ بات کر سکتے ہیں۔“ - یہودا بولا۔

” تو کریں نا ثابت۔“ - انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”آپ کو تاریخ کے بارے میں علم ہے.... آپ نے تاریخ پڑھی یہودا بولا۔

”اہ! پڑھی ہے.... آپ بات کریں۔“

”یوسع مسح کے زمانے کی طرف اپنے ذہن لے جائیے.... اس انغور سے دیکھئے۔“

”اس مکان کو... کیوں! اس مکان میں کیا بات ہے؟“

”بھی آپ کہ رہے تھے.... آپ نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔“

”اہ! کیا ہے۔“

” تو پھر یوسع مسح کے زمانے کو ذہن میں لا کیں نا۔ اس وقت نقوش کے مالک تھے.... انہیں وہاں دیکھ کر ان کے چہروں پر حیرت در لگا۔“

”کیا ہوا تھا.... آپ بتائیے نا۔... تمہیں ہمیں یاد آئے گا کہ آپ انت کی کون سی بات یاد کرنا چاہتے ہیں۔“

”چھی بات ہے.... میں ہی یاد کر رہتا ہوں.... یوسع مسح نے

”اعلان کیا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔“

”غلط.... بالکل غلط.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ اعلان کبھی

نہیں کیا تھا.... انہوں نے تو یہ اعلان کیا تھا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ وہ اوری پھر سولی پر سے لاش اٹھا کر ایک غار میں لائے تھے... انہوں اس کا بھیجا ہوا ہوں اور یہ کہ تم ایک خدا کو ماو، ایک خدا کی عمارت کا منہ بند کر دیا تھا... لوگوں نے جب غار کے منہ کو کھولا تو لاش کردی... شرک نہ کرو... انہوں نے تو یہ تعلیم دی تھی۔“

”خیر... یونہی سی... فی الحال آپ ہماری بات سنتے جائیں۔“ ہر کیا تھا... یہ ہم آپ کو بتائیں گے۔“

”کسے سنتے جائیں... جہاں آپ تاریخ کو الٹ پیٹ کریں گے۔“ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں... ہمارا قرآن ہمیں بتاتا ہے وہاں میں ضرور بولوں گا۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے براسامنہ بنایا۔

”لیکن ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ تو اچھا خیر... آپ کو اجازت ہے... اس وقت کے باوشاہ سے ہوتی ہیں“ کو سولی دی گئی نہ قتل کیا گیا بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے یسوع مسیح کی تبلیغ سے گھبرا کر انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس پر اخالیا۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

وقت انہوں نے ایک مکان میں پناہ لی تھی... اور ان کے ساتھ ان کا۔ ”ایک من! ہم نہیں جانتے آپ کس کتاب کا ذکر کر رہے بارہ ساتھی بھی تھے... کچھ آیا یاد... ان ساتھیوں کو تاریخ حواری کیں۔ ہم تو وہ واقعات بیان کر رہے ہیں جو ہمارے سامنے پیش ہے۔“

”ہا! یہ باتیں ہمیں تاریخ بتاتی ہے۔“

”باوشاہ نے یسوع مسیح کو گرفتار کرنے کا حکم دیا... پولیس الہام ہم آج کے نہیں... اڑھائی ہزار پہلے کے لوگ ہیں۔“ یہودا مکان تک پہنچ گئی... اس نے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے عالم میں کہا۔

یہاں تاریخ میں بہت سے اختلافات ہیں... کچھ کہتے ہیں... یسوع کا ایسے میں اسپکٹر کامران مرزا کی نظریں ان میں سے ایک کے پیر کو گرفتار کیا گیا اور سولی دینے کے لیے میدان میں لے جایا گیا۔ اللہ چونکہ اُنہے۔

○☆○

کہتے ہیں، گرفتار جس کو کیا گیا، وہ یسوع مسیح نہیں تھے... بلکہ ان ایک حواری تھے... اور یسوع مسیح کو اخالیا گیا... جن کا یہ خیال کہ یسوع مسیح کو سولی دی گئی تھی... وہ آگے بیان کرتے ہیں کہ

چورک میز

”تلوار سے۔۔۔“

”اوہ!“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اس تنے میں پہاڑی لوگ نزدیک آگئے... وہ اسپکٹر جمیش کے گرد فوپو کرنا پڑنے لگے... شاید یہ ان کا استقبال کا طریقہ تھا... اور خوشی کا الار تھا... آخر ان کا جوش کم ہونے پر اسپکٹر جمیش بولے۔

”اے باپ رے... جمیش... یہ لوگ تو شاید ہمیں مار دیں۔“ یہ کچھ مہمان ہیں... آپ لوگوں کے ساتھ رہیں گے... ہمیں کی نیت سے آرہے ہیں۔“ آئی جی صاحب گھیر کر بولے۔
لیک مم پر جانا ہے... واپسی پر ہم آپ لوگوں سے انہیں وصول کر لیں
”جی نہیں... آپ پریشان نہ ہوں... میں نے منہ سے جو ایجتاد
نکالی ہے... اس آواز کو یہ بخوبی سمجھتے ہیں۔“

”اور تم ان سے یا یہ تم سے کس طرح واقف ہیں؟““وہ چلاتے۔
میں نے انہیں ایک بار ایک بہت بڑی مصیبت سے

دلواہی تھی... اس علاقے میں ایک مرتبہ ایک خوفناک بلا آگئی اور ہمارا اطمینان ہو گیا... تم لوگ پورے نہ ہوئے روائہ ہو اس بلا نے ان کے چھکے چھڑا دیے تھے... ایسے میں ہمارا اس فکر ہوا۔
سے گزر ہوا اور پھر اس بلا کا خاتمه کیا۔“

”وہ بلا آخر تھی کیا۔“
”ایک بہت خوفناک بن مانس... ان کے تیر بھی اس کا کچھ انہیں نہیں لگا اور خان رحمان ان کے ساتھ تھے... پہاڑی لوگوں اور ان کے بگاڑ سکتے تھے... اور نزدیک جا کر تلوار سے وار کرنے کی ان ممکنیتیں وہ بھی مذمود کر دیکھتے رہے اور باتھو ہلاتے ہے... راستے میں نہیں تھی۔“

پھر تم نے اس بلا کا مقابلہ کس طرح کیا۔“

فلسطین پہنچ گئے۔

”سب سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے... کیا خیال ہے اتنی چھوٹی سی کتاب تو ہو گی نہیں... اس کے پڑھنے میں ہے؟“

”لیکن جمیل... اس سے بھی پہلے ہم کسی اچھے سے ہوٹل میں توقت لے گا۔“

”خہریں گے اور بترن سا کھانا کھائیں... بھلا کتنے دن ہو گے؟“

”تو دو تین دن میں پڑھ لیں گے... پڑھنا تو پڑے گا۔“

”گوا تم آج ہی پڑھنا چاہتے ہو۔“

”جی ہاں! ہم سے آرام نہیں ہو گا۔“

”تب پھر میں بھی کیا کروں گا آرام کر کے۔“

”آپ کی بات اور ہے... آپ عمر کے لحاظ سے بڑے ہیں ہا۔“

”کوئی بات نہیں... چلو پہلے تو کھانا کھایں۔“

”وہ ہال میں جانے کے لیے انہوں کھڑے ہوئے... برآمدے سے کار رہے تھے کہ پروفیسر داؤڈ چونک کر رک گئے۔“

”خیر تو ہے انہل۔“ - محمود چونکا۔

”اس کمرے میں کچھ آلات نصب ہیں... سائنسی آلات...“

”لیکن آپ تو چھے ہیں۔“ - ڈرائیور نے کہا۔

”تو ایک اور نیکسی روک لیتے ہیں۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“ وہ بولا۔

”دو نیکیوں پر سوار ہو کر وہ ایک ہوٹل تک پہنچے... ہوٹل زاد بھلی انگوٹھی مجھے خبرداز کر رہی ہے۔“

”شاذ ار تھا... اس میں انہیں تین کمرے بھی آسانی سے مل گئے۔“

”لیکن ہمیں اس سے کیا... ہوٹل کی انتظامیہ نے اپنی ضرورت بہت زیادہ تھا... لیکن انہوں نے پرواہ کی... پھر انہوں نے بال کے لیے نصب کر رکھتے ہوں گے۔“ - خان رحمان بولے۔

”لیکن میں دیکھنا چاہوں گا کہ وہ کس قسم کے آلات ہیں۔“

”جمیل! آج کے دن آرام کیوں نہ کر لیا جائے۔“ - ایکی

”اچھی بات ہے... دیکھ لیتے ہیں۔“

یہ کہ کر اسپکٹر جشید نے دروازے پر دستک دی.... ایک من گزر گیا.... انہوں نے پھر دستک دی.... آخر دو مشت بعد دروازہ تھوڑا سا کھلا، ایک اویھر عمر کے آدمی کی صورت دکھائی دی۔

”فرمائیے... کیا بات ہے؟“ اسکی پیشانی پر لکیرس ابھر آئیں تھیں.... گویا ان کا دستک دینا اسے بہت ناگوار گزار تھا۔

”دیکھئے! ہم بھی اس ہوشی میں چکر ٹھرے ہیں۔“ - اسپکٹر جشید نے مسکرا کر کہا۔

”اچھا تو پھر۔“

”ہم نے سوچا... کسی کو دوست بنالیں... تاکہ یہاں اچھا وقت گز رے۔“

”معاف بکھنے گا... میرے پاس اتنا وقت نہیں... میں بہت مصروف آدمی ہوں۔“

یہ کہ کر وہ دروازہ بند کرنے لگا... لیکن اسپکٹر جشید اندر را خلیجیں... تو آپ کا ہاتھ کیوں نہیں بٹا سکتے۔ اسپکٹر جشید بولے۔

”ہو گئے اور جلدی سے بولے۔“

”ایسی بھی کیا مصروفیت صاحب... اگر ہم بھی تو آپ کے پڑویں ہیں۔“

”پڑوی کیسے؟“

”پڑوی... ایسے کہ اسی منزل پر کمرے لیے ہیں ہم نے۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”دوستی۔“ اسپکٹر جشید مسکرائے۔

”میں نے کہا تا میں بہت مصروف آدمی ہوں۔“

”تب ہم آپ کا ہاتھ بٹائیں گے۔“

”نہیں آپ میرا ہاتھ نہیں بٹا سکیں گے... میرا کام ہی ایسا تھیں۔“

”اوہوا! یہاں تو ایکسرے مشینیں لگی ہیں... جدید تریں... جن کی ذریعے دیواروں کے آر پار تک دیکھا جا سکتا ہے۔“ ایسے میں پھرداو دبول اٹھے۔

”کیا مطلب... آپ نے یہ بات کس طرح کی؟“

”دیکھا! ہم ٹھیک کرتے تھے نہیں... آپ کا ہاتھ بٹائیں گے۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”اگر ہم یہ بٹائیں گے کہ اس کمرے میں کس قسم کے آلات

”ہم یہ بٹائیں گے کہ اس کمرے میں کس قسم کے آلات

”آپ لوگ ٹھیک ہیں۔“ وہ جل کر بولا۔

”ہاں! یہ بات کیسے بالکل ٹھیک کی?“ فاروق نے خوش ہو

”دیکھئے... میں بہت...“

”مصروف ہیں... یہ بات تو آپ پہلے ہی بتا چکے ہیں۔“ - خان

”بھل بولے۔“

”حد ہو گئی“ - وہ بھنا آکھا۔

”کوئی حرج نہیں اگر حد ہو گئی ہے۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں“

”اچھا! اب میں پریشان بھی نہ ہوں“ - اس نے آنکھیں نکالیں۔

”اگر آپ پریشان ہونے کی نزدیک اسی ضرورت محسوس کرو رہے ہیں“ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”آپ سید۔۔۔ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”آپ کے گردے میں دو گھری بیٹھے کہ آپ سے تعارف حاصل کرنائیں تاکہ ہم جب تک یہاں رہیں۔۔۔ بالکل اجنبی میں کرہہ رہیں۔۔۔

”ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہاں ہمارا کوئی دوست بھی ہے۔۔۔“

”لیکن میں آپ کا دوست نہیں ہوں“ - اس نے پر زور دا

”بہت خوب۔۔۔ مجھے بھی سائنس سے دلچسپی ہے۔۔۔ کیا میں ان

”کو نزدیک سے دیکھ سکتا ہو۔۔۔“

”اچھا بھتی۔۔۔ نہیں ہوں گے۔۔۔ آپ ہمارے دوست۔۔۔ پڑوی

”ہیں۔۔۔“

”آئیں بیبا آئیے۔۔۔ آپ سے جانا چھڑانا مشکل ہی نہیں۔۔۔ اس سے کہا۔۔۔“

”اگر ممکن ہے۔۔۔ اس نے نگل آکر کہا۔۔۔“

اور پھر اس نے انہیں اندر واخل ہونے کے لیے راستا دیا۔۔۔

”یا۔۔۔ اندر واخل ہونے پر پروفیسر داؤڈ کے بیان کی تصدیق ہو گئے۔۔۔“

”وہاں واقعی سائنسی آلات نصب تھے۔۔۔“

”ارے یہ کیا۔۔۔ کیا آپ سائنس دان ہیں؟“ - پروفیسر داؤڈ کے مہمانوں یا دوستوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔۔۔ اس نے جھلا کر کہا۔۔۔“

”یہاں ہو کر کہا۔۔۔“

”جی نہیں۔۔۔ جی ہاں“ - اس نے گھبرا کر کہا۔

”آپ نے کیا فرمایا۔۔۔ ہاں یا نہیں؟“

”ہاں۔۔۔ نہیں“ - اس نے پھر کہا۔

”بات پلے نہیں پڑی۔۔۔ کیا آپ سائنس دان ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ آخر اس نے گھبرا کر کہا۔۔۔“

”پھر یہ سب کیا ہے؟“

”میں سائنس دان نہیں ہوں۔۔۔ لیکن سائنس دان بننے کی

”اشش ضرور کر رہا ہوں۔۔۔ اور یہ میری اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔۔۔“

”بہت خوب۔۔۔ مجھے بھی سائنس سے دلچسپی ہے۔۔۔ کیا میں ان

”کو نزدیک سے دیکھ سکتا ہو۔۔۔“

”ضرور جتاب۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ دیکھئے؟“ - اس نے منہ بنا لیا۔۔۔

”پروفیسر داؤڈ آلات دیکھنے میں لگ گئے۔۔۔ ایسے میں ان پکڑ جشید

”اے۔۔۔ اس سے کہا۔۔۔“

”آپ کا نام کیا ہے جتاب؟“

”مجھے۔۔۔ نام کہتے ہیں۔۔۔“

”مسٹر نام۔۔۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔۔۔“

”شکریہ۔۔۔ لیکن مجھے ذرا بھی خوش نہیں ہوئی۔۔۔ میں زبردستی

”ارے یہ کیا۔۔۔ کیا آپ سائنس دان ہیں؟“ - پروفیسر داؤڈ

”کے مہمانوں یا دوستوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔۔۔“ - اس نے جھلا کر کہا۔۔۔“

"اوہو... یہ تو بہت بڑی بات ہے... آپ کو پسند کرنا چاہیے" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا پسند کرنا چاہیے" - اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظر سے دیکھا۔

"زبردستی کے دوستوں کو... اور کیا"

"میں نے آپ جیسے لوگ آج تک نہیں دیکھے" -

"تو اب اچھی طرح دیکھ لیں... حسرت نہ رہ جائے" - محمد مسکرا یا۔

"آپ... آپ اس ہوٹل کے گاہک تو لگتے نہیں... یہ مطلب ہے... آپ یہاں ٹھہرے ہوئے تو نہیں ہیں" - انپکٹر جشید نے چونکہ یہاں بھی خیلیہ کیمرے فٹ کئے گئے ہوں گے... وہیں کی آوازیں اور ٹھاٹھروں کی ہیں اور سنے جاسکتے ہیں اس کمرے میں" -

"یہ اندازہ کس طرح لگایا آپ نے" -

"اس طرح کہ یہاں سلامان نام کی کوئی چیز نہیں ہے" -

"آپ کا اندازہ ٹھیک ہے" - اس نے برا سامنہ بنا یا۔

"بہت خوب... تو پھر... آپ یہاں کیسے نظر آ رہے ہیں" -

"میں اس ہوٹل کا ملازم ہو... سمجھے آپ" -

"بہت اچھی طرح سمجھے گے" -

"میرا خیال ہے... انہیں اور زیادہ نہیں ستانا چاہیے... جتنا ہے... چار پانچ سو آدمی کھانا کھا سکتے تھے... انہوں نے کھانے کا آرڈر لیا ہے... اتنا ہی بہت کافی ہے... لہذا اب چلتے ہیں" - ایسے میں پڑھتا ہوں

واہد کی آواز سنائی دی۔ وہ آلات سے ان کی طرف رخ کر چکے گئے۔ گورا معاشرہ مکمل ہو گیا تھا۔

"جیسے آپ کی مرضی... مجھے جناب! آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ ہم جا رہے ہیں" -

اور پھر وہ باہر نکل آئے۔ اس نے کھٹ سے دروازہ بند کر لیا۔ وہ ہال کی طرف چل پڑے۔

"کیا خیال ہے؟"

"سارے آلات سراغ رسائی کے ہیں... ہوٹل کے ہال کے

نام مناقصر اور آوازیں اس کمرے میں صاف سنی اور دیکھی جا سکتی ہے... آپ یہاں ٹھہرے ہوئے تو نہیں ہیں" - انپکٹر جشید نے چونکہ یہاں بھی خیلیہ کیمرے فٹ کئے گئے ہوں گے... وہیں کی آوازیں اور

ٹھاٹھروں کی ہیں اور سنے جاسکتے ہیں اس کمرے میں" -

"لیکن کیوں... آخر اس ہوٹل والوں کو ایسا انتظام کرنے کی کیا نیاز دلت تھی" -

"اس بارے میں میں کیا کہ سکتا ہوں" - پروفیسر بولے۔

"خیر ہم معلوم کر لیں گے" - انہوں نے کہا۔

آخر وہ ہال میں پہنچ گئے۔ ایک کونے کی میز کے گرد بیٹھنے کے

بعد انہوں نے ہال پر ایک نظر ڈالی۔ بہت بڑا ہال تھا۔ اور ایک وقت یا ہے... اتنا ہی بہت کافی ہے... لہذا اب چلتے ہیں" - ایسے میں پڑھتا ہوں

”درے!“ اچانک انپکٹر جشید کے منہ سے اکلا۔
”کیا ہوا جشید؟“ خان رحمان بولے۔

”ہوش کے ہال میں ایک شخص نے دوسرے کا بٹھا اڑالا۔“
”ہوش کے ہال میں ایک شخص نے دوسرے کا بٹھا اڑالا۔“
”ہوش کے ہال میں ایک شخص نے دوسرے کا بٹھا اڑالا۔“
”ہوش کے ہال میں ایک شخص نے دوسرے کا بٹھا اڑالا۔“

”ارے اچھا... پھر کیا ارادے ہیں?“
”چور کو پکڑنا تو چاہیے!“

”اپنے ہنس میں آئے میں آپ کو ان تک لے چلوں... وہ

”پہلے پکڑوا دیں... اس طرح بٹے والے سے وہ سمجھی ہے۔“

”ہم ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کہیں نہیں جاسکتے۔“

”کیوں؟“ وہ بولا۔

”پہلی بات تو یہ کہ ہم نے کھانے کا آرڈر دے دیا ہے۔“

”آرڈر کو فی الحال روکا دیتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”بھی نہیں... ہمیں بھوک لگی ہے۔“

”بھی نہیں... ہمیں بھوک لگی ہے۔“

”ضروری... وہ دیکھو...“ اس طرف نیلے لباس والا چور ہے۔

”اک سے مل سکتے ہیں... ہاں اگر انہیں زیارت جلدی ہے تو بہتر ہو گا کہ وہ

”ہاں آجائیں۔“

”ٹھیک ہے... میں انہیں بتا دیتا ہوں...“

”اگر انہوں نے آنکھیں بیٹھیں گے۔“ اس نے منہ پنا کر کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا

کا۔

”آپ یہاں نئے آئے ہیں۔“ ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔

”آپ سمجھئے یہ حضرت کیوں آئے تھے۔“ انپکٹر جشید

”مینځر صاحب نے بھیجا تھا... اس لئے آئے تھے۔“

”اور مینځر صاحب نے کیوں بھیجا تھا۔“ انسپکٹر جمشید بولے
”یہ ہمیں کیا پتا۔“ خان رحمن نے حیران ہو کر کہا۔

”پتا ہونا چاہیے... اسی کو جامعی کہتے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید
بولے

”یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟“ ڈیڈ نے زم گرم انداز میں

لگا کر کہا۔

”اندازہ لگانے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔“ شوکی

ترکیا۔

”شیخ... اب کیا پروگرام ہے۔“ ڈیڈ بولا۔

”تو ہمارا اندازہ درست ہے۔“

”ہاں درست ہے... اب تم اپنا پروگرام بتاؤ۔“

”افسوں! ہم آپ کی ملازمت نہیں کر سکتے... آپ ناجائز

کا دعاوی کر رہے ہیں۔“ کیا اس ہوش کی آمدی کم ہے جو آپ یہ دھندا

کرتے ہیں۔“

”بات دراصل یہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔“ ڈیڈ مسکرایا۔

”کچھ بات ہے... وہ بتا دیں۔“

”میرا ایک ہیرا گم ہے... کسی نے چڑایا ہے... جن لوگوں پر

الٹک ہے... ان کی جیبوں پر ہاتھ صاف کروا رہا ہوں... ان کے گھروں پر

الٹک ہے...“

میں اسی وقت پیرا کھانے کی ٹرے لے آیا اور انہیں خاموشی
اختیار کرنا پڑی۔ جب تک وہ کھانا لگاتا رہا۔ وہ خاموش رہے۔ آنے
اس کے جانے کے بعد محمود نے کہا۔

”ہاں! اب بتائیے... اس نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟“

”اوہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“

انہوں نے انسپکٹر جمشید کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی۔ ان کا ہمیں کرتے ہیں...“
نظرؤں کے تھاقب میں انہوں نے نظریں دوڑائیں۔ تو انہیں چورا
میز کی طرف کوئی جاتا نظر آیا۔ وہ بھی اسے دیکھ کر بھوکھے رہا گے۔



”کیوں.... آخر کیوں.... نہیں چڑا سکتا تھا، اس کی بھی وضاحت
کی بھی باری آئے گی۔“

”اس کی وضاحت تو خیر میں نہیں کر سکتا۔ میرے کچھ ذرا رعیت کے درج کرائیں.... اور اپنے شک کا اظہار کریں.... پولیس تفتیش کر کے آپ کا ہیرا تلاش کر دے گی۔“

”ان ذرا رعیت سے آپ کو یہ بات کیوں معلوم نہیں ہوئی کہ کس بات نے چڑا یا ہے۔“

”ان ذرا رعیت سے آپ کو یہ بات کیوں معلوم نہیں ہوئی کہ کس بات نے چڑا یا ہے۔“

”بیس ذرا کی رہ گئی.... یا یوں کہ لیں کہ ذرا چوک ہو گئی.... اور فتنے داری سے کام کب کرتی ہے.... لذما مجھے خود کو سکھنا پڑے۔ مل فض سامنے نہ آسکا۔“

”آپ ہم سے کچھ چھپا رہے ہیں.... اس بات کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں دیکھ رہے.... کہ ہیرا کسی دوست نے چڑا یا ہے۔“

”تم لوگ تو یاں کی کھال اتارنے لگے.... خیر میں مان لیتا ہوں کہ اس بات کی ایک ٹھوس وجہ ہے۔“

”تو وہ وجہ آپ ہمیں کیوں نہیں بتا دیتے۔“

”میرے اس ہوشی میں ایسے آلات لگے ہوئے ہیں کہ اگر کوئی چوری کرے.... کوئی اور غلط کام کرے تو اسے دیکھ لیا جاتا ہے۔“ اس نے بتایا۔

”تب پھر.... ہیرے کی چوری کے وقت کسی کو کیوں نہیں دیکھا کے علاوہ کوئی دوسرا تو چراہی نہیں سکتا تھا۔“

”اس کا طریقہ یہ نہیں ہے.... آپ پولیس اسٹیشن میں روپورن کی بھی باری آئے گی۔“

”آپ نے کیا کہا۔ آپ ایسا کر چکے ہیں۔“

”میں یہ کر چکا ہوں۔“ ڈیڈ نے مسکرا کر کہا۔

”آپ نے کیا کہا۔ آپ ایسا کر چکے ہیں۔“

”ہاں! کر چکا ہوں.... لیکن ہیرا نہیں مل سکا۔ پولیس آج کل فتنے داری سے کام کب کرتی ہے.... لذما مجھے خود کو سکھنا پڑے۔ مل فض سامنے نہ آسکا۔“

”آپ یہ واردائیں چھوڑ دیں.... ہیرا آپ کو ہم تلاش کر دیں۔“

”آپ کو جن دوستوں پر شک ہے۔۔۔ ہمیں ان کے نام نہیں لوت کرو ایں۔۔۔ ان کی تصاویر بھی دے سکیں تو اچھا ہے۔۔۔ ہم چر دن میں ہیرا تلاش کر دیں گے۔۔۔ لیکن شرط ایک ہے۔“

”اوروہ کیا؟“ ڈیڈ بولا۔

”یہ کہ ہیرا ان میں سے کسی ایک کے پاس ہو۔“

”اس بات سے آپ بے فکر رہیں.... ہیرا میرے کسی دوست یا۔۔۔“

”آلات میں عین اس لمحے کوئی خرابی ہو گئی تھی.... جو دوسرے دن جا کر ٹھیک کروائی جا سکی.... لیکن میں نے اس ملازم کو فارغ کر دیا.... سزا کے طور پر جس کی موجودگی میں خرابی ہوئی تھی“۔

”ہوں.... ہیرا تھا کہاں“۔

”میری جیب میں.... دراصل اس بعد اس کے سچھ گاہک آئے والے تھے.... اور انہیں دکھانے کے لیے میں نے جیب میں رکھ لیا۔ ”اس کا پتا ضرور میرے رجسٹر میں درج ہو گا۔۔۔ لیکن میں نہیں تھا“۔

”ہوں! اگر ہم آپ کا وہ ہیرا تلاش کر دیں تو آپ ہمیں کیا العام دیں گے“۔

”اس ہوٹل کی ملازمت انعام میں دے دوں گا“۔

”فرغ کیا ہم ہوٹل کی ملازمت کرنا پسند نہ کریں تو“۔

”اس صورت میں ایک ہزار ڈالر دوں گا“۔

”لیکا بات کرتے ہیں.... ایک کروڑ ڈالر کا ہیرا ہے“۔

”تو کیا ہوا بی... صرف تلاش کر کے دو گے ٹائیں اتنے سے کام کے لیے ایک ہزار ڈالر بہت ہیں“۔

”سوری! اس بھاؤ ہم یہ کام نہیں کر سکتے“۔ شوکی نے منہ بنایا۔

”اچھا دو ہزار“۔

”کیا خیال ہے بھئی.... یہ کام کر ڈالا جائے“۔

”ہاں ٹھیک ہے“۔

”جس آدمی کو آپ نے ملازمت سے فارغ کیا ہے.... ہم اس میں مل سکتے ہیں“۔

”یکوں؟“ وہ چونکا۔

”اب ہم اپنا کام شروع کر چکے ہیں.... آپ اپنے کیوں کو اپنے کھین“۔

”اس کا پتا ضرور میرے رجسٹر میں درج ہو گا۔۔۔ لیکن میں نہیں تھا۔۔۔ اس پتے پر مل سکے گا یا نہیں“۔

”پتا ہمیں دے دیں اور اپنے ڈرائیور سے کہیں.... ہمیں وہاں بیکے۔۔۔ اس لیے کہ ہمارے پاس ٹیکسی کے پیسے دینے کے لیے نہیں ہے.... اور آپ ہمیں ایڈوانس کیوں دینے لگے“۔

”ایڈوانس تو نہیں دوں گا.... تم لوگوں کا کیا بھروسہ“۔ اس نے ان الفاظ میں کہا۔

”ہم ایڈوانس مانگ بھی نہیں رہے.... لیکن اپنی گاڑی میں ہمیں نہیں کہانے سکتے ہیں“۔

”ہاں ٹھیک ہے.... میں ابھی ڈرائیور کو بلاتا ہوں“۔

جلد تھی وہ فریڈ کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے.... لیکن انہیں اس شخص کے گھر تک پہنچا دیا۔۔۔ تک کے جواب اس نے دروازہ کھولا۔

”فریڈ نے ان لوگوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے“۔

”ہاں جی کیا بات ہے؟“

”آپ سے کچھ باتیں کرنے کے لیے آئے ہیں۔“

”میں فارغ نہیں... پھر کسی وقت آئیے گا۔“ - اس نے اکھڑا

میں کہا۔

”وس ڈال راگر آپ کو دیئے جائیں تو کیا اس صورت بات کو
لیں گے آپ۔“

”سوڈا رو تب بھی نہیں۔“ - اس نے بھنا کر کہا۔

”اچھا ہزار ڈالر۔“ - شوکی بولا۔

”فارغ تو نہیں چل گیا... صرف بات چیت کرنے کا ہزار ڈالر
گے تم مجھے۔“

”ہاں دیں گے... آپ بات کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں۔“

”نہیں۔“ - اس نے سخت لمحے میں کہا۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے... پھر شوکی نے کہا۔

”اوہ بھتی چلیں۔“

باہر نکل کر وہ کار میں بیٹھ گئے... کار میں فون موجود تھا... شوال کے منہ سے لٹکا۔

نے فوراً ڈیڈ سے رابطہ کیا۔

”ہیلو ڈیڈ... یہ آپ کا نام کیا ہے؟“

”تم کام کی بات کرو“ - اس نے بھنا کر کہا۔

”آپ اس شخص کو گرفتار کروائیں... پولیس نے اس

کام کی بات کرو“ - اس نے بھنا کر ان لوگوں نے تمہیں بتا بھی دیا تھا کہ یہ میرے بھیجے ہوئے

”چھ نہیں کی تھی۔“

”نہیں۔“ - اس نے بتایا۔

”بس تو پھر آپ کا ہمراہ اسی سے ملے گا۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں!“ انہوں نے کہا۔

”لیکن پولیس اس سے سودے بازی کر لے گی... اور اس طرح

ہمارے ہاتھ نہیں لے گا۔“

”تب پھر۔“

”تم لوگ وہیں ٹھہریں... وہ فرار نہ ہو جائے... میں آ رہا

گے تم مجھے۔“

”لیکن آپ اس سے کوئی سخت نہیں کریں گے۔“

”میں... ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔“ - ڈیڈ نے کہا۔

”وہ وہیں کھڑے رہے... جلد ہی ڈیڈ دوسری کار میں وہاں بیٹھ

لے۔ اس کے دروازے پر پھر دسک دی گئی... جو نی دروازہ کھلا۔

باہر نکل کر وہ کار میں بیٹھ گئے... کار میں فون موجود تھا... شوال کے منہ سے لٹکا۔

”ڈیڈ آپ؟“

”ہاں ڈالی میں... ان لوگوں نے ابھی تم سے ملاقات کی تھی...“

”تم کام کی بات کرو“ - اس نے بھنا کر کہا۔

”آپ اس شخص کو گرفتار کروائیں... پولیس نے اس

کام کی بات کرو“ - اس نے بھنا کر ان لوگوں نے تمہیں بتا بھی دیا تھا کہ یہ میرے بھیجے ہوئے

"میں اس وقت بہت مصروف تھا۔"

"ایسی بھی کیا مصروفیت... خیر... اب ان سے بات چیت کرنا پڑتا ہے۔ اس نے منہ بنایا کو تیار ہوا نہیں۔"

"نہیں! مجھے کام بہت ہے۔"

"دیکھو ڈالی... مجھے تختی پر مجبور نہ کرنا... تم ان سے بات کر لو... اس میں تمہارا فائدہ ہے... ابھی تم ڈیڈ کو نہیں جانتے۔ اس کا الجہ سرو ہو گیا۔"

"اچھا! پوچھو۔" اس نے جل کر کہا۔

"جس دن ڈیڈ کا ہیرا چرا گیا۔ اس دن جاسوسی کے آلات میں خرابی ہو گئی تھی اور یہ خرابی میں اس وقت ہوئی۔ جب ہیرا چرا گیا میں مست مصروف ہوں۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"کیا اس سے پہلے کبھی آلات خراب ہوئے تھے۔"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"اور آلات اگلے دن ٹھیک ہوئے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"ہمشر ڈالی... اب آپ کہاں کام کر رہے ہیں۔"

"وکیس بھی نہیں۔" اس نے کہا۔

"مگر یا آپ اب تک بے کار ہیں۔"

"ابھی پندرہ دن کی تو بات ہے۔ جب مجھے ملازمت سے فارغ کو تیار ہوا نہیں۔"

"میں نے پوچھا۔ آپ آج کل بے کار ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"بالکل بے کار یا کوئی کام کر رہے ہیں۔"

"نہیں... بالکل بے کار۔"

"ابھی آپ کہ رہے تھے۔ آپ بہت مصروف ہیں۔"

"اوہ... وہ... تو میں گھر کا کام کر رہا تھا۔"

"لیکن گھر کے کاموں کی بنا پر کوئی کسی ملاقاتی کو یہ نہیں کہتا کہ خرابی ہو گئی تھی اور یہ خرابی میں اس وقت ہوئی۔ جب ہیرا چرا گیا میں مست مصروف ہوں۔"

"کیوں نہیں کہ سکتا۔" ڈالی نے بھنا کر کہا۔

"اچھا آپ اس وقت گھر کا کیا کام کر رہے تھے۔"

"بُس صفائی وغیرہ کا کام۔"

"آپ نے دیکھا۔ انہیں کوئی کام نہیں تھا۔ لیکن آپ کا نام کہ کر انہوں نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ آلات میں خرابی میں اس وقت ہوئی۔ جب ہیرا چرا یا جانے والا تھا۔ ورنہ آلات اس آدمی کی سوری لے لیتے اور وہ کپڑا جاتا۔ یہی بات ہے ناؤڈی۔"

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے لجھے میں کہا۔

”لہذا میرا دعویٰ ہے کہ اس وقت ہال میں اس کا کوئی ساتھی موجود تھا۔ اور اسی نے ہیرا چڑایا تھا۔ اب یہ دونوں اس کو بیچتے کے چکر میں ہوں گے۔“

”کیوں ڈالی۔۔۔ یہ صحیک ہے یا غلط؟“

”بالکل غلط۔۔۔ ہیرے کی چوری سے میتوں کوئی تعلق نہیں۔“

”تو پھر ہمیں اس گھر کی تلاشی لینے کی اجازت دے دو۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ تمہارا تعلق پولیس سے تو نہیں ہے۔۔۔ تم کس طرح تلاشی لے سکتے ہو۔“

”تو پھر ابھی پولیس کو بلا لیتے ہیں۔“

”ہال صحیک ہے۔۔۔ میں رپورٹ میں اب ڈالی کا نام لکھوا رہا تھا درکھستے ہوں۔۔۔ میرے وکیل اس معاملے کی دیکھ بھال خود کر لیں گے۔“

”جائیں جائیں۔۔۔ ضرور ایسا کر لیں۔“ اس نے ہاتھ نچلایا۔

”اب آپ کیا کہتے ہیں مسٹر ڈیڈی۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم لوگوں کا اندازہ بالکل صحیک ہے۔۔۔ اب تم نے میرے تین ایک طرف ہٹ جاؤ۔“

”لگ۔۔۔ کیا آپ اس پر سختی کریں گے۔“

”تحوڑی بہت تو کرنا پڑے گی۔“

”ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مسٹر ڈیڈی۔۔۔ اگر آپ نے مجھے ہاتھ بھی لگایا۔۔۔ لکھ دیڈنے اسے گروں سے پکڑ لیا۔۔۔ اور لگا جنجنھوڑنے۔۔۔ پھر کمرے میں پولیس میں رپورٹ درج کرا دوں گا۔“

”ہاں! تو ضرور درج کرو اور نہ۔۔۔ لیکن رپورٹ تو اس وقت درج ہو رہے گے۔۔۔ جب یہاں سے کہیں جانے کے قابل رہ جاؤ گے۔۔۔ نہایتی دونوں ٹانگلیں توڑ کر میں ابھی تمہارے ہاتھوں میں تھا دوں گا۔۔۔ بھرپور طرح جاؤ گے پولیس اسٹیشن۔“ ڈیڈی کا لجہ حد درجے سرد ہو گیا۔۔۔ اب اس کے چڑے سے نرمی کے تمام اثرات ختم ہو گئے۔۔۔ وہ ہنڑا بدمعاش نظر آئے لگا۔۔۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔۔۔ ڈالی تو اپ کر رہا گیا۔۔۔ خود ان کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا۔۔۔ ڈیڈی ڈالی کی طرف بڑھا۔۔۔ وہ تھرثار کا پنپے لگا۔

”مسٹر ڈیڈی۔۔۔ آپ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔۔۔ یہ“

”ہیرا کھاں ہے۔۔۔ پہلے تم یہ بتاؤ۔“

”میرے پاس کھاں۔۔۔ ان لوگوں کا اندازہ غلط ہے۔“

”میں نے لہاہے۔۔۔ ہیرا کھاں ہے۔۔۔ اگر تم نے میرے تین“

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم لوگوں کا اندازہ بالکل صحیک ہے۔۔۔ اب تم نے پر بھی نہ بتایا تو تمہارے جسم میں ان گنت سوراخ ہو جائیں ایک طرف ہٹ جاؤ۔“

”ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔“

اور پھر ڈیڈی اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔۔۔ وہ بری طرح لرزنے لگا۔۔۔ کھلنے کی آواز لرائی۔

”ٹھہرو ڈیٹھے... چاقو نہ کھولو... بند کر دو“۔
”یہ لو کر دیا ہندسے اب بیتاو“۔

وہ ان کے ساتھ اندر آئے اور انہوں نے ہیرا نکال کر ڈیڈ کو
لے دیا۔

”بہت خوب! جو کام پولیس نہیں کر سکی... میں نہیں کر سکا۔۔۔
ملے گا۔۔۔ ہیرا رائلور کے پاس ہے رائلور اور روشا کے پاس ہے۔۔۔ یہ ان دونوں کی پلانگ تھی، لیکن مجھے ساتھ ملائے بغیر وہ کامیاب نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ لہذا انہوں نے مجھے ساتھ ملایا اور ہیرا جما دو سے وہ ہیرا جما سکے۔۔۔“

”شاید ہم کر بھی لیں۔۔۔ لیکن فی الحال تو ہم سیر کرنے کے موڑ
لیں ہیں۔۔۔ گھر سے سیاحت کے لیے نکلے ہیں۔۔۔“

”اور خالی جیب نکلے ہو۔۔۔ اس کے لجھے میں حیرت تھی۔۔۔

”یہ ہمارا شوق ہے۔۔۔ مال پاپ پر بوجھ نہیں بنتے۔۔۔ اسی طرح
بیکاراتے رہتے ہیں اور آگے چلتے رہتے ہیں۔۔۔“

”تم مجھے بت پسند آئے ہو۔۔۔ اُو اب ہوٹل چلیں۔۔۔ اب تم
رہتے تھے۔۔۔ ڈیڈ کو دیکھ کر ان کے رنگ اڑ گئے۔۔۔ اس کے ساتھ والی ہیرے
مہمان ہو۔۔۔ ہوٹل کے کمرے میں جب تک چاہو رہ سکتے ہو۔۔۔“
”بہت بہت شکریہ۔۔۔ لیکن ہمارا انعام۔۔۔“

”وہ بھی ابھی دیکھ رہتا ہوں۔۔۔“

ڈیڈ نے ان تینوں کو پولیس کے حوالے کر دیا۔۔۔ اور شوکی برادر
کو لے کر ہوٹل پہنچا۔۔۔ انعام کی رقم ان کے حوالے کی اور پھر ایک
ہرے سے کہا۔۔۔

”انہیں میرے ساتھ والا کمرہ دے دو۔۔۔“

”اوے کے سر۔۔۔ اس نے کہا اور انہیں ساتھ لے کر اوپر کی طرف

”رائلور اور روشا کے پاس۔۔۔ تم تینوں کو ایک ساتھ تھا
پہنچاؤں گا۔۔۔“

”عنن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ڈالی لرز گیا۔۔۔“

اور پھر ڈیڈ رائلور اور روشا کے گھر پہنچا۔۔۔ وہ ایک ہی گھر میں
رہتے تھے۔۔۔ ڈیڈ کو دیکھ کر ان کے رنگ اڑ گئے۔۔۔ اس کے ساتھ والی ہیرے
کو دیکھ کر تو ان کی ٹھی ہی گم ہو گئی۔۔۔ ڈیڈ نے انہیں گرونوں سے کہا
لیا۔۔۔

”ہیرا کہاں ہے۔۔۔“

”ست۔۔۔ تو۔۔۔ اس نے۔۔۔ رائلور نے کہتا چلا۔۔۔“

”ہاں! اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔۔۔“

”ہیرا نہیں ہے۔۔۔ ہمارے پاس۔۔۔“

”چلو۔۔۔ نکالو۔۔۔“

”کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے“۔ ایسے میں رفت نے کہا۔
”کوئی بات نہیں... پرواہ کرو“۔

بیرا انہیں ان کے کمرے تک لے تاہم۔ تلاکھوا، چالی ان کے
حوالے کی اور واپس مزگیا۔ وہ کمرے میں آگئے... دروازہ اندر سے
بند کر کے کمرے کو درست کرنے لگئے۔ لیکن انہیں ایک منڈ بھی
نہیں گزرا ہو گا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ شوکی اٹھ کر دروازے کی
طرف بڑھا۔



”یہ آپ کے پاؤں پر کیا ہوا؟“

”کوئی نوکیلی چیز چھپ گئی تھی“۔ اس نے منہ بینایا۔

”ہوں خیروں مسٹر یہودا... آپ کے ساتھی آگئے ہیں، اب
آپ فرمائیے... آپ کے ساتھ کیا ہوا؟“

”ہاں ضروری کیوں نہیں... میں بیان کرتا ہوں...“ سچ اور ان
کے لادہ ساتھی... انہی مکان میں آ کر چھپ گئے تھے... دروازے اندر
سے بند کر لے گئے تھیں۔ لیکن پھر ہوا یہ کہ پادشاہ کی فوج وہاں پہنچ
گئی۔ اس نے مکان کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ دروازہ کھول کر انہوں
نے ان میں سے ایک کو گرفتار کر لیا۔ ان کے خیال میں سچ وہی
لنس لیکن وہ سچ نہیں یہودا تھا۔“

”کیا کہا... یہودا تھا... یعنی وہ آپ تھے“۔ انپکڑ کامران مرزا

دھک سے رہ گئے۔

”نمیں... وہ یہوداہ سکریوٹی تھے... میں دوسرا یہوداہ ہوں۔“
 خداوند نے اس وقت اس کی شکل تبدیل کر دی اور یہودہ سکریوٹی کی
 شکل صحیح ہو گئی۔ اس بات سے انہوں نے دھوکا کھایا اور
 اسے لے گئے۔ سول جس کو دی گئی تھی وہ یہوداہ تھا۔ صح تو دیں
 اپنے حواریوں کے ساتھ رہ گئے تھے۔ جنہیں اس مکان سے آسمان
 اٹھایا گیا۔ پھر ان میں سے ایک حواری اس میدان میں گیا جہاں
 یہوداہ کو سولی دی گئی تھی۔ وہ اس کی لاش کو اتار کر لے آیا۔ اب
 اس مکان کے بجائے وہ ایک غار میں پھنس گئے۔ غار کا منہ انہوں نے
 پھر ہوں سے بند کر دیا۔ انہوں نے وہاں رہ کر پوری۔ ایک کتاب
 لکھنے کے بعد وہ کہاں کہاں فوت ہوئے وغیرہ۔ پھر ان بارہ حواریوں کو
 خداوند نے یہ خوشخبری سنائی۔ کہ وہ صح کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا۔
 اس وقت ان لوگوں کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا۔ لہذا وہ اب انہیں
 موت دے رہا ہے۔ اس کے بعد ان پر موت طاری ہو گئی۔ وہ کتاب
 بھی اس غار میں رہ گئی۔ بعد میں اس غار میں کیا ہوا۔ ہماری لاشیں
 کس طرح اس غار کے ایک تھانے میں پنچیں اور اس کتاب کا کپاڑا
 بنایا۔ یہ ہمیں نہیں معلوم۔

”یہ بات سنتے میں آئی ہے کہ صح کا نزول ہو چکا ہے۔۔۔ لیکن وہ
 آخر اسپکٹر کامران مراز بولے۔“

”کیا مطلب۔۔۔ جھوٹا کیسے؟“

”ہاں!“ اس نے کہا۔
 ”لیکن یہ غلط ہے۔۔۔ اسپکٹر کامران مراز بولے۔
 ”یہ غلط ہے۔۔۔ کیا غلط ہے؟“
 ”آپ لوگ وہ نہیں ہو سکتے۔۔۔ اس نے کہ ان کے حواری تو
 بدھ میں زندہ رہے تھے۔۔۔ انہوں نے ان واقعات کی کتابیں لکھی
 تھیں۔ لوقا، مرقس، متی، برناپاس وغیرہ تھیں۔۔۔ اپنی اپنی کتاب لکھی
 تھیں۔۔۔ ہاں ان میں سے سات حواری ضرور لاپتا ہو گئے تھے۔۔۔ جن کا
 پھر ہوں سے بند کر دیا۔۔۔ انہوں نے وہاں رہ کر پوری۔۔۔ ایک کتاب
 لکھنے کے بعد وہ کہاں کہاں فوت ہوئے وغیرہ۔۔۔ پھر ان بارہ حواریوں کو
 مل کر حواری ہو سکتے ہیں۔۔۔“

”اصلی حواری ہم ہیں۔۔۔ ہم تمام بند ہو گئے تھے۔ لہذا بعد میں
 جلد اور آدمیوں نے خود کو حواری کے طور پر مشہور کرایا ہو گیا۔۔۔ اور
 لالہیں لکھ ماری ہوں گی۔۔۔ ہمارے حواری ہونے کا سب سے بڑا
 بھتی یہ ہے کہ اس وقت دنیا پر صح نازل ہو چکے ہوں گے اور ہمیں
 بنا۔۔۔ یہ ہمیں نہیں معلوم۔۔۔“

اب انہوں نے تیز تیز چلنا شروع کیا۔

”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے نال
ہونے کے بارے میں بہت وضاحت سے بتایا ہے... لہذا جن حالات
میں انہیں آتا ہے... ابھی وہ حالات دنیا میں نظر نہیں آتے۔“

”نہیں.... تم غلط کرتے ہو... کیا ان کے بعد بھی دنیا میں نے کسی
نے ثبوت کا دعویٰ کیا تھا۔“

”حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری انگریزی میں باشیں نہیں کرتے

”ہاں! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آپ ان کے چھوٹے بھائیوں کی تعلیم دی
سال بعد دنیا میں تشریف لائے تھے... اور دنیا کو اسلام کی تعلیم دی
تھی۔ جب کہ آپ نے اب تک جتنی باشیں بھی کی ہیں... انگریزی
تھی۔ آج پوری دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ اگر آپ پچھے حواری
ہیں تو آپ کو معلوم ہو گا۔“ حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد ان کے آئندے بھی بات کر سکتے ہیں۔“

”لیکن حضرت مسیح کے ساتھیوں کو انگریزی کس طرح آگئی
ہے؟“ نہیں! انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ اور ہمارے
باشیوں میں غار میں جا سوئے تھے۔ یہ بات ہمیں خود آپ نے
تکمیل کی تھی۔ اسی کی وجہ سے اس نے اپنے باشیوں کو اپنے
کی خبر دی تھی۔“

”نہیں! انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ اور ہمارے
باشیوں میں غار میں جا سوئے تھے۔ یہ بات ہمیں خود آپ نے
تکمیل کی تھی۔ اسی کی وجہ سے اس نے اپنے باشیوں کو اپنے
کی خبر دی تھی۔“

”لیکن آپ لوگ بستی کی طرف جانے کے بجائے... اس مکان
کی طرف مڑے اور انہیں تکمیل آئے۔“

”لیکن آپ لوگ بستی کی طرف جانے کے بجائے... اس مکان
میں کیوں آگئے تھے؟“

”ہم دیکھنا چاہتے تھے... یہ مکان اب تک موجود ہے یا نہیں۔“

”ہم بتا چکے ہیں... مسلمان ہیں۔“

”اوڑ جائے تم نے ہم سائیوں جیسے بنا رکھے ہیں۔“

”کیا ارادے ہیں دوستو۔۔۔

”ہم تم لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتے... اس مکان میں تم لوگوں کو بند کر دیتے ہیں... اس طرف کوئی نہیں آئے۔ لذا تم بھوکے پیاسے اس مکان میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ۔

”لیکن یہ سارا چکر کیا ہے۔“

”ہم کچھ لوگوں کے سامنے ان تابوتوں سے اٹھ کر باہر آنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہماری کمائی آن کی ان میں مشور ہو جائے اور لوگ ہمیں ہم کے پاس پہنچا دیں اور اس کمائی میں حقیقت کا رنگ بھر جائے۔“

”تو پھر... اب کیا پروگرام ہے؟“

اپ ہمارا کوئی ساتھی... کچھ بیر کرنے والوں کو غار کے آگے
مالائے کا اور جو کام آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا... ان سے ہو
گا۔

”تو حضرت عیسیٰ کے نزول کا ڈراما رچلایا جا رہا ہے... پوری دنیا
لوبنایا جا رہا ہے۔“

”ہاں! ہم پوری دنیا کو اونٹانے میں پوری طرح کامیاب ہو سکے..... تم دیکھ لیتا..... لیکن نہیں.... تم نہیں دیکھ سکو گے..... تم تو مکان میں ہی فر جاؤ گے۔“

تو آپ ہمیں دیکھنے کے لیے زندہ رہنے دیں۔ آفتاب نے

”ہاں اس کی وجہ ہے.... اس وقت مسلمانوں کے لیے جینا یعنی مشکل ہو گیا ہے۔“ وہ بولے۔

”ہم بستی کو بتا دیں دیں کہ تم لوگ مسلمان ہو۔“

”اور ہم انہیں بتا دیں گے کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔... ہمارے ساتھ انگریزی میں بات چیت کرتے رہے ہو۔“ اسپکٹر کامران مرا مکرانے۔

”اوہ!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”اب کیا ہو گیا ہے؟“

۱۰

”اور ہم سوچ رہے ہیں.... تم لوگوں سے یہیں بٹھ لیا جائے۔“
انسپکٹر کامران مرزا پولے۔

”تو پھر دیر کا ہے کی ہے۔“
ان الفاظ کے ساتھ ہی ان
آئے۔

”اے باپ رے...“
اڑھائی ہزار سال پرانے ماردوں
پستول“ - آفتاب گھبرا کر بولا۔

”باقھو اور اٹھا دو... اور اس مکان کی طرف چلو۔“

”ہوں..... تم واقعی بہت چالاک ہو۔۔۔ لیکن اس مرتبہ تم لوگوں
میں نہیں ملے گی۔۔۔ اور تمہارا تو قصہ یہیں ختم ہو رہا ہے۔۔۔“
”اللہ مالک ہے۔۔۔“

اور پھر وہ مکان تک پہنچ گئے۔
”اندر داخل ہو جاؤ دوستو۔۔۔ ویسے کہیں ہماری ملاقات انپکٹر
بیوی وغیرہ سے بھی ہوتی تو ہم انہیں آپ لوگوں کے بارے میں بتا دیں
بولے۔۔۔“

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمارا اندازہ درست ہے۔۔۔ ہم جانتے
تھے۔۔۔ تم میں سے کوئی پاٹلی غار کے آخر تک ضرور آئے گی۔۔۔ دیکھو
اور وہ مکان میں داخل ہو گئے۔۔۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔
تم آگئے ہو، یہ اور بات ہے کہ ہمارا ذرمانا کام ہو گیا۔۔۔“
”لیکن ہم انپکٹر جشید وغیرہ نہیں ہیں۔۔۔“

”کیا ارادت ہیں استاد۔۔۔“
”بھتی اس طرح تو یہ لوگ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں
گے۔۔۔“

”تو پھر۔۔۔ اس کے ساتھی بولے۔۔۔“
”کیوں نہ ہم اس مکان کو آگ لگا دیں۔۔۔“

”ویسے ہم پتھر کے صندوق کو دیکھ کر ہی سمجھے گئے تھے۔۔۔ کہ“
”اس مکان کو۔۔۔ ہاں نیک ہے۔۔۔ نہ ہو گا بانس نہ بجے گی
ازھائی ہزار سال پرانا نہیں ہے۔۔۔ بلکہ ابھی چند ماہ پہلے ہی بنایا گیا تھا۔۔۔“

”لیکہ تم ہمارے بارے میں دوسروں کو بتاتے پھر وہ کوئی
تمہاری باتوں پر یقین کرے نہ کرے۔۔۔ تمہارے مسلمان تو تمہاری
باتوں پر یقین کریں گے ہی۔۔۔“

”آپ کی مرضی۔۔۔“ انہوں نے کندھے اچکائے
”ویسے تم لوگ کون ہو۔۔۔ کیا انپکٹر جشید ہو؟“
”اوہ۔۔۔ تو یہاں تک معلومات ہیں تم لوگوں کو۔۔۔ وہ حیران ہو کر
بولے۔۔۔“

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمارا اندازہ درست ہے۔۔۔ ہم جانتے
تھے۔۔۔ تم میں سے کوئی پاٹلی غار کے آخر تک ضرور آئے گی۔۔۔ دیکھو
اور وہ مکان میں داخل ہو گئے۔۔۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔
تم آگئے ہو، یہ اور بات ہے کہ ہمارا ذرمانا کام ہو گیا۔۔۔“
”تو پھر؟“

”انپکٹر کامران مرزا وغیرہ۔۔۔“ وہ بولے۔۔۔
”ایک ہی بات ہے۔۔۔ ہمارے لیے تم دونوں ایک جیسے ہو۔۔۔“
”انپکٹر جشید بھی اس غار تک ضرور آئیں گے۔۔۔“
”آتے رہیں۔۔۔“ اس نے منہ بنایا۔۔۔

”تو پھر ادھر ادھر سے لکڑیاں جمع کر دیں۔ پڑول اب یہاں کمل سے لا کیں۔“

انہوں نے لکڑیاں ڈھیر کرنا شروع کر دیا۔ ادھر انپکٹر کامران

مراز اور ان کے ساتھی ان کی کارروائی سے بے خبر تھے۔ اور ان

تیاریوں میں مصروف تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ مکان کو آگ لگا لے

سکتی۔ وہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ان کے سامنے آ

مناسب نہیں تھا۔ لہذا وہ ایک طرف چھپ گئے۔ یہوداہ اور اس کے

ساتھی آگ لگا کر چلے گئے۔ پھر انہوں نے اپنے ہلے تبدیل کئے ا

لہجے کی طرف چل پڑے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو بارہ کے ارد گرد جمع

کر پوری بستی جشن منازدی تھی۔ وہ اچھل رہے تھے، کو درہے تھے

اور گاڑ رہے تھے۔ غالباً یہوداہ نے غار کی کہانی انہیں سادی تھی۔

دوسرا کھڑے یہ مظہر رکھتے رہے۔ پھر انہیں ایک بڑی گاڑی پر سوار کر دیا گیا۔

”ہمیں جلد از جلد جا کر دونوں پاڑیوں سے مل جانا چاہیے۔

اس قدر بڑے کیس میں چند آدمی کیا کر سکیں گے بھلا۔“ منور علی خان

موجود تھا۔

”اب ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ ہم بھی چلتے ہیں۔“

”لیکن ہم کسی سے یہ تو معلوم کر سکتے ہیں کہ یہوداہ اور اس کے

ساتھیوں کو کمال بھیجا گیا ہے۔“ فرحت بولی۔

”ضرور کیوں نہیں۔“

انپکٹر کامران مرزا نے کہا اور پھر گزرتے ہوئے ایک شخص

لے منہ بنایا۔

”آپ فکر نہ کریں.... ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو معمولی باقی سے پریشان ہو جاتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“

اور نیکسیاں چل پڑیں.... جلد ہی وہ ہوٹل شارن کے سامنے رکیں.... ہوٹل واقعی شاذدار تھا۔

”بھتی وادھے... دل خوش ہو گیا۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”ابھی اور بھی ہو گا۔“ ڈرامائس ہنسا۔

”اچھا اچھا میں دیکھ لیں گے۔ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔“ اس لیے شکریہ۔

”آپ کے پاس زیادہ دولت تو نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”اس ہوٹل میں زیادہ دولت والا آدمی محفوظ نہیں رہتا۔“

”آپ ہم سمجھ گئے.... یہاں لوگوں کی جیسیں کاٹ لی جاتی ہیں۔“

”ہاں جاتا۔“

”آپ فکر نہ کریں.... ہم زیادہ نقد رقم جیب میں رکھنے کے عادی نہیں۔“

”چلنے یا اچھی بات ہے۔“

بل ادا کر کے وہ ہوٹل میں داخل ہوئے.... کوئی ملازم ان کی طرف نہ لپکا.... جس سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ ہوٹل ظاہر میں بہت ہوتے ہیں.... لیکن کبھی کبھی کوئی مسافر بہت پریشان بھی ہوتا ہے۔“

”اور انہوں نے وہاں پہنچ کر کسی ہوٹل میں ڈیرہ جملایا ہو گا۔“

”کوئی بات نہیں.... ہم انہیں ٹلاش کر لیں گے۔“

ان کا سفر جاری رہا.... آخر وہ بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔

”آپ یہاں کے ہوٹلوں کے بارے میں تو کچھ نہیں جانتے ہوں گے۔“

”نہیں جتاب! اس کے لیے آپ کسی نیکسی ڈائیور کی خدمات حاصل کریں۔“

”اچھی بات ہے.... پھر ہمیں یہیں اتار دیں۔“

گاڑی والا اپنا کرایہ لے کر چلا گیا.... انہوں نے ایک نیکسی کو روکا۔

”یہاں کا سب سے اچھا ہوٹل کون سا ہے؟“

”ہوٹل شارن.... لیکن اس ہوٹل کا مالک بہت تحفڑاں اونچے ہے جتاب۔“

”ہمیں ہوٹل کے مالک سے کیا لیتا۔“ وہ مسکرائے۔

”تو میں آپ کو وہاں لے چتا ہوں۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”اور آپ مسکرائے کیوں؟“

”اس ہوٹل میں لوگ جاتے بھی ضرور ہیں.... جا کر خوش بھی بہت ہوتے ہیں.... لیکن کبھی کبھی کوئی مسافر بہت پریشان بھی ہوتا ہے۔“

شاندار ہے.... لیکن اس کی انتظامیہ بالکل بے کار ہے.... اور اب دُر میان میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔
ڈرائیور کا مطلب سمجھیے۔ لیکن وہ واپس نہ لوٹئے۔ بلکہ کاؤنٹر پر بنا۔ ”یہ بات نہیں ہے۔“ وہ مسکرائے۔ بھرپور انداز میں۔
کھڑے ہوئے۔

”مکرے ملیں گے۔“

”بھی ضرور ملیں گے۔“

”اچھی بات ہے.... دو کمروں والا بوت وے دیں۔“
”بھی اچھا۔“

کرایہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے ایک نظر بال پر ڈالی۔ الیکٹریک
کامران مراز کی نظریں ایک جگہ چپ کر رہ گئیں۔ وہ جلدی سے
پہلے، آصف کے منہ سے نکلا۔

”ارے!“ ارے کہتے ہی اس نے اپنی نظریں واپس لوٹا لیں۔

”اوہ!“ فرحت نے بھی حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”ارے۔“ آفتاب بولا۔

”اے تو مجھے بھی کہنا ہو گا ارے۔“ منور علی خان بولے۔

”یہ سب مل کر بننے چار ارے۔“

ایک آواز کھانا نہیں چونکا روا۔“

○☆○

”ہم اپنے کمرے میں بعد میں جائیں گے۔“ پہلے یہاں بیٹھ کر
کھانا کھائیں گے۔ آپ ہمارا یہ سامان اور بھجوادیں۔“

”بھی بہتر۔“ اس نے روکھے انداز میں کہا۔

انہوں نے کوئی پرواہ کی اور ہال میں ایک میز کے گرد جا
بیٹھے۔ بیرا آیا تو انہوں نے ہلکے سے کھانے کا آرڈر دیا۔

”آخر اس قدر جلد کھانا کھانے کی کیا ضرورت پیش آگئی
انکل۔۔۔ کیا آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہاں کا کھانا کیسا ہے۔“ فرحت
نے حیران ہو کر۔۔۔ کیونکہ ان سب کی یہ عادت تھی کہ جب وقت پر
کھانا کھا لیتے تھے۔ تو پھر دربارہ کھانے کے وقت پر ہی کھانا کھاتے

کرے میں ہونے والی بات چیت آسانی سے سن سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے واپس آ کر بات چیت انہیں سنادی۔

”گویا اب شوکی برادرز اس سے انعام حاصل کریں گے۔ اور یہاں ٹھہرے گے بھی۔ میں سمجھ گیا۔ ان کی جیسیں خالی تھیں۔ وہ یہاں کسی یہودی یا عیسائی کی جیب صاف کرنے آئے تھے۔ لیکن پھر انہوں نے ہال میں ایک چوری ہوتے دیکھی۔ انہوں نے سوچا۔ کیوں کیوں چور کو پکڑوا کر انعام حاصل کر لیا جائے۔ یہ چوری کرنے سے بہتر ہے گا۔ کیونکہ اس طرح خطرہ نہیں رہ جاتا۔ محمود۔ تم سائے کی چور کو پکڑواں گے۔ لیکن یہ نہیں جانتے۔“

”اُنہم ان سے ملاقات کریں گے۔“

اور جب ڈیڈ نے انہیں کمرہ دے دیا تو وہ بھی اٹھ کھڑے اُتے۔ ان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی گئی۔ جو نی دروازہ ہے۔ ابھی تم لوگ دیکھو ہی لو گے۔“

”خیروار! اُتے لوگ جو بھی ہیں۔ ہاتھ اوپر اٹھادیں۔“

انہوں نے ہاتھ اپنے اٹھادیے۔

”لیجئے جناب۔ اٹھادیئے ہاتھ۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”اُرے ہائیں۔ یہ کیا۔ یہ آواز تو اپنے فاروق بھائی کی ہے۔“

”ستد۔ تو کیا۔ فاروق بھائی کسی اور کے بھی ہیں۔“ مکھن کے

اس پھرکے پاس سیاہ بن نما آٹھ تھا۔

بات چیت کا حصہ

”اُرے۔ یہ تو شوکی ہے۔“ اسکرٹ جمشید کی نظرؤں کے تعاقب میں محمود نے بھی دیکھا تو چوک اٹھا۔

”کیا!!!“ وہ دبی آواز میں ایک ساتھ بولے۔

”ہاں! لیکن یہ حضرت یہاں کیا کر رہے ہیں۔ دیے اسیہاں طرح ان کے ساتھ رہو۔ جب انہیں کمرہ دے دیا جائے گا۔ اس

کیا نہیں جانتے۔ آپ تو ابھی ابھی یہاں آئے ہیں۔“

کیا جان گئے ہیں اس سے پسلے۔“ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

”میں بھانپ چکا ہوں۔ یہاں چوریاں خود ہوئیں کامک کروا۔“

کلامشوکی فتحت لجھے میں کہا۔

اور پھر انہوں نے وہ سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہاں

تک کہ شوکی برادرز کو ڈیڈ اپنے ساتھ اپنے دفتر میں لے گیا۔

”جاو محمود۔ تم ان کی مفتگنوں کر آو۔“

”جو حکم۔“ اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

لیجئے میں حیرت تھی۔

صلیک سلیک سے پہلے تو شروع نہ ہو جاؤ۔ اسپکٹر جمیش لے بھنا کر کما۔

”ارے ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے۔“ محمود بولا۔

اور پھر انہوں نے ایک دوسرے سے نہ صرف ہاتھ ملا کئے بلکہ گلے بھی ملے۔ رفتت اور فرزانہ ایک دوسرے سے لپٹ گئی۔

”لیکن تیسرا پارٹی کا دور دور تک پہنچیں۔“ شوکی بولا۔

”وہ بھی جلد یہاں آئے گی۔ تو فکر نہ کرو۔“ اسپکٹر جمیش لے خوش ہو کر کما۔

”چلے آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتے فکر۔ دیے بھی آپ کے ہوتے ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت۔ وہ آپ خود کرتے رہیں۔“

”کیا چیز بھی۔“ پروفیسر داؤڈ بے خیال کے عالم میں بولے۔

”جی فکر۔“ فرزانہ مسکرائی۔

”بھی یوں نہیں۔ پہلے آرام سے بیٹھ کر ایک دوسرے کے حالات سنتے ہیں۔ اس کے بعد گپ شپ لگائیں گے۔“ اسپکٹر جمیش نے گھبرا کر کما۔

”تو کیا آپ بھی ہمارے ساتھ گپ شپ لگائیں گے۔“ شوکی

”جی بہتر۔ تو پھر میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا کے لجھے میں حیرت تھی۔“

”بھی تم بہوں کو بولنے کا موقع کب دیتے ہو۔ ہم تو صرف میں اس لمحے دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔ ان سب سن کر گام چلانے کی کوشش کریں گے۔“

”نہیں نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ اس بارہم آپ کو برابر کا بھنا کر کما۔

”برابر کا حصہ! لیکن کس چیز میں۔“ پروفیسر داؤڈ پھر بولے۔

”مجی بات چیت کا حصہ۔“

”اوہ اچھا۔“ میں سمجھ گیا۔ بات چیت کا حصہ ہائیں۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ بات چیت کا حصہ۔“

”لیجھے۔ اگر یہ کوئی بات نہیں ہوئی تو پھر۔ آپ سمجھ کیا گئے خوش ہو کر کما۔“ خان رحمان نے منہ بنا کر کما۔

”ذرا جلدی میں کچھ غلط سمجھ گیا تھا۔“ پروفیسر داؤڈ مسکرائی۔

”خیر کوئی بات نہیں۔ آئندہ آپ صحیح سمجھنے کی پوری پوری

”کیا چیز بھی۔“ پروفیسر داؤڈ بے خیال کے عالم میں بولے۔

”تم۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔“ انہوں نے گھبرا کر کما۔

”بھی پہلے حالات۔“ اسپکٹر جمیش نے گویا یاد دلایا۔

”اوہ ہاں! لیکن پہلے کون سنائے۔“ شوکی بولا۔

”پہلے یہاں تم لوک بننے ہو۔ لہذا پہلے تم ہی سناؤ گے۔“

”جی بہتر۔ تو پھر میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا

”اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

”بھی تم بہوں کو بولنے کا موقع کب دیتے ہو۔ ہم تو صرف

”دستک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔“

”یہ کون ہو سکتا ہے“۔ خان رحمان بولے۔

”ہو سکتا ہے نہیں... ہو سکتے ہیں... باہر ایک سے زامنے مکرا کر کما۔

”اٹت... تو... آپ بھی بھارے ساتھ گپ لگائیں گے۔“

”کیا ہم پوزیشنیں نہ لے لیں“۔

”نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔“

خان رحمان نے انٹھ کر دروازہ کھول دیا اور پھر سب کے ”حد ہو گئی... بڑے میاں تو بڑے میاں... چھوٹے میاں بھائی سے ارے نکلام... باہر کامران مرزا پارٹی کھڑی تھی۔ وہ سب گرم جوڑا۔ اخلاق بول انھا۔

”ایک دوسرے کی طرف لے کے۔“

”بھی واہ... مرزا آگیا... ملاقات ہو تو ایسی“۔ آفتاب کی آمد بڑے۔

ابھری۔

”وراصل اخلاق بالکل غلط موقع پر بالکل درست جملہ بول گیا۔“

”لیکن یا سے تم کے ہوئے آم کی طرح نیک کیسے پڑے۔“ آئندہ خیال رکھنا بھی۔ بالکل درست موقع پر بالکل غلط محمود بولا۔

”اے... خبردار... جو تم نے مجھے پکا ہوا آم کہا۔“ آصف۔ ”کیا کہا میں داع غ تو نہیں چل گیا۔“ آفتاب نے اسے گھورا۔ بھنا کر کما۔

”یجھے... ملاقات ابھی ہوئی نہیں... اڑنے پہلے لگے ہیں۔“ اچھا۔ جو سن چکھے۔ اب ہمیں پھر سنا دیں۔“ آفتاب نے فرزانہ نے جل کر کما۔

”غلط... بالکل غلط... ملاقات تو پہلے ہو چکی ہے۔“

”بھی یوں نہیں... پہلے ہم سب اطمینان سے بیٹھ جاتے ہیں۔“ کے مار بیٹھیں گے اور کیا مار بیٹھیں گے۔ اشفاق نے حیران پھر ایک دوسرے کے حالات سنتے ہیں.... اس کے بعد گپ شپ لکھا۔

”وہت تیری کی۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

”آپ تینوں کا شکریہ... کاش ہم کر سکتے... آپ پانچوں کا

”مطلب یہ کہ ہم بھی ان کی تائید کر دیں۔“ اسپکٹر جشید

”اب تم لوگوں سے کون مفرما رہے؟“ اسپکٹر جشید نے چلا

”کم از کم مجھ سے تو یہ نہیں ہو گا۔ یہ تو کھا جائیں گے ہمارے

”آپ تو ابھی سے چلانے لگے... ابھی تو ہم شروع بھی نہیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“

”اگر ابھی تم لوگ شروع بھی نہیں ہوئے... پھر تو ہمیں

”اس کے لیے پہلے آپ کو دموں کا انتظام کرنا پڑے گا۔“ فاروق مسکرا

”یہی تھیک رہے گا۔“ اسپکٹر جشید جلدی سے بولے۔

”اور دموں کا ملتا اتنا آسان کام نہیں۔ یہ بھی بتا دیں کہ تم

”اور ہم بہت زیادہ سکون سے حالات سن سکیں گے۔“

”وقت مسکرایا۔“

”تم لوگوں سے خدا سمجھے... بات کو کہاں سے کہاں لے جائیں گے۔“

”بڑی پارٹی جھلا کر اٹھی اور اندر ورنی کرے میں چلی گئی۔“ انسوں

”دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا۔“

”چلو چھٹی ہوئی۔ بلکہ عیش ہو گئی۔“ آفتاب نے خوش ہو کر

”ہاں ہو تو گئی۔ لیکن“ - فاروق بڑھ لیا۔

”بے چارہ محمود... گیا اپنے تکمیل کام سے۔“

”لیکن کہاں گیا۔ یہ بھی تو بتاؤ۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔

”یہ بتانا ذرا مشکل ہے... تکمیل کام سے پوچھ کر بتاؤں گا۔“

”اب تم لوگوں سے کون مفرما رہے؟“ اسپکٹر جشید نے چلا

کہا۔

”آپ تو ابھی سے چلانے لگے... ابھی تو ہم شروع بھی نہیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔

”ہوئے۔“

”اگر ابھی تم لوگ شروع بھی نہیں ہوئے... پھر تو ہمیں

”حالات سن لیتے ہیں، سنا لیتے ہیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے تجویز پیش

”اس کے لیے پہلے آپ کو دموں کا انتظام کرنا پڑے گا۔“ فاروق مسکرا

نے سمجھدہ لیجے میں کہا۔

”اور دموں کا ملتا اتنا آسان کام نہیں۔ یہ بھی بتا دیں کہ تم

”کون سی دیں پسند کریں گے۔“

”تم لوگوں سے خدا سمجھے... بات کو کہاں سے کہاں لے جائیں گے۔“

”آپ اسے ہمارا کمال کر سکتے ہیں۔“ فاروق مسکرا۔

”حالات اور واقعات ہم بعد میں سنیں گے۔ پہلے ان کی اپنی

”لیتے ہیں۔“ خان رحمان بولے۔

”ہاں ذرا یہ پیٹ بھر لیں۔“ منور علی خان مسکرا۔

”لیکن کیا؟“ آصف چونکا۔

”یہ عیش کچھ پھیکی پھیکی سی لگ رہی ہے۔“

”تو اور سنو۔ اب عیش بے چاری بھی پھیکی لگنے لگی۔ یہ بھی کوئی جلیبی ہے کہ پھیکی لگے گی۔“ آفتاب نے برا سامنہ بنایا۔

”یہ اور کہی۔ جلیبی پھیکی ہوتی ہے۔“ آصف نے اسے گھور دی۔ ”بھی میں نے تمثال کے طور پر ایک بات کہا ہے۔“ تمثال کے طور پر دو کہ لو۔ بگنو تو نہیں۔“ آفتاب نے گھرا کر کہا۔ ”مثال کے طور پر بات ضرور کر۔ لیکن غلط مثال تو نہیں۔“ فاروق نے جمل کر کہا۔

”مثال مثال کی بات ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ وقت وقت کی بات ہے۔“ آفتاب بولا۔

”پاگل ہو گئے ہو۔ اب مثال کو وقت کے ساتھ ملا دیا۔“ کوئی تک۔“ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

”اچھا تو پھر اب تم کوئی تک کی بات شروع کرو۔“

”لیکن کیا شروع کریں۔ مزا نہیں آ رہا۔“ جب تک بڑے شنے میں آ رہا۔“ وائلہ نہ ہوں۔ سب کچھ پھس پھس اسالگتا ہے۔

”تو پھر چلو۔ بہوں کے ساتھ مل جیھیں۔ ان کی مان لیں۔“ پسلے خاموشی سے حالات سن لیں، پھر اپنی بات شروع کر لیں گے۔

”ہم وعدہ کرتے ہیں۔ جب تکہ مکمل حالات نہیں سن لیے۔“ اپنی بات نہیں۔ اپنی باتیں۔ ایک بات سے ہمارا کیا پیٹ باتیں۔ تانگ نہیں اڑائیں گے۔“

”کھن نے گھرا کر کہا۔“

”اور کیا۔ تمہارا پیٹ تو بھرے گا سو باتوں سے۔“ فرحت کوئی جلیبی ہے۔

”آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔“ کھن بولا۔ اور سب تے گے۔

”آؤ۔ یوں مزہ نہیں آئے گا۔“

وہ اندر ٹوپی کمرے کے دروازے پر آئے۔ محمود نے اپنے تھوڑی انداز میں دستک دی۔

”اب کیا ہے؟“ اندر سے انپکڑ کامران مرزا نے جھلا کر پاندہ تھوڑی میں کہا۔

”بابا جان! مزا نہیں آ رہا۔“

”نہیں آ رہا تو ہم کیا کریں۔ ہم کوئی مزے کے ٹھیکیدار ہیں۔“ پکڑ جمیل کی اواز سنائی دی۔

”ہمارا مطلب ہے۔ آپ لوگوں کے بغیر ہمیں باتوں میں مزا ملے نہ ہوں۔“

”اور ہم بہت سمجھیدہ گفتگو کر رہے ہیں۔ جن میں تمہاری اوٹ تانگ باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

”ہم وعدہ کرتے ہیں۔ جب تکہ مکمل حالات نہیں سن لیے۔“ اپنی بات نہیں۔ اپنی باتیں۔ ایک بات سے ہمارا کیا پیٹ باتیں۔ تانگ نہیں اڑائیں گے۔“

”دیکھو... پکا وعددہ کرنا۔“

”جی بالکل پکا۔“

اور دروازہ کھل گیا۔ ایک بار پھر وہ سب کے ساتھ یہ نہ کسے سب سے پہلے شوکی برادر نے حالات سنائے۔ پھر انپکٹر کامران مرازا نے اور آخر میں انپکٹر جشید نے۔

”سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔“
”سب سے پہلے تو ہم اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں مگر تاکہ معلوم ہو سکے۔ آگے کس قسم کے حالات سامنے آئے والے ہیں۔ پھر ہم اپنا پروگرام طے کریں گے۔ یہ بات تو طے ہے۔“
”اللہ میں دیر نہیں لگے گی۔“

”سوال یہ ہے کہ ہم پھر ہوں کی بارش کو کس طرح روک سکتے ہیں۔“ - آصف نے کہا۔

”اس سوال کا جواب ہم پروفیسر صاحب سے پائیں گے۔“
”ہلا ضرور کیوں نہیں۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ آخر کم نہیں کر لیتے۔ اس وقت تک ہم اس پھر ہوں والے حربے کا کچھ انتظام کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ایک مشکل یہ ہے کہ اس بار ایک ایسا مجرم ہمارے مقابلے پر ہے۔ جسے آج تک دنیا میں کوئی بھی پہچانے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ اسے اپنال کو دیکھا ہوا ہے۔ یا سامنے آنے پر وہ اسے پہچان سکتا ہے۔ ایسے مجرم سے کوئی کس طرح مقابلہ کرے۔“ - خان رحمان نے کہا۔
”کچھ نہیں بجاڑ سکیں گے۔“

”کویا ہمیں اس مرکز کا سراغ لگانا ہو گا۔“

”آپ صحیح جائیں۔ شام تک وہاں رہیں۔ پھر اگلے دن
بائیں۔ اس طرح چند دنوں میں پڑھ لیں گے۔“

”لیکن وہاں اور بھی تو بے شمار لوگ پڑھنے والے موجود ہوتے
ہیں۔“

”وہاں آپ کو کتاب کے اور اقشیں کھوئے پڑیں گے۔ تمام
صفحات کی فوٹو کاپیوں کو دیواروں پر لگا دیا گیا ہے۔ آپ ایک صفحے کے
لئے کھڑے ہو کر اس کو پڑھ لیں۔ پھر دوسرے کی طرف چلے
جائیں۔“

”اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔ آپ ہمیں لاہبری کی جانے کا
راستا بناسکتے ہیں۔“

”وہاں آپ کو کسی نیکی یا بڑی گاڑی کے ذریعے جانا ہو گا۔
کہاں ہے بہت فاصلہ ہے۔“

”چھ بات ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔“
بیرا چلا گیا۔ وہ اسی وقت لاہبری کی جانے کے لیے تیار ہو
گئے۔ اب ان سے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ ایک بڑی گاڑی
انہیں کرائے پر لیتا پڑی۔۔۔ گاڑی ڈرائیور سمیت لی گئی۔۔۔ کیونکہ انہیں
تو راستے نہیں آتے تھے۔

اور پھر وہ لاہبری پہنچ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگے۔ ہزار ہا
کوئی ایک ہی وقت میں کتاب کو پڑھ رہے تھے۔۔۔ اس کتاب میں اہم

”ہاں! اور مرکز کا پتا ہمیں ابطال کے علاوہ شاید کوئی نہ ہے
کے۔۔۔“

”مطلوب یہ کہ ہمیں پڑھ بیٹھنے ہوں گے۔۔۔ سراغ لگانا ہو گا۔۔۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔ کل ہم کتاب حاصل کر لیں گے۔۔۔ اب
تک تو۔۔۔ اس کتاب کی کلپیاں تیار کر دی گئی ہوں گی اور آسانی سے مل
جاتی ہوں گی۔۔۔“

”یہ بات معلوم کرنا ہو گی۔۔۔ ذرا گھنٹی بجانا۔۔۔“
آصف نے گھنٹی بجا دی۔۔۔ ایک منٹ بعد ہی بیرا اندر آگیا۔۔۔
”جی فرمائیے۔۔۔“

”آپ سے چند باتیں پوچھیں گے ہم۔۔۔ آپ جواب دیں گے۔۔۔“
”اگر مجھے معلوم ہوئیں تو ضرور بتاؤں گا۔۔۔“

”دنیا کے سب سے طویل غار سے جو اڑھائی ہزار سال پرانی
کتاب ملی ہے۔۔۔ کیا اب اس کی کاپی عام مل جاتی ہے۔۔۔“

”جی نہیں۔۔۔ اس کی کچھ کاپیاں تیار کرائی گئی ہیں۔۔۔“
لاہبریوں میں رکھ دی گئی ہیں۔۔۔ وہیں جا کر پڑھنا پڑتی ہیں۔۔۔“

”گویا ہم کتاب بیہاں نہیں لاسکتے۔۔۔“
”جی نہیں۔۔۔ اس نے کہا۔۔۔“
”لیکن وہاں رہ کر کوئی کب تک پڑھ سکتا ہے۔۔۔“

نگرانی پر نگرانی

پورے کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ پڑی تھیں... گویا بڑی طرح
مذہب ہو گا۔ اسی لئے مذہب کا انتشار کفر کا
ٹلاشی لی شکنی تھی... جب کہ وہ تلاٹا کر گئے تھے اور چالی کاؤنٹر کفر ک
مذہب ہو گا۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملتے گا۔ جو انکی مذہب کا مائیں
کو دے گئے تھے۔

”فوراً سختی بجاو۔“ انپکٹر جشید نے دروازے میں ہی رک کر

جلد ہی ایک برا وہاں آگیا۔

”یہ سب کیا ہے بھی۔“

سورج غروب ہو چکا تھا۔ وہ اپنے ہوش پہنچنے کرے کا دروازہ کھونے
ہی تھا کہ وہ دھک سے رہ گئے۔

”یہ... یہ تو کسی چور کا کام لگتا ہے۔“

”ڈیڈ کو بلا کر لائیں... یہ خاص کرو انہوں نے ہی ہمیں دعا
کر دھک سے رہ گیا۔“

”لیں سویں یہ تو ہے۔“ اس نے کما اور چلا گیا۔

جلد ہی ڈیڈ وہاں آگیا۔ اس نے بھی حیران ہو کر اندر دیکھا۔

ترین باتیں وہی تھیں... جو وہ پہلے ہی اخبارات میں پڑھ پکے تھے
تاریخوں کے انتشار سے یہ کتاب آج سے اڑھائی ہزار سال پہلے تھی... اور گویا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو چکا تھا۔
اس کتاب کی سب سے بڑی بیش گوئی یہ تھیکہ جو لوگ مجع علیہ السلام
کے مذہب پر نہیں ہوں گے، ان پر آنکھ سے پھرولوں کی بارش ہو گی۔
جو لوگ ان کے مذہب پر آ جائیں گے میں وہ پھرولوں کی بارش سے مل
بال فتح جائیں گے۔ یہاں تک کہ پوری دنیا میں صرف اور صرف ایک
والا نہ ہو گا۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملتے گا۔ جو انکی مذہب کا مائیں
گا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفات پا جائیں گے اور انہیں
بیت المقدس میں دفن کر دیا جائے گا۔

پوری کتاب کے مطالعے کے بعد جو وہ لاہوری سے نکلے اور
سورج غروب ہو چکا تھا۔ وہ اپنے ہوش پہنچنے کرے کا دروازہ کھونے
ہی تھا کہ وہ دھک سے رہ گئے۔

○☆○

”ہم کمرے کی چابی کاونٹر پر دے کر مجھے تھے۔“

”میں کلرک کو بلاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے فون کار ریسیوور ”اوہ اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ انہوں نے اپنے لیے الگ کمرے اٹھایا اور کلرک کو اوپر آئنے کا لیے کامیاب کلرک نے اوپر آ کر اور بھی لے گئے ہیں۔ لیکن یہ ہمارے دوست ہیں۔ ہم سے بعد میں یہاں آئے نیادہ حیرت کا اظہار کیا۔

”آخر چابی کے بغیر کسی نے دروازہ کس طرح کھول لیا۔ جس ابھی ہم نے ان کے والے کمرے تو دیکھے بھی نہیں۔“ شوکی نے لاریہاں ملاقات ہو گئی۔ اس لیے ہم ایک ساتھ باہر چلے گئے تھے۔
”ماہر چور اچھے سے اچھے تالے کھول لیتے ہیں۔“ یہ توجہ کیا۔

”پھر دوسرے کمرے کھول کر دیکھے گئے۔ لن کی حالت بھی وہی ہیں۔“ ڈیڈ نے کہا۔
”مطلب یہ کہ آپ کا ہوٹل محفوظ جگہ نہیں ہے۔“

”جتاب! پورے بیت المقدس میں کوئی دکان، کوئی گھر اور کامیابی میں کوئی مخفی محفوظ نہیں ہے۔ آپ نہیں جانتے۔ یہاں چوروں کا ران چکر ہے۔“

”اور یہ بات یہاں صرف ایک آدمی کو معلوم تھی کہ ہم بہت اچھی طرح بہت لیں گے۔“
”کیا کہا۔ آپ بہت لیں گے۔ چوروں سے بہت دیر بعد آئیں گے۔ کیوں مسر۔“ شوکی نے اس پیرے کو گھورا۔ جس سے وہ کتاب کے بارے میں معلومات لے کر گئے تھے۔

”جی۔ کیا مطلب؟“ پیرے نے گھبرا کر کہا۔
”مسڑ ڈیڈ۔ کیا ہم نے آپ کے ساتھ کوئی برائی کی ہے۔“
شوکی نے شکایت بھرے لجھے میں کہا۔

”نہیں تو۔ آپ لوگوں نے تو میرا ہیرا ملاش کر کے دیا ہے۔“
”یہ۔ یہ کیا۔ کہہ تو میں نے دیا تھا۔ آپ لوگوں کیسے ڈیڈ فور آ بولا۔“

”تب پھر... یہ آپ نے کیوں کریا۔“
”کیا کہا... یہ کام میں نے کرایا ہے۔“

”چور نزدیک ہی نکل آیا۔ اب آپ اسے پولیس کے حوالے
کر دیں۔“

”یہ احمد ایک بوڑھی ماں کا اکیلا بیٹا ہے... وہ رو رو کے مر
کتی ہے۔“

”آپ غلط فہمی کا ہنگار ہیں... ہم اس بیرے سے پوچھ لیجئے
ہیں۔“ یہ کہہ کر ڈیند اس کی طرف مرا اور سرو آواز میں بولا۔
”چلے یونہی سی۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

بیرا جانے لگا۔

”ایک منٹ تھہر دبھی۔“ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
وہ جاتے جاتے رک گیا... اور ان کی طرف مرا۔
”جی فرمائیے۔“

”تمہارا نام کیا ہے۔“

”میں... میں میلان ہوں۔“

”اپنے کاغذات تو دکھاؤ۔“ وہ سرد آواز میں بولے۔
”جی! کیا مطلب؟“

”میں نے کہا ہے... اپنے کاغذات دکھاؤ۔“

”آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔“ ڈیند بولا۔

”ابھی بتاتے ہیں... اس سے کہیں... کاغذات دکھائے۔“

”وکھاؤ کاغذات...“ بولا۔

میلان نے اپنے کاغذات نکال کر دکھائے... ان پر اس کا نام

”آپ غلط فہمی کا ہنگار ہیں... ہم اس بیرے سے پوچھ لیجئے
ہیں۔“ یہ کہہ کر ڈیند اس کی طرف مرا اور سرو آواز میں بولا۔
”ہاں! تو تمہیں معلوم تھا۔“ یہ لوگ بہت دیر کے لئے
ہیں۔“

”ہاں جتاب! انہوں نے بتایا تھا کہ یہ وہ اڑھائی ہزار روپے
کتاب پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔“

”تو تم نے ان کمروں پر ہاتھ صاف کرنے کا پروگرام بنایا۔“

”اب میں اور کیا کرتا۔ آپ بہت تھوڑی تنخواہ دیتے ہیں۔
گزارا نہیں ہوتا۔“

”جگواس نہ کر۔ تم نے کیا کچھ چڑایا ہے۔“

”جی! بس... تھوڑی بست چیزیں۔“

”جاوے... اسی وقت وہ تمام چیزیں لے آؤ۔ ورنہ تمہارا انعام
بہت بھیاک ہو گا۔“ ڈیند نے سرد آواز میں کہا۔

وہ فوراً چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی اور ان کی چیزیں ان
کے سامنے ڈھیر کر دیں۔

وائقی میلان درج تھا۔ اسپکٹر کامران مرزا نے اس کا نام وہاں فیصلہ لے کر نوٹ کر لیا۔ اور کاغذات واپس کرتے ہوئے بولے۔

”شکریہ! اب تم جاسکتے ہو۔“
وہ چلا گیا۔

”آپ نے یہ معلومات کیوں نوٹ کیں؟“

”بس یونہی۔ یہ ہماری عادت ہے۔ آپ کا بہت بڑا شکریہ۔“

”پھر تم نگرانی کر لو۔ ہم آرام کر لیتے ہیں۔“ آصف بولا۔

”ضرورا ہم تیار ہیں۔“ آصف نے فوراً کہا۔

”نہیں! جس کے ذمے جو کام لگا دیا۔۔۔ بس وہی کرے گا۔۔۔ ان
کے دوسرا سے دوسرے کام لگائے جائیں گے۔“

اور پھر ڈیڑھ چلا گیا۔ انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

”کیا خیال ہے اس بارے میں؟“ شوکی بولا۔

”یہ ایک ڈراما تھا۔۔۔ ڈیڑھ کے کھنے پر یہ سب کچھ ہوا۔۔۔“

اصل مقصد صرف تلاشی لیتا تھا۔۔۔ چوری کا تو بہانا بنایا گیا۔۔۔ چند لمحے

”لیجھے پھر ہم چل دیئے۔“ فاروق مسکرا کر بے انتہا چل دیا۔۔۔

انہوں نے سر ہلا دیا۔۔۔ تینوں باہر نکل گئے۔۔۔ ان کے نکتے ہی رہیں گے۔“

”ہوں۔۔۔ بات تو تھیک ہے۔۔۔ لیکن ڈیڑھ کو ایسا کرنے کی ضرورت تھی۔۔۔ آصف، محمود اور شوکی۔۔۔ تم تینوں ان کی نگرانی کرو گے۔“

”بھی کیا مطلب۔۔۔ نگرانی پر نگرانی۔“ محمود نے چونک کر کما۔

”آج ہم اس کی نگرانی کریں گے۔۔۔ ضرور کوئی بات سائیں۔۔۔“ ہاں! نگرانی پر نگرانی۔۔۔ خیال رہے۔۔۔ ان تینوں کو یہ ہرگز آئے گی۔“

”تو پھر نگرانی کا کام فاروق، آفتاب اور مکھی کریں گے۔۔۔“

”ہم اس بات کی کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔۔۔ لیکن اس کو شش

لوگ آرام کریں گے۔۔۔ اسپکٹر جمیش بولے۔۔۔“

”ایسا بکال تک ہوں گے۔۔۔ یہ اندازہ نہیں ہے۔“

ہو گئی... اور دوسری اس کے تعاقب میں... ذیلہ کا رہائشی کمرہ شوکی برادر زوالے کمرے کے ساتھ تھا۔ لیکن غالباً "اس کمرے کی وجہ سے ہی مشکل سے ہی سوتا ہو گا۔ کیونکہ انہوں نے تو ابھی تک ایک بار بھی اس طرف آتے نہیں دیکھا تھا۔

انپکٹر جشید نے نام کے دروازے پر آہستہ انداز میں دستک جو نی اس نے دروازہ ھولा، انہوں نے اسے ایک دھکا دیا... اور دراصل ہو گئے... ساتھ ہی انپکٹر کامران مرزا نے دروازہ بند کر کے لالکا دی۔

"کیا مطلب؟" - نام سنھلنے کے بعد بھنا کر بولا۔

"مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں آپ؟" - رفتہ بولی۔

"آپ لوگ کون ہیں... اور اس طرح اندر کیوں آئے ہیں؟" -
وہمہ ذرا یہ دیکھیں گے اس کمرے میں لگے آلات کے ذریعے کیا تیاری کرلو۔

- جائے ہیں۔" - پروفیسر داؤ بولے۔

"کیوں؟ کیا اپنی بار کے معاملے کے بعد بات سمجھ میں نہیں" - نام بولا۔

"پوری طرح نہیں آئی تھیں... آپ ہم فرصت میں آئے ہیں
ذرا مکمل طور پر جائزہ لیں گے۔"

"لیکن... یہ بات جان لیں... آپ لوگوں کے یہاں آجائے کا
وہ اٹھے، کمرے سے نکلے... داکیں باکیں دیکھاں... دونوں پارٹیاں ہمیڈ کو چل جائے گا۔"

366
"چلو خیوب... یونہی سسی۔" - انپکٹر جشید بولے۔
"تو پھر... کیا ہم بھی جائیں؟" شوکی نے کہا۔
"جاوے گے تو نگرانی کرو گے۔ اس کمرے میں بیٹھے بیٹھے تو نگرانی کیوں نہیں ہو گی؟" - فرزانہ نے منہ بنا یا۔

"جی... جی ہاں! آپ نھیں کہتی ہیں۔ میں تو اجازت مانگ رہا ہوں... جو نی اس نے دروازہ ھولا، انہوں نے اسے ایک دھکا دیا... اور تھا۔"

"اجازت ہے۔" - وہ بولے۔
یہ تیوں بھی کمرے سے نکل گئے۔

"اور آپ ہمیں کیا ان تیوں کی نگرانی کرنا ہے؟" - فرزانہ
آواز میں بولی۔

"نہیں! ہمیں یہ رات اپنے کمروں سے باہر کیس گزارنی ہے۔
تیاری کرلو۔"

"کمروں سے باہر یا ہوٹل سے باہر۔"

"نہیں... صرف کمروں سے باہر۔"

"تب پھر ہم کہاں جائیں گے۔"

"نام کے کمرے میں... جس میں آلات لگے ہوئے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔
کہیں نظر نہیں آری تھیں... ظاہر ہے... پہلی پارٹی ذیلہ کی تلاش نہیں

”پروانیں... بلکہ ہم تو چاہتے ہیں... پہاڑ جائے۔“ اسپر کامران مرزا مکرانے

”جان بچانے کا اگر شوق ہوتا ہے تو گھر میں بیٹھتے ہیں کیوں فرحت نے منہ بنایا۔

”ڈیڈ کے آنے کا وقت ہو چلا ہے... ڈیڈ یہاں ہر حالت میں ہوا... کہ وہ ہوٹل کے سب سے اہم کمرے میں موجود ہیں... اب وہ تمام آلات روشن تھے... گوا کام کر رہے تھے۔“

”خیر کوئی بات ہیں... ڈیڈ کے آنے پر تو سوچنے کے قابل ہوں گے۔“

”آپ کی مرضی... میں نے آپ کو پوری طرح خبردار کر دیا ہیں... آپ بتائیں... یہ کیا ہیں۔“

”یہ تو کسی سائنس وان کی تجربہ گاہ ہے... جب کہ ہم اب تک اپنے... اور کس کے لیے کام کریں گے۔“

”اس ہوٹل کی جاسوسی کرنے کے لیے اتنے زبردست آلات کی دوڑت ہرگز نہیں تھیں... یہ آلات صرف ہوٹل کے لیے نہیں ہو

”تو پھر؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔
”پہلے مجھے ان کا بغور معاشرہ کرنا ہو گا۔“

”اوہ اچھا ہے... تو آپ کریں معاشرہ... ہم ایک طرف بیٹھ جائے...“ اس کے لیے ہیں۔“

”تو پھر وضاحت کرونا پایا رے۔“ اسپر کامران مرزا مکرانے۔

”وضاحت آپ کے ساتھی کریں گے۔“ اس نے جل کر کہا۔ وقت ہے... اس کرے سے نکل جائیں اور اپنی جان بچالیں۔“

”وہ کمرے میں اور آگے آگئے... اس وقت انہیں انداز ہوا... کہ وہ ہوٹل کے سب سے اہم کمرے میں موجود ہیں... اب وہ زدہ انداز میں بولے۔“

”ہم کیا بات سکتے ہیں... ہم تو ان آلات کے معاملے میں کوئے ہیں... آپ بتائیں... یہ کیا ہیں۔“

”یہ تو کسی سائنس وان کی تجربہ گاہ ہے... جب کہ ہم اب تک صرف یہ خیال کرتے رہے ہیں کہ اس کرے کے آلات کے ذریعے ہوٹل کی جاسوسی کی جاتی ہے... لیکن ایسا نہیں ہے۔“

”تو پھر؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔
”اوہ اچھا ہے... تو آپ کریں معاشرہ... ہم ایک طرف بیٹھ جائے...“

”اور مسٹر نام کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیتے ہیں۔“

”دیکھئے... آپ لوگ اپنے حق میں بہت برا کر رہے ہیں... ابھی“

”چلے خیر... ہم ان کی وضاحت کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کس معاملے میں داخل اندازی کے قابو میں کر رکھا تھا۔

”ہاں اب بتائیے۔“

”ان آلات کو غور سے دیکھیں.... ان آلات پر بے شمار بہن نظر ہے.... ہر بہن پر انگریزی کا کوئی حرف لکھا ہے.... مثلاً یہ دیکھو پیوں بھی گولہ یارود کا زمانہ ہے۔“ - خان رحمان نے فوراً کہا۔

”جی ہاں! ہم دیکھ رہے ہیں.... آگے کہتے۔“

”یہ S ہے اور یہ C ہے.... یہ J ہے.... جب میں نے ان تمام لفڑی کھٹے انگریزی کے حروف پر غور کیا تو پہاڑا کہ ہر حرف ایک ملک کا نام ہے۔“ - یہ جان کر اور تزاہہ خوشی ہوئی۔

”ایسے میں انہوں نے پروفیسر داؤڈ کی حیرت زدہ آواز سے S سے سعودی نام کا پہلا حرف ہے.... مثلاً P سے پاک لینڈ۔“ - اف مالک.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔

”کیا ہم بھی آپ کے پاس آ جائیں.... وہ دیکھنے کے لیے ہمایاں موجود ہیں.... جن کے ناموں کی وضاحت صرف ایک حرف آپ دیکھ رہے ہیں۔“

”ہاں! لیکن نام کو ساتھ لے آتا۔ ورنہ یہ فرار ہو جائے گا۔“ - اساتھ ہو جائے۔ مثلاً آئی سے اشارجہ بھی بتا ہے.... آئرلینڈ وہ بولے۔

”آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ.... یہ حضرت فرار ہو جائیں اور آئرلینڈ کے لیے آئی آر۔“

”تمہارے ساتھ رہ کر میں بھی تھوڑی بست جاسوی سیکھ لیا ہم۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیا ہے۔“

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر وہ پروفیسر داؤڈ کے گرد جمع ہو گئے۔ نام کو ایک ہاتھ سے اپنے باریک باریک باریک اور کچھ محوئے موئے نقطے بنے ہوئے ہیں نا۔“ - ان

”اندازہ ہو جائے گا۔“

”جب اندازہ ہو گا تو اس وقت تیر کمان سے نکل چکا ہو گا۔“

”یہ تیر اور کمان کا ذکر یہاں کہاں سے نکل آیا.... آج کل ہے۔“

”اب میں کچھ نہیں بولوں گا۔“

”یہ جان کر اور تزاہہ خوشی ہوئی۔“

”اف مالک.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“

”کیا ہم بھی آپ کے پاس آ جائیں.... وہ دیکھنے کے لیے ہمایاں موجود ہیں.... جن کے ناموں کی وضاحت صرف ایک حرف آپ دیکھ رہے ہیں۔“

”ہاں! لیکن نام کو ساتھ لے آتا۔ ورنہ یہ فرار ہو جائے گا۔“ - اساتھ ہو جائے۔ مثلاً آئی سے اشارجہ بھی بتا ہے.... آئرلینڈ وہ بولے۔

”آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ.... یہ حضرت فرار ہو جائیں اور آئرلینڈ کے لیے آئی آر۔“

”تمہارے ساتھ رہ کر میں بھی تھوڑی بست جاسوی سیکھ لیا ہم۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیا ہے۔“

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

”ہر بہن کے ساتھ ایک چھوٹی سی سکریں ہے.... اس سکریں پر

نقتوں کے ساتھ پاریک پاریک نہیں بھی گئی ہیں۔“

”ہال بالکل.... تو پھر... ہمارے پلے تو اب بھی کچھ نہیں پڑا۔“

”پڑ جائے گا۔ لیکن یار یہ بنے گا کیا۔“ - انہوں نے عینہ

انداز میں کہا۔

”جی کیا مطلب؟“

”یہ تمام آلات صرف ماذل ہیں.... خونے کے طور پر ہنگامہ اس کے چہرے پر ایک طنزی مکراہت تھی۔ گھنے۔ یہ اصل منصوبہ کمال بنایا گیا ہے۔ جانے کی بیانات اصل میں تم لوگوں کے ساتھی نیچے میرے کمرے کے سامنے نگرانی کر سے۔“

”اوہ! اب ہم سمجھے۔ یہ صرف ماذل ہیں.... اصل آلات نہ چب کہ میں اندر ہی اندر یہاں آگیا ہوں.... کیوں کیسیں ہیں۔“

”نہیں.... اس قسم کا اصل پلان کسی خفیہ جگہ بنایا گیا ہے۔“ - دھست لمحہ۔ ”وہ یوں لے بس یہاں تو اپنی آسانی کے لیے اور اپنے خاص آدمیوں کو دھانے اور قسم لوگ آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہوئے۔ یہ میں نے سمجھنے کے لیے یہ سب یہاں بنایا گیا ہے۔ مگر ان لوگوں کو بھل چالاکیوں کا جواب دیا ہے۔ اب وہ تجھے ساتھی میری نگرانی کس لیں گے۔“ - یہ کہ کر وہ پھان۔

”اب ہمیں کیا پتا تھا۔ اس کمرے سے اس کمرے تک اندر ہی لٹا راستہ بھی موجود ہے۔“ - ان پکٹر جشید نے براسامنہ بنایا۔

”غیراً! اب تو پتا چل گیا تھا۔ جاؤ۔ اپنے ان ساتھیوں کو بھی لالاؤ۔ میں ایک ہی بار سب باقتوں کی وضاحت کر دوں گا۔“

372

نقتوں کے ساتھ پاریک پاریک نہیں بھی گئی ہیں۔“

”ہال بالکل.... تو پھر... ہمارے پلے تو اب بھی کچھ نہیں پڑا۔“

”پڑ جائے گا۔ لیکن یار یہ بنے گا کیا۔“ - انہوں نے عینہ

انداز میں کہا۔

”جی کیا مطلب؟“

”یہ تمام آلات صرف ماذل ہیں.... خونے کے طور پر ہنگامہ اس کے چہرے پر ایک طنزی مکراہت تھی۔ گھنے۔ یہ اصل منصوبہ کمال بنایا گیا ہے۔ جانے کی بیانات اصل میں تم لوگوں کے ساتھی نیچے میرے کمرے کے سامنے نگرانی کر سے۔“

”اوہ! اب ہم سمجھے۔ یہ صرف ماذل ہیں.... اصل آلات نہ چب کہ میں اندر ہی اندر یہاں آگیا ہوں.... کیوں کیسیں ہیں۔“

”نہیں.... اس قسم کا اصل پلان کسی خفیہ جگہ بنایا گیا ہے۔“ - دھست لمحہ۔ ”وہ یوں لے بس یہاں تو اپنی آسانی کے لیے اور اپنے خاص آدمیوں کو دھانے اور قسم لوگ آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہوئے۔ یہ میں نے اصل جگہ لے جانے کی ضرورت نہ رہے۔“

”اوہ.... اوہ.... اوہ۔“ - ان کے مدد سے ایک ساتھ لکھا۔

”میں اسی وقت کمرے میں ایک زوردار کھلا ہوا۔



”لیکن آپ کو وضاحت کی ایسی کیا ضرورت پیش آگئی۔“

”اب تم لوگوں کی ابھن بھی تو دور کرنا تھی نہ۔“ اس نے کہا
اور انپکٹر جمیش کرے سے لکل گئے۔

”محب شریف دشمن ہیں..... ہمارا اتنا خیال کرتے ہیں آپ۔“
”تم.... دروازہ بند کر دو۔“ فیض مسکرا یا۔

”آپ لوگوں نے دیکھا نہیں..... میں نے شوکی بردارز کے رہا
کس قدر اچھا سلوک کیا۔“

”ہاں! یہ تو ہے..... آپ ہمیں ان آلات... میرا مطلب ہے۔“
آلات کے نمونے کے بارے میں بتائیں۔“

”تو آپ اپنے باقی ساتھیوں کو نہیں بلا سیں سکتے۔“

”اگر آپ کہتے ہیں تو لے آتے ہیں۔“

”ہاں! ایک آدمی جا کر لے آئے۔“ میں بار بار وضاحت
کروں گا۔“ اس نے منہ بینایا۔

انپکٹر جمیش نے اس کی طرف بخور دیکھا پھر بولے۔

”میں لے کر آتا ہوں۔“

”کوئی لے آئے۔ مجھے کوئی غرض نہیں۔“ وہ مسکرا یا۔

انپکٹر جمیش نے انپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

جیسے

رہے ہوں کہ

”مجھے میں آ رہا ہے کہ اس شخص کا پروگرام کیا ہے۔ اب کا
کیا جائے۔“

”آپ کا پروگرام کیا ہے۔“ فیض مسکرا یا۔

”باس کا حکم تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ میں چوہے کا کھیل کھینا
لے گئیں ساتھیوں کو۔ دیکھا جائے گا۔“ انہوں نے کہا۔
چنانچہ میں کھیل رہا ہوں۔“

لکیا کہا۔ بس... اور آپ کے بارے کا نام کیا ہے؟“
”سنو گے تو ڈر جاؤ گے۔“

اسی وقت پھر ایک بار کھلا ہوا... دروازہ کھل گیا اور محمد
آصف اور شوکی نظر آئے۔

”آئیے... آپ کا ہی انتظار تھا۔“

”لیکن ابھی ہمارے انکل رہتے ہیں۔“ فرشت بولی۔

”وہ بھی اسی راستے سے آئیں گے۔“ ذیلہ نہ سامنے
”بھی اپنا پروگرام تو بتاؤ۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔“

چند منٹ گزرنے پر بھی جب انپکٹر جشید نہ آئے تو اس لی
پیشانی پر بل پڑ گئے۔

”اوہ... یہ حضرت کمال رہ گے۔“

”معلوم ہوتا ہے... راستے میں انکل گئے۔“ فاروق نے من
بنایا۔

”خیر کوئی بات نہیں... ثام... تم برآمدہ کے راستے جاؤ اور
اس راستے سے واپس آگئے راستے میں دیکھو۔ کیس انپکٹر جشید نظر
آتے ہیں یا نہیں۔“

”اوکے سریں... ثام نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

تحوڑی دیر بعد پھر کھلا ہوا... ثام اندر آیا... تو اس کے چہرے
میں بہت شوقین ہیں۔“

”عجیب سے آثار تھے
لکیا بات ہے۔“
”انپکٹر جشید کا دور دور تک پہاڑ نہیں۔“
”اوہ! یہ کیا ہوا؟“ اس نے یوکھلا کر کہا۔
”اس میں اس قدر گھبرا نے کی کیا بات ہے۔“ ثام نے بھی گھبرا
کر کہا۔

”اب میں حرم کی قیل کس طرح کروں گا... حرم تو یہ ہے کہ
ان سب کو بھیجا جائے۔“

”ہم سب کو بھیجا جائے... لیکن کمال بھیجا جائے۔“

”وہاں... جمال حضرت مسیح نے نزول فرمایا ہے... ان لوگوں کی
ایک غورت ہے۔“

”اوہ!!“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”تو پھر ان سب کو بھیج دیں۔“

”مسٹر ابطال سوال کریں گے... انپکٹر جشید کمال ہیں... تو میں
ایک جواب دوں گا۔“

”یہ تو واقعی پیشانی کی بات ہے۔“

”اگر ایسی کوئی بات تھی تو ہمیں بتا دیتے... ہم میں سے کوئی
مال جانے کی کوشش تو نہ کرتا۔“ اس لیے کہ ابطال سے ملنے کے تو
میں بہت شوقین ہیں۔“

”لیکن اب میں تو مشکل میں پھنس گیا ہوں... اس کا کیا حل ہے۔“

”اس کا حل ہے ہمارے پاس... تم ابطال کا پروگرام ہمیں بتا دو... ہم اپنے ساتھی کو یہاں بلا لیتے ہیں۔“

”تو تم لوگ انہیں یہاں بلا سکتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”تو پھر بلاو۔“ - وہ جلدی سے بولا۔

”پہلے معلوم تو ہے... چکر کیا ہے۔“

”خود مجھے بھی نہیں معلوم... مجھے ہے تو صرف اتنا کہا گیا تھا کہ ہوشی میں اسپکٹر جشید، اسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادران ہم گئے ہیں... جو شی ڈی ایک جگہ جمع ہوں... انہیں قابو میں کر کے ہیڈ کوارٹر بھیج دیا جائے۔“

”اور یہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔“

”بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔“

عین اسی وقت ڈائیسیر پر اشارہ موصول ہوا... ڈیڑھ فوراً اس طرح متوجہ ہو گیا۔

”ٹیس سر۔“ - اس نے کانپ کر کہا۔

”یہ لوگ یہاں جمع ہو چکے ہیں نا۔“

”ٹیس سر۔“

”تو پھر انہیں فوراً میرے پاس کیوں نہیں بھیج رہے ہو۔“

”اسپکٹر جشید ان سے الگ تھیں ان کا انتظار ہے۔“ - اس نے تکمیر کر کہا۔

”اچھی بات ہے... جلد از جلد بھیجو۔“ - ان الفاظ کے ساتھ ہی بیٹھ بند ہو گیا۔

”اب آپ لوگ میری کریں۔“ - ڈیڑھ نے درخواست کی۔

”اچھا ہے... تم بھی کیا یاد کو گے کہ کتنے شریف دشمنوں سے پلا پڑا تھا۔“ - یہ کہہ کر اسپکٹر کامران مرزا نے کمرے کا دروازہ کھوٹ کر مدد سے الوکی آواز نکالی... ہلکا بیٹھ فوراً ہی الوکی آواز سنائی دی... پھر اسپکٹر جشید کی شکل نظر آئی۔

”یہ آپ کے بغیر بہت اداہی محسوس کر رہے ہیں... اس لیے آپ کو بلانا پڑا۔“ - محمود نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے تو سوچا تھا... ان لوگوں کا پورا پروگرام جانے کے بعد کوئی قدم اٹھاول گا... ورنہ آپ لوگوں سے دور دور ہی رہوں گا۔“

”پروگرام تو ڈائیسیر اچھا تھا... لیکن اب کیا کریں... ابطال کا حکم ہے کہ ہم سب کو یہ ساتھ ہی اس کے پاس بھیجا جائے... میں نے سوچا... موقع اچھا ہے... ابطال سے اس بھانے ملاقات ہو رہی ہے۔“

”مشکل ہے۔“ - اسپکٹر جشید سکرائے۔

”لگ سے کیا مطلب یہ کیا مشکل ہے؟“

”یہ کہ ابطال سے براہ راست ملاقات ہو جائے۔ ملاقات اگر ہو گی بھی تو پروے میں رہ کر۔“

”خوب... یہ بعد کی بات ہے... فی الحال تو ہمیں جانا ہی چاہیے۔“

”ٹھیک ہے... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

وہ اندر آگئے۔ ڈیڈ ھیرت زدہ نظر آیا۔

آپ کے چہرے پر حیرت ہے... اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا خیال تھا۔ ہمیں قابو کرنے کے سلسلے میں نہ جانے کتنے پاؤں بلنا پڑیں گے۔

”ہاں ایسی بات ہے۔“

”ویسے کیا یہ پروگرام پہلے سے طے تھا؟“ انپکٹر جشید نے پوچھا۔

”کون سے پروگرام کی بابت پوچھ رہے ہیں؟“

”میں... ہمیں ابطال کے پاس بھیجنے کا۔“

”نہیں... مجھے تو آپ لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جب ان پانچوں نے چور کو کپڑا اور انہیں میں اپنے کمرے میں لے گیا۔ اس وقت بھی مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہ تو مجھے بعد میں بتایا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کے ساتھ اور کون لوگ آکر ملنے والے ہیں۔“

”شکریہ... یہ ماذل کیسا ہے... اس پر تمام مکونوں کے ناموں کے پہلے حروف کیوں ہیں؟“ انپکٹر جشید بولے۔

”یہ باقی آپ لوگوں کے جاننے کی نہیں ہیں... آئیے اب میں آپ کو ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دوں۔“

”تو کیا وہاں ابطال سے ملاقات ہو جائے گی؟“

”میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے تو صرف یہ معلوم ہے کہ یہاں باذل کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے... اور بس۔“

”اور اگر ہم آپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیں۔“

”تو آپ کو ذریستی لے جایا جائے گا۔ میرے ایک اشارہ پر ہم پورے ہوش کو پولیس اور فوج گھیر لے گی۔ نہ ہریے، میں دکھاتا ہوں۔“

ان لفاظ کے ساتھ ہی اس نے ایک بٹن دیا دیا۔ فوراً ہی تیز دماز میں الارم بخشنے کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے صرف ایک مٹ بود ہوش کے ارد گردنوج اور پولیس اس قدر تعداد میں نظر آئی کہ وہ چڑک رہ گئے۔

”بس یا اور کچھ؟“ انپکٹر جشید نے عجیب سے بجھ میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ ڈید نے چونک کہا۔

”کیا اس فوج اور پولیس کے مل پر ہمیں ابطال کے ہیڈ کوارٹر سے جانا چاہتے ہو؟“

”نہیں.... یہ لوگ تو صرف آپ کو فرار ہونے سے روکیں گے۔“

”اور لے کر جانے کے لیے کیا کوئے گے۔“

”جو بھی کرنا پڑا.... آخر اس عکسکو کام قصد کیا ہے۔“

”اگر ہم جانے سے انکار کر دیں۔“

”کر کے دیکھ لیں۔“

”ہم تمہارے ساتھ آسانی سے جانے کے لیے تیار ہیں.... لیکن پہلے یہ بتا دیں.... ابطال کا پروگرام کیا ہے۔“

”اسی قسم کے ایک منصوبے میں تم لوگوں نے سی موں کو نکست دے کر ان کا منصوبہ بری طرح ناکام بنادیا تھا۔ اس ناکامی کا خوف ان کے ذہنوں پر اب تک ہے.... لہذا اب وہ ایک ناقابل تینخیز شخص کو لے کر آئے ہیں.... تاکہ تم اس کے مقابلے میں صرف اور صرف نکست کھا سکو۔ ابطال کو آج تک کوئی نکست نہیں دے سکا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ اس کی حکومت کے لوگوں کو بھی معلوم نہیں ہے کہ ابطال کون ہے۔“

”کسی کو تو معلوم ہو گا۔“

”ہاں! صرف اور صرف ایک شخص کو۔ اور وہ ہے۔۔۔ انتشارجہ کا۔۔۔ پھر اس نے لپک کر ایک بٹن دیا۔۔۔ صدر۔۔۔“

بٹن دیا۔۔۔ کے ساتھ ہی دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔۔۔ کسی

”بہت خوب.... اتنا تو معلوم ہوا کہ اس بار بھی انتشارجہ نے ہی اسلام کے خلاف ایک بھی انک سازش کی ہے۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم.... میں نے تو وہ باتیں بتائی ہیں.... جو مجھے معلوم ہیں۔۔۔“

”اچھا مسٹر ڈیٹی۔۔۔ اب ہم حرکت میں آتے ہیں.... ہم ہید کوارٹر میں جائیں گے۔۔۔ تم اور تمہاری فوج اور پولیس مل کر ہمیں لے ملنے کی کوشش کرے۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپکٹر جمشید نے ڈیٹی پر چھلانگ لگائی اور اسے چھاپ بیٹھے۔۔۔ لیکن وہ ڈیٹی کے بارے میں بھی غلط فہمی میں بتلا چکا۔۔۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ سنبھل نہیں سکے گا۔۔۔ لیکن اس نے تو خوف ان کے ذہنوں پر اب تک ہے.... لہذا اب وہ ایک ناقابل تینخیز بیت زدہ رہ گیا۔۔۔ کیونکہ اچھتے کے باوجود اسپکٹر جمشید بالکل سیدھے گزرے نظر آئے تھے۔۔۔

”اس کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ ڈیٹی پریشان ہو کر بولا۔۔۔“

”کس کا؟“ انہوں نے کہا اور پھر اس پر حملہ کر دیا۔۔۔ اس بار انہوں نے ڈیٹی کو اچھال پھینکا اور وہ اسکی گیند کی طرح لرھتا ہوا دیوار سے چاٹکرایا۔۔۔ ساتھ ہی اس نے چھلانگ لگادی اور سیدھا کھڑا ہو

۔۔۔ بٹن دیا۔۔۔“

نے چلا کر کہا۔

”دروازہ کھول دفعہ ورنہ توڑ دیا جائے گا۔“

انپکٹر جشید نے ایک اور چھلانگ لگائی اور ڈیڈ کو پکڑ لیا۔ اب وہ اس کا ہاتھ ہڑتے کھڑے تھے۔

”اگر اندر کوئی بھی آیا تو میں تمہارا بنازو توڑ دوں گا۔ پھر یہ ساری زندگی کام نہیں کر سکے گا۔ ساری دنیا کے ڈاکٹر مل کر بھی تمہارے بازو کو دوبایہ اس حالت میں نہیں لا سکیں گے۔ اس لیے کہ میرا بازور توڑنے کا طریقہ ذرا مختلف ہے۔“

”کمرے سے باہر رہو۔ کوئی اندر نہ آئے۔ بن غلطی سے دب گیا تھا۔“ ڈیڈ نے چلا کر کہا۔

دستک دینے کا سلسلہ بند ہو گیا۔

”اب تم پولیس اور فوج کو بھی واپس بیجج دو۔“ انہوں نے بی آواز سے کہا۔

”پولیس اور فوج واپس چلی جائے۔ بن غلطی سے دب گیا تھا۔“ اس نے بیجج کر کہا۔

”لیکن آپ ہمارے سامنے کیوں نہیں آ رہے۔ کہیں اندر کوئی گزبروت تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ میں کچھ مہمانوں سے بات چیت میں مصروف ہوں۔“

”اچھا شکریہ۔ میں انپکٹر مور ہوں۔ آپ مجھے جانتے ہیں۔“

”یہ لوگ دھوکا کر رہے ہیں۔ باہر پولیس اور فوج موجود ہے۔“

”ہاں انپکٹر مور۔ یہاں سب ٹھیک ہے۔۔۔ شکریہ۔“
جاتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

”اب تو میرا بازو چھوڑ دیں۔“

”نہیں۔۔۔ البتہ میں گرفت ہلکی کئے دیتا ہوں۔“ وہ بولے۔
”لیکن میری جان لٹکی جا رہی ہے۔“

”میں نے کہا تا۔۔۔ گرفت ہلکی کر رہا ہوں۔۔۔ انپکٹر کامران مرزا
اپ باہر کا جائزہ لے لیں۔“

”اوکے۔“ وہ بولے۔

لیکن انہوں نے دروازے کا رخ خیس کیا۔۔۔ بلکہ جس راستے
سے ڈینا اور سب دوسرے آئے تھے۔۔۔ اس طرح مڑے۔۔۔ دروازہ
کھولنے کا طریقہ وہ اس وقت تک دیکھے چکے تھے۔۔۔ وہ وہاں سے ڈیڈ کے
چلے کرے میں بیچج اور باہر کا جائزہ لیا۔۔۔ فوج اور پولیس جوں گی توں
ہو ہو دتھی۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ اوپر والے کمرے کے باہر بھی
بیچس اور فوج بدستور موجود تھی۔۔۔ انہوں نے صرف قدموں کی آواز
ہٹا کر کے ہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ کہ وہ جا رہے
ہیں۔۔۔ انپکٹر کامران مرزا مسکرا دیئے اور پھر وہ تیزی سے اوپر آئے۔۔۔

انپکٹر جشید اسی طرح کھڑے تھے۔

”یہ لوگ دھوکا کر رہے ہیں۔۔۔ باہر پولیس اور فوج موجود ہے۔“

انہوں نے دلی آواز میں کہا۔

ڈینڈ کارنگ اڑ گیا۔

”مسٹر ڈینڈ! تم ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے... اس کام کے لیے ابھال کو خود آتا پڑے گا۔“

ڈینڈ کی حالت بہت برقی نظر آتے ہیں اپکن جشید نے گرفت اب پسلے کی نسبت زیادہ سخت کر دی تھی۔

”جونی فوج اور پولیس نے دروازہ توڑنے کی کوشش کی... تمہارے بازو ٹوٹ جائیں گے... ہمارے ساتھ تو دیے بھی نہم سلوک نہیں ہو گا۔“

”آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟“ ڈینڈ نے بھنا کر کہا۔

”یہ تو تم پتا ڈے کر تم چاہتے کیا ہو؟“

”مسٹر ابھال ہی بتا سکیں گے... میں کچھ نہیں جانتا۔“

”ہم ہیڈکوارٹر جائیں گے ضروری... لیکن صرف تمہیں ساتھ لے کر... پوری فوج اور پولیس کو ساتھ نہیں لے جائیں گے... پاہر موجود فوج اور پولیس یہ بات بھانپ چلی ہے کہ تمہارے ساتھ اندر کچھ گزبرد ہے... اس لیے... وہ تمہارے حکم کے منتظر ہیں... کیا تم یہاں کی پولیس اور فوج کے کوئی خاص آدمی ہو؟“

”میں پولیس چیف ہوں بے وقوف“ اس نے جھلا کر کہا۔

”اے باپ رے... اور یہ ہوٹل“

”ہاں! یہ ہوٹل بھی میرا ہے۔ لیکن میں اس ہوٹل کے ذریعے می قانونی کام کرتا ہوں۔“

”اور وہ ہیرے کی چوری“

”ہاں وہ غلط نہیں تھی۔ دراصل بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ میں پولیس چیف ہوں۔“

”اوہو اچھا۔“ وہ حیران رہ گئے۔

”صرف پولیس کے خاص خاص لوگوں جانتے ہیں... اور میں اپنی کو ہدایات دیتا ہوں۔“

”اوہ مسٹر ابھال کا عمدہ کیا ہے؟“

”مسٹر ابھال اشارجہ کے صدر کے علاوہ کسی کو جواب دے نہیں سمجھتا... تمام ملک کے عمدے داروں کو ہدایات ہیں کہ ابھال کے حکم کی لورا تحریل کریں۔“

”لیکن انہیں کس طرح پہاڑتا ہے... کہ بات مسٹر ابھال کر رہے ہیں یا کوئی اور... جب کہ ابھال کو آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں۔“

”چیز مجھے نہیں معلوم۔“

”آپ کو مسٹر ابھال کس طرح ہدایات دیتے ہیں... اگر ان کی بیانات کی آواز کی نقل کوئی اور کردار لے... تو آپ کو کیا پہاڑے چلے گے؟“

”اب ان دونوں کو باندھ دیا جائے۔ جب پولیس یہاں سے چلے گی.... پھر ہم ڈیٹ کے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلیں گے۔“ اپکٹر جشید

ان کے ساتھی دونوں کو باندھنے لگے۔ ایسے میں ڈائیور پر پھر اشارہ سنائی دینے لگا۔

O☆O

”مجھے ایک خاص قسم کا ڈائیور پریس دیا گیا ہے۔ اس پر رابطہ صرف مسٹر ابطال کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور اس سیٹ سے واقف نہیں۔“

”یہ پھر یہی طریقہ دوسروں کے ساتھ بھی اختیار کیا گیا ہو گی۔“ ابطال نے خود ہی سیٹ ان لوگوں کو دیے ہوں گے۔ جن سے اسے رابطہ کرنا ہوتا ہے۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اچھا بس۔۔۔ اب ہمارے ساتھ چلو اور وہ سیٹ بھی احوال۔“ اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔۔۔ آخر اس نے سیٹ احوالیاً اور ان کے ساتھ اپنے نچلے کرے میں آیا۔

”اب پولیس اور فوج والوں سے نفع کرنے کا راستا تم بتاؤ گے۔۔۔ گز بڑھوئی تو اپنے ہاتھ کے ذمے داتم خود ہو گے۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں نے تم سے زیادہ چالاک لوگ آج تک نہیں دیکھے۔“ اس نے بھنا کر کما اور پھر اٹھ کر اپنے کرے کے ایک کونے کی طرف گیا۔۔۔ اپکٹر جشید اس کا بازو پکڑے اس کے ساتھ ساتھ تھے۔۔۔ اس نے ایک بُٹن دیلایا تو دیوار میں ایک خلا نمودار ہو گیا۔

تھوڑی بعد وہ اس ہوٹل سے کچھ دور ایک مکان میں موجود تھے۔۔۔ اور ہوٹل کے گرداب بھی پولیس اور فوج موجود تھی۔۔۔ وہ اس مکان کی کھڑکی سے پولیس اور فوج کو دیکھ کر مکرا دیے۔

پہلی چھت

”چوکِ اُنگیں... اپکر جشید اور اپکر کامران مرزا سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا“
 ”اپکر کامران مرزا... رائیسیر پر آپ بات کھوئے۔ فہری کی آواز میں“
 ”اُجھی بات ہے۔ ان دونوں کے منہ اُجھی طرح بند رکھ جائیں۔“ انہوں نے کہا
 ”انہوں نے اگر درا بھی آواز نکالی تو ہم ایسے ہی ان کا کام تمام رکھ لے۔“ لورہم کے چہروں پر خوف دوڑ گیا۔

”نہ... نہیں... ایسا کہ کریں... اس طرح ہماری موت یقینی“
 ”کیا مطلب؟“

”یونہی اسے معلوم ہو گا کہ ہم آپ لوگوں کی قید میں آگئے ہیں... وہ ہمیں جان سے مار ڈالے گا۔“

”لیکن کہے مار ڈالے گا۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم... وہ دیہیں بیٹھے بیٹھے اپنے لے بے کار اقتلوں کو ختم کر رہا ہے۔“

”اُجھی بات ہے... لو تم خود بات کر لو۔ یہ تو تھیک رہے گا۔“

”ہاں... اس طرح ہم دونوں کی جان بچ جائے شاید۔“

”بات کوئی... انہوں نے کہا۔“

”لیڈ لے جوٹ کا ہلن رہا تو لورہملا۔“

”ٹھیک سر۔“

”کیا رپورٹ ہے فہری؟“

”یہ لوگ اپ بہرے گھوٹ میں ہیں۔“

”جھوٹ بول رہے ہو فہری۔“ دوسری طرف سے سرد آواز میں

گھوٹ کے۔ اپکر جشید کی آواز سرد تھی۔

”لورہم کے چہروں پر خوف دوڑ گیا۔“

”من... من... باس۔“

”یہ لوگ تھارے بقثے میں نہیں... بلکہ تم ان کے بقثے میں

ہوئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو میرے ہم حسابات فیل ہو جائیں گے۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے چوک کر کہا۔

”آپ تک میں نے ان لوگوں کے بارے میں جو اندازے لگائے

ہیں... نا... بالکل اسی طرح ہو رہا ہے... اور اس وقت کا اندازہ یہ ہے کہ

یہ لوگ تمیس اور نام کو قابو میں کرچکے ہیں.... اور اب باندھ رہے ہوں گے یا باندھ چکے ہوں گے.... تم اب ہوٹل میں نہیں ہو... ہوٹل کے ساتھ ایک مکان میں ہو... جب کہ فوج اور پولیس ہوٹل کو گھیرے میں لے ہوئے ہے... میں غلط تو نہیں کہ رہا ذیل۔"

"آپ سونیحدہ تھیک کہ رہے ہیں۔ آپ کے داعی کو پہنچا بہت مشکل ہے۔"

"اب یہ تم دونوں سے اس ماذل کے بارے میں پوچھ چکے کرنا چاہیں گے... جوانوں نے تمہارے کمرے میں دیکھا ہے۔ یہ کہ اس کا اصل کمال تیار کیا گیا ہے... تو میں انہیں خود ہی بتا دیتا ہوں... اس چیز کا اصل ایک ایسی جگہ تیار کیا گیا ہے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مل سکا... ذیل اور نام جیسے ناکارہ آدمیوں کو بھلا اس جگہ کا پتا کیسے بتایا جا سکتا ہے... جو پہلے ہی مرطے پر ناکام ہو جائیں... لیکن بھی ذیل... اب غداری کی سڑا تو تمیس ملنی ہی چاہیے۔"

"من... نہیں سر۔"

"اگر تم اسی وقت شروع میں بتا دیتے کہ... اب ہم ان کے قبضے میں ہیں... اور ان کی بذریعات کے مطابق مجھ سے جھوٹ نہ بولتے تو میں تم دونوں کو ان سے بچا لیتا... لیکن اب تم بھی ان کے ساتھ مرو گے... جاؤ جنم میں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی سلسلہ بند ہو گیا... اچانک اس سینت نے

کچڑی... یا قلی ایک دم اس جگہ سے دور ہٹ گئے... جب کہ اور نام پر اس قدر دہشت طاری ہوتی کہ وہ حرکت نہ کر سکے... پھر انہوں نے ان کی دلدوڑ چھینیں سئیں... ساتھ ہی کمرے سے دال اٹھنے لگا۔

"افسوس! یہ دونوں ختم ہو گئے۔"

"اور ہم بھی ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

"مقابلہ ابطال سے ہے... اس نے پہلے ہی ہر قسم کے انتظامات رکھے ہیں... پیش بندیاں کر رکھی ہیں... ہماری دال گلے بھی تو چھے؟" فاروق نے براسے منہ بنایا۔

"نہیں ایسے میں دال کی پڑی ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"دال کی نہیں... دال گلتے کی... محاوارات کی سوچھ بوجھ پیدا کرنا پڑتا۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے اس پورے شر پر ابطال کی نظر ۔۔۔"

"ہو گی... ہمیں اس جگہ تک پہنچنا ہے... جہاں یہ لیبارٹری کم کی گئی ہے... میرا خیال ہے... کہ کسی بھی شر پر پتھر اس لیبارٹری نصب آلات کے ذریعے برداشت جاتے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"اوہ... اوہ" ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

"ہاں! ان بُنوں پر شروع کے ناموں کا یہی مطلب ہے... اور نہ

بُن کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی سکریں گی ہیں۔ ان پر باریک چل سے کسی دوسرے ہوٹل میں منت ہونا ہے۔“
قدرتے موٹے نشانات ہیں۔ وہ پچھوں کے ہیں۔ جس قسم کے ہم ”اجھی لات ہے۔ پروفیسر غالب آپ بھی آئیں۔ ان لات
برسانے ہوتے ہیں۔ وہ بُن دیا کر پچھوں کو حرکت دی جاتی ہے۔ اور یعنی میں میری مدد کریں۔
اس شر کے ہے کے پھر حرکت میں آ جاتے ہیں۔ یعنی گرنے کے لئے اور یعنی میں میری مدد کریں۔
اور پروفیسر غالب نے کمرے میں نصب ہے شمار آلات کا جائزہ
ہیں۔“

”لیکن ان لوگوں نے شاب ٹاقب اپنے قبضے میں کس طرح کیا ہے کسی عمارت کا ماذل تیار کر لیا جاتا ہے۔
ایک بات جو میرے ذہن میں بہت دیر سے مل چل چا رہی
لے ہیں۔“ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔
”یہ زمانہ سائنس کی انتہائی ترقی کا زمانہ ہے۔ شہزاد ان سائنس فرزاں“ فرزاں بولی۔
دانوں کے لئے یہ بات بھی ناممکن نہ رہ گی ہے۔ اور انہوں نے شاب ”نہیں۔ وہ جانتا ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں۔“ اسپکٹر کامران
ٹاقب اپنے قبضے میں کر لیے ہوں۔“

”ہوں۔ خوب۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ کیا ساری دنیا عیسائیت کی گود میں جانے دیں۔“

”لیکن ابطال فوج اور پولیس کو اس طرف کیوں نہیں بھج رہا۔“ پھر انہوں نے فوج کی طرف مڑ گئے۔
”کیا مطلب؟“ وہ آس کی طرف مڑے۔ پروفیسر داؤد بھی آلات
پہنچا نہیں۔ اس کے ذہن میں کیا ہے۔“

اور پھر انہوں نے فوج اور پولیس کو ڈاپس جاتے دیکھا۔ اب اسی خفیہ راستے سے والیں چل پڑے۔ تمام والے کمرے کے دروازے پر تالہ لگا دیا گیا تھا۔ لیکن وہ آس تالے کو کب خاطر میں
لاستے۔ ماڑکی سے فوراً ہی تالا کھول لیا گیا۔ وہ سب اندر داخل فرزاں نے اشارے سے کہا۔
”اب ہم منہ سے نہیں۔ اشاروں سے باتیں کریں گے۔“

”ہاں! یہ سمجھیک ہے.... ابطال ہمیں دیکھ سکتا ہے.... ہماری پاتیل سن سکتا ہے.... لیکن ہماری اشارتی زبان کو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا اور اسے اور بہتر تو ہے کہ ان فوجیوں کے ساتھ میرے پاس چلے سمجھ سکتا ہے.... یہاں ہم ضرور اسے ایک ہلکی سے چپت لٹک کر کھینچیں۔“

”گیا کامیاب... ہم ان کے ساتھ آپ تک چلے آئیں۔“

”ہاں! بیٹھ کر مزے مزے کی باتیں کریں گے۔“

”تو ان فوجیوں کو معلوم ہے.... آپ کمال ہیں۔“

وہ دہاں سے نکل کر عمارت کے دروازے پر پہنچے۔ اسکریپٹ ”سب کو نہیں.... ان کے انجمن کو۔ جنہوں نے تمیں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا اور پھر دیا ہے۔“

یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ اب فوج اور پولیس اس مقام کی گرفتاری چھپی بات ہے.... ہم آپ سے مل بیٹھ کر بات کرنے کے لئے موجود تھیں... اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ آخر مسکرا کر دروازے ”شکریہ... چلے آئیں.... کر قل۔“ سیٹ پر اوپنی آواز گوئی۔

”یکسر۔“ دروازے پر کھڑے فوجی نے گھبرا کر کہا۔

”مسٹر ابطال نے آپ کے لئے یہ تخفہ بھیجا ہے۔“ ایک فوجی ”انہیں نکایت عزت اور احترام سے میرے پاس لے آؤ۔“

”اوکے سر۔“ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

افسر نے کہا۔ وہ دروازے کے عین سامنے کھڑا تھا۔

انہوں نے دیکھا۔ وہ ایک نخا ساڑا ٹائیسر ان کی طرف بڑھا۔ ”آئیے سر۔“

”خاں...“ انہوں نے جیرت زدہ انداز میں ٹائیسر لے لیا۔ اسی وقت اس کے ساتھ دہاں سے روانہ ہوئے۔ انہیں ایک اڑی میں بھایا گیا تھا۔

”کیا واقعی ہماری ملاقات مسٹر ابطال سے ہونے والی ہے؟“

”اشارتی زبان میں سمجھ نہیں سکتا۔“ کھل کر بات چیت ”نمیں۔“ اسکریپٹ کامران مرزا نے گورا کہا۔

”کیا مطلب؟“ وہ ان کی طرف جیرت زدہ انہیں دیکھنے لگے۔

”بلکہ پہلی ہلکی سی چپت۔“

”ہاں آؤ۔“

”بجھے سے ملٹھے میں ہوں آپ کا ابطال۔“ اس نے ہنس کر

”نہیں۔ آپ ابطال نہیں ہو سکتے۔“ انپکٹر جمیش نے منہ بنا کر

”کیا مطلب۔۔۔ میں ابطال کیوں نہیں ہو سکتا۔“ اس نے چونک

”بن نہیں ہو سکتے آپ ابطال۔۔۔ اور اگر آپ ابطال ہیں۔۔۔ تو

”ہمارے لیے بہت حیرت کی ہو گی۔“

”وضاحت کریں۔“

”آج تک ابطال کو کسی نے نہیں دیکھا۔۔۔ پھر بھلا ابطال ہمارے

”میرے طرح آسکتا ہے۔“

”ہوں! آپ درست کہتے ہیں، میں ابطال نہیں۔۔۔ اس کا ایک

”نظام ہوں۔۔۔ مجھر ڈوکی۔“

”جی۔۔۔ کیا فرمایا سی۔۔۔ مجھر ڈوکی۔۔۔ یعنی مجھر گدھا۔“ آفتاب حیران

”ہوا۔۔۔

”نہیں۔۔۔ ڈکنی۔۔۔ نہیں ڈوکنی۔“ اس نے برا سس منہ بنایا۔

”اچھا مسٹر ڈوکی۔۔۔ اب یہ بتائیں۔۔۔ ہمیں یہاں کیوں بلایا

”انپکٹر جمیش بولے۔

”مسٹر ابطال کے پروگرام پر عمل کوانے کے لئے۔“

”اس کے کسی نائب کے سامنے ہمیں پیش کیا جائے گا اور بس۔۔۔“

”وہت تیرے کی۔۔۔ اس کا کیا فائدہ ہو گا۔“

”ہم ریکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ ان کا پروگرام اب کیا ہے۔“

”ان کا سفر جاری رہا۔۔۔ آخر گاڑی رک گئی۔۔۔ پھر انہیں نیچے آتا۔۔۔ کر ایک عجیب سے انداز کی عمارت کے اندر لے جاتا گیا۔۔۔ ساتھ ہی عمارت کے دروازے بند کر دیے گئے۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ دروازے بند کیوں کر دیے گئے؟“

”تاکہ آپ کو باہر سے کسی کی آمد کا خدشہ نہ رہے۔“ کہا

”مکرایا۔

”اس کی مسکراہٹ بھی عجیب تھی۔۔۔ وہ چونک اٹھے۔

”کیا ہمیں قیدی بنانے کا پروگرام ہے؟“

”پروگرام تو مسٹر ابطال ہی بتائیں گے آپ کو۔“

”اور وہ اس عمارت میں موجود ہوں گے۔“

”یہ ہمیں معلوم نہیں۔“

”عن اسی وقت ایک آواز گوئی۔“

”خوش آمدید۔۔۔ معزز مہماںوں۔“

”انہوں نے چونک کر سامنے دیکھا۔۔۔ درمیانے قدم کا ایک دیبا۔۔۔“

”س آدمی کھڑا تھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ایک شروعی مسکراہٹ تھی۔۔۔“

”اور ان کا پروگرام کیا ہے۔“

”آئیے... پہلے اندر چلیں۔“

وہ انہیں ایک عالی شان کرنے میں لے آیا۔ یہ ہر طرح بجا ذہنی روٹے ہیں۔ وہ جلد از جلد اس آخری روٹے کو راستے پر ڈونگی۔ نہ انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیلمی۔ وہ کرسیوں پر بیٹھنے میں کامیاب ہو گئے۔

”کیا مطلب؟“ ہٹادینے میں کامیاب ہو گئے۔

”ہاں! آج وہ اس روٹے کو راستے سے ہٹادینے میں کامیاب کے ہیں۔“

”یہ تھہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔“ ویسے مسٹر ڈونگی کے ساتھ بھی۔

”کیا مطلب؟“

”ہمارا خیال ہے۔ یہ آپ کا بالکل فتنی چڑھا ہے۔“

”آپ کا اندازہ درست ہے۔“ مسٹر اقبال کی بدایات یہی ہیں کہ مٹا کر کما۔

”میں آپ لوگوں کے سامنے اپنی اصل شکل میں نہ آؤں۔“

”اچھی بات ہے۔ نہ آئیں۔“ ہمارا کامران مرازانے اسے کھوارا۔

”میں نہ تو گھبرا رہا ہوں اور نہ بوکھلا رہا۔“ لیکن میں ان مٹھے پنایا۔

”جلانے آئے کی بات تو اب شروع ہونے والی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ نے کہا ہے نہ... ہمارا کیا جاتا ہے۔“ آپ کا کیا جائز

”اور آپ کو کیا آتا ہے۔“

”آپ یہ بتائیں،“ میں یہاں کیوں بلایا گیا ہے۔“

”مسٹر اقبال کا خیال ہے۔“ آپ لوگ ہمارے راستے کے

ہوا تھا۔ اس میں بہت سی کریاں دیوال کے ساتھ گلی تھیں۔ میرجھنی میں اس آخری روٹے کو راستے پر ڈونگی نہ انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیلمی۔ وہ کرسیوں پر بیٹھنے میں کامیاب ہو گئے۔

”کیا مطلب؟“ ہٹادینے میں کامیاب ہو گئے۔

”طویل بھی تھا۔“ اور ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے رکا اور اسپکٹر جعید کی آواز ابھری۔

”یہ تھہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔“ ویسے مسٹر ڈونگی کے ساتھ بھی۔

”آپ کا جو چڑھا دیکھ رہے ہیں۔“ وہ اصل چڑھا نہیں رہے۔

”کیا مطلب؟“

”کیا کہاں؟“ ہم مردوں سے بدتر ہیں۔ آخر کیسے۔“ آصف نے

”کیا کہاں؟“ ہم مردوں سے بدتر ہیں۔ آخر کیسے۔“ آصف نے

”اے... دیکھو۔ بوکھلانے یا گھبرا لئے کی ضرورت نہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ نہ آئیں۔“ ہمارا کامران مرازانے اسے کھوارا۔

”میں نہ تو گھبرا رہا ہوں اور نہ بوکھلا رہا۔“ لیکن میں ان

”رہاں کی ایکسٹک کر رہا ہوں۔“ آصف مسکرا یا۔

”کن دونوں کی۔“ پروفیسر داؤڈ بے خیالی میں بولے۔

”گھبرا نے اور بوکھلانے کی۔“

”کر لیں باقی... جس قدر کرنی ہیں... کیونکہ ابھی تھوڑی دیر بعد آپ سب کی زبانیں گلگ ہونے والی ہیں۔“

”ہمارا دعویٰ ہے... ہماری زبانیں گلگ نہیں ہوں گی۔“
”چند منٹ بعد اندازہ ہو جائے گا۔“

”مژد ڈوکنی... کیا آپ کو مژد اقبال کے کسی پیغام کا انتظار ہے؟“ - اسپکٹر جمیل نے پوچھا۔

”نہیں... میں ان کے کسی پیغام کا انتظار نہیں کر رہا۔ انہوں نے اپنا پروگرام مجھے پہلے ہی دے دیا ہے اور اس پر عمل کرنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہو گا۔“

”تب پھر آپ شاید فوج اور پولیس کے انتظامات مکمل کر لینے کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”نہیں... وہ تو پہلے ہی اس عمارت کے گرد موجود ہیں۔“

”اوہو اچھا... اس قدر ذیروست انتظامات۔“ - خان رحمان نے کہا۔

”آپ نے ابھی کچھ بھی اندازہ نہیں لگایا۔ اچھا یوں کریں... ذرا کریں اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گے۔“
”کیا مطلب؟“

”میں نے کہا ہے۔ آپ ذرا ان کریں اس سے اٹھ کر دکھائیں۔“

۔

”کیا آپ کے خیال میں ہم کریں سے نہیں اٹھ سکیں گے؟“
تاب نے گھبرا کر کہا۔

”نہیں اٹھ سکیں گے۔“ مژد ڈوکنی نے سرد آواز میں کہا۔
انہوں نے کریں سے اٹھنا چاہا۔ لیکن کریں ان کے ساتھ پک گئی تھیں۔

”ارے ارسے... یہ کیا... یہ کریں جادو کی ہیں کیا؟“

”اب اندازہ ہوا۔ میں کیا کہہ رہا تھا۔ آپ لوگ تو اس عمارت کی کریں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ ایطال کا کیا مقابلہ کریں گے۔“

ان کے رنگ اوڑ گئے۔ کریں ان سے چھٹ کر رہ گئی تھیں۔
اپکو جمیل اور اسپکٹر کامران مرتضیٰ نے بھی خود کو ان سے اوپر اٹھانے کے لیے پورا زور لگایا۔ لیکن کریں الگ نہ ہو سکیں۔

اب بھی مژد جمیل۔ تم ان کریں سے سیست اپنے ملک جانا پسند کو گے۔ ملکے ملک کے لوگ... بلکہ پوری دنیا کے لوگ تھیں اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گے۔“

”یہ کیا مذاق ہے... ان کریں سے سمجھائیں کچھ۔“ فاروق نے جھلا کر کہا۔

”تم ان کریں سے پات کر رہے ہو۔ اور میں اگلے اقدام کی سوچ رہا ہوں۔“

”اگلا اقدام... کیا مطلب؟“
”ذر اور پر دیکھیں۔“ -

انہوں نے فوراً اوپر دیکھا... لیکن اوپر تو صرف چھت تھی
achaik چھت پر سے ایک پردہ سا ہٹا اور لوہے کے پتھرے انہیں اپنی
طرف آتے نظر آئے

○☆○

بُخْرے آہستہ آہستہ نیچے آ رہے تھے... گول بُخْرے جو انسانوں
کی لمبائی سے قدرے بڑے تھے... ان کی گولائی بھی بس صرف اتنی
تھی کہ آدمی ان میں کھڑا رہ سکتا تھا... یا زیادہ سے زیادہ بیٹھ سکتا تھا۔
ان سب نے اپنی کرسیوں کو ادھر ادھر کر کے ان بُخْروں سے
بچتے کی کوشش کی... لیکن وہ کرسیوں کو ہلا بھی نہ سکے... شاید وہ زمین
پر گزشتی ہوئی تھیں... اور ان کرسیوں سے ان کے جسم پہنچے ہوئے
تھے۔

”ہم ایک بار پھر بُخْروں کے قیدی بنائے جا رہے ہیں الباجان...“
کچھ کر سکتے ہیں تو کو گزریں۔“ - فاروق نے گھبرا کر کہا۔
”بس! گھبرا لکھ۔“ آصف نے ملکہ بنایا۔

”ہا! گھبرا گیا... لیکن اپنے لیے نہیں، اس لئے بھی نہیں کہ
ہم بُخْروں کے قیدی بن کر رہ جائیں گے... بلکہ اس لیے کہ اگر ہم بھی
کچھ نہ کر سکے... تو ان حالات کا مقابلہ کون کرے گا۔“

”اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں... جب وہ

خواہل کرنے پر آتے ہیں تو ابادیوں سے کام لے لیتے ہیں... نکریوں سے کام لے لیتے ہیں... محروم سے کام لے لیتے ہیں... اللہ تعالیٰ کی قدرت اس قدر ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔" اسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ تھیک ہے... لیکن اس لئے ہمیں بھی تو دنیا بیٹی بھیجا ہے... ہمیں بھی تو کہا ہے کہ تم اپنے دین کے لئے ہر ممکن کوش کر دی... لہذا اگر ہم ان پیغمبروں میں بند ہو کر رہ گئے تو اپنے دین کی خدمت کس طرح کر سکیں گے۔"

"ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق اب تک جو سچھ کیا... وہ دنیا عن کے لئے کیا ہے... اور آئندہ بھی ہم وہ سب سچھ کریں گے جو ہم کو دعویٰ کی آواز ابھری۔" "آپ کو پیغمبروں کی قید مبارک ہو۔ آپ لوگ بست ہی آسانی سے ہمارے قابو میں آگئے۔ ورنہ ہم نے تو آپ لوگوں کو یہاں تک لانے کے لئے ان گنت اتفاقات کر رکھے۔ آپ سچھ بھی کر لیتے، کسی طرف بھی لکھ جاتے۔ ہم سے فتح نہیں سکتے تھے۔ آنا آپ کو ہمیں پڑتا۔"

"آپ بالکل تھیک کہ رہے ہیں ڈوکنی صاحب۔ ہم یہ اندازہ پہنچ لگا چکے ہیں۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔ "کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔ "مطلب یہ کہ ہم سب پہلے ہی جان چکے تھے کہ ہم سچھ بھی کر

راز نے انہیں چونکا دیا۔ سب ان کی طرف دیکھنے لگے۔ پروفیسر داؤد کے چہرے پر اس وقت عجیب ساجوش تھا۔

"ہمیں افسوس ہے پروفیسر صاحب... ہمارے ساتھ آپ کو بھی خیرے کا قیدی بننا پڑ رہا ہے۔ آپ اس عمر میں مصیبتیں کس طرح تھیں ہیں۔"

"تم میری فکر نہ کو جشید۔ میں کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔"

"یا اللہ ہماری مدد فرم۔" ایسے میں شوکی نے اوپر دیکھا۔ پیغمبر اب ان کے سروں سے کچھ اوپر رہ گئے تھے۔ ایسے میں دعویٰ کی آواز ابھری۔

"آپ کو پیغمبروں کی قید مبارک ہو۔ آپ لوگ بست ہی آسانی سے ہمارے قابو میں آگئے۔ ورنہ ہم نے تو آپ لوگوں کو یہاں تک لانے کے لئے ان گنت اتفاقات کر رکھے۔ آپ سچھ بھی کر لیتے، کسی طرف بھی لکھ جاتے۔ ہم سے فتح نہیں سکتے تھے۔ آنا آپ کو ہمیں پڑتا۔"

"آپ بالکل تھیک کہ رہے ہیں ڈوکنی صاحب۔ ہم یہ اندازہ پہنچ لگا چکے ہیں۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔ "مطلب یہ کہ ہم سب پہلے ہی جان چکے تھے کہ ہم سچھ بھی کر

لیں۔ آپ لوگوں کی قید میں ہمیں جانا ہی پڑے گا۔ لذا ہم نے ہر قسم کی کوشش ختم کر دی۔ اور خاموشی سے قید میں چلے آئے۔

”کو نکال لیا جائے۔“ ڈوگنی نے پوچھا۔

”آپ کو جس چیز میں فائدہ نظر آتا ہو۔ وہ کر لیں۔“ اسپکٹر

”اوہ اچھا۔ کیا اندازہ لگائے تھے تم نے۔“

”میں بتاتا ہوں۔ ہوٹل شارن میں جو کچھ ہوا، ایک ذرا مغلبہ ہیشید ہو لے۔“

ڈیڈ کو پسلے ہی بدایات دے دی گئیں۔ لذا اس نے ہر کام بدایات کے مطابق کیا۔ اور ہم ہر چیز بحث کرنے سے پہلے اس کے باوجود ہم نے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے کہ ہماری بھی آخر ایک عادت ہے۔

”جب ان پنجروں میں تھرنا ہے۔ تو پسند اور ناپسند کا کیا ہے۔“ یہاں تک کہہ کر اسپکٹر جمیڈ خاموش ہو گئے۔

”کیا عادت ہے۔ ذرا میں بھی تو سنو۔“

”مشتعل ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ انہیں بھی تم لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ہاں جب ہم چاہیں سے پوچھ لیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

”ہو گی۔ لیکن پھر آپ لوگ کیوں جال میں آگئے۔ بچنے کی لہیں ان پنجروں سے کسی بڑے بھرے میں منتقل کر دیا جائے گا۔“

”جواب میں چلتا ہوں۔“

یہ کہہ کر ڈوگنی چلا گیا۔

”ویکھو بھی۔ صبر اور شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔“ اسپکٹر

ہم نے سوچا۔ اب ان کے جال میں پھنس کر دیکھ لیتے ہیں۔

”تو پھر ہو۔ اب دیکھو پھنس کر۔ بھرے اب تمہارے سروں پر ہیشید ہو لے۔“

آگئے ہیں۔

”آپ فکرنا کریں اگل۔“ شوکی نے کہا۔

”زیادہ پریشانی مجھے پروفیسر صاحب کی طرف سے ہے۔“

”میرے لیے فکرنا کو جمیڈ۔ ورنہ میں نازاض ہو جاؤں گا تم

وہ پسلے ہی دیکھے چکے تھے۔ یہاں تک کہ بھرے ان کے کندھوں تک آگئے۔

”ان چبھوں میں اور تک کی بات... بات تو تم بے تکی کر رہے
تھے۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

”لڑنے کی فرصت ہے تمہیں خوب لرو۔“ - مکھن ہنسا۔
”ہا ہا ہا۔“ - اشفاق نے بلند آواز میں تمہیں لگایا۔

”کیا ہوا بھی... داغ قابو میں رکھوں کیسیں الٹ تو نہیں گیا۔“ -
سے کوئی آنہیں سکتا۔ اور یوں بھی یہ جگہ غیر آباد ہے۔ ہاتھوں سے

”ہاں ہاں... چلے تھے... دنیا نے اسلام کو پہنچا لے... اور خود
ہم ان چبھوں کو توڑ نہیں سکتے۔ لہذا کریں جسی تو کیا۔“ -
”دراصل ہم کسی عام آدمی کی طرح تو ہیں نہیں... ہم خاص
لوگ ہیں۔ لہذا قید بھی خاص انداز کی ہے۔“ - اشفاق نے بلند آواز میں کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ داغ تو نہیں چل گیا۔“ - انپکٹر جنیش
کر دینی چاہیے۔“ - منور علی خان نے کہا۔

”پہلے تو ذرا یہ دیکھ لیں... یہ بخبرے کس حد تک مضبوط ہیں کاہی کری پس... آخر ہم سوئں گے کس طرح... اور اگر ان کا
ہیں۔“ -

انہوں نے باری باری چبھوں کو توڑنے کی کوشش شروع کر دی۔ لہرام لمبا ہوا تو اف... مجھے یوں محسوس ہوتا ہے... جیسے یہ لوگ
دی... لیکن... وہ نہ انہیں توڑ سکتے نہ موز سکے۔

”یہ بہت مضبوط ہیں... دروازہ یا تالا ان میں ہے نہیں... ہمیں... نہیں... نہیں... تو یہی صاحبیں اے بھائی... جلدی آؤ... میں
میں سے اوپر کوئی چھست پر جا کر ان کو اوپر اٹھا سکتا ہے... اور ہم میں کام کام... میں تو باذ آیا اس چکر سے... جیتے جی کون جان دے۔“ -
سے کوئی اوپر اسی صورت میں جا سکتا ہے... جب بخبرے سے باہر کلرا جائے۔

”ہائیں ہائیں... اشفاق... کیا باقی سب لوگ مرتے جی جان
جائے۔“ - فاروق نے جلدی جلدی کہا۔
”حد ہو گئی... کوئی تو تک کی بات کر لیا کرو۔“ -

سے... اور ناراض بھی ایسا ویسا نہیں... بہت لمبا چوڑا۔“ -

”جی بہت بہتری... ہم کوشش کریں گے کہ آپ کے لیے فخر رہے۔“ -
نہ ہو سکیں۔“ -

”عمارت کے دروازے انداز سے بند کرنیے گئے ہیں... باہر
کیا ہوا بھی... داغ قابو میں رکھوں کیسیں الٹ تو نہیں گیا۔“ -

”ہاں ہاں... چلے تھے... دنیا نے اسلام کو پہنچا لے... اور خود
ہم ان چبھوں کو توڑ نہیں سکتے۔ لہذا کریں جسی تو کیا۔“ -

”دراصل ہم کسی عام آدمی کی طرح تو ہیں نہیں... ہم خاص
لوگ ہیں۔ لہذا قید بھی خاص انداز کی ہے۔“ -

”بیرا خیال ہے،“ - میں اس قید سے رہا ہونے کی کوشش شروع کر دیجیے۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ داغ تو نہیں چل گیا۔“ - انپکٹر جنیش

کر دینی چاہیے۔“ - منور علی خان نے کہا۔

”ہسپ... پتا نہیں میں کیا جنوں... میں تو بس اتنا جانتا اور بس صرف وو... یا تم میں سے کوئی اور بھی۔“
کہ اس پھر سے میں مزید ٹھرا تو پاگل ہو جائیں گا۔

”حد ہو گئی۔ ارے بھائی عیسائی ہونے سے تو پاگل ہونا ہی،“ ایک تو ہم کسی عیسائی کو قید میں نہیں رکھ سکتے۔ قید صرف ہے... لذات پاگل ہی ہو جاؤ۔“ آصف کی آواز ابھری۔

”حق نہ پھاڑو... کوئی چیز تصحیح سلامت رکھ لو۔“ فاروق: ”بہت بہت شکریہ۔“ اشراق نے خوش ہو کر کہا۔ مشورہ دیا۔

اندر آنے والا باہر کی طرف چلا۔

”جی یہ ہے کہ... اشراق کے ساتھ میرا بھی پاگل ہونے کو مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی۔“ محمود نے ان دونوں کو چاہ رہا ہے۔ آفتاب نے بڑی راستے انداز میں کہا۔

”ارے تو ہو جائیں روکا کس نے ہے۔“

آفتاب بھی زور زور سے قیچے لگانے لگا۔ آخر کر کرے کا درد، ”کیا نہیں تھی؟“

کھلا۔

”کیا ہو گیا ہے بھی... اس قدر پاگل ہو جائے کی تو ہمیں اداہ اچھا امید... وہ تو خیر مجھے بھی تم سے نہیں تھی ایسی۔“
فیصلہ امید نہیں تھی۔ اندر آنے والے نے ہنس کر کہا۔ لیکن رواوے نے کہا۔ ”ذو نگی نہیں تھا۔

”آپ کو بھی آپ ون بعد ہی تارے نظر آنے لگ جائیں
فکر نہ کریں۔ جب پھرے کے اندر بھوک ستائے گی، پھر

”سرڈوں کی کام ہے؟“

”وہ ضروری کام سے گئے ہیں... تم کو... کیا کہتا چاہتے ہو؟“ لیکن آپ کیسے عیماں نت قبول نہیں کرتے۔

”میں عیماں نت قبول کرنے کے لئے تیار ہوں... مجھے اس ”محبیں بھوکسے ارے باپ رے... ظالم... کیا چیز یاد دلا
چھرے سے نکالیں۔“

”اور مجھے بھی۔“ آفتاب نے کہا۔

”اوہ معاف کئے گا... غلطی ہو گئی... لیکن... آپ بھی عیسائی

ہو جائیں... اس زندگی میں رکھا کیا ہے... لذ ایسائی ہو جائیں۔ اور ایک بخوبی سی سکرین بھی تھی۔
عیش کریں۔“

”خاموش! دماغ چل گیا ہے تمہارے مجھ سے کہہ رہے ہوں کما۔“
”یہ کٹ تو نہیں لے گا۔“ اس نے ڈرے ڈرے انداز

میں عیسایی ہو جاؤ۔ جاؤ جاؤ۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔“

”ان پنجوں میں چلتے پھرتے کس مطلب نظر آئیں۔“ اس
منہ بنا کر کما۔

اسی وقت وہی آدمی پھر کمرے میں داخل ہوا۔
”ہاں! کیا چاہتے ہیں؟“

”میں اور یہ عیسایی ہونا چاہتے ہیں۔“
”جس کہہ رہے ہو؟“

”ہاں! بالکل جس“

”اس میں جھوٹی بات تو کوئی نہیں ہے نا۔“

”نہیں۔ بالکل نہیں۔ جھوٹ ہم دیے بھی بہت مشکل
بولتے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے۔ بول لیتے ہو۔“

”ہاں! چند ایک موقعوں پر اجازت دی گئی ہے۔ لیکن یہ وہ
ان باتوں کا نہیں۔ پہلے آپ ہمیں ان پنجوں سے کہاں۔“

”اچھی بات ہے۔ ایک منٹ تھریں۔“

یہ کہہ کر اس نے سیاہ رنگ کا ایک آله پھرے پر لگا دیا۔

”ارے نہیں۔“ وہ ہما۔

”شوکی نے انگلی رکھ دی۔ اس نے اس کا ہٹن دیا دیا اور بولا۔

”تو آپ عیسایی ہونا چاہتے ہو۔“

”ہاں! بالکل۔“

”چے والے یا جھوٹ موٹ۔ اس پھرے سے نکلنے کے

”بالکل چے والے۔“

”اور آپ باہر نکل کر ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔“

”میں ہوں کرنے لگا ان کی مدد۔“

”شکریہ۔ لب میں ان سے بھی بات کروں۔“

یہ کہہ کر اس نے آٹا ب والے پھرے پر بھی آله لگا دیا اور اسی

کے سوالات اس سے بھی کیے۔ اس نے بھی ایسے ہی جوابات

اس نے آله اتار لیا اور پھر بولا۔

”مجھے افسوس ہے۔ میں آپ دونوں کو باہر نہیں نکال سکتا۔“

”کیوں نہیں نکال سکتے۔ آپ کے پاس چابی نہیں ہے کیا؟“

”چالی... ان بھجوں کو چالی کب لگتی ہے“۔

”میرا مطلب ہے... اپر جانے کی چالی“۔

”میں اپر جا سکتا ہوں اور ان بھجوں کو اپر اٹھا سکتا ہوں۔ لیکن ایسا نہیں کروں گا۔“

”آخر کیوں... وجہ بھی تو ہتا میں“۔

”وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ آدھ جھوٹ اور سچ میں فوراً تیز کر لیتا رکتا ہے۔ آئے نے بتایا ہے کہ آپ دونوں بالکل جھوٹ بھول رہے ہیں۔“

”ارے باب رے“۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

”تو تم واقعی جھوٹ موت کا عیسائی بننے کا سوچ رہے تھے“۔

”ہاں! اس لیے کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میں نے سوچا ان حالات میں آدمی جھوٹ بول سکتا ہے۔“

”اوہ!!“ ان کے منہ بن گئے۔

”کیوں؟ آپ لوگوں نے برسے برسے منہ کیوں بنائے؟ اگر یہ اس آئے سے چیک نہ کر لیتے اور ہمیں باہر نکال دیتے تو اس میں برداشت محمود بولا۔ کیا تھا؟“۔

”ہم نے برسے منہ اس لئے نہیں بنائے کہ تم متنے کوئی غلط بات بوجھے کی کوشش کریں۔“

سوچی تھی... ان حالات میں ایسا کیا جا سکتا تھا... برسے منہ تو اس لئے کافی... کب کا جا چکا تھا... کئی گھنٹے گزر گئے... کوئی ترکیب سمجھے میں نہ بنائے ہیں کہ ترکیب ناکام ہو گئی۔“

”ان ترکیبوں میں بس یہی تو بڑی بات ہے... جب دیکھو ناکام

جائی ہیں۔“ - فاروق نے برا سامنہ بنایا۔

”تو کوئی ایسی ترکیب سوچو نا۔ جو ناکام نہ ہو۔“ - خان رحمان نے

کہ بنایا۔

”ایسی ترکیب تو فرزانہ، فرحت اور رفت کے علاوہ کون سوچ

گا؟“

”تو ہم انہیں دعوت دے دیتے ہیں۔“

”ہم نے دعوت منظور کر لیا۔ آپ لوگ اب بے ٹکر ہو جائیں

اور آرام کریں۔“ - فرزانہ نے فوراً کہا۔

”ان بھجوں میں اور آرام... داغ تو نہیں چل گیا۔“ آفتاب

تھا۔

”کریبوں پر بیٹھ کر کسی حد تک نہیں تو آئے گی یہ... میں اسی کو

آرام کہہ رہی ہوں۔“

”کیوں؟ آپ لوگوں نے برسے برسے منہ کیوں بنائے؟ اگر یہ

اس آئے سے چیک نہ کر لیتے اور ہمیں باہر نکال دیتے تو اس میں برداشت محمود بولا۔

”اچھا خیر... تو پھر ہمارے ساتھ مل کر آپ لوگ بھی ترکیب

کیا تھا۔“

”ہم نے برسے منہ اس لئے نہیں بنائے کہ تم متنے کوئی غلط بات بوجھے کی کوشش کریں۔“

سوچی تھی... ان حالات میں ایسا کیا جا سکتا تھا... برسے منہ تو اس لئے کافی... کب کا جا چکا تھا... کئی گھنٹے گزر گئے... کوئی ترکیب سمجھے میں نہ

آئی... نگ آکر فرزانہ نے کہا۔

”شاید آج ترکیوں نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔“

”من... نہیں... اس چھوٹی سی جگہ میں کوئی ترکیب سوجھ بھی کس طرح سکتی ہے... یہ لوگ آخر کمپ تک ہمیں یہاں قید کر سکتے ہیں... آخر کو منتقل کرنا ہو گا۔ اس وقف ہم کوئی ترکیب لا سکیں گے۔“

انہیں ایک دن اور ایک رات ان پیغمبروں میں بھوکے پیاس سے رہنا پڑا۔ دوسرے دن کہیں جا کر میحرڈوں کی شکل نظر آئی۔

”آپ لوگ بور تو نہیں ہوئے۔“

”جی نہیں... بوریت بے چاری کا ان پیغمبروں میں کیا کام۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”تب تو ٹھیک ہے... ابھی دو دن اور رہ لیں... آپ کو اس دوران کھانا تو ملتا رہا ہو گا۔“

”کھانا... ہاں! ہم ہوا کھاتے رہے ہیں... اور ہوا ہی پینے رہے یا ہیں؟۔“

”اب یہ بے چارے کیا کریں گے... کچھ کھا پی کر... جہاں اتنا ژالو... ادھر آؤ۔“

وہ دوڑتا ہوا آیا جس نے آک لگا کر ان کا جھوٹ پکڑا تھا۔ آتے ہی اس نے گھبرا کر کہا۔

”لیں سر۔“

”لیں سر کے پیچے... دو دن ہو گئے، ان پیغمبروں میں بیٹھے تھے۔ تم نے نہ انہیں کھانے کو دیا، نہ پینے کو۔“

”آپ نے مجھے کب کہا تھا کہ انہیں کھانے پینے کو بھی دینا

ہے۔ اب اگر میں آپ کی اجازت کے بغیر دتا تو آپ اس صورت میں

کی وجہ پر بگزتے۔“ اس نے بھنا کر کہا۔

”اوہ ہاں میں دراصل بھول گیا تھا... میرا خیال ہے... اب

میں ایک دن اور ایک رات اور رکھنا پڑے گا۔“ تاکہ ہم اس داغ کو

پوچھیں۔“

”میں کہک... کون سا داغ سر۔“ ژالو نے گھبرا کر اس کے کپڑوں کو

لٹکا دیا۔

”الا! میرے کپڑوں کو نہیں اپنے کپڑوں کو دیکھو... ان کو بھوکا

ساتھ نے رکھا ہے۔“

”تو اب وضاحت کر دیں... انہیں کھانا اور پانی دینا ہے یا

میں؟۔“

”اب یہ بے چارے کیا کریں گے... کچھ کھا پی کر... جہاں اتنا

لٹگ گزارا ہے... کچھ اور گزار لیں گے... کیوں دوستو! تم لوگ کھائے

جسے بغیر ابھی اور کتنا وقت گزار سکتے ہو۔“

یہ کہہ کر اس نے ان کی طرف دیکھا۔

ل گیسے کھاتا تو ملے گا اور پینے کو بھی۔ لیکن کل سے پہلے نہیں۔“

”گویا تم نے جان بوجہ کر ڑالو کو بدایات نہیں دی تھیں۔“

”ہاں! اس بے چارے نے تو میری بدایات پر عمل کیا ہے۔“

”تم لوگ کس قدر سُنگِ دل ہو۔“

”مجبوری ہے۔۔۔ اگر ہم نہیں دکھاتے ہیں تو تم لوگ قابو میں آتے۔۔۔ ڈوکی ہنسا۔

”ہاں! بالکل صحیک ہے۔۔۔ یہ ہمارا ہی تو قصور ہے۔“ خان رحمان
ٹھہرے لجھے میں کہا۔

ڈوکی مسکراتا ہوا چلا گیا۔۔۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف

”مجھے باقی لوگوں کا تو نہیں۔۔۔ صرف پروفیسر صاحب کا فکر
بھیجے یا تو نہیں۔۔۔“

”اویشن کسہ چکا ہوں۔۔۔ تم میرے بارے میں ٹھہر مند تھے ہو۔۔۔“

”اور پیاس سے تم سب کی حالت غیر ہو سکتی ہے۔۔۔ میری
کام۔۔۔“

”لیکن یہ کسے ہو سکتا ہے پروفیسر انقل۔۔۔ آپ کا اور بھوک کا تو
کام و امن کا ساتھ ہے۔۔۔ اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

”ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔۔۔“

”ویسے بات ہے حرمت کی۔۔۔ آپ کے چہرے پر بھوک کی

”ویکھئے مشرذگی۔۔۔ اور سوری ڈائیگی۔۔۔ ہمارا تو کچھ نہیں۔۔۔
ہمارے ساتھ بھوک کے ایک مریض یہاں موجود ہیں۔۔۔ آپ مہماں فراز
کر انہیں ضرور کچھ کھانے کے لیے اور پینے کے لیے دے دیں۔۔۔ ہمیں
بے شک ابھی دونوں اور کچھ کھانے پہنچے کونہ دیں۔۔۔“

”آپ کا اشارہ پروفیسر داؤو کی طرف ہے شاید۔۔۔ ڈوکی مسکرا کایا۔۔۔
”نہیں۔۔۔ جمشید۔۔۔ تم میرے لیے ان سے رحم کی بھیک نہ
مانگو۔۔۔ میں بالکل صحیک ہو۔۔۔“ پروفیسر داؤو یوں۔۔۔

”یہ رحم کی بھیک نہیں ہے۔۔۔ یہ لوگ انسانیت کی تعین کرنے
ہیں۔۔۔ ہر قیدی کو کھانے کے لیے دینا عالمی قانون ہے۔۔۔ کسی قیدی کو
بھوک کا پاسا نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔“

”اب عالمی قانون بدل چکے ہیں۔۔۔ مسح آچکے ہیں۔۔۔“

”یہ کیسے مسح ہیں۔۔۔ جنہوں نے لوگوں کو قید کر کے بھوکار کئے
کا حکم دیا ہے۔۔۔ میں ایسے مسح کو نہیں مانتا۔“ خان رحمان چلا گئے۔

”جتنا جی چاہے چینخ۔۔۔ چلا۔۔۔ یہاں کون آئے گا تمہاری مدد
کی۔۔۔ بھر حال تم میں دم خم ہے، لہذا ایک رات اور ایک دن اور
کسی۔۔۔ اب کل مسح ملاقات ہو گی۔۔۔“ ڈوکی نے جانے کے لیے مڑتے
ہوئے کہا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو۔۔۔“ اسپکٹر کامران مراز نے ہاں کل گائی۔

”جب تم میں ہٹنے جلنے کی سکت نہیں رہ جائے گی۔۔۔ اس وقت

تکلیف کے آثار بالکل نظر نہیں آرہے۔

”ہے نا۔۔۔ یہ تو میں کہتا ہوں۔۔۔ ویسے میں تم لوگوں کو بھی اس کے چہرے پر بھوک کی تکلیف غائب ہو گئی تھی۔ قابل بنانے سکتا ہوں۔۔۔“ وہ بولے۔

”جی۔۔۔ کیا مطلب؟“

”ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔ میری طرح تم بھی بھوک پیاس محسوس نہ کرو۔۔۔“

”اگر ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔ تو آپ نے اب تک اس سلسلے میں قدم کیوں نہیں اٹھایا۔“

”اس کی بھی وجہ ہے۔۔۔ میں جانتا چاہتا تھا۔۔۔ ان لوگوں کا پروگرام ہمیں کب تک یہاں رکھنے کا ہے۔۔۔ اب جب کہ معلوم ہو چکا ہے۔۔۔ میں تم لوگوں کی بھوک کا انتظام کر سکتا ہوں۔“

”اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔“

”اچھا تو پھر پنجھرے سے ہاتھ نکالو۔۔۔ مجھے سے ہاتھ ملاو۔۔۔ تمہاری بھوک پیاس غائب ہو جائے گی۔۔۔ انہوں نے پراسرار انداز میں کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ صرف ہاتھ ملانے سے۔۔۔ انپکٹر جمیش کے لئے میں حیرت تھی۔

”ہاں جمیش۔۔۔ تم تجربہ تو کرلو۔“

اور پھر انہوں نے پروفیسر صاحب سے ہاتھ ملایا۔۔۔ دوسرے ہی ”اور اس طرح باری باری سب کی بھوک غائب ہوتی چلی گئی۔۔۔“

”ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔۔۔ پھر باقی لوگوں نے دیکھا۔۔۔ ان قابل بنانے سکتا ہوں۔۔۔“ وہ بولے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے جمیش جیسے تمہاری بھوک پر لگا کر اڑ گئی۔

”ہاں! اور یہ کمال ہے پروفیسر کام۔۔۔ بلکہ ان سے ہاتھ ملانے کا۔۔۔“

”وہ ہم سے دور ہیں۔۔۔ ہم ان سے ہاتھ کس طرح ملا سکتے ہیں۔۔۔“ خان رحمان نے منہ بنایا۔

”تم مجھے ہاتھ ملا لو۔۔۔“ وہ مسکرائے۔

”اس سے کیا ہو گا؟“

”وہی ہو گا۔۔۔ جو میرے ساتھ ہوا ہے۔۔۔“

”تو پھر آؤ۔۔۔ ملاو ہاتھ۔۔۔“ خان رحمان نے ہاتھ بڑھایا۔

جلد ہی ان سب نے خان رحمان کے چہرے سے بھوک کے تکار غائب ہوتے دیکھے۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔“

”جادو۔۔۔ انپکٹر جمیش مسکرائے۔

”اب تم میرے ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔۔۔“ خان رحمان نے منور علی خان سے کہا۔۔۔ کیونکہ ان کے

ہاتھ دہ تھے۔۔۔ انہوں نے بھی حیران ہو کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

اور پھر انہوں نے پروفیسر صاحب سے ہاتھ ملایا۔۔۔ دوسرے ہی ”اوہ اس طرح باری باری سب کی بھوک غائب ہوتی چلی گئی۔۔۔“

ایسے میں انہوں نے ٹالوکی حیرت زدہ آواز سنی۔
”یہ کیا ہو رہا ہے۔“



پنجم

وہ چونک کراس کی طرف مڑے۔

”کیا مطلب مشرڈوالو... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔“

”ہم نے بس ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے ہیں.... اور اس

جیسی بات ثابت ہو گئی ہے کہ اتفاق میں برکت ہے۔“

”لیکن اس طرح تمہاری بھوک کس طرح غائب ہو سکتی ہے۔“

”آپ بھی ہم سے ہاتھ ملا کر دیکھ لیں۔“

”لیکن میں نے تو ابھی ابھی کھانا کھایا ہے.... مجھے تو بھوک

کروں ہی نہیں ہو رہی۔“

”اس صورت میں ہو سکتا ہے.... آپ کی بھوک مر جائے۔“

”نہ.... نہیں.... میں ہاتھ نہیں ملاوں گا.... البتہ یہ بات میں

مشرڈوکلی کو ضرور بتاؤں گا۔“

”ضرور بتائیں.... ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

اور پھر دوسرے دن جب ڈوکلی آیا تو ان سے چڑوں پر بھوک اور

پیاس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

”ٹالو کے پچے... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“

”جو آپ دیکھ رہے ہیں.... بالکل وہی میں دیکھ رہا ہوں۔“

”تو تم نے انہیں کھانے پینے کو دے دیا۔“ وہ دھماڑا۔

”نہیں سو... آپ ان سے پوچھ لیں۔“

”یہ کیوں بچ بولتے گے۔“

”تو پھر؟“ ٹالو بولا۔

”تمہیں اس غداری کی سزا ملے گی.... پتا ہے.... مشتری ابطال کا حکم کیا ہے.... یہ کہ ان لوگوں کو ہر حالت میں آج سچ کی خدمت میں پیش کرنا ہے.... لیکن بھوک اور پیاس کی حالت میں.... جب کہ یہ بھوکے اور پیاسے تو بالکل نظر نہیں آ رہے۔“

”آپ یقین کریں سو... میں نے انہیں کچھ نہیں دیا۔“

”کیوں انسپکٹر جمیڈ۔“

”بات تو یہی ہے.... آگے آپ جو سمجھیں۔“

”نہیں.... میں یقین نہیں کر سکتا.... ان لوگوں نے ضرور کوئی لائچ دے کر یا چکر چلا کر کھانا حاصل کیا ہے.... اور ٹالو کو اس کی سزا ضرور ملے گی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی مشڑاٹکی کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

”یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں.... مشڑاٹکی.... آپ کو یہوں

”جس کی قسم.... پہلے تقدیق کر لیں.... اگر میرا جرم ثابت ہو جائے تو پھر ہوور آپ ایسا کریں۔“

”مجھے تقدیق کرنے کی ضرورت نہیں.... تمہارا جرم ان کے ہول سے جھانک رہا ہے۔“

”ان الفاظ کے ساتھ ہی ڈونگی نے فائز کر دیا۔ ٹالو کا منہ پہلے دے خوف کے کھلا پھر خوف کی جگہ تکلیف نے لے لی۔ وہ جیخ مار کر ہم سے گرا اور تڑپنے لگا۔ ایسے میں اس نے مشکل سے کہا۔

”یہ.... یہ.... یہ آپ نے کیا کیا سو... میں نے انہیں کھانا نہیں حکم کیا ہے.... یہ کہ ان لوگوں کو ہر حالت میں آج سچ کی خدمت میں پیش کرنا ہے.... یہ ایک مرتبے ہوئے آدمی کے الفاظ سن.... یاد رکھیے گا۔ ہاں۔“

اور اس کی گردن ڈھلک گئی.... ڈونگی ان کی طرف مڑا۔ ”مرتا ہوا آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کا مطلب ہے.... اس نے تم لوگوں کو کھانا نہیں دیا تھا۔“

”ہاں! نہیں دیا تھا.... اور نہ ہم نے یہ بات کہی کہ اس نے میں کھانا دیا تھا۔“

”لیکن تم نے مجھے رکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔“

”آپ نے تو اس کی بات نہیں سنی.... اپنے ساتھی کی کی.... ہماری آپ کیا سنتے۔“ انسپکٹر کامران مرتا نے برا سامنہ بنایا۔

”غیریوں... اب مجھے تم لوگوں کو یہوں سچ کے دربار میں لے جانا

ہے۔ اب میں اور دری نہیں کر سکتا۔ ورنہ میری جواب طلبی ہو جائے گی۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر باہر نکل گیا۔

جلد ہی وہاں زبردست مل چل سنائی دینے لگئے۔ معلوم ہوا کہ بے شمار فوجی وہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمیں کے قریب کلاشن کوفن والے کمرے میں آ کر کھڑے ہو گئے۔

”صرف ایک پنجہ پسلے کھولا جائے گا اور وہ پنجو ہے پروفیسر داؤڈ کا۔“ ڈونکی نے شوخ آواز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ ان کے منہ سے ایک ساتھ لٹکا۔

”بس دیکھتے جاؤ۔ تم دنیا کے چالاک ترین آدمی ہو۔ لیکن... مشر ابطال تمہاری تمام تر چالاکیوں کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔“

پروفیسر داؤڈ والا پنجہ اپر لٹھنے لگا۔ چار فوجی ان کی طرف بڑھنے لگے۔ جو نی پنجہ ان کے سر سے اپر ہوا۔ انہیں جکڑ لیا گیا۔ اور کلاشن کوف کی نالی ان کے سر سے لگادی گئی۔

”اگر زرا بھی حرکت کی تو انجام صرف موت ہو گا۔“

”میں کیا حرکت کروں گا۔ حرکت کرنے والے تو یہ لوگ ہیں۔“ انہوں نے منہ بنا کر ان کی طرف اشارہ کیا۔

”ان سے ہم خود بہت لیں گے۔“ ڈونکی نے کہا۔ پھر اپنے آدمیوں سے بولا۔

”انہیں باہر لے جاؤ۔ اور ان کی جگہ پر پہنچا دو۔“

”جی بہتر۔“ وہ چاروں آدمی بولے۔ اور پھر انہیں باہر لے

”لب پروفیسر داؤڈ ہمارے قبضے میں ہیں۔ چاروں طرف سے کلاشن کوفن کی زد میں۔ لہذا اگر تم لوگوں نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو انہیں اسی وقت گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔“

”اس صورت میں تم ہمیں سچ کے دربار میں کس طرح پیش کر گوئے۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے ہٹریہ انداز میں کہا۔

”ہم ان سے کہ دیں گے۔ آپ کے باغی مارے گئے۔“

”اچھی بات ہے۔ ہمیں مزید سمجھانے کی کوشش نہ کریں۔“ اور پھر چار کلاشن کوفن والے اور کمرے میں آگئے۔

”اب کے نکالیں سر؟“ ان میں سے ایک نے کہا۔ لیکن یہ وہ نہیں تھے۔ جو پروفیسر داؤڈ کو لے کر گئے تھے۔

”اے۔“ انہوں نے اشفاق کی طرف اشارہ کیا۔

اس طرح اشفاق کو نکالا گیا۔ پھر اخلاق، پھر نکصن، شوکی اور لعنت کو۔ اس کے بعد ڈونکی نے ان سے کہا۔

”ہمارے قبضے میں تمہارے وہ سب ساتھی آگئے ہیں۔ جو لڑائی کے ماہر ہرگز نہیں ہیں۔ لہذا اگر تم نے زرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو ان لوگوں کو کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔“

”ہم سمجھ گئے... ابظال کی عقل کا بھی اندازہ ہو گیا... وہ ہماری ائمیں کروں گا۔“

امیدوں سے کہیں بڑھ کر ذہین ہے... وہ ہمیں چاروں طرف سے بالکل بے بس کر رہا چاہتا ہے... بلکہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے... ان کر دیں گے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔ پھر انہیں بھی باہر نکلا گیا... ان کے اندازے کی تصدیق باہر دیکھا جائے گا۔“

”اب اسے نکالو۔“ ڈوکنی نے فرحت کی طرف اشارہ کیا... اسی طرح ایک ایک کر کے انہیں بخوبی سے نکلا جاتا رہا۔ اور باہر لے آئی... باہر ہر طرف فوج ہی فوج تھی... ہر بخوبی ایک محلی گاڑی پر رکھا جایا جاتا رہا۔ سب سے آخر میں اسپکٹر جشید کو نکلا گیا۔

”مسٹر اسپکٹر جشید... اب صرف آپ رہ گئے... باقی سب لوگ، باہر ہمارے پوری طرح قابو ہیں... آپ جانتے ہیں... وہ کس قدر دل حالت میں ہیں۔“

”میں اندازہ ضرور لگا سکتا ہوں۔“

”بلکہ... اپنا اندازہ ہی بتا دیں۔“

”اندازہ یہ ہے کہ باہر بھی ان لوگوں کو لوہے کے بخوبی میں بند کر کر کھانے کیا گیا ہے۔“

”کیا بات ہے جشید... تم پریشان ہو گئے۔“

”ان حالات میں کیا مجھے پریشان ہونے کا حق بھی نہیں۔“ وہ تھی۔

”مسٹر ڈاکٹر... میں چاہوں تو آپ کو اس قدر حیران کر دے لے۔“

آپ تمام زندگی اتنے حیران نہ ہوئے ہوں گے... لیکن میں فی الحال ایسا ”اچھا تم نے یہ نہیں بتایا۔“ تم لوگ بھوک سے کس طرح

محفوظ رہے۔

"یہ کمال ہے پروفیسر داؤڈ کا۔" وہ بولے۔

"کیا مطلب؟"

"ان کے پاس کچھ گولیاں تھیں۔ ایک گولی اگر کوئی پھوس لے تو چویں گھنٹے تک اسے بھوک اور پاس گھوس نہیں ہوتی۔ انہوں نے ایک ایک گولی ہم سب کو دے دی تھی۔"

"اوہا!" ذوقی کے مذہ سے نکلا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"افسوس! میں نے تلاشی کے دوران ان گولیوں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا تھا۔"

"اب پروگرام کیا ہے؟"

"اس قدر رنگلین کہ سوچ بھی نہیں سکتے آپ۔" وہ نہ سا۔

اور پھر انہیں بھی پھرے میں بند کر دیا گیا۔ اب گازیاں دہاں سے روانہ ہوئیں۔ فوجی ہر پھرے کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس بارہہ محمود کے چاقو سے بھی کوئی کام نہیں لے سکے تھے، اس لیے کہ چاقو پہلے ہی تلاشی کے دوران نکال لیا گیا تھا۔

ایک گھنٹے تک گازیاں چلتی رہیں۔ پھر انہیں ایک بست بڑے کھلے میدان کے آثار دکھائی دینے لگے۔ دہاں اس قدر لوگ جمع تھے تھیں۔ ساتھ ہی اپنے ہاتھ پھیلایا ہیے تھے۔ پرندوں کی طرح۔۔۔ انہوں نے اتنے لوگ زندگی میں کبھی ایک جگہ نہیں دیکھے ہوں۔

یہ زبردست مجمع میدان میں اس طرح کھڑا تھا کہ درمیان راستہ دیا گیا تھا۔ اس راستے سے ہوتے ہوئے گازیاں آگے بڑھتی ہی راستے طے کرنے میں انہیں پندرہ منٹ لگے۔۔۔ راستے پر ان پر آوازے کتے رہے۔۔۔ وہ شور مچا رہے تھے۔۔۔ ہاتھ ہلا رہے۔۔۔ اپنی نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔۔۔ ان کے ہاتھوں میں پتھر بھی لیکن شاید انہیں پتھر چلانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔۔۔ وہ جس میں ڈوب گئے کہ اگر پتھر مارنے کی اجازت نہیں تھی تو ان لوگوں ہاتھوں میں پتھر کیوں پکڑ رکھے تھے۔۔۔ ہر آدمی کے پاس دو دو پتھر۔۔۔ یعنی ہر ہاتھ میں ایک پتھر۔۔۔

اچانک گازیوں کا قافلہ رک گیا۔۔۔ مجمع شور مچانے سے رک میدان میں اچانک موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔۔۔ ان قدر بڑے تھے میں اس قدر خاموشی بھی انہیں حد درجے عجیب لگی۔

اچانک انہوں نے عین اوپر ہیلی کاپڑزی آوازیں شیئ۔۔۔ سب اور دیکھنے لگے۔۔۔ انہوں نے بھی اوپر زیکھا۔۔۔ آٹھ کے قریب ہیلی خیچ آتے نظر آ رہے تھے۔۔۔ اور پھر ہیلی کاپڑوں سے کچھ لوگوں پہلے ہی تلاشی کے دوران نکال لیا گیا تھا۔

بالکل پرندوں کی طرح۔
لوگوں کی آنکھیں مارے حیرت کے پہلیتی چلی گئیں۔ پھر کمپریسیٹی ہپٹالوں میں اور گرجوں میں عام طور
نے کمل۔

”میخ اور ان کے ساتھی آ رہے ہیں۔“

”میخ اور ان کے ساتھی زندہ بادوں زندہ بادوں۔“

شیخ پرٹی دی کیمرے بھی نصب تھے۔ گواہی پروگرام پوری دنیا
یہاں تک کر۔ ایک بہت اوپنچے اشیج پر آ کر رکھ گئے۔ یہ شیخ بھی کرز گئے۔ کانپ گئے۔ اس وقت انہوں نے خود کو بالکل بے بس اور
کے درمیان میں تھامی۔ میخ اس کے چاروں طرف تھامی۔ اب یہیں کامیاب مجبور محسوس کیا۔ اول تو وہ ان پنجوں سے بھی نہیں نکل سکتے تھے،
اب بھی موجود تھیں۔ اور ان پر سے پھولوں کی بارش کی جاری تھی۔ نکل بھی جاتے تو کیا تھا۔ یہ میخ ہی کب انہیں زندہ چھوڑتا۔ انہوں
یہ پھول اشیج پر آ کر گر رہے تھے۔ میخ اور ان کے ساتھیوں نے سنایہ مصنوعی میخ انگریزی میں کہہ رہا تھا۔

”آج کا دن کس قدر خوشی کا دن ہے کہ آج میخ کے
بائی پنجوں میں بند نظر آ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ پوری
دنیا میں اب چند علاقوں چھوڑ کر کوئی بھی غیریہساںی نہیں
رہا۔ سب لوگ یہیاتیت قبول کر چکے ہیں۔ یہیاتیت جو
ایک لازوال مذہب ہے۔ جس کی سچائی کا ثبوت خود میں
ہوں۔۔۔ مجھے میرے باپ خداوند عالم نے آسمان پر الہائیا
تھامی۔ اس وقت میرے مانتے والے اس غلط فہمی میں بھلا ہو
کرے تھے کہ مجھے صلیب پر چڑھا دیا گیا ہے۔۔۔ مجھے سول دے
دی گئی ہے۔۔۔ لیکن نہ تو مجھے سول دی گئی تھی اور نہ صلیب

جمع چینختے لگائیں چلانے لگائیں۔ وہ نیچے تھے گئے۔ آتے گئے ویکھ رہی تھی۔ پوری دنیا کی نظریں اس وقت میخ پر جمی تھیں۔۔۔ وہ
یہاں تک کر۔ ایک بہت اوپنچے اشیج پر آ کر رکھ گئے۔ یہ شیخ بھی کرز گئے۔ کانپ گئے۔ اس وقت انہوں نے خود کو بالکل بے بس اور
کے درمیان میں تھامی۔ میخ اس کے چاروں طرف تھامی۔ اب یہیں کامیاب مجبور محسوس کیا۔ اول تو وہ ان پنجوں سے بھی نہیں نکل سکتے تھے،
اب بھی موجود تھیں۔ اور ان پر سے پھولوں کی بارش کی جاری تھی۔ نکل بھی جاتے تو کیا تھا۔ یہ میخ ہی کب انہیں زندہ چھوڑتا۔ انہوں
یہ پھول اشیج پر آ کر گر رہے تھے۔ میخ اور ان کے ساتھیوں نے سنایہ مصنوعی میخ انگریزی میں کہہ رہا تھا۔
سروں پر برستے ہوئے ان کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔

پھولوں کی بارش بھی پندرہ منٹ تک جاری رہی۔۔۔ اس دوران
میخ تالیاں بھاتا رہا۔۔۔ میخ زندہ باد، ان کے ساتھی زندہ باد کے نزد
لگاتا رہا۔۔۔ آخر پھولوں کی بارش، تالیوں اور نعروں کا سلسلہ میخ کے
ہاتھ اور اٹھانے پر ختم ہوا۔۔۔ مجھے میں اب سناٹا طاری ہو گیا۔۔۔ پنجوں
میں بند افراد نے دیکھا۔۔۔ جس شخص کو میخ کا روپ دیا گیا تھا، اس کے
چہرے پر ایک لمبی سی ڈاڑھی تھی۔۔۔ اور ایسے شخص کی تصویر وہ اکثر
یہساںی دفاتر میں ویکھے چکے تھے۔۔۔ اس شکل صورت کے آدمی کو عام طور
پر صلیب پر چڑھتے ہوئے انہوں نے دیکھا تھا۔۔۔ یعنی تصویر میں یا مورتی

پر چڑھایا گیا تھا۔ بلکہ جس شخص کو سولی دی گئی تھی۔ وہ تو میرا ہم شکل تھا۔ میری شکل میرے ایک ساتھی کی شکل بن گئی تھی۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے تو اسے پکڑا تھا اور صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ کانٹوں کا تاج تو اس نے پہنایا گیا تھا۔ مارا پینا تو اسے گیا تھا۔ اور مجھے تو خداوند عالم نے صاف بچالیا تھا اور لوپر اٹھا لیا تھا۔ لیکن کیسے۔ یہ بھی سن نہیں میں اور میرے یہ بارہ ساتھی۔ سب اس مکان۔ جس مکان سے میرے ساتھی کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کی گرفتاری کے بعد نکل گئے تھے۔ اور ایک غار میں چلے گئے تھے۔ پھر ہم میں سے ایک تین دن بعد اپنے ساتھی کی لاش کو صلیب سے اتار کر ٹھلا میں لے آیا تھا۔ اس کے بعد غار کا منہ بند ہو گیا۔

میں اندر رہ گئے۔ اندر سے مجھے اور اٹھا لیا گیا۔ میرے ساتھی اس غار میں رہ گئے۔ بعد میں کچھ لوگ غار میں داخل ہوئے۔ انہوں نے وہاں بارہ لاشیں دیکھیں اور ایک کتاب۔ یہ کتاب۔ یہ وہ بارہ ساتھی لکھ کر مرے تھے۔

انہوں نے یہ تمام حالات اس کتاب میں لکھ دیے تھے۔ اس کے بعد خداوند عالم نے ان پر موت طاری کر دی تھی۔ اب دیکھ لو۔ میرے ساتھ خداوند عالم نے میرے ساتھیوں کو بھی زندہ کر دیا ہے۔ اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو

ہم پر ایمان نہیں لائے۔ یا انہوں نے سچے دل سے عیسائیت قبول نہیں کی۔ ان لوگوں کو چاہیے۔ کہ اب یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مجھ پر ایمان لے آئیں۔ تاکہ ان کی آخرت سورج آئے۔ ورنہ میں انہیں جنم کی خوشخبری سناتا ہو۔ ایسے سب لوگ جنم میں جائیں گے جو مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ مثلاً یہ لوگ جو بخوبی میں بند ہیں۔ ابھی آپ لوگ ان کا حشر دیکھیں گے۔ ان کے ہونٹوں پر تالے لگ گئے ہیں۔ یہ گلگ ہو گئے ہیں۔ اب انہیں اپنی موت صاف نظر آ رہی ہے۔ بہت بہادر بنتے تھے یہ۔ بڑے بڑے منصوبے ان لوگوں نے فلیں کیے۔ لیکن آج یہ خود فلیں ہو گئے ہیں۔ ابھی آسمان پر بہت سے پتھریاں ہیں۔ ان بخوبیوں پر آپ لوگ تو بخوبیوں کی بارش کر دیں گے۔ اسی سے آسمان پر سے بھی پتھر بر سیں گے۔ اس وقت ان کے پتھرے دیکھیے گا۔ آپ لوگ۔ بے چارے کس قدر خاموش ہیں۔ کہنے کے لیے ان کے پاس کچھ رہ جو نہیں گیا۔ ان کا اپنا مطلب بورا کا پورا عیسائیت قبول کر چکا ہے۔ سوائے ان کے۔ انہیں تو ابھی اپنے اور پتھر نظر ہی نہیں آئے۔ ان پر یہ لمحات آئے ہی نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عیسائیت قبول کر لیں۔ انہیں بھی ایک آخری موقع دیا

چند ایک علاقے ابھی عیسائیت کی گود میں آئے سے وغ
مکے ہیں.... اب ان علاقوں پر بھی پھر ہوں کی بارش ہو گی....
اور وہ علاقے ہیں.... جلیان، سومان اور غاریب۔ ایک دو روز
تک ان کا بھی بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اور پھر دنیا میں ایک
آدمی بھی ایسا نظر نہیں آئے گا۔ جو عیسائی نہیں ہو گا۔

اب زرا ہم اپنے ان باغیوں سے بات کر لیں.... یہ
ہیں مسح کے باغی۔ بلکہ یہ اس دنیا کے آخری باغی ہیں....
کیونکہ اب جب کہ پوری دنیا میں عیسائیت، عیسائیت ہو گئی
ہے.... عیسائیت کا بول بالا ہو گیا ہے تو اب باقی کیا رہ گیا
ہے.... باقی رہ گئی ہے قیامت۔ اب تو صرف قیامت آئے
گی۔ لہذا مسح کے باغی اس دنیا کے آخری باغی ہیں.... گوا
یہ قیامت کے باغی ہیں.... قیامت کے آخری بار انہیں ہم
عیسائیت کی دعوت دیتے ہیں۔ اب زرا ان کی سن نہیں....
شاید یہ اس وقت تک دل میں عیسائی ہو چکے ہوں۔ لیکن یہ
لوگ حد درجہ بے ایمان ہیں.... ہو سکتا ہے اب اپنے عیسائی
ہونے کا جھوٹ موث اعلان کر دیں۔ لہذا ان کے پھر ہوں
سے آلات لگا کر ان کی الگیاں ان آلات پر رکھوا کر ان سے
عیسائیت قبول کرنے کا اقرار لیا جائے گا۔ اگر انہوں نے

عیسائیت کو قبول نہ کیا یا آلات نے بتایا کہ یہ جھوٹ اقرار کر
رہے ہیں تو پھر پھر ہوں کی بارش ان کا مقدر ہو گی۔ میں اپنی
تقریر ختم کر کے انہیں بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں، لیکن
اس سے پہلے مجھے کو یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ لوگ انپکٹر جمیل،
انپکٹر کامران مرزا، شوکی اور ان کے ساتھی ہیں۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ خاموش ہو گیا اور سب لوگ پھر ہوں
ملف دیکھنے لگے۔ پھر اونچی جگہ پر رکھتے تھے۔ اس لیے
میں دیکھ رہے تھے۔ ایسے میں ایک تیز آواز لہرائی۔



”ضرور کیوں نہیں.... میں وضاحت کرنے لگا ہوں.... میرا پہلا سوال.... آخر چند علاقوں عیسائی کیوں نہیں ہو سکے اب تک۔“ ان علاقوں پر پھرولوں کی بارش کیوں نہیں کی جاسکی۔ اگر یہ مسح سچا ہوتا تو وہاں بھی پھر برسمائے جاتے۔ لیکن ان علاقوں پر پھرولوں کی بارش نہیں کی جاسکی۔ اگر تم سچے ہو تو ابھی اور اسی وقت ان آبادیوں کو پھرولوں کی بارش سے تسلیم کر کے دکھاؤ۔ اگر تم سچے ہو تو ان پنجروں کو نہ بہ بہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔ تمہارے فریب کا پردہ چاک

کھول دو۔ پھر دیکھو۔ ہم تمہیں تسلیم طرح جھوٹنا ثابت کرتے ہیں۔ اور تمہارے ساتھیوں کو بھی۔“

”دیکھا آپ لوگوں نے۔ یہ شخص کس طرح شور مچا رہا ہے۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ ان پاگلوں کو شور مچانے دیا جائے۔۔۔ ان پر پھرولوں کی کھلی کے لیے کافی ہوں۔۔۔ اگر تم میں سنتے کی ہمت ہو تو بیان کر دیا۔۔۔ پھر شروع کر دی جائے۔۔۔ پھر براہ راست تو انہیں کوئی نہیں لگے ہوں۔۔۔ کیوں! ابے ہمت؟“

”ہاں! ضرور۔۔۔ کہو۔۔۔ کہنے کی اجازت ہے۔۔۔ تم ہمیں غلط ثابت کر دو۔۔۔ ہم تمہیں پنجروں سے نکال کر اس سچے پر لے آئیں گے اور خود پنجروں میں چلنے جائیں گے۔۔۔ جعلی مسح نے اعلان کیا۔۔۔“

”ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہی کیا ہے۔۔۔ ابھی تو نظارے آگے آگے دیکھیں گے۔۔۔ ذرا ان لوگوں کو وضاحت کر لینے دو۔۔۔ نقلی مسح نے کہا۔۔۔“

”ان سب کو۔۔۔ بلکہ پوری دنیا کو اس بات پر یقین آچکا ہے۔۔۔“

ہو ٹھل شارن

”یہ ساری کمائی جھوٹی ہے۔۔۔ تم بھلی جھوٹے ہو۔۔۔ اسلام سچا۔۔۔“

تمہارے فریب کا پردہ چاک کریں گے۔۔۔ فی الحال تو میں ہی پردہ چاک کرنے کے لیے کافی ہوں۔۔۔ اگر تم میں سنتے کی ہمت ہو تو بیان کر دیا۔۔۔ پھر شروع کر دی جائے۔۔۔ پھر براہ راست تو انہیں کوئی نہیں لگے کا۔۔۔“

”ہاں! ضرور۔۔۔ کہو۔۔۔ کہنے کی اجازت ہے۔۔۔ تم ہمیں غلط ثابت کر دو۔۔۔ ہم تمہیں پنجروں سے نکال کر اس سچے پر لے آئیں گے اور خود پنجروں میں چلنے جائیں گے۔۔۔ جعلی مسح نے اعلان کیا۔۔۔“

”ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہی کیا ہے۔۔۔ ابھی تو نظارے آگے آگے دیکھیں گے۔۔۔ ذرا ان لوگوں کو وضاحت کر لینے دو۔۔۔ نقلی مسح نے کہا۔۔۔“

کہ... میں ہی سچ ہوں... اسی لیے تو ساری دنیا نے عیسائیت کو قبول کر لیا ہے... اگر انہیں کوئی شک ہوتا تو یہ عیسائیت کیوں قبول کرتے... اور پھر وہ کی بارشیں میرے سچا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے... اگر تم مجھے جھوٹا ثابت کر سکتے ہو تو اس کی صرف ایک ترکیب ہے... اور وہ یہ کہ آسمان سے برنسے والے پھر وہ کو برنسے سے روک کر دکھا دیں۔ اس کے سوا اور کوئی بات پوری دنیا تھماری نہیں ملتے گی... کیوں لوگوں۔

”ہاں ہاں! یہ لوگ اگر پھر وہ کی بارش روک کر دکھا دیں تو ہم انہیں سچا مان لیں گے۔“ سب لوگ زور زور سے چلانے لگے۔

”ہاں ہاں! ہم پھر وہ کی بارش کو روک کر دکھائیں گے... لیکن ہمیں موقع بھی تو دیا جائے۔“

”موقعے کا کیا ہے... تھمارے ہاتھ تو نہیں بندھے ہوئے... من تو نہیں بند ہیں... پکارو اپنے نبی کو جن کے بارے میں تم کہتے ہو کہ وہ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں... تو کیوں نہیں پکارتے تم اس وقت انہیں کہ وہ تھماری مدد کو آئیں۔“

”یہ تعلیم بھی تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دی ہے کہ مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے... کسی انسان کو نہیں۔“

”تو پھر پکارو اپنے اللہ کو... اور مانگو اس سے مدد... اگر تم پچھوڑو تو وہ تھماری مدد ضرور کرے گا... اگر ہم سچے ہیں تو ہماری مدد کرے

”ہم اسے ضرور پکاریں گے... بلکہ پہلے ہی سے پکار رہے اب سب کے سامنے پکارتے ہیں۔“

ان پکڑ جمیشید کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان سب نے آسمان کی رف اپنے چہرے اٹھا دیے... ان کے ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھ گئے روہ روہ کرو کر دعائیں کرنے لگے۔

”یا اللہ! تو ہماری مدد کسی... اپنے سچے دین اسلام کا بول بالا فرمائی... ہمیں اس مصیبت سے نجات دلادے... ان جھوٹوں کی تمام کوششوں کو ناکام بنادے... پھر وہ کی بارش کو ان کے لیے مخصوص فرمائی... اور مسلمانوں کو ان سے محفوظ فرمائی... یا اللہ! مسلمانوں کو ہمت دے... وہ اس جھوٹ کے خلاف کا راستا روک دیں... اس کا رخ پھیر دیں... یا اللہ! آسمان سے بکھلی نازل فرمائی ان لوگوں پر بکھلی گرا... یہ لوگ جان جائیں... کہ تیرا غصب ان لوگوں پر ٹوٹ پڑنے والا ہے... ان سے دلوں پر موت طاری کر دے میرے مالک۔“

وہ دعائیں مانگتے رہے... سب لوگ ان کی دعائیں سنتے رہے... لئے رہے... قسمے لگاتا رہے۔

”ان پر پھر وہ کی بارش شروع کر دیں... آسمان سے بھی ان پر

پھرول کی بدش شروع ہونے والی ہے۔۔۔ نقلی مسح نے چلا کر کہا۔

"اور پھر ان پر پھرول کی بارش ہونے لگی۔۔۔ ابھی صرف وہاں موجود لوگ پھرمار رہے تھے۔۔۔ آسمان سے ابھی شروع نہیں ہوئے تھے۔۔۔ ایسے میں بارش شروع ہو گئی۔۔۔

"لو۔۔۔ ان کے لیے ایک اور عذاب۔۔۔ بارش کا عذاب۔۔۔ نقلی صرف پنجروں میں بند لوگ موجود تھے۔۔۔ ان پنجروں کے اروگروں پھر بڑے تھے۔۔۔ لیکن یہ پھر اس قدر ضرور تھے کہ پنجروں کو مسح نے چلا کر کہا۔۔۔
لوگوں نے اور زور شور سے پھر بر سانے شروع کئے۔۔۔ وہ پنجروں میں طور پر ڈھانپ لیتے۔

ایسے میں انہوں نے ایک بار پھر سے پھرول کو توڑنے یا کم از کم کی دیواروں سے ہٹ کر پنجروں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔ تاکہ پھرول کی براہ راست چوٹ سے فتح سکیں۔۔۔ انہوں نے آسمان کی غول کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ لیکن وہ بہت سخت طرف دیکھا۔۔۔ سیاہ باولوں نے آسمان کو ڈھانک لیا تھا۔۔۔ بارش میں بھی یہ کے بنے تھے۔۔۔ لش سے مس نہ ہوئے۔۔۔ اوپر سے بارش برس لمحہ بہ لمحہ تیزی آری تھی۔۔۔

"لوگوں جلدی کف۔۔۔ اوپر سے ہونے والی پھرول کی بارش کو ہونے سے میں نے بہت مشکل سے روک رکھا ہے۔۔۔ کہ کہیں اس بارش کی پہیٹ میں تم نہ آ جاؤ۔۔۔ جلد از جلد پھر بر سانہ گھروں کا رخ کرف۔۔۔ بارش میں تیزی آری ہے۔۔۔ نقلی مسح نے چلا کر کہا۔۔۔

لوگوں کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے۔۔۔ لوگ اب بھاگ رہے۔۔۔ اچانک اس کے چھرے خوشی سے کھل اٹھے۔۔۔ ایک سلاخ جوڑ تھے۔۔۔ انہیں جلد از جلد اپنے گھروں تک پہنچنا تھا اور پھر بارش کے سے نوٹ گئی تھی۔۔۔

خوف نے انہیں آ لیا۔۔۔ ان گست لوگ پھرمارے بغیر ہی بھاگ کرے۔۔۔ "وہ ما را! یہ ہماری پہلی کامیابی ہے۔۔۔ اسکندر کامران مرزا ہوئے۔۔۔ پھر تو محلہ رنج گئی۔۔۔ بارش اور تیز ہونے لگی۔۔۔ نقلی مسح اور۔۔۔

اس سلاخ کے ٹوٹنے سے اب اتنی جگہ ہو گئی تھی کہ بڑا پھر لیا جا سکتا تھا۔۔۔ انہوں نے ایک بھاری پھر اٹھا اور ساتھ والے

جوڑ پر مارنے لگے۔ جلد ہی ایک جوڑ اور کھل گیا۔
”میرا خیال ہے۔۔۔ اب میں پھرے سے نکل سکتا ہوں۔۔۔ انپرکھ عورتیں موجود تھیں۔۔۔ وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے۔۔۔ جمیشید بولے۔۔۔

”تو پھر جلدی کریں۔۔۔“

وہ باہر نکل آئے۔۔۔ اب انہوں نے ایک بہت برا پتھر انہا کا ضرورت ہے تاکہ اپنے کپڑے سکھا سکیں اور بس، اس سے زیادہ ہم مرزا باہر نکلے اور انہوں نے بھی بیخروں پر پتھر برہائی شروع کر آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔۔۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ آپ لوگ اس طرف بیٹھ جائیں۔۔۔ ہم ابھی شدید ہو رہی تھی۔۔۔ دور دور تک کوئی اور انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔ آگ جلاتے ہیں۔۔۔ بیٹھی خالدہ۔۔۔ آگ جلا دو۔۔۔“

”کیا آپ مسلمان ہیں؟“

”شش۔۔۔ خدا۔۔۔ یہ کیا سوال پوچھا تم نے۔۔۔ میں نے اپنی بھی کا نام خالدہ نہیں خالدہ لیا ہے۔۔۔ اور خالدہ مسلمانوں کا نام نہیں ہوتا۔۔۔“

دو گھنٹے بعد کہیں وہ اس میدان سے نکل سکے۔۔۔ انہوں نے اس کے چہرے پر خوف در ڈیگا۔۔۔

”ڈرنے کا ضرورت نہیں۔۔۔ ہم مسلمان ہیں۔۔۔ اور اگر آپ اس میدان میں موجود تھے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہاں کچھ مسلمان جیسے سیلاپ آگیا ہو۔۔۔“

اب وہ دوڑنے لگے۔۔۔ لباس گیلے تھے۔۔۔ اوپر سے بارش بھی بیخروں میں بند تھے، وہ ہم ہی ہیں۔۔۔“

”اچھی نہیں رکی تھی۔۔۔ لذا سروی سے ان کے دانت بختے گئے۔۔۔ انہوں

”آپ نہ ڈریے۔۔۔ ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں گے۔۔۔“

نے یہی مناسب سمجھا کہ دوڑنا شروع کر دیا جائے۔۔۔ اس طرح جسم میں کچھ تو گرمی آئے گی۔۔۔ وہ دوڑے رہے، دوڑتے رہے۔۔۔ پھر اچانک اس سردی نے۔۔۔ اور بارش نے اور سرد کر دیا ہے۔۔۔ ہمارے کپڑے

بارش رک گئی۔۔۔ اور آبادی کے آثار نظر آئے گے۔۔۔ سب سے پہلے جو گھر نظر آیا۔۔۔ وہ اس میں گھس گئے۔۔۔ اندر ایک بیٹھا اور دو جمیشید بولے۔۔۔

”اگر کون ہو تم لوگ۔۔۔“

بارش رک گئی... اور آبادی کے آثار نظر آنے لگے... ب سے پہلے جو گھر نظر آیا... وہ اس میں سُکھ گئے... اندر ایک بوڑھا اور دو عورتیں موجود تھیں... وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے۔
”لگدیں کون ہو تم لوگ“۔

”ہم چور نہیں ہیں... بارش میں گھر گئے تھے... ہمیں آگ کی ضرورت ہے تاکہ اپنے کپڑے سکھا سکیں اور بس، اس سے زیادہ ہم دوسرے چبھوں پر مارنا شروع کیا۔ اس طرح ان کے بعد انپکٹر کامران آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔“
”اچھی بات ہے... آپ لوگ اس طرف بیٹھ جائیں... ہم ابھی آگ جلاتے ہیں۔ بیٹھ خالدہ... آگ جلا دو۔“

”کیا آپ مسلمان ہیں؟“

”مشش.... خداوسیریہ کیا سوال پوچھا تھے... میں نے اپنی بچ کا نام خالدہ نہیں خالجہ لیا ہے... اور خالجہ مسلمانوں کا نام نہیں ہوتا۔“
اس کے پھرے پر خوف دوڑ گیا۔

”ڈر لے! ضرورت نہیں... ہم مسلمان ہیں... اور اگر آپ اس میدان میں موجود تھے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہاں کچھ مسلمان پچھوں میں بند تھے، وہ ہم ہی ہیں۔“

”اودھ... نہیں۔“ اس مرتبہ اور بھی خوفزدہ انداز میں کہا۔
”آپ نہ ڈریے... ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں گے... اس سردی نے... اور بارش نے اور سرد کر دیا ہے... ہمارے کپڑے میں کچھ تو گری آئے گی... وہ دوڑے رہے، دوڑتے رہے... پھر اچانکا

جوڑ پر مارنے لگے... جلد ہی ایک جوڑ اور کھل گیا۔
”میرا خیال ہے... اب میں پچھرے سے نکل سکتا ہوں۔“ - انپکٹر جشید بولے۔

”تو پھر جلدی کریں۔“

وہ باہر نکل آئے... اب انہوں نے ایک بہت بڑا پتھر اٹھا کر دیے... تھوڑی دیر بعد سب لوگ باہر آچکے تھے... بارش ابھی تک شدید ہو رہی تھی... دور دور تک کوئی اور انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔
بارش نے ان سب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا... وہ اس میدان سے رہ ہونے کے لیے وہاں سے چل پڑے... پانی ان کے گھننوں تک پہنچ تھا... اس لیے وہ زیادہ تیزی سے نہیں چل سکتے تھے۔

دو گھنٹے بعد کہیں وہ اس میدان سے نکل سکے... انہوں نے کر دیکھا تو پورے میدان میں پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا... یوں لگتا جیسے سیلاپ آگیا ہو۔

اب وہ دوڑنے لگے... بس گلے تھے... اور سے بارش بھی پچھوں میں بند تھے، وہ ہم ہی ہیں۔“
ابھی نہیں رکی تھی... لہذا سردی سے ان کے دانت بخنے لگے... انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ دوڑنا شروع کر دیا جائے... اس طرح جسم میں کچھ تو گری آئے گی... وہ دوڑے رہے، دوڑتے رہے... پھر اچانکا

کی کافی ہو گا۔

”آپ سید ہے چلے جائیں... پھر ایک چوراہا آئے گا... اس کے دامن میں ہاتھ پلا مکان ایک بست پکے مسلمان کا ہے... وہ بہت ہے لکھے ہیں... شاید نقشہ مل جائے آپ کو۔“

”بہت بست شکریہ۔“ وہ چل پڑے۔

اس مکان کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے دستک دینے کے لیے تھوڑا خلیا ہی تھا کہ اندر سے رونے کی آواز آئی۔

”ویکھو میرے بچو... تمارے رونے کی آواز پاہر جائیتی ہے... میں نے سن لی تو مصیبت آجائے گی۔“

”آخر ہم ان پر آنسو بھی نہ بھائیں... جن پر بھرے مجھے نے کھلائے اور جنہیں پنجروں میں قید کیا گیا۔ ان کا جرم صرف یہی تھا اب تو انہوں نے عیسائیت قبول نہیں کی۔“

”ہاں بھی رہے بچو... لیکن ہم سب بست بڑے خطرے میں ہیں... میں تو اپنے چوراں پر خوشی طاری کرنا ہو گی... جھوٹے مسح کو کوئی تھی اگر اس طرف کھل آیا... اور تمہیں ان کے لیے روتے ہوئے کھل لیا تو ہمارے ساتھ بست یہ اسلوک کیا جائے گا... ابھی تو بارش کی وجہ سے ہم امن میں ہیں۔“

”آپ تھیک کرنے ہیں۔“

اور محمود نے دستک دے دی... اندر یک لخت خاموشی چھا

بھی بالکل سیکلے ہو گئے ہیں، ان حالات میں ہمیں اگر آگ نہ ملی تو سب کے سب نہ نہیں میں بھٹکا ہو سکتے ہیں... آس پاس کوئی نہیں ہے... آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے... بارش کی وجہ سے سب اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے ہیں، ایسے میں کسی کو کیا چھپی ہے کہ ہماری ملاش میں نکل... اور پھر ان سب کو معلوم ہے... ہم گھروں میں بند ہیں... ان سے نکل نہیں سکتے۔“ اسپکثر جشید نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن آپ لوگ نکلے کس طرح؟“

”بِسْ اللہ نے مدد کی... پہلے اس نے ہماری مدد بارش کے کی... جب لوگ بھاگ گئے تو میں نے ایک پھر اٹھا کر ایک سلاخ کے جو پہر پر مارنا شروع کیا... آخر سلاخ نوث گئی... اس طرح ہم باہر نکل سکے۔“

”اچھی بات ہے... اللہ مالک ہے۔“

ان کے لے آگ روشن کی گئی... کھانا سامنے رکھا گیا... جب ان کے کپڑے سوکھ گئے تو بوڑھے سے یوں۔

”یہاں کا کوئی نقشہ مل سکتا ہے... آپ کے پاس۔“

”نہیں... میرے پاس نقشہ کا کیا کام۔“

”خیر... آس پاس کسی اور مسلمان کا گھر... جہاں سے ہمیں کوئی نقشہ مل سکے... یا کوئی گاڑی۔“

”مگر... گاڑی... بھلا کون دے گا آپ کو۔“

”ہاں! یہ بھی ہے... خیر... کوئی نقشہ مل جائے... ہمارے لیے

گئی.... یوں لگا جیسے گھر کے افراد بڑی طرح نہم گئے ہوں.... آخر نے لوگیاں اور چار لڑکے تھے.... اور یہ نوجوان تھے.... کبھی سیکنڈ تک وہ دروازہ کھلا۔

”لگتے.... کون.... لوگ ہیں آپ۔“

”صیبت نہ... آپ کی مدد کے طالب۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے پھرلوں میں دیکھا تھا۔ اف اللہ! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پھر لوگ ہمارے گھر بھی آسکتے ہیں.... ہم کس قدر خوش نفیب ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”اگر آپ تھوڑی دریپلے اس میدان میں موجود تھے... جمال نقل سچ نے ایک تقریر کی تھی.... اور وہاں پھرلوں میں کچھ افراد قید اڑے فرار کی بات زیادہ دری تک چھپی نہیں رہے گی.... بت جلد یہ تھے.... پھر لوگوں نے ان پھرلوں پر پتھر بر سائے تھے.... اگر آپ وہاں ت پورے شر میں پھیل جائے گی.... لذا آپ جلد از جلد ہمیں نقشے موجود تھے.... اور پھرلوں میں بند لوگوں کو آپ نے دیکھا تھا تو ہمیں سورے دیں.... اور ہو سکے تو کوئی سواری۔“

”آپ کو نقشہ بھی ملے گا اور کار بھی.... لیکن میرے پاس چھوٹی کارکے... آپ سب اس میں کس طرح آسکیں گے۔“ ہمیں ایک نقشے کی ضرورت ہے.... اگر آپ نقش ہمیں دے دیں تو یہ آپ کا بت برا احسان ہو گا۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ.... اورے باپ رسے.... یہ آپ لوگ ہیں.... اگر کسی نے آپ کو دیکھ لیا.... تو ہماری شامت بھی ساتھ آئے گی.... آئیے.... جلدی اندر۔“

اس نے انہیں اندر کھینچ لیا.... دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ باقی افراد بھی باہر نکل آئے اور ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے.... ان میں

”یہ.... یہ کیا ہے۔“

”اس کو پیچ کر آپ اپنے لیے دوسری کار خرید سکتے ہیں۔“

”نہ... نہیں نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔“

”ہمارے پاس میک اپ کا بہت سا سامان موجود ہے... کوئی پروا

اگوٹھی کو معمولی ہرگز خیال نہ بیجھنے گا۔ اس سے ایک اچھی کار۔ ایک چمن کے نئے انہوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہ چمن سائنس با آسانی خریدی جاسکے گی۔“

”میں ایک بار پھر کہوں گا۔ آپ اس اگوٹھی کو اپنے پاس لے بارش کی صورت میں یہ چمن انہیں بچا سکتی تھی... وہاں انہوں نے رکھیں۔ آپ کو ضرورت پیش آسکتی ہے۔“ مالکہ مکان نے کہا۔

”میرے پاس ابھی اور اگوٹھیاں ہیں۔“ انہوں نے یہ کہ کر ان کمیں سے بھی نظر نہ آسکے۔ اس کام میں کوئی گھٹنے لگ گئے۔ جیب سے اگوٹھیاں نکال کر دکھائیں۔

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جلد ہی وہ شر سے باہر بچنے لے گئے۔ اس پر بھی انہوں نے سفر جاری رکھا۔ آخر ایک گھنام کی پیازی جگہ پر پہنچ کر انہوں نے اس سفر کا سلسلہ ختم کیا۔ وہاں آرام

بھی کیا اور نقشہ لے کر بیٹھے بھی۔ ان سب نے مل کر نقشے پر غور کیا۔ ایسے میں آصف نے کہا۔

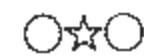
”اب پروگرام کیا ہے۔“

”ہمیں ہوٹل شارن کے کمرے میں رکھے ماؤں کی اصلی حالت میں تلاش ہے۔ اس منصوبے کے اصل مقام تک پہنچے بغیر ہم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔“

”ہوں! آپ ٹھیک کے ہیں۔ لیکن اس کے لیے تو ہمیں ہوٹل شارن ہی جانا پڑے گا۔ اور اس کے لیے ہمیں کمیک اپ کنا

”اگر یہ بات ہو گی تو پھر ان مہربانوں پر بہت سختی ہو رہی ہو گی۔“

”ہم ان کی بھی خبر لینے کی کوشش کریں گے... اور اگر وہ خطرے میں ہوئے تو اُنہیں بھی نکال لائیں گے۔“
میں اس وقت سامنے سے کئی گاڑیاں آتی نظر آئیں۔



کیا مطلب

گاڑیوں نے پوری سڑک کو روک لیا تھا۔ ان کے نکلنے کی کوئی جگہ نہیں تھی... لہذا انہیں گاڑی روکنا پڑی... اور سامنے آنے والی گاڑیاں بھی رک گئیں۔

”آپ پچھے اتر آئیں۔“ ایک پولیس آفیسر نے ان کے نزدیک
ستہ ہوئے کہا۔

”خیر تو ہے سر۔“ ایسپکٹر جمشید نے پر سکون آواز میں کہا۔
”گاڑی کی تلاشی لی جائے گی۔“

”لیکن کیوں؟“
”جند مجرم لوگ فرار ہو گئے ہیں... ہمیں ان کی تلاش ہے۔“
”اوہ اچھا... تلاشی ضرور لیں۔“

انہوں نے اچھی طرح تلاشی لی... گاڑی کے کافی ذات بھی
لیکھے... انہوں نے نقلی کافی ذات تیار کر لیے تھے... لہذا لفڑ کی کوئی
بیات نہیں تھی... کافی ذات چیک کرنے کے بعد انہوں نے ان کے
پر چڑھے بھی دیکھے... پھر ایک نے کہا۔

”نہیں... یہ لوگ وہ نہیں... جانے دو۔“
”اوے کے سر۔“

سرک پر راستا چھوڑ دیا گیا... وہ آگے بڑھ گئے... ابھی خان رحمان نے کچھ کرنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ انہوں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اشaron کی زبان میں ان سے کہا۔

”بس ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دو۔“ انہوں نے ہماری کار کے ساتھ آلہ چپکا دیا ہے... تاکہ ہماری بات چیت سن جائے۔“

خان رحمان وہک سے رہ گئے... ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔
”یار سالم... یہ کن لوگوں کی تلاش ہو رہی ہے۔“ انپکٹر جسٹیڈ نے جلدی سے کہا... خان رحمان چونک گئے اور سنبھل کر بولے۔

”ہمیں کیا پتا عنایت یا... یہ حکومت کے کام ہیں، حکومت والے جائیں۔“

انہوں نے کافی دستیں میں لکھے تھے انہوں کے ساتھ بات چیت شروع کر دی... ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے... پھر اچانک انپکٹر جسٹیڈ نے گاؤں کے انجمن میں سے گھر گھر کی آواز نکالی... اور بولے۔

”ایک منٹ تھرو... گاؤں میں کوئی گزبر گلتی ہے۔“

اور گاؤں کی چینگنگ کے بھانے انہوں نے اس آئے سے نجات حاصل کر لی... اب وہ آگے بڑھے تو بات چیت کرنے کے لیے بالکل بولی۔

آزاد تھے... جلد اور ہو ٹھیں شاران کے سامنے تھے... کار کو پار کر کے وہ اندر داخل ہوئے۔ یہاں حالات جوں کے توں تھے... لیکن ذیل نظر نہیں آ رہا تھا... وہ سیدھے اس کمرے کے دروازے پر پہنچ... جس میں ماؤں رکھا گیا تھا۔ انپکٹر جسٹیڈ نے دروازے پر دستک دی... دروازہ کھلا تو نام کی جگہ ایک اور کی صورت وکھائی دی۔

”ہمیں مشرذیڈ سے ملتا ہے۔“ - انپکٹر جسٹیڈ بدلتی ہوئی آواز میں

بولے۔

”تو آپ کو کاؤنٹر سے پوچھنا چاہیے تھا۔“ - اس نے منہ بنا کر گما... وہ ایک چھوٹے سے قد کا آدمی تھا۔

”اسی لیے تو یہاں آئے ہیں۔“

”کیا مطلب... کاؤنٹر والوں نے یہ بتایا ہے کہ مشرذیڈ یہاں یہ بات وہ کس طرح بتا سکتے ہیں۔“ - اس کے لمحے میں حیرت

کی۔

”پتا نہیں جاتا... کیسے بتا سکتے ہیں۔“

”آپ ہیں کوئی۔“

”مشرذیڈ کے بچپن کے دوست ہیں۔“

”آئیے... بیٹھئے... میں ابھی پتا کرتا ہوں... وہ کہاں ہیں۔“

وہ اسی وقت کمرے سے نکل گیا... تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی

بولی۔

”سرڈی سے چند منٹ بعد ملاقات ہو سکے گی۔“
”کوئی بات نہیں... ہم انتظار کر لیتے ہیں۔“

”ضرور کیوں نہیں۔“ اس نے کہا اور دیوار پر لگی ایک سکرین
کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ ماذل کا بغور جائزہ لینے لگے۔

اچانک دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا توہنی اندر داخل ہوا۔
اس نے نظر بھی کران کی طرف دیکھا۔ وہ آگے بڑھا کی تھا کہ اسپر
جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

”دروازہ اندر سے بند کر لیں... ہمیں بہت پرائیوریت پاس کرنی
ہے۔“ اسپر جمشید بے تکلفی کے انداز میں بولے۔ آواز بدلتی ہوئی
تھی۔

اس نے چونک کران کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں الجھن تھر
گئی۔

”میں نے آپ دونوں کو پہچانا نہیں۔“

”حیرت ہے... آپ بچپن کے دوستوں کو بھول گئے۔“ سر زرا
اوھر آئیے۔ اسپر جمشید نے عجیب سے انداز میں کہا۔ چھوٹے قد کا
آدمی حیران حیران سا ان کی طرف آگیا۔

”آپ تو ہمیں پہچاننے کی کوشش کریں۔“

”میں... نہیں جتاب... میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“
اس نے کہا۔

”یہ تو دونوں ہی ہمیں پہچان نہیں رہے بھی۔“ اسپر جمشید نے
بے چارگی کے عالم میں کہا۔

”اب کیا کیا جائے سر۔“ خان رحمان نے بھی آواز بدلنے کی
لوشش کی۔

”تو آپ اپنا تعارف کیوں نہیں کروادیتے۔“

”اوہ ہاں! یہ واقعی تھیک رہے گا۔ میں ڈاکٹر ابرام ہوں... یہ
مرکھوسلے۔“

”میں اس نام کے آدمیوں سے ہرگز واقف نہیں۔“ لمبے قد
کے نے برا سامنہ نہیا۔ پھر چھوٹے قد والے کو گھوڑ کر بولا۔

”تم نے میرا وقت ضائع کیا۔ میں بہت ضروری کام کر رہا تھا۔“
”اب مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ یہ آپ کے بچپن کے دوست
میں ہیں۔“

”وہ تو خیر ہم ہیں... ہم یہ بات ثابت کر سکتے ہیں۔“

”ارے تو کریں گا۔“ اس نے جل کر کہا۔

”میں ابھی آپ کو کماری بات یاد کرائے رہتا ہوں۔“

یہ کہ اسپر جمشید اٹھے۔ اور اس کے بالکل نزدیک پہنچ
کے۔ پھر انہوں نے اچانک اس کا دایاں ہاتھ کلائی پر سے پکڑ لیا۔
خان رحمان نے چھوٹے قد والے کو قابو میں کر لیا۔

”مجھے اسپر جمشید کہتے ہیں... اور یہ خان رحمان ہیں... اب
اس نے کہا۔

بھی یاد آیا یا نہیں کہ ہم آپ کے بچپن کے دوست ہیں۔“

”لوہ! یہ... یہ تم ہو۔“ مارے جرت کے اس نے کہا۔

”لو بھی خان رحمان پہچان لیا انہوں نے ہمیں۔“

”کمال ہے... مان گیا میں تمہیں۔“ خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

”لوہو کیا مصیبت ہے... میرا بازو ٹوٹ جائے گا... چھوڑو۔“ اس نے تملنا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں... دوسرا لے دیں گے۔“ خان رحمان مکارے۔

”آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔“

”صرف اور صرف ایک بات... اور نہ بتانے کی صورت میں ایک دوسرے بات ہم چاہتے ہیں۔“ اسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

”کیا مطلب... صاف صاف کو۔“ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”پہلی تو صاف صاف بات یہ ہے کہ اس باذل کو دیکھ رہے ہو تم۔“

”ہاں کیوں... کیا ہوا اس کو۔“

”اس کا اصل کمال بنایا گیا ہے۔“

”اوہ... یہ بات... مجھے نہیں معلوم۔“

”تو پھر دوسری بات چاہتے ہیں۔“

”اور وہ کیا۔“

”تمہاری موت... اب یا تو اس جگہ کا پتا بتا دیں... ورنہ موت

لکھ ل کر لو۔“

”یہ بات صرف اور صرف میجرڈنگی کو معلوم ہے۔“

”کیا کہا!!“ وہ حیران رہ گئے۔

”ہاں! میں کیا... کوئی بھی نہیں جانتا... صرف میجرڈنگی جانتے

ہیں۔“

”اچھی بات ہے... ہم اس سے معلوم کر لیتے ہیں... لیکن اب

دونوں کو زندہ نہیں چھوڑ سکتے... ورنہ ہمارا راز ظاہر ہو جائے گا۔“

”یہ... یہ تم کیا کہ رہے ہو... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔“

”ہاں چل کر جائے... تمہیں ہلاک کرنا ثواب کا کام ہے... لہذا

یہ ثواب ضرور حاصل کریں گے... یا پھر تم ہمیں اس باذل کے

مل کا پتا بتا دو۔“

”میں ذمہ نہیں... اور نہ یہ ثام ہے... وہ دونوں تم لوگوں کے

ہوں مارے گئے تھے... پھر تم نے ان کے نام کیوں لیے۔“ لبے قد

کا بولا۔

”تاکہ فوراً یہاں کوئی آجائے۔“

”اور ہم آگئے پھر۔“

”اس ماذل کا اصل کمال بنایا گیا ہے... بس اتنا ہتا دو... ورنہ موت کا جام پی لو... تم لوگ بھی تو ان گنت مسلمانوں کو بلاوجہ موت کے گھاث اتار رہے ہوئے ان کے سروں پر شہاب ثاقب گرا رہے ہو۔“

”ہم بتاچکے ہیں.... یہ بات صرف میجرڈونگی کو معلوم ہے۔“

”اور ہم میجرڈونگی سے کمال مل سکتے ہیں۔“

”آج رات فتح کی خوشی میں جشن منایا جا رہا ہے۔ جشن تمام رات جاری رہے گا۔ میجرڈونگی ایک خاص آدمی ہیں.... لہذا ہم نہیں ہو سکتا کہ وہ وہاں موجود نہ ہوں۔“

”اوہ یہ جشن کمال منایا جا رہا ہے۔“

”نیشنل ہال میں۔“

”خیریں ہم میجرڈونگی سے معلوم کر لیتے ہیں۔“

”تم وہاں نہیں پہنچ سکو گے.... وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔“

”اچھا.... کمال ہے.... خیر کو شش کر دیکھتے ہیں.... فی الحال لو تم دونوں تو جاؤ۔“

یہ کہ کرانہوں نے دونوں کی گردیں پکڑ لیں۔

”عن.... نہیں.... ایسا نہ کریں.... آخر ہمیں مار کر آپ کو کیا لے گا۔“

”ہمارے یہاں آنے کی اطلاع مجرڈونگی کو نہیں دے سکو گے۔“

”ہم وعدد کرتے ہیں.... یہ اطلاع اسے نہیں دیں گے۔“

”یہ وعدد تو اس صورت میں کر رہے ہوں... جب کہ ہم نے تمہاری گردیں دیوچ رکھی ہیں.... لیکن جب ہم یہاں سے چلے جائیں گے.... تم خود کو محفوظ خیال کرو گے تو پہلا کام یہی کرو گے.... مجرڈونگی کو فون کرنے کا۔ اور میں تم دونوں کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔“

”ہم کہ چکے ہیں.... اس قسم کا کوئی فون نہیں کریں گے۔“

”اس بات کی کوئی تو گارنٹی دے دو۔ ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔“

”کیا گارنٹی ہے؟“

”مگر.... گارنٹی۔“

”ہاں گارنٹی۔“

”اپنے ہمیں باندھ کر.... منہ پر شیپ چپا کر چلے جائیں۔“

”کوئی بھی تم دونوں کی ملاش میں اوہر آسکتا ہے.... وہ تمہیں کھول دے گا۔“

”تب پھر آپ ہی بتائیں.... ہم کیا کریں۔“

”تم میجرڈونگی کو یہاں بلا سکتے ہو۔“

”ہماری کیا جرات.... وہ اتنے بڑے آدمی ہیں اور ہم بہت

معمولی سے... اور پھر اس وقت وہ جشن میں شامل ہیں... نہیں
جٹا بید... ہم انہیں فون کرنے کی ہمت نہیں پا ستے۔“
”فون پر انہیں صرف یہ اطلاع دو۔ یہاں گڑبڑ ہے اور بس...
یہ کہ کرو فون رکھ دو۔“

”وہ فوج اور پولیس کو بھیج دے گا۔ آپ لوگوں کو کیا فائدہ ہو
گا۔“

”ہوں! یہ بھی ہے... اس کا مطلب ہے ہمیں یہی جانا ہو گا...
اچھا ایسا کر لیتے ہیں... تم ہمارے ساتھ چلو۔“
”کیا مطلب؟“ وہ حیران رہ گئے۔

”تم دونوں ہمارے ہاتھ سے صرف اسی صورت میں بچ کر
ہو۔ جب میجر ڈوگنی سے ملاقات کرنے سے پہلے تم انہیں خبردار نہ کر
سکو۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تم ہمارے ساتھ رہو۔“
”چلے پھر ایسا کریں... آپ پستول نکال لیں... ہمارے پہلوؤں
سے لگادیں اور ہمیں لے چلیں۔“ اس نے کہا۔

”ہم اتنے سیدھے نہیں... ہمارے بارے میں تو ابطال تک
نکرمند ہے... تم کیا چیز ہو جو ہمیں چکر دینے کی سوچ رہے ہو۔“
”کیا مطلب؟“ وہ زور سے چونکا۔

”مطلوب یہ کہ ہم پستول نہیں نکالیں گے... پستول البتہ ہماری
جیبوں میں رہتے ہوئے... تمہاری طرف اٹھے رہیں گے۔“

”اوہ!!“

بھی۔



ان کے چہرے تاریک ہو گئے... ایسے میں فون کی گھنٹی نج

”انہوں نے اچھا کیا۔۔۔ خود تو سرک لیے۔۔۔ ہمارا کیا ہے۔۔۔
سرکے سرکے، نہ سرکے نہ سرکے۔۔۔ فاروق نے منہ بنایا۔۔۔
”کیوں تم سرکنے کے پیچھے پڑ گئے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ خطہ کہاں
ہے۔۔۔ ہاں فرزانہ۔۔۔“

”ہمیں نہایت خاموشی سے گھیرے میں لیا جا رہا ہے۔۔۔ اور اس
کا مطلب ہے۔۔۔ ان لوگوں کو ہمارے نجٹ نکلنے کا پتا چل گیا ہے۔۔۔ غالباً
بیارش رکنے کے بعد کچھ لوگ ہمارا انجام دیکھنے اس میدان میں پہنچے
ہوں گے۔۔۔ انہوں نے پہنچرے خالی دکھ کر حکام کو خبردار کر دیا ہو گا۔۔۔
المذا ہماری ٹلاش شروع کر دی گئی۔۔۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔۔۔ کہ
ان لوگوں نے فوراً ہی اندازہ لگایا کہ ہم اوہر آئے ہوں گے۔۔۔“
”اب جب کہ۔۔۔ یہ گھیر چکے ہیں ہمیں، اور انکل بھی سرک
لیے ہیں۔۔۔ انکل جمیل اور انکل خان رحمان پہلے ہی یہاں موجود نہیں
ہیں۔۔۔ تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ سوائے صبر کے۔۔۔“

” مقابلے کی صورت میں ہم رخی ہو سکتے ہیں۔۔۔ کوئی ہم میں
کے کم ہو سکتا ہے، اس سے کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم خود کو ان کے
حوالے کر دیں۔۔۔“ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔۔۔

”نہیں شوکی! یہ بزرگی ہے۔۔۔ اور ہم بزرگ نہیں ہیں۔۔۔“
”تو پھر جو آپ حکم کریں گے۔۔۔ ہم وہ کریں گے۔۔۔ کیونکہ اس
فوج کی کمان اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

فارنگ

”انکل میں خوف محسوس کر رہی ہوں۔۔۔“ فاروق کی آواز سنائی
دی۔۔۔

”کوئی حرج نہیں۔۔۔“ آفتاب مسکرا یا۔۔۔

”لیکن تم میرے انکل نہیں ہو۔۔۔“ اس نے بھنا کر کہا۔۔۔

”کوئی بات نہیں۔۔۔ تم خوف محسوس کرو۔۔۔“ فاروق نے کہا۔۔۔

”میں انکل کامران مرزا سے بات کر رہی ہوں۔۔۔ تم لوگ ذرا
دری کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے۔۔۔“

”ہم تو خاموش ہو جاتے ہیں۔۔۔ لیکن تمہارے انکل بات کریں،
تب بات ہے نا۔۔۔“ فاروق مسکرا یا۔۔۔

”کیا مطلب۔۔۔ کہاں گئے انکل۔۔۔“

”وہ تو چند منٹ پہلے یہاں سے سرک لیے تھے۔۔۔ میں نے دیکھ
لیا تھا۔۔۔ لیکن کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔۔۔ غالباً“ انہوں نے خطے کو
بجانپ لیا تھا، لیکن اس وقت سب لوگوں کا یہاں سے سرک جانا ممکن
نہیں تھا۔۔۔“

کرنے کے بعد ان پھرول سے کام لے سکیں۔“

”اچھی بات ہے... جو حکم۔“ شوکی نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ سب جلدی جلدی پھر جمع کرنے میں لگ گئے۔

انہوں نے اپنے ارد گرد پھرول کے بہت بڑے ڈھیر لگا دیے۔ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”تم لوگوں کے لیے بہتری رہے گا کہ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔“

”نہیں! ہم مقابلہ کریں گے۔“ منور علی خان چلائے۔ ان کے الفاظ چنانوں نے دہراتے۔

”پاگل نہ بخ... ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور تم چند ایک... کی۔“

تمہارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔ پھر آخر تم کس برستے پر جنگ کو

”بسم اللہ کے بھروسے پر لڑیں گے۔“ منور علی خان بولے۔

”بہت خوب! اب پھر... لڑائی ضرور ہو گی... اب ہم تمہارا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

”کس بات کا شکریہ ادا کر رہے ہو۔“ آصف نے جل بھن کر کہا۔

”اس بات کا کہہ اب وہ ہمارا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔“

”ہاں نحیک ہے... پسلے میں جائزہ لے لوں۔“

انہوں نے ایک اوپھی چٹان پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ فوج اور پولیس کے ہزارہا ہوان ایک دائرے کی صورت میں ان

”اف میرے مالک یہ تو بہت بڑی تعداد میں آئے ہیں۔“

”آخر ایجاد کو یہ سو جھی کیا؟“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اگر کھک جانے کا وقت تھا، موقع تھا، محل تھا... تو انہوں نے ہمیں بھی کیوں اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش نہیں کی۔“

”ہو سکتا ہے... ان کے ذہن میں کوئی بات آئی ہو۔ کوئی ترتیب آئی ہو۔ یا سب کے کھک جانے کا امکان نظر نہ آیا ہو۔“ دیے ان کے اس سرک جانے میں بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہم چپ چاپ خود کو دشمنوں کے حوالے کر دیں۔“

”اتی بڑی تعداد کے ساتھ ہم کب تک مقابلہ کریں گے...“ جب کہ ابھی اس جنگ کا کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آ رہا۔... لذا ہم خود کو ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔“

”نہیں... ہم اونچائی پر ہیں... ان لوگوں کو تنگی کا ناج نچا سکتے ہیں... جلد از جلد اپنے ارد گرد پھر جمع کرلو... تاکہ ہم اپنا اسلحہ ختم

”ہم حملہ کریں گے... محمود... لیکن ابھی نہیں“۔ وہ بولے۔
”جیسے آپ کی مرضی“۔

”فی الحال خود کو مورچے میں دیکائے رکھو“۔ وہ بولے۔
گولیاں برستی رہی... لیکن جب ان کی طرف سے بالکل جواب
نہ دیا گیا تو دشمن شیر ہو گیا اور بے دھڑک مورچوں سے نکل کر اوپر
آنے لگا۔

”بہت خوب! یہ وقت ہے حملہ کرنے کا... پروجوس انداز میں ان
پر پھرلوں اور گولیوں کی بارش شروع کریں“۔ منور علی خان بولے۔
اور پھر دشمن پر پھرلوں کی بے تحاشا بارش شروع ہو گئی... وہ
یری طرح بوکھلا گئے... ساتھ ہی ان میں پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی...
گولیاں دشمن کو یک دم یہ بتا دیا گیا کہ ان کے پاس گولیاں بھی ہیں اور پھر
جنگ... دشمن زخم کھا کر مورچوں کی طرف دوڑا اور دبک گیا۔

”اب یہ بے دھڑک اوپر نہیں آئیں گے... بلکہ آئیں گے ہی
نہیں... جہاں کوئی سر اور اٹھائے... پھر سے اس کا نشانہ لے ڈالو۔
ہمیں ملنے کی صورت نہیں... اس لئے کہ ہم نچے جا کر کیا کریں
گے... انسیں ہمیں گرفتار کرنے کے لئے پھر اوپر آنے کی ضرورت
ہے... لہذا جب بھی یہ اوپر آنے کی کوشش کریں گے... پھرلوں سے
ان کا استقبال کیا جائے گا... جلد ہی یہ جان لیں گے کہ ہم پر قابو پانا
آسان کام نہیں ہے“۔

”تو پھر اس میں شکریہ کی کیا بات ہے“۔ محمود بولا۔

”ہے... اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے تو یہ لوگ ہمارے
لماظ کرتے ہی رہے ہیں... اس لمااظ کا شکریہ ادا کر رہا ہوں“۔

”یار چپ رہو... ایک تو تم لوگ کام کی بات میں ٹانگ اڑ
دیتے ہو“۔ منور علی خان جھلا کر بولے۔

”اوہ سوری انکل... پہلے آپ اپنی بات مکمل کر لیں... ہم بعد
میں کر لیں گے“۔

”شکریہ... تم ہمارا ہرگز لمااظ نہ کرنا... اب مقابلہ شروع کی
جائے“۔ منور علی خان بولے۔

”ہاں بالکل... اب ہم تم لوگوں کی مکابوٹی کرنے کے لیے تیار
ہیں“۔ بلند آواز میں کہا گیا۔

”اور ہم بھی تمہارے پرچے اڑانے کے لیے تیار ہیں“۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی... وہ
پہلے ہی چنانوں کو مورچے کے طور استعمال کرنے کے لیے تیار ہو چکے
تھے... لہذا گولیاں چنانوں سے نکلا نکلا کر گرنے لگیں... انہوں نے
ابھی تک جوابی کارروائی نہیں کی تھی... وہ منور علی خان کے حکم کا
انتظار کر رہے تھے... لیکن وہ بالکل خاموش تھے۔

”کیا خیال ہے... انکل... کیا ان پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں
ہے“۔ محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

کامران مرزا تو ہر حال میں بیس کسی ہیں... وہ ضرور کوئی کام دکھائیں گے۔"

اچانک ایک دھماکا ہوا... یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بم پھٹا ہو۔ سب نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ ایک طرف آگ، دھواں اور چیخ دیکار کا عالم نظر آیا۔ اور یہ حالت دشمن کی ہو رہی تھی۔

"یہ کام ضرور اسپکٹر کامران مرزا نے دکھایا ہے۔" منور علی خان سکرائے

"لیکن ان کے پاس بم کہاں سے آگیا۔"

"بھی تم بھول رہے ہو۔ وہ گھیرے سے باہر ہیں... کسی دشمن کے یہاں پر ہاتھ صاف کر دیا ہو گا اور اس میں بم بھی ہوں گے۔"

"اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔"

اگر دشمن حیران اور پریشان تھا کہ اس جگہ کے بالکل مختلف شدت ایک اور دھاکہ ہوا ادھر بھی آگ، دھواں اور چیخ دیکار بلند ہوتی تھر آتی۔

"واہ... کامران مرزا کیا کام دکھار رہا ہے۔"

"لیکن انکل! ان حالات سے ہم کیوں فائدہ نہیں اٹھائیں... ب یہ لوگ بوکھلا کر ادھر ادھر ہونے لگے... ہم نہایت آسانی سے ان پتھر بر سا سکتے ہیں۔" محمود بولا۔

"لیکن انکل... آخر کب تک... یہ لوگ ہیلی کاپڑوں کے ذریعے ہم پر گولہ پاری کر سکتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے... خیر دیکھا جائے گا... یہ جو سایبان نما چنان ہے... یہ ہمیں ہیلی کاپڑوں کے محلے سے بھی بچا سکتی ہے... اور اگر ہیلی کاپڑ زیادہ نیچے آ کر فائرنگ کریں گے تو اس سے پہلے ہم انہیں نشانہ بناؤں گے۔" منور علی خان بولے۔

"یہ ساری باتیں تسلیم... لیکن انکل... سوال یہ ہے کہ آخر کب تک... ہم ان سے کمال تک لڑ سکیں گے... ایک دن... دو دن... تین دن... آخر بھوک اور پیاس ہمیں بذھال کر دے گی۔ اور ہمارے ہاتوں میں اتنی سکت بھی نہیں رہے گی کہ پتھر اٹھا سکیں۔ مہینکنا تو دور کی بات معلوم ہو گی اس وقت۔"

"ہاں! یہ بات میں جانتا ہوں... لیکن تم... ایک بات بھول رہے ہو۔"

"اور وہ کیا۔"

"یہ کہ اسپکٹر کامران مرزا اور اسپکٹر جشید اور خان رحمان ان کے گھیرے سے باہر ہیں اور کسی وقت بھی ہماری مدد کو پہنچ سکتے ہیں... اور اس بات کا بھی تھیں اندازہ ہے کہ وہ تینوں پوری ایک فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

"جی ہاں انکل... یہ تو سہے... آپ تھیک کہتے ہیں... انکل

صورت میں یہ چاروں طرف سے ہماری زد پر ہوں گے۔

”لیکن ان میں سے کچھ تو یہاں سے ہٹ کر انگل کی ملاش شروع کر سکتے ہیں... اور ان پر فائزگ کرنے کی کوشش شروع کر سکتے ہیں۔“

”ہاں! لیکن ہم انہیں یہ عقل کیوں دیں۔“

اچانک آسمان پر یہی کاپڑوں کا شور گونجا۔

”اسی کی امید تھی۔“ منور علی خان بڑی راستے

یہی کاپڑوں نے قدرے پیچے آ کر ان پر گولیاں بر سانا شروع کر

دیں۔ لیکن وہ پلے ہی چٹاؤں کی اوٹ میں آپکے تھے... لذا وہ بالکل

محفوظ رہے۔ یہ بات ان لوگوں نے بھی محسوس کر لی... لذا اس بار

یہی کاپڑ کافی پیچے آگئے تاکہ ان پر کامیاب فائزگ کر سکیں... اور

ان لوگوں نے یہی کاپڑوں پر فائزگ کر دی۔ نتیجہ یہ کہ ایک یہی کاپڑ

کو آگ لگا گئی۔ باقی اونچی پرواز کر گئے۔

”وہ مارا۔“ انہوں نے یہی کاپڑ کو گرتے دیکھ کر نعروہ لگایا۔

اور جس جگہ یہی کاپڑ گرتا نظر آیا۔ وہاں سے دشمن خوف زدہ

ہو کر بھاگا۔ انہوں نے ہاتھ کتے دشمن کو پتھروں کی زد پر رکھ لیا۔ ایسے

میں دوسری طرف سے ہم کا دھماکا ہوا۔ یہ کارروائی انسپکٹر کامران مرزا

کی رہی ہو گی۔ ساتھ ہی پیچے سے باقی یہی کاپڑوں پر فائزگ بھی

ہوئی۔

”اوہ ہاں! انہیں ہم پر غصہ آ رہا ہو گا کہ ہم کیوں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔“

”ٹھیک ہے... اب ہم کوتاہی نہیں کریں گے۔“

جو نبی تیرا دھماکا ہوا۔ انہوں نے پتھروں کی پارش شروع کر دی۔ اب دشمن کی بوکھلاہٹ کا کیا پوچھنا یہ وہ اس طرح وہاں سے دوڑے جیسے موت ان کے تعاقب میں ہو۔ لیکن یہ حال صرف ایک طرف ہوا تھا۔

”حیرت یہ ہے کہ وہ اکیلے ہیں... آخر کس رفتار سے دوڑ کر دوسری طرف جا رہے ہیں اور حملہ کر رہے ہیں۔“

”شاید انہیں ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لیے سے کوئی کاپڑ کافی پیچے آگئے تاکہ ان پر کامیاب فائزگ کر سکیں... اور

ان لوگوں نے یہی کاپڑوں پر فائزگ کر دی۔ نتیجہ یہ کہ ایک یہی کاپڑ

کوئی بات نہیں۔ یہ کام ان کے لیے اتنا مشکل نہیں ہے۔“

اور پھر چوتھا دھماکا ہوا۔ اور بھی انہوں نے پتھروں کی پارش شروع کر دی۔ اس طرف سے بھی لوگ بھاگے۔ اب پھر پہلی جگہ دھماکا ہوا۔

”ان بے قوفوں کا یہ حال ہے۔ ان کی طرف توجہ نہیں دے رہے۔“

”توجہ دیں گے تو اور بے وقوفی کریں گے۔ اس لیے کہ اس ہوئی۔“

”ارے... یہ... یہ ان سے ایک غلطی سرزد ہو رہی ہے۔“

رفعت نے گھبرا کر کہا۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”اب دشمن انہیں دیکھ لیں گے۔“

”یہ بات کیا وہ نہیں جانتے۔“ - آصف نے منہ بنایا۔

”ہاں خیر... جانتے تو ہیں۔“

”تو بس پھر... کچھ سوچ کرہی تو انہوں نے ہیلی کاپڑ پر فائزگ کی
ہوگی۔“

”یا پھر وہ کسی بہت محفوظ جگہ پر ہوں گے... جہاں دشمن ان پر
حملہ نہیں کر سکتا۔“

”ہوں خیر... دیکھا جائے گا۔“

مسلسل فائزگ نے ہیلی کاپڑوں کو بہت اونچائی تک جانے پر
مجبور کر دیا.... یہ جنگ اسی رفتار سے جاری رہی.... اور پھر دن غروب
ہو گیا... گویا دشمن کا ارادہ تمام رات محاصرہ جاری رکھنے کا تھا۔

”اب تک انکل جمیل اور خان رحمان بھی لوٹ کر نہیں
آئے۔“ - آصف بڑا دیا۔

”کیا خبر وہ آئے ہوں اور موجودہ صورت حال دیکھ کر باہر سے
دشمن پر دار بھی کر رہے ہوں... وہ انکل کامران مرزا کے ساتھ شامل
ہو گئے ہوں۔“

”ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔“

”اس کا ایک ہی حل ہے... اور وہ یہ کہ رات کے وقت ہم
کسی طرف سے نکلنے کی کوشش کریں... اس طرح کہ دشمنوں کو کانوں
کان پیانہ چلے... پہاڑ پلے تو اس وقت جب ہم یہاں سے کہیں دور جا
چکے ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ منور علی خان نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔
اور پھر نصف رات کے وقت جب دشمن نیند کی حالت میں
تھا... اور اس کے چند آدمی جاگ کر پھر دے رہے تھے... وہ وہاں
کے نکلے۔

”یہ اقدام ہمارے لیے حد درجہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔“
منور علی خان بولے۔

”خالصہ کا طول پکڑ جانا بھی تو ہمارے لیے کم خطرناک نہیں
سکتا۔“

”ہاں یہ بھی ہے۔“

عن ان اسی وقت دور بہت دور ایک درخت پر انہیں روشنی کی ہلکی
لیکن دکھائی دی... کرن کے ذریعے سے کیا جائے والا اشارہ...
یہیں جانا پچھانا محسوس ہوا... پھر ان پر جوش طاری ہو گیا... کیونکہ وہ
ن گئے تھے کہ اس درخت پر ضرور اسپکٹر کامران مرزا ہیں... وہ دبے
ل آگے بڑھنے لگی۔ آگے چل کر انہم سمع کرنا شگفتارا۔

اور اس طرح ریستنے ہوئے وہ دش فوجیوں کے درمیان سے نکلتے پڑے
 گئے... ایسے میں اگر ان کی آنکھ کھل جاتی تو اب سب کا کام تمام
 ان کے دل بڑی طرح دھڑک رہے تھے... آخر کار انہوں نے د
 فوجیوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور خود اس درخت کی طرف بڑھتے رہے
 درخت کے نزدیک پہنچ کر آنکھ نے علق سے الو کی ہلکی سی
 نکالی... درخت پر سے بھی الو کی گواز سنائی دی... وہ خوش ہو گئی
 انہیں ذرا بھی شک نہ رہا کہ درخت پر اسکیٹ کامران مرزا ہیں۔

”انکل! ہم آگئے ہیں... اب آپ بھی نیچے آسکتے ہیں۔“

اوپر ہے کوئی جواب نہ ملا تو وہ بہت حیران ہوئے... اور پھر

چاروں طرف سے روشنی میں نہا گئے۔



کیوں دل نہیں کرتا۔

”چھاٹھیک ہے... اب ہم تم دونوں کے منہ پر شیپ چپکا رہے ہیں... تاکہ تم پر لئے ذرا بھی تلاوہ آئے اور تم سزا سے بالکل ہی نجات حاصل ہے۔“

”تمہوڑی بہت سزا تو خیر وہ دے گا۔“

”چلو خیر... اب ہم اس سے نیا ہد تم دونوں کے اور کیا کر سکتے ہیں؟“

ان دونوں کے منہ پر شیپ بند کر دیلے گئے۔ پھر انپکٹر جشد اور خان رحمان اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔

دونوں حیرت زدہ آنکھوں سے ان کی تیاریوں کو دیکھتے رہے۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

پھر ٹھیک آؤ چھے کھنٹے بعد قدموں کی کھیڑ سالی دی۔ اس گرفت کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ لذا آئے والے دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔

”ارے! یہ کیا؟“ میجر ڈونگلی دھکتے ہے رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے بھیل گئیں۔ کیونکہ اندر اس کے دونوں ساتھی کرسیوں سے بند ہوئے تھے اور ان کے منہ بھی شیپ سے بند تھے۔

”وہ... وہ کمال گئے؟“

وہ بے چارے کس طرح جاتے۔ ان کے تو منہ بند تھے۔ میجر

ڈوئی کی آگے بڑھ کر ان کے ہونٹوں سے ٹیپ الگ کر دی.... ان کے جمیلہ۔

منہ تکلیف سے سکھنے گئے۔

”اب بتاؤ۔“

”اب ان سے نہیں ہم سے پوچھیں۔“

انسپکٹر جمیلہ کی آواز کمرے میں گوئی گیا۔ دونوں ان کی طرف مڑے۔ ان لوگوں کے پیچے دبی ہوئی حالت میں بھی وہ ہونٹے کے قابل لیکن پھر انسپکٹر جمیلہ زور سے اچھلے۔ ان کے چہرے پر حیرت کی دوڑ تھے۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”مطلوب یہ... کہ آدھ گھنٹے کا راستا ہے۔ اور آپ لوگ

بورے آدھ گھنٹے میں آگئے۔ پھر اس پر آپ نے اپنا ایک آپ کس وقت کیا تھا۔

”تمست خوب انسپکٹر جمیلہ۔ آپ ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔ خیر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے یہ کام راستے میں کیا۔ یعنی دو پنچھے ایک کاج۔“

اور پھر میں کے قریب آدمی ان کے اوپر آگئے۔ انسیں برکی

”دو پنچھے ایک کاج۔ یا ایک کاج دو پنچھے۔“

خان رحمان نے

ٹرح اپنے پیچے دیا۔ کچھ لوگ جال پر پیدا کر کر ہو گئے۔ منہ پہنایا۔

ماکہ وہ ان لوگوں کو اچھا دیں تو بھی جال سے نہ نکل سکیں۔ ایسے میں میجر ڈوئی کی آواز ابھری۔

”ان سے ان کے پتوں لے لو۔ اور جال سمیت انسیں اٹھ کر

”لیا مخفی ہے۔“

”ان پر قابو پاتا۔“

”قابو پاتا تو تم پر بھی بہت مشکل تھا اسپکٹر جمیش۔“ اس نے

شوخ آواز میں کہا۔

”پتا نہیں... لیکن میں ان کے بارے میں ضرور کہ سکتا ہوں۔“

”تم دیکھتے جانا... وہ سب بھی جلد تم تک پہنچا دیے جائیں

گے۔ اب تم سب قید کے مزے لوٹو گے۔“

”ہمیں صرف ایک بات بتا دیں... پھر جماں اور جس حالت میں

درکھنا چاہیں رکھے سکتے ہیں۔“

”اچھا پوچھو... کیا بات ہے؟“

”یہ کہ اس کمرے میں جو یہ ماذل رکھا گیا ہے نا... اس کا اصل

کمال بنایا گیا ہے۔“

”یہ ایک ایسا سوال ہے... جس کا جواب اس معاملے میں کوئی

بھی نہیں دے سکتا۔“

”کیا مطلب؟“

”ہاں! کوئی نہیں بتائے گا... نہ کسی کو معلوم ہے۔“

”لیکن میں لے ستا ہے... صرف آپ کو معلوم ہے۔“

”میرڑو گئی فوراً اپنے ان دو آدمیوں کی طرف گھوم گیا... جو ابھی

تک کریسوں سے بندھے ہوئے تھے... وہ کانپ گئے۔“

بیٹھ جانے دو... جال سے نکلنے نہ دیتا... ورنہ یہ پھر سے اڑ جائیں گے اور پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔“

اب وہ جال سیت اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”اسپکٹر جمیش... باقی لوگ کہاں ہیں۔“

”یہ بات آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں بھلا۔“

”وکیا نہیں پوچھ سکتا۔“

”وہمیں... بالکل نہیں۔“

”میں اسی وقت واٹلیس سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔“ بھر نے

سیٹ جب سے نکال کر کہا۔

”میرڑو گئی بات کر رہا ہوں۔“

”ان لوگوں کا سرآغ لگ گیا ہے... وہ شر کی پہاڑی سمت پر

ہیں... چنانوں کے بیچے پناہ لیے ہوئے ہیں۔“

”مگر لو ائمیں... زیادہ سے زیادہ فوج اور پولیس لے کر جاؤ۔“

”زندہ نہ ہاتھ لگیں تو مردہ لے آنا۔“

”لو کے سر۔“

سیٹ رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

”آپ اگھوئے کی ضرورت نہیں رہی... پتا چل گیا ہے... لذا

”تم بھی اس وقت تک انتظار کو جب تک وہ نہیں آ جاتے۔“

”مشکل ہے، میرڑو گئی... اسپکٹر جمیش سکرائے۔“

جلد وہ بھی سچے دل سے عیسائیت کو قبول کر لیں گے۔

”یہ تم لوگوں کا ایک خواب ہے... جو بس خواب ہی رہے گا۔“

انپکٹر جمیل مکارے۔

”وس لیے میں تم لوگوں کو مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا... میں تم لوگوں کو دکھاؤں گا کہ ہمارا یہ خواب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔“

”اچھی بات ہے... ہم بھی تم لوگوں کو دکھادیں گے کہ اسلام ہی آخری نہب ہے اور اللہ کا پسندیدہ ہے۔“

”تو پھر تم جیل میں چلے جاؤ... وہیں تمہارے باقی ساتھی پہنچا دیئے جائیں گے... وہاں مل کر ہمارے خلاف خوب خوب ترکیبیں سوچوں... لیکن قید میں... بلکہ اگر بھی دل گھبرائے تو مجھے پیغام بھیج دیکھاں... میں تم لوگوں کو اوہر اور سیر کرا دیا کروں گا... مجھ سے اچھا دشمن تم لوگوں کو آج تک نہیں ملا ہوا گا۔“

”لیکن میں نے تو سنا تھا... یہ مصوبہ مسٹر ایظال کو سونپا گیا ہے۔“

”ہاں! میں ان کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔“

”تو ہماری ملاقات مسٹر ایظال سے بھی کرایے تا۔“

”مسٹر ایظال کے بارے میں پوری دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“

”کیا انتارجہ کا صدر بھی نہیں جانتا۔“

”نہیں نہیں ہم نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔“ لبھے آدمی نے کانپ کر کہا۔

”اگر تم نے یہ بات انہیں بتا بھی دی ہو تو کوئی بات نہیں... یہ انپکٹر جمیل مکارے۔ لوگ مجھ سے ہرگز معلوم نہیں کر سکتے۔“ مجھر ڈو گئی ہسا۔ ان کے چہرے پر اطمینان دوڑ گیا۔ لیکن اسی وقت مجھر ڈو گئی نہ ہس کر کہا۔

”بہر حال تمہیں سزا ضرور ملے گی... کہ تم نے ایک اہم راز انہیں کیوں بتایا۔ میں کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔“

”عن... نہیں... سر نہیں۔“

”خاموش! اگر اب تمہارے منہ سے کوئی لفظ نکلا تو مجھر ڈو گئی کاغذ آسمان سے باٹیں کرنے لگے گا۔“

اور پھر وہ ان کی طرف مڑا۔

”انپکٹر جمیل تم نے میرے آدمیوں سے یہ معلوم کیا ہے کہ اصل پلانٹ کماں لگایا گیا ہے... میں تم سے اس کے بدلتے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں... کہ تمہارے بقیہ ساتھی ہاں ہیں... لیکن ان کے سر آغا تو میہوے آٹوی لگا بھی چکے ہیں... اب تم لوگوں کو جیل بھیجنے کے سوا کیا کام رہ جاتا ہے... تم سب جیل میں سڑتے رہتا اور ہم پوری دنیا پر حکومت کرتے رہیں گے... دنیا میں عیسائیت کا نام اونچا کرتے رہیں گے... جن لوگوں نے وقتی طور پر ذر کر عیسائیت قبول کی ہے... بت

”ہاں! وہ بھی نہیں جانتا۔“

”لیکن اس طرح تو کوئی بھی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ... لیکن تم اس سے بھلا کیا فاکرہ انھا سکو گے۔“

”ابطال ہے۔“

”ہاں کر سکتا ہے... لیکن ہو نہیں سکتا... دعویٰ کرنا آسان ہے... خود کو ابطال ثابت کرتا بت مسئلہ ہے۔“

”سوال یہ ہے کہ کیسے... فرض کیا، میں دعویٰ کروتا ہوں میں ابطال ہوں... یا خیریہ طور پر دوسرے کو بدایات دیا شروع کروتا ہوں۔“

”ہر کوئی جان جائے گا کہ تم ابطال نہیں ہو... کوئی اور ہو۔“

”آخریہ کیسے جان جائیں گے۔“

”ہربات بتانے والی نہیں ہوتی۔“

”لیکن میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں۔“

”تو پھر بتا دیں... کیا اندازہ لگایا ہے۔“

”مسٹر ابطال نے کچھ خاص قسم کے ٹرانسیور بنائے ہیں.... ان ٹرانسیور کا اصل سیٹ صرف اور صرف ابطال کے پاس ہے.... لہذا ان سیٹوں پر جب اشارہ موصول ہو گا... تو صرف ابطال ہی بات کرے گا، اور کوئی نہیں.... اور ادھر سے اگر کوئی مباحثت بات کرنا چاہے گا تو وہ صرف اور صرف مسٹر ابطال سے ہی بات کرے گا اور کسی سے نہیں.... لیکن بات ہے تا۔“

”تم لوگ واقعی بست ذہین ہو... اس بات کا اندازہ بھی لگا لیا۔“

”لیکن تم اس سے بھلا کیا فاکرہ انھا سکو گے۔“

”فی الحال ہم فائدے اور نقصان کی بات نہیں سوچ رہے ہیں... یہ

سوچ رہے ہیں کہ ابطال کو ساری دنیا میں کوئی نہیں جانتا... پھر بھی اس

کی وجہ کوئی نہیں لے سکتا... اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ

ٹرانسیور سیٹ ہیں... اور صاف ظاہر ہے کہ یہ اس کی اپنی ایجاد ہوں

گے۔“

”ہاں! بالکل۔“ میجر ڈونگی نے فخریہ انداز میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے... ابطال ایک سائنس وان بھی ہے۔“

”بلکہ بہت بڑا سائنس وان ہے۔“

”شکریہ! اب آپ ہمیں جیل بچج دیں۔“

”ہاں! تاکہ میں تم لوگوں کے ساتھیوں کو بھی جیل لانے کا انتظام کر سکوں... میسے تو وہ آتے ہی ہوں گے... ایک منٹ... میں ذرا رپورٹ لے لوں۔“

یہ کہ کراس نسیٹ پر رابطہ قائم کیا۔

”میجر ڈونگی بات درہا ہوں... ہاں ان لوگوں کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔“

”ان پر قابو پانے کے لیے ہمیں باقاعدہ جنگ کرنا پڑ رہی ہے... جنگ شروع ہو چکی ہے، لیکن ان کی نیکست کے فی الحال کوئی آثار

بہت خستہ نظر آرہی تھی... شروع میں انہیں کھینچا جو گیا تھا۔

"اُنہیں یہاں نہیں... پیشل جیل میں لے جایا جائے گا... میں یہ ہدایت و نہ بھول گیا تھا۔"

"تو سر... آپ واڑ لیس سیٹ پر اطلاع یا ہدایات دے سکتے تھے۔ ان کے ماتحت نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں... میں چاہتا تھا... خود اپنی آنکھوں سے انہیں اس جیل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لوں... تاکہ یہطمیتان ہو جائے... یہ لوگ بند کئے جا پچکے ہیں۔"

"بہت ذرے ہوئے ہو تم سب۔"

"مسٹر اباظل نے ڈوار کھا ہے ہم سب کو... ورنہ تم لوگ ہو کیا چیز۔ ڈونگی نے یہ راسامنہ بنایا۔"

"وکھادیں پھر کیا چیز ہیں ہم۔" اسکرٹر جمیشید بولے۔

"کیا مطلب... ابھی بھی یہ دم خم۔"

"اگر ضروری دیکھنا چاہتے ہو تو دکھا دیتے ہیں... ویسے ہم فی الحال کچھ دکھانے کے موڑ میں نہیں تھے... جیل بہت پر سکون جگہ ان کو لے جانے کے بعد وہ فوراً وہاں سے اس مقام کی طرف جانے کے لیے نکلا... جماں جنگ لڑی جا رہی تھی... لیکن پھر کچھ خیال ہوتی ہے... وہاں پہنچ کر خوب غور کرنے کا پروگرام تھا... لیکن اب آئے پر رک گیا اور گاڑی کا رخ موڑ دیا... جلد ہی وہ جیل کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت تک اس کے ساتھی اسکرٹر جمیشید ایک زوردار جھٹکا دیا... رسیاں ٹوٹ گئیں... اور وہ جیل سے باہر نکل اور خان رحمان کو وہاں لے آئے تھے... جیل کے اندر ان کی حالت

نہیں ہیں۔"

"غیر... کوئی بات نہیں... میں آ رہا ہوں۔" میجر ڈونگی کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آتے تھے۔ اسکرٹر جمیشید اور خان رحمان مسکرا دیے... پھر میجر ڈونگی کے ماتحت انہیں جیل سمیت پکڑ کر گھینٹنے لگے... میں وہ جیل کو ہلا بھی نہ سکے۔

"لگک... ہوا... رک کیوں گے۔" ڈونگی بولا۔

"سر... یہ ہم سے نہیں کھینچ رہے۔"

"سب مل کر کھینچو... کیسے نہیں کھینچیں گے۔"

"جی ہاں! اب نے مل کر بھی زور لگایا ہے۔"

"اور آدمی اندر بلالو۔" اس نے حیران ہو کر۔

دس آدمی اور اندر آگئے... ان سب نے مل کر زور لگایا... تب کہیں جا کر وہ جیل گھینٹنے کے قابل ہو سکے... لیکن میجر ڈونگی اب تک حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

آن کو لے جانے کے بعد وہ فوراً وہاں سے اس مقام کی طرف جانے کے لیے نکلا... جماں جنگ لڑی جا رہی تھی... لیکن پھر کچھ خیال ہوتی ہے... وہاں پہنچ کر خوب غور کرنے کا پروگرام تھا... لیکن اس ان الفاظ کے ساتھی اسکرٹر جمیشید نے جیل کی رسیوں کو پکڑ کر اور خان رحمان کو وہاں لے آئے تھے... جیل کے اندر ان کی حالت

آئے... خان رحمان نے بھی باہر آئے میں نے نہیں کی۔

میجر ڈوگنی اور اس کے ساتھی حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے ان مقام کی حیرت سے فاکرہ اٹھایا اور لپک کر میجر ڈوگنی کا بازو پکڑ لیا... دوسرے ہی لمحے وہ اس کا بازو مروڑ چکے تھے۔

میجر خود اپنا مسٹر ڈوگنی... اپنے آدمیوں سے کہو... تھیار گرا دیں... ورنہ تمہارا بازو تو گیا۔

میجر کے قبے پر شدید تکلیف کے آثار نظر آ رہے تھے... خان رحمان بھی لپک کر اسکریٹ جہید کے پیچے آپکے تھے۔ اب اگر اس کے ساتھی حملہ کرتے تو خود میجر ان کی زد میں آتا۔ لذا وہ دم بخود کر کے تھے۔

”بہت خوب... مان کیا میں تم لوگوں کو... لیکن“ - اس کے لپجھ میں حیرت تھی۔

”اگر تم جال کو توڑ سکتے تھے... تو پہنچ کیا کیوں نہ کیا۔“

”میں واقعی ایک جگہ بیٹھ کر غور کرنا چاہتا ہوں... اور غور کر کے لیے جیل سے بہتر جگہ کوئی نہیں ہوتی... لیکن جب تم نے چیلنج کو تو میں دکھانے پر مجبور ہو گیا کہ یہ جال وال ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔“

”خیر... مان گئے بھی... اب کیا پروگرام ہے۔“

”اب پروگرام میں تبدیلی کر لیتے ہیں... گاڑی میں بیٹھو اور اس

کہ ان مقام کی طرف پڑھ جائی جگہ تو رہی ہے۔ وہ مسکرا دیتے۔

”بُرْجِ“ پر کے نہ سے لے لے۔



کھاں اور کے

لکھئے۔ آفتاب مسکرا یا۔

”وہ کیوں۔“

”اس لئے کہ ابھی ہمارے انگل آپ کے قبھے میں نہیں آئے۔ رفت چمک کر بولی۔“

”انسپکٹر کامران مرزا کی بات کر رہے ہو پھر“۔ کیشن واصل نے

ہنس کر کہا۔

”ہاں کیوں... آپ ہنے کیوں۔“

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں آواز کی سوت میں دیکھا۔ ”جب تم لوگ ہمارے قابو میں آئے گے ہو تو وہ خود بخود چلے آئیں گے... بس ایک اعلان کرنے کی ضرورت ہے۔“

”تو پھر کریں اعلان... اور بلا کمیں انہیں... ہم ان کے بغیر ادائی قابو میں نہیں آ رہے ہو تو اپنی فوج کو خاص ہدایات دیں... اور پھر اس بھروس کر رہے ہیں۔“

”ہم نے آپ کے تمام ساتھیوں پر قابو پالیا ہے... لہذا اب درخت پر سے روشنی کی کلن لہرائی... میں جانتا تھا... کہ تم یہ خیال کرو گے کہ اس درخت پر انسپکٹر کامران مرزا موجود ہیں... لہذا تیرا برا سلوک کیا جائے گا... پھر نہ کئے گا... انسپکٹر کامران مرزا آپ سن طرح چلے آؤ گے... اور یہی ہوا... اب دیکھ لو... تم ہمارے جاں میں رہے ہیں؟“

”مان گئے بھی... آپ واقعی عقل مند ہیں... آپ کا نام کیا ہے؟“ لیکن انسپکٹر کامران مرزا کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

”وہ اس طرح نہیں آئیں گے... ان میں ہے ایک کو باندھ کر اٹھا دیا جائے۔“ کیشن واصل بولا۔

”میں کیشن واصل ہوں... میجر ڈاؤن کی کاماتخت۔“

کیا

”اگر تم اسے لٹکانا ہی چاہتے ہو تو سیدھا لٹکاؤ۔“ منور علی خان
عمرج کر بولے۔

”مگر مطلوب ہے... یہ کس لمحے میں بات کر رہے ہیں مسٹر؟“
”میں تم لوگوں کی بویاں نوج ڈالوں گا... اگر تم نے اسے اٹا
لٹکایا میں ہاں سیدھا لٹکاؤ۔“

”نہیں... اب تو ہم الٹا ہی لٹکائیں گے... دیکھتے ہیں تم کیا کر
لیتے ہو۔“

میں اس وقت ایک فائز ہوا اور اس آدمی کے منہ سے دل دوز
چیخ نکلی... جوری درخت کی شاخ پر ڈال رہا تھا... وہ گرتا چلا گیا۔
”بہت خوب...“ تم لوگوں نے دیکھا... میرے والد آس پاس
موجود ہیں اور یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے... نہ وہ تم سے خوف زدہ
ہیں... ارے وہ تو کر دیں تم سب کو خوف زدہ۔“

”وقت پھر ہم تم لوگوں کو ہی کیوں نہ بھون ڈالیں... نہ رہے گا
بالس نہ بچے کی بانسری... جب تک انپکٹر کامران مرزا تم تک پہنچیں
گے... تم لاشوں کی تبدیل ہو چکے ہو گے۔“

”یہ حضرت بھی نکال کر دیکھ لو۔“ محمود نے منہ بنایا۔
میں اسی وقت ایک دھماکا ہوا اور زمین ہل گئی... وہ گھبرا کر زمین
پر گرے... اور پھر اوہر ادھر لڑھکتے چلے گئے... ساتھ ہی انہوں نے
راہ قلیں چھین لیں... دوسرے ہی لمحے خوفناک انداز کی فائزگ شروع

”اوے کے سر۔“ اس کے ساتھی فوراً بولے۔

انہوں نے رفتہ کے پیر باندھنے کی کوشش کی تو آصف بول
اٹھا۔

”اس کے نہیں... میرے پیر باندھنیں۔“

”کیوں! اس کے کیوں نہیں۔“

”یہ لڑکی ہے... اٹھ لھی ہوئی اچھی شیکھ لے گے گی... میں جو
حاضر ہوں۔“

”تمیں... انپکٹر کامران مرزا کو جلد سامنے لانے کے لیے اسے
ہی لٹکانا ہو گا۔“

”آپ سن رہے ہیں ایجاداں... یہ لوگ رفتہ کو الٹا لٹکا رہے
ہیں... مہالی فرمائ کر سامنے آ جائیں۔“ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

ان کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا... کیپشن راسل
سکراپا اور بلند آواز میں بولا۔

”وہ ذرگئے ہیں... سامنے نہیں آئیں گے۔“
”ایسی بات نہیں ہے... ان کے سامنے نہ آنے کی ضرور کوئی
وجہ ہے۔“ آصف نے بھنا کر کہا۔

”خیر ہمیں کیا ہے... ہم تو لٹکائے دیتے ہیں اسے۔“
”تم لوگ میرے پارے میں فخر مند نہ ہو۔“ رفتہ نے پر سکون
آواز میں کہا۔

ہو گئی۔

ہتھیار پھینکنے جانے کی آوازیں سنائی دیں۔

کیپٹن واصل کا حال بہت برا تھا۔ اس کا دایاں کندھا زخمی ہو۔ ”اب ان سے کیسی... ہتھیاروں سے سو قدم دور ہٹ پکا تھا۔ اب وہ ایک درخت کی اوٹ میں چھا اپنے سپاہیوں کو ہدایات بیانیں۔“ انسپکٹر جشید بولے۔ وے رہا تھا۔ جنگ ایک بار پھر شروع ہو چکی تھی۔ لیکن اب یہ بے ذہنگے انداز میں لڑی جا رہی تھی۔ کسی کو کسی کا پتا نہیں تھا کہ وہ کمال ہے۔ ہر کوئی اپنی جگہ سے دشمن پر فارغ رہا تھا۔ فوجی پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

”اب انسپکٹر کامران مرزا سب ساتھیوں کو لے کر یہ ہتھیار سیکھ لیں۔ فوجیوں کو حکم دیں کہ وہ ایک دوسرے کو پاندھنے کا کام شروع کر دیں۔ جس کسی نے ڈھیلے ہاتھ باندھے۔ اس کے اپنے ہاتھ یہ آواز بیھر ڈو گئی کی تھی۔ میدان میں ایک لمحے کے لیے سنایا اس قدر سختی سے باندھے جائیں گے کہ ری گوشت میں دھنس جائے طاری ہو گیا۔“ لیکن پھر فائزگنگ شروع ہو گئی۔

”میں نے کہا ہے۔ رک جاؤ۔“ ڈو گئی چلا یا۔ ”ہم رک چکے ہیں سو۔“ لیکن انسپکٹر جشید پارٹی نہیں رک لا۔ بھر انہوں نے ہر فوجی کے ہندھے ہوتے ہاتھ چیک کئے۔ جہاں کیسی دھیلا پن نظر آیا۔ اس فوجی سے پوچھا گیا کہ اس کے ہاتھ کس سے کما۔“

”اب آپ بند کریں۔“ ڈو گئی نے بے چارگی کے عالم میں ان نے باندھے۔ معلوم کرنے پر اس کے ہاتھ بہت سختی باندھے گئے۔ اس طرح تمام فوجیوں کے بارے میںطمینان کر لیا گیا۔ پھر کیپٹن ”ابھی نہیں۔ پہلے آپ لوگ اپنی فوج سے کیسی۔ سب لوگ واصل، بیھر ڈو گئی اور اس کے دونوں ماتحتوں کو باندھ دیا گیا۔

ہتھیار پھینک دیں۔“

”اب ان کا کیا کریں۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔ ”بیھر ڈو گئی جانتا ہے۔ اصل پلانٹ کمال لگایا گیا ہے۔“ ہو مل

”تم سب ہتھیار چھینک دو۔“ واصل ان سے کو۔“

”ہتھیار پھینک دو۔“ واصل چلا یا۔

نیں پتا سکتا۔

کے کمرے میں جو مائل بنایا گیا ہے۔ اس پر عملی کام کس جگہ ہو را اور کچھ بھی نہیں پتا سکتا۔“
”لیکن مشرذوں کی... آپ کے ان ساتھیوں نے بتایا تھا... کہ
صرف میجرڈوں کی سوچ کو معلوم ہے کہ ہیڈ کوارٹر کماں بنایا گیا ہے۔“

”نہیں... ان کا یہ خیال بالکل غلط تھا... میرے بارے میں اور
بھی کئی ایسی باتیں مشور ہیں... اور یہ لوگوں نے اپنے آپ ہی بنائی
ہیں... ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔“

”مگر وہ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مشرابطان اور ان کی تجربہ گاہ
کیا اس جگہ سے ہی پوری دنیا میں پھر گرنے کا کام لیا جا رہا
ہے۔“ اس کی سوچ کا مرزا نہ سرسری انداز میں کہا۔
”ہلا... نہیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”آپ نے ہاں کمایا نہیں کہا ہے... ذرا وضاحت کر دیں۔“
”ہو سکتا ہے یہ ہی بات ہو...“ مشرابطان کے پروگراموں کے
اوپر اس جگہ سے ہی پوری دنیا میں پھر گرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔“
”نہیں! نہیں معلوم تھا کہ ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔“
”ہلا... نہیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”آپ نے ہاں کمایا نہیں کہا ہے... ذرا وضاحت کر دیں۔“
”ہو سکتا ہے یہ ہی بات ہو...“ مشرابطان کے پروگراموں کے
اوپر اس جگہ سے ہی پوری دنیا میں پھر گرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔“
”نہیں رکھ کر لیا گیا۔“ اس دوران کسی کو چھٹی تک نہیں دی گئی۔
جب پلاٹ ستمپ کیا تو ان سب کو گولیاں مار دی گئیں... تاکہ بازار میں کوئی
تو زیادہ معاوضے کا لائق دے کر لایا گیا تھا۔“ ان سے ان کا کام لیا گیا اور
وہیں رکھ کر لیا گیا۔“ اس دوران کسی کو چھٹی تک نہیں دی گئی۔

”میجرڈوں کو الٹا لٹکا دیا جائے... بالکل اسی طرح جس طرح یہ
بھٹکتے تھے...“ اس بھٹکتے رفت کو الٹا لٹکا دیا چاہتا تھا۔“

”لیکن... کیا یہ لیکن کیوں؟“ ”میجرڈوں نے گھبرا کر کہا۔
”ہمارا خیال ہے... تم اس جگہ سے ضرور واقف ہونی... اور

بنایا گیا ہے...“ مشرابطان سے کوئی واقف نہیں ہے کہ وہ کون ہے...
انہیں آج تک کسی نے دیکھا نہیں ہے... ان حالات میں میں یا کوئی
”تب پھر وقت کیوں خالص کیا جائے۔“

”میجرڈوں کی سامنے لاایا گیا۔“
”ہاں میجر... ہیڈ کوارٹر کماں بنایا گیا تھا۔“
”صرف مشرابطان جانتے ہیں۔“
”دیکھوں نے تھا اتنا بڑا کام کر لیا ہو گا۔“
”نہیں جتنے لوگوں سے کام لیا گیا تھا...“ کام مکمل ہونے کے بعد کے بھر کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔“
”ان سب کو موت کے گھٹٹ اتار دیا گیا تھا۔“
”دیکھا... نہیں!!!“ وہ بڑی طرح جتنے۔

”ہاں! انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔“
اور کام ہو جانے کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا... انہیں
تو زیادہ معاوضے کا لائق دے کر لایا گیا تھا۔“ ان سے ان کا کام لیا گیا اور
وہیں رکھ کر لیا گیا۔“ اس دوران کسی کو چھٹی تک نہیں دی گئی۔
جب پلاٹ ستمپ کیا تو ان سب کو گولیاں مار دی گئیں... تاکہ بازار میں کوئی
بھٹکانے والا نہیں رہے۔“ اسی طرح جس طرح یہ
بھٹکاتے تھے...“ اس بھٹکاتے رفت کو الٹا لٹکا دیا چاہتا تھا۔“
”لیکن... کیا یہ لیکن کیوں؟“ اس بھٹکاتے رفت کو الٹا لٹکا دیا چاہتا تھا۔“
”ہمارا خیال ہے... تم اس جگہ سے ضرور واقف ہونی... اور

ہمیں اور ادھر کی باتیں کر کے بہلانا چاہتے ہو۔“

”نن.... نہیں.... یہ غلط ہے.... جھوٹ ہے.... مسٹر ابظال کے بارے میں.... میں تو کیا... ملک کا صدر بھی نہیں جانتا۔“

”لیکن ہم تو جانتا چاہتے ہیں۔“

”تو پھر صدر صاحب سے جا کر پوچھ لیں.... اگر انہوں نے بھی یہ بات نہ بتائی تو جو سزا چور کی وہ میری۔“

”ٹھیک ہے.... صدر کو بیس بلا لو۔“ - ان سپتہ جمیشہ مسکراتے۔

”کیا مطلب... بیس بلا لیں۔“

”ہاں! انہیں پیغام دیں.... کہ وہ یہاں آ جائیں۔ پلانٹ خطرے میں ہے.... بس تم صرف اتنے الفاظ کو گے۔ اس سے نہیں۔“

”تم لوگ الگ سے کھیل رہے ہو۔“

”سنو مسڑڈوںکی.... ایک بات غور سے سنو۔ اب تک یہی ہوا رہا ہے کہ جو لوگ عیسائیت قبول نہیں کرتے۔ ان پر پھرولوں کی بارشا ہوتی رہی ہے۔ یہی ہوتا رہا ہے نا۔“

”ہاں!“ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”اب تم وہی بارش ہم پر بھی کرا کے دکھاؤ نا۔“

”یہ.... یہ میرے لیے کیا مشکل ہے.... مل... لیکن۔“ - وہ لرز

گیا۔

”لیکن کیا۔“

”لیکن یہاں ہم بھی تو ہیں۔“

”اوہ اچھی بات ہے۔ خیر تم اس ساتھ والی چنان کے آس پاس جمع ہو جاؤ۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن آپ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں۔“

”اس لیے کہ شاید صدر کو ابظال کے بارے میں معلوم ہو۔“

”خوش فہمی ہے تم لوگوں کی۔ ابظال کے بارے میں کسی کو بھی نہیں۔“

”نہیں معلوم۔“

”تم صدر کو بلاو۔ ورنہ ائمہ لکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

سیٹ اس کے منہ کے قریب کر دیا گیا اور بُن دیا ریا گیا۔ جلد نہیں۔“

”وہی طرف سے صدر کی آواز سنائی دی۔“

”لیں.... کیا بات ہے۔“

”سر ایں میجر ڈونگی ہوں۔“

”ہاں کہو۔“

”سر! آپ کو چنانوں کی طرف آتا پڑے گا۔ مسٹر ابظال کا

معاملہ ہے۔“

”ابظال کا معاملہ... کیا مطلب؟“

”سر! میں سیٹ پر کچھ نہیں بتا سکتا۔ آپ بیس آ جائیں۔“

”تو تم کیوں نہیں آ جاتے“۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

”افوس! میں ایسا نہیں کر سکتا۔ معاملہ ہی ایسا ہے۔“

”مجھے یہ تو معلوم ہے کہ اس وقت تم ابظال کے ماتحت کام کر پالا ہوتا۔ ہمارا قرآن اور احادیث یہ بتاتی ہیں۔“

رہے ہو۔۔۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس نے تمہارے ذمے کیا کام لگا۔ ”وہ سب فرضی باتیں ہیں۔ حقیقت تو بس یہ ہے۔۔۔ جو اس وقت ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔۔۔ پھر وہ کیا کام کرنا میرکے ہیں۔“

”جب آپ یہاں آئیں گے تو ساری بات آپ کو معلوم ہو نہیں ہے۔“

”اگر یہ انسانی کارنامہ نہیں ہے۔۔۔ تو پھر اس ہوٹل کے کمرے جائے گی۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن اگر میرا وقت مبالغہ ہوا تو پھر میں تم سے سمجھ لوں گا۔“

”ٹھیک ہے سر۔“ اس نے کہا اور پھر سیٹ بند کر دیا گیا۔

”تم نے تو مجھے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔“۔ میر ڈونگی نے جھلا کر کہا۔

”اور آپ لوگوں نے ہمیں کہیں کہیں چھوڑا۔۔۔ مشرذوں کی۔۔۔ پوری دنیا کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔۔۔ یا وہ ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔ ملاقات نہیں کر سکتے۔“

”ہاں بگزار رہے تھے۔“

”یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والا شوشه کیا ہم نے چھوڑا ہے۔“

”عن۔۔۔ نہیں۔“۔ وہ ہکلایا۔

”تم لوگوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔ زبردستی عیسائی بننا لے چلا کر کہا۔“

” والا ہو۔۔۔ پھر وہ کھڑا کر کے اور نعلیٰ سچ کا ہوا کھڑا کر کے۔“

”اگر یہ اصلی حضرت عیسیٰ ہوتے تو پوری دنیا میں اسلام کا بول

”مجھے یہ تو معلوم ہے کہ اس وقت تم ابظال کے ماتحت کام کر پالا ہوتا۔ ہمارا قرآن اور احادیث یہ بتاتی ہیں۔“

رہے ہو۔۔۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس نے تمہارے ذمے کیا کام لگا۔ ”وہ سب فرضی باتیں ہیں۔ حقیقت تو بس یہ ہے۔۔۔ جو اس وقت ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔۔۔ پھر وہ کیا کام کرنا میرکے ہیں۔“

”جب آپ یہاں آئیں گے تو ساری بات آپ کو معلوم ہو نہیں ہے۔“

”اگر یہ انسانی کارنامہ نہیں ہے۔۔۔ تو پھر اس ہوٹل کے کمرے جائے گی۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن اگر میرا وقت مبالغہ ہوا تو پھر میں تم سے سمجھ لوں گا۔“

”ٹھیک ہے سر۔“ اس نے کہا اور پھر سیٹ بند کر دیا گیا۔

”تم نے تو مجھے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔“۔ میر ڈونگی نے جھلا کر کہا۔

”اور آپ لوگوں نے ہمیں کہیں کہیں چھوڑا۔۔۔ مشرذوں کی۔۔۔ پوری دنیا کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔۔۔ یا وہ ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔ ملاقات نہیں کر سکتے۔“

”ہاں بگزار رہے تھے۔“

”یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والا شوشه کیا ہم نے چھوڑا ہے۔“

”عن۔۔۔ نہیں۔“۔ وہ ہکلایا۔

”تم لوگوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔ زبردستی عیسائی بننا لے چلا کر کہا۔“

...اب انپکٹر جشید نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے تھے... لیکن ہاتھ اب انپکٹر کامران مرزا غائب اس کے بھی باندھے جا چکے تھے۔

آخر آدھ گھنٹے بعد صدر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ چند

ساتھی بھی تھے... لیکن وہ کسی بھی قسم کے خلافتی انتظامات کے بغیر آئے تھے... اس لیے کہ انہیں تو ان کے اپنے ساتھی نے وہاں بلایا تھا... وہاں کے حالات دیکھ کر وہ زور سے اچھے لیکن اس وقت تک انہیں گھیرے میں لیا جا چکا تھا۔

"یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔ صدر نے گھبرا کر کہا۔

"اصل بات یہ ہے سر... ہم ان لوگوں کے قبضے میں ہیں... اور یہ ہم سے جو چاہتے ہیں کام لے رہے ہیں"۔

"افسوس! مسٹر ڈوگلی... تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسوا دیا"۔

"لیکن سر! اس میں میرا ایک فیصد بھی قصور نہیں"۔

"اس پر ہم بعد میں غور کریں گے... اس وقت تو سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں"۔

"آپ سے وہ بات معلوم کرنا... جو آپ بھی نہیں جانتے"۔

"ایسی کیا بات ہے جو میں نہیں جانتا"۔ اس نے براسا منہ بنایا... وہ ایک اویسٹر عمر کا سرخ و سفید رنگ کا آدمی تھی... قد درمیانہ تھا۔

"آپ خاموش رہیں مسٹر ڈوگلی... ہمیں بات کرنے دیں"۔

...اب انپکٹر جشید نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے تھے... لیکن ہاتھ اب انپکٹر کامران مرزا غائب اس کے بھی باندھے جا چکے تھے۔

آخر آدھ گھنٹے بعد صدر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ چند

ساتھی بھی تھے... لیکن وہ کسی بھی قسم کے خلافتی انتظامات کے بغیر آئے تھے... اس لیے کہ انہیں تو ان کے اپنے ساتھی نے وہاں بلایا تھا... وہاں کے حالات دیکھ کر وہ زور سے اچھے لیکن اس وقت تک

انہیں گھیرے میں لیا جا چکا تھا۔

"یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔ صدر نے گھبرا کر کہا۔

"اصل بات یہ ہے سر... ہم ان لوگوں کے قبضے میں ہیں... اور

یہ ہم سے جو چاہتے ہیں کام لے رہے ہیں"۔

"افسوس! مسٹر ڈوگلی... تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسوا دیا"۔

"لیکن سر! اس میں میرا ایک فیصد بھی قصور نہیں"۔

"اس پر ہم بعد میں غور کریں گے... اس وقت تو سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں"۔

"آپ سے وہ بات معلوم کرنا... جو آپ بھی نہیں جانتے"۔

"ایسی کیا بات ہے جو میں نہیں جانتا"۔ اس نے براسا منہ بنایا... وہ ایک اویسٹر عمر کا سرخ و سفید رنگ کا آدمی تھی... قد درمیانہ تھا۔

"آپ خاموش رہیں مسٹر ڈوگلی... ہمیں بات کرنے دیں"۔

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARIES
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

فوج بھی نہیں سکتے۔

”خیر... میں ان سے بات کرتا ہوں... ہاں بھی... آپ لوگ کیا

چلتے ہیں؟“

”صرف اور صرف ابظال کا پتا اور جس پلانٹ پر اس وقت کام کیا جا رہا ہے... اس کا پتا... ہم جانتے ہیں... وہ پلانٹ بھی وہیں ہے... جہاں اس وقت ابظال ہے... اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ اس پکڑ سے واقف نہ ہوں۔“

”حقیقت یہی ہے۔“ صدر نے پریشان آواز میں کہا۔

”کیا ہے حقیقت؟“

”میں نہیں جانتا... پلانٹ کہاں ہے... اور ابظال کہاں ہے... اس کے دیے ہوئے سیٹ پر صرف اس سے بات کر سکتے ہیں اور وہ ہم بھی بات کر سکتا ہے۔“

”اچھا... اس سے رابطہ قائم کریں... ہم اس سے دو دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“

”ڈوکی... تم اپنے والے سیٹ پر رابطہ کرو... میں اپنا سیٹ نہیں لایا۔“

”اوے کے سر... لیکن میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔“

”سیٹ کہاں ہے؟“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اس نے جیب کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے سیٹ نکال لیا۔

پتا

اس کی آنکھوں میں خوف دیکھ کر انہیں حد درجے حرمت ہوئی... وہ چند لمحے ان کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا... پھر بولا۔

”کیا تم نے انہیں بتایا نہیں کہ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔“

”بتاچکے ہیں۔“

”یہ ہیں کون لوگ؟“

”ارے! آپ انہیں نہیں جانتے... یہ ہیں اسپکٹر جمیل، اسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھی۔“

”اوہ نہیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”اور اس وقت ہم ان کے قبضے میں ہیں۔“

”آخر کیسے۔ ان چند لوگوں نے ایک پوری فوج کو کس طرح قابو میں کر لیا۔“

”یہ لوگ عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں سر... آپ

”ہرگز نہیں.... یا تو تم سامنے آ جاؤ.... یا اپنا پتا بتا دو۔“ اس صورت میں ان لوگوں چھوڑا جاسکتا ہے۔“

”ایک صورت اور بھی ہے۔“

”اور وہ کون سی؟“

”تم لوگوں کے لیے خوش گوار نہیں ہوگی۔“

”چلتے... سنا دیں.... ہم بڑی خبر سننے کے بھی حوصلہ رکھتے“

”تم کچھ بھی کرو۔ ان لوگوں کو جان سے مار ڈالو۔“ تب بھی میں نہیں بتاول گا۔“

”تو کیا تمہیں اپنے ملک کے صدر سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔“

”وہ نہیں.... اس لیے کہ اب پوری دنیا کا حکمران میں ہوں۔“

”جف میں.... میں چاہوں تو تم سب کو اسی وقت نیست و نایوں کر دوں.... پھر وہوں کی بارش اس وقت تم لوگوں ملیا میٹ کر دے گی.... ذرا اپنے اور پر کھو۔“

انہوں نے اور دیکھا۔ ہزاروں پھر تیزی سے نیچے چلتے آ رہے تھے۔ وہ کانپ کر رہے گئے۔

”اب کیا کہتے ہو جیشید۔“

”ہم موت سے نہیں ڈلتے.... وہ تو آ کر رہے گی۔“

”تو پھر مر جاؤ۔ مجھے تم لوگوں سے اب دلچسپی نہیں رہی۔“ یہ کہدی۔

”کون سا بُن دیتا ہے۔“
”بیلا بُن۔“ اس نے کہا۔

انہوں نے ٹھن دیا دیا۔ جلد ہی ابطال کی آواز ابھری۔

”ہاں ابطال بات کر رہا ہوں۔“ اس کی آواز بار عرب اور کھنک دار تھی۔

”اور یہ میں ہوں ابطال۔“ صدر نے کہا۔

”ہم سب... یعنی میں... میرے کچھ ساختی ہے۔ ڈونگی اور ایک ڈوڑھن فوج اس وقت انپکٹر جیشید کے قبضے میں ہیں۔“
”چھا! یہ بات میرے لیے حد درجے دلچسپی کی ہے۔“ وہ نہ سا۔

”تم ہنس رہے ہو ابطال۔“

”ہاں تو اور کیا کروں۔ روؤں۔“

”یہ ہم سے تمہارا پتا پوچھ رہے ہیں۔ اب ہم انہیں کیا بتائیں۔“

”انپکٹر جیشید آپ میری آواز سن رہے ہیں۔“

”ہاں! کیوں نہیں۔“

”ان لوگوں میں سے کسی کو بھی میرا پتا معلوم نہیں۔“

”تو پھر کے معلوم ہے۔“

”صرف مجھے۔ اور میں تو تمہیں بتا نہیں سکوں گا۔ لہذا صبر کرو۔“ ان لوگوں کو چھوڑ دو۔

پھر آ رہے ہیں... میں انہیں روکوں گا نہیں... بچ سکتے ہو تو بچ کر دکھا دو... چلو میں بھی تمہارے اس کمال کی وادیے دوں گا۔" اس نے یہ سب بھی ہلاک ہو چکے ہوتے۔" الفاظ حد درجے شوخ انداز میں کہے۔

"ہاں! اور آج یہ بات ثابت ہو گئی کہ پھروں کی بارش.... "وڑو۔" اسپکٹر جمیل نے بلند آواز میں کہا اور پروفیسر داؤڈ کی انسان کے ذہن کے ذریعے ہو رہی ہے۔ یہ بارش اللہ تعالیٰ کی طرف طرف دوڑ پڑے۔ ان کے نزدیک بچتے ہی انہوں نے انہیں اپنے سے نہیں ہے۔ اگر کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی تو پھر ہمیں یہ کندھے پر اٹھالیا اور دوڑ لگا دی۔

چنان بھی نہ بچا سکتی۔" اسپکٹر جمیل نے کہا۔

"اے اے... یہ کیا کر رہے ہو جمیل؟" "لیکن جمیل... ہم ابھی بچے کہاں ہیں... ابھی کیا کہا جا سکتا ہے۔" اپ اس قدر تیز نہیں دوڑ سکیں گے۔" اور پھر آگریں ہے۔ اگر بارش اس قدر زیادہ ہو گئی کہ یہ چنان بھی ان سے ڈھک گئے۔" وہ بولے۔

باقی لوگ بھی بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ آخر وہ اس سامبان نما تو کیا ہو گا۔" خان رحمان بولے۔

چنان کے بچے بچنے گئے۔ عین اسی وقت اس داؤڈ میں چاروں طرف پارش بست دیر ہوتی رہی۔ پھر آخر کار رک گئی۔ ان کے سے پھروں کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ وہ خوف زدہ انداز میں چاروں طرف پھر ہی پھرتے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پھروں کی بستی میں اس بارش کو دیکھنے لگے۔ ان کی سامبان نما چنان پر بھی پھر گر ہوئی۔ ایسے میں پروفیسر داؤڈ نے اس سیٹ کا بن آف کر دیا۔ رہے تھے۔

"سن جمیل... اب اس سیٹ پر تم اس سے رابطہ نہیں کرو۔" "اف مالک... اس قسم کے عذاب پرانے زمانے کے لوگوں پر گی۔ ورنہ وہ ہماری بیویزیشن سے آگاہ رہے گا۔" انہوں نے کہا۔

آیا کرتے تھے۔ ایک شر تھا، اس کا نام تھا صدوم۔ اس کے گناہگار لوگوں کے گناہ جب حد سے بڑھ گئے تو ان پر پھروں کی بارش ہوئی تھی۔ عین اسی وقت سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ ٹوں ٹوں کے بعد اور وہ سب ہلاک ہو گئے تھے۔" اسپکٹر کامران مرزا نے لرزتی آواز میں ابطال کی آواز ابھری۔

"ہیلو اسپکٹر جمیل... کیا تم ذک اب تک زندہ ہو... میرا خیال کہا۔"

ہے کہ نہیں.... تم ضرور مر چکے ہو گے۔ اگر زندہ ہو تو آواز دو، چنان ملاش نہیں کر سکے تھے۔ ماکہ میں تمہاری تعریف کر سکوں۔"

انہوں نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔ لیکن انہوں نے انکار کا کوئی حصہ ہی نظر آ رہا تھا، زیادہ تر تو نظر بھی نہیں آ رہے تھے۔ میں سر بلادیا۔۔۔ اور سیٹ کو بند ہی رہنے والے۔ "یا اللہ رحمہ۔۔۔ اس نے تو اپنے صدر کو بھی قیسیں چھوڑا۔"

"نہیں جھشید۔۔۔ اب ہم اس سے بیلت نہیں کریں گے۔۔۔ اس دوں بے چاروں کو احساس تک نہیں ہوا ہو گا کبھی کہ جس طرح وہ ہماری پوزیشن سے آگاہ رہے گا۔۔۔ اور ہم اس کی ندو پر رہیں طاقت کو وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے پروگرام بنانا رہے گے۔۔۔ جب کہ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔۔۔" محمود نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔ "آپ ٹھیک کرتے ہیں۔"

ابطال انہیں پکارتا رہا، پھر اس نے ایک قوتھہ لگایا اور ملا۔ "اب ہم اس کی نظروں سے بچ نکلے ہیں۔۔۔ یہاں اس کا کوئی آخر تم لوگ بھی مارے گئے۔۔۔ بہت شور سنا تھا، میں نے تھا ساتھی بھی نہیں رہا۔۔۔ جو ہماری پوزیشن سے اسے آگاہ کرے گا۔۔۔ لذا لوگوں کا۔۔۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی آواز آنا بند ہو گئی۔

"پھر سیٹ میں سے دھوال نکلنے لگا۔۔۔ پروفیسر داؤد نے فوراً آئیں لیکن اگر ہم تھوڑی سے محنت کر لیں تو بہت مال دولت اور اسے بچے رکھ دیا۔۔۔ اسی وقت اس نے آگ پکڑ لی اور جل کر راکھا۔ ساز و سامان کے مالک بن سکتے ہیں اور اس سے ہم بہت کام لے سکتے گیا۔

میں۔ منور علی خان مسکراۓ۔

اب وہ سائبان سے باہر آگئے۔۔۔ آسمان اب صاف تھا۔ اور یہ دیکھا مطلب؟"

نظر نہیں آ رہے تھے۔۔۔ البتہ بچے پتھری پتھر تھے۔۔۔ ان پتھروں پر نظر کے وہ اس جگہ تک بہت مشکل سے پہنچے۔۔۔ جہاں باتی لوگ ملے۔ طرح نقدی اور اسلحہ ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔۔۔

تحتھیں۔۔۔ انہوں نے بھی اوہرا دھر دوڑ لگائی تھی۔۔۔ فوجی بھر پتھر دا۔ "بات معقول ہے۔۔۔ ابھی ہمیں شر پہنچ کر میک اپ کا ذہیر سا بارش سے بچتے کے لیے اوہرا دھر بھاگے تھے۔۔۔ لیکن وہ کون سائبان سالمان خریدنا ہو گا۔۔۔ کسی ہوٹل میں رہنے کے لیے نقدی کی ضرورت

”ہم کیوں نہ ان کی عقولوں پر ہاتھ مار دیں؟“ - قارون بول اٹھا۔

”تھہرنے کے لیے ہوٹل شارن ہی ٹھیک رہے گا۔ اس ہوٹل سے بہر حال ابظال کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے، اور وہ ماذل وہاں کیوں مسکرا یے۔“
”تو کیا ہوا... ضرورت تو اس وقت زیادہ چلانے کی ہی ہے۔“
”تو کیا ہوا... ضرورت تو فزانہ کی ہی ہے۔“
”کھن بول۔“

”تم اپنی عقولوں کی خیر مناؤ... ہماری گلرچ ھوڑو۔“

”اوہ... اوہ۔“ اسپکٹر جمیشید اور اسپکٹر کامران اچھل پڑے۔

”آپ دونوں کو کیا ہوا؟“ محمود کے لمحے میں حیرت تھی۔
”فرزانہ کی بات نے ہمیں اچھلنے پر مجبور کر دیا۔“
”اوہ... لیکن اس کی بات میں الی کیا بات ہے؟“ - شوکی نے لیتے۔ اس طرح ان کے پاس کافی نقدی اور اسلحہ جمع ہو گیا۔ اب انہوں نے پہلے اپنے طبق درست کئے اور پھر شر کارخ کیا۔ انہیں حیران ہو کر کہا۔
”سوال یہ ہے کہ وہ ماذل... اس ہوٹل میں کیوں موجود ہے... پھر ہی شر تک جانا تھا... یا پھر راستے میں کسی سواری پر لفت مل جاتی جب کہ یہ منصوبہ سرکاری نوعیت کا تھا... اس ماذل کو واقعی کسی خیر کا درجہ تھی۔“

سرکاری عمارت میں ہونا چاہیے تھا۔ آخر وہ ماذل اس ہوٹل کے شرمن حدود تک انہیں کوئی سواری نہ مل سکی۔ اس کے بعد کمرے میں کیوں موجود ہے... اور ہم بھی اس ہوٹل میں کیوں جائیں۔ ایک گاڑی میں لو رہا۔ ایک سنتے سے ہوٹل میں پہنچ گئے... وہاں چار سنتے۔

”ہم تو خیر شر کے اچھے ہوٹل میں ٹھہرے ہیں... یہ ہماری بالکل نیساٹیوں جیسا بنایا گیا۔ ضروری اسلحے کو کپڑوں میں چھپا لیا گیا۔ پھر انہوں نے ہوٹل شارن کا رخ کیا۔ ایسے میں رفت بولی۔“

”اپنی بات نہ کریں۔ صرف اس ماذل کی بات کرو۔ فزانہ تم کیا کرتی ہو... فرحت میں رفت میں کچھ تم بھی اپنی اپنی عقل کو ہاتھ

ہو گی۔“

بھی تو ملنا چاہیے... ارے ہاں... بہت خوب"۔ وہ اچھل پڑی
آنکھیں جیرت سے چھیل گئیں۔

"ارے ہاں! بہت خوب کیا؟" فرحت نے اسے گھورا۔

"ارے ہاں! بہت خوب یہ کہ اس طرف تو ہم نے توجہ ہی
اندازہ ہو جائے گا"۔

دی"۔

"سکس طرف"۔

"نفلی مسیح کی طرف"۔

"تو اب دے دیتے ہیں توجہ... ہمارا کیا جاتا ہے... یا رفار
تحوڑی سی توجہ تم بھی دے دو"۔

"میرے پاس فالتو توجہ نہیں ہے"۔ فاروق نے من بنایا۔

"حد ہو گئی... تم سے تو اب کوئی امید رکھنی ہی
چاہیے"۔

"میرا بھی چاہتا ہے... ہم اپنے ملک چلے جائیں... وہاں
حالات کا جائزہ لیں"۔ منور علی خان بولے۔

"لیکن وہاں اس وقت پاوری صاحب حکمران ہیں... جائزہ
کی کیا ضرورت ہے"۔ پروفیسر داؤڈ نے منہ بنایا۔

"جی ہاں! بالکل... اب کچھ کرنے سے پہلے ہم نفلی مسیح کا
لیتے ہیں"۔

"دیسے اباجان... میرا خیال ہے کہ نفلی مسیح کے روپ میں
گاڑی کے ڈرائیور کو بھی انہوں نے فارغ کر دیا تھا... اور خان رحمان

گاڑی چلا رہے تھے۔

بھی تو ملنا چاہیے... ارے ہاں... بہت خوب"۔ وہ اچھل پڑی
اندازہ ہو جائے گا"۔ محمود نے کہا۔

"ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی... اس لیے کہ ابطال ہم

سے بات چیت کرتا رہا ہے... اب جب ہم نفلی مسیح کی آواز سنیں گے،
اندازہ ہو جائے گا"۔

"لیکن جمیشید... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابطال آواز بدلت کر بات
کرتا رہا ہو"۔

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا... ہم آواز پہچاننے کا
تجربہ رکھتے ہیں"۔

"تو پھر یہ کام ابھی کیوں نہ کر لیا جائے"۔

"ٹھیک ہے"۔

وہ ہوشی سے نکل آئے... کافی دیر تک سن گئی لیتے گھوٹے
لیتے رہے... آخر انہیں معلوم ہوا... کہ تینی دن بعد آج مسیح کا
دورہ واوی کر غلال کی طرف ہو گا... وہ وہاں کے لوگوں سے ملیں گے...
ان کی مشکلات دور کر دیں گے... ان کے وکھ درد دور کر دیں گے... اور
لوگوں کو اپنے بجا ہونے کا شوت دیں گے"۔

وہ بھی کراچے کی ایک بڑی گاڑی میں واوی کر غلال کی طرف
روزہ ہو گئے... نقدی کی تو اب ان کے پاس کوئی کمی نہیں تھی...
لیتے ہیں"۔

گاڑی کے ڈرائیور کو بھی انہوں نے فارغ کر دیا تھا... اور خان رحمان

”ایک بات عجیب ہے... اب تک اشارجہ کے صدر اور ان معلوم ہوں۔ یہ سب روشن آج یہاں تھج کے آنے کی وجہ سے ہے۔۔۔ کے دوسرے ساتھیوں اور فوجیوں کی ہلاکت کی خبر شرمن نہیں کر اور بعد و پروادی کے سب سے بڑے میدان میں وہ اپنا دیدار سب گئی۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔ کیا اس خبر کو دبایا گیا ہے۔۔۔ یا کہ انہیں اب تک لوگوں کو دیں گے۔۔۔ اطلاع نہیں ہوتی۔۔۔“

”یہی بات ہو سکتی ہے۔۔۔ کہ انہیں تک ان کے مارے جانے کی کو خبر نہیں ہے۔۔۔“

”مچھے تو یہ کیس شیطان کی آنت بننا لظفرا رہا ہے۔۔۔ جب تک ہم ان کے ہیڈ کوارٹر کا سراغ نہیں لگائیں گے۔۔۔ ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکیں گے۔۔۔ اور ہیڈ کوارٹر کا پتا صرف ابطال کو معلوم ہے۔۔۔ ابطال خود بھی وہیں ملے گا شاید۔۔۔ لے دے کے ہمارے پاس پتا ہے۔۔۔ ہوٹل شارن۔۔۔ اس کا جائزہ ہم ضرور تفصیل سے لیں گے۔۔۔ لیکن پہلے ذرا نقی تھج کے درشن کر لیں۔۔۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے۔۔۔ گویا سبھی کو ان کی بات سے اتفاق کہا۔۔۔ ان کا سفر جاری رہا۔۔۔ تین دن کے سفر کے بعد آخر کار وہ واڈی کرفال پہنچ گئے۔۔۔ وہاں ایک میلے کا سال تھا۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے «سب لوگ کوئی عید منا رہے ہوں۔۔۔ نئے پڑیے، نئے جوتے۔۔۔ نہائے لوگ۔۔۔ قرخت نے مشورہ دیا۔۔۔“ وہوئے ہوئے لوگ۔۔۔ ایک دوسرے سے مل رہے تھے، ہنس رہے تھے، گارہے تھے، خوش ہو رہے تھے۔۔۔ ان لوگوں کی باتیں سن کر انہیں

”حد ہو گئی یعنی کے۔۔۔ آصف جھلا اٹھا۔۔۔“
”حد کس بات میں ہو گئی۔۔۔“ شوکی اس کی طرف مرا۔۔۔

”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم“ آصف مسکرايا۔

”دست تیرئے کی۔ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مرل۔

”شروع ہو گئے یہ قسم نہ جانے والے اس وقت تک کس طرح رکا رہے ہیں۔“ انسپکٹر کامران مرتضیٰ نے بھتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس بات پر تو خود ہمیں بھی حیرت ہے۔“ محمود مسکرايا۔

”لکھ... کس بات پر۔“ پروفیسر راؤم بے خیالی کے علام تک پولے۔

”اس بات پر کہ اس وقت تک ہم کس طرح رکے رہے ہیں۔“

محمود نے فوراً کہا۔

”چلو کوئی بات نہیں.... حیران ہونا صحت کے لیے براہمیں۔ اچھا ہے۔“ آصف نے کہا۔

”یہ ایک اور کہی... کیا یہ بات کسی ڈاکٹرنے کی ہے۔“ آفتاب جل کر بولा۔

”ہم لوگ بھی کسی ڈاکٹر سے کم ہیں کیا۔“ محمود مسکرايا۔

”اب تم ...“ آفتاب نے اسے گھورا۔

”تم ہی مارو گئے۔ یہاں اور ہے کون۔“

”میرا خیال ہے... میں چلتا ہوں... مسیح کا سراغ لگانے کا کوشش کرتا ہوں۔“

”لیکن اس سے پلے کسی ہوٹل میں کمرے لے لیتے ہیں۔“

آپ وہاں آگر ہم سے مل سکیں۔“

”اور میرے ساتھ جائے گا۔“ محمود۔

”جی ہاں! میں ہی چلتا ہوں۔“

ہوٹل میں کمرے لینے کے بعد انپکٹر جشید محمود کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔

”مجھلا ہمیں کون سے سرکاری ملکے سے اس کے بارے میں اطلاعات مل سکتی ہیں۔“

”صفائی کے ملکے سے۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”ویری گذشت... یہ اندازہ تم نے اس قدر جلد کس طرح لگالیا۔“

”یہ خیال آنے پر کہ جہاں جہاں نقلی مسیح کو جانا ہو گا۔... صفائی

والے وہاں پہلے سے پہنچے ہوئے ہوں گے۔“

”بہت خوب! اسے کہتے ہیں عقل۔“

وہ سیدھا میونپل کارپوریشن کے دفتر پہنچے۔ دفتر کے ایک آدمی سے انہوں نے ملاقات کی۔ اور اسے گھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔

”هم یہاں نئے ہیں... ہمیں مسیح کے پروگرام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اگر آپ ہماری کچھ مدد کر دیں اور مسیح کے پروگرام کے بارے میں پوری کا وفاہت سے بتاؤں تو ہم بھی آپ کے کام آسکتے ہیں۔“

”کیسے؟“ اس نے فوراً کہا۔ آواز سے شوق محسوس ہو رہا تھا۔

”لیکن اس سے پلے کسی ہوٹل میں کمرے لے لیتے ہیں۔“

”جیسے آپ پسند کریں... اگر آپ مالی مدد چاہتے ہیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں... ہم سے کوئی بھی کام لیتا چاہیں تو ہم وہ کر دیں۔ لیکن اباجان... ہم وہاں جا کر کیا کریں گے... ہاں ہاں سے باہر گے۔“

”نہیں مالی مدد ہی تھیک رہے گی۔“ اس نے کہا۔ ”عمرابھی یہی مقصد تھا۔ ہم اندر نہیں جائیں گے... اس طرح اسپکٹر جمیل نے پانچ سو کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بھاڑایا۔ تو ہم ان کی نظریوں میں آجائیں گے اور اگر وہاں ابظال ہوا تو وہ ہمیں ”یہ کافی رہے گا۔“

”اوہ... یہ تو بہت سے بھی زیادہ ہے۔“

”تو پھر اب ذرا پروگرام تفصیل سے دیں دیں... بلکہ لکھوں وہ قوی ہاں کے باہر پہنچ گئے... باہر بھی بہت ہجوم جمع تھا اور دیں۔“

”جی لکھ لیں۔“ اس نے کہا اور دوپہر تک کے تمام پروگرام چھپ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے کو پولیس اس ہاں کی اشیاء لکھوا دیے۔

”بہت بہت شکریہ۔“ اور پھر انہوں نے گھری پر وقت دیکھا۔ دفتر سے باہر نکل کر کہ پولیس کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح ان لوگوں کو ہاں میں داخل نہ اسپکٹر جمیل بولے۔

”گویا اس وقت نقلی مسح شر کے مال دار تین لوگوں کی طرف۔“ ہم اس وحکم پبل سے بہت آسانی سے نفع سکتے ہیں... وہ دیکھو سے قومی لا بصری میں دعوت اڑا رہا ہے۔

”دنقلي ہے نا۔ اس لیے... اصلی ہوتے تو غریبوں کی طرف سے ہے۔ لیکن ہم تو آسانی سے چڑھ سکتے ہیں۔“

”بہت خوب اباجان! لیکن کیا آپ بھی درخت پر چڑھ سکتے ہیں گے... دعوت قبول کرتے۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”آؤ... ہم بھی اس ہاں میں چلتے ہیں۔“ وہ نہیں دیکھیں گے... اسیں تو نقلی مسح کو دیکھنے کی پڑی ہے... وہ کراس کا جائزہ لیتا مفید رہے گا۔“

وہ ہماری طرف کیوں دیکھیں گے۔“
”تو پھر آئے۔“

دونوں درخت پر چڑھنے لگے... اور واقعی ان کی طرف کسی سے دیکھا تک نہیں... خود لوگ اس درخت پر چڑھ نہیں سکتے... وہ یہ درخت ضرور انسان سے لدا پھندا نظر آتا... قدرے اونچائی پر ہا کرو رک گئے۔

”کیوں! ہم دوسروں کی نسبت زیادہ آسانی سے اور صاف طور پر دیکھیں گے نا یہاں سے۔“ انپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی ہاں بالکل۔“

”آپ کے خیال میں فعلی مسح کون ہو سکتا ہے؟“

”میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ابظال خود ہی بنا ہو گا۔“

”تب تو ہمارا کام آسان ہو جاتا ہے۔“ محمود پر جوش انداز۔

بولاتے

”وہ کیسے؟“

”ہم اگر ابظال پر قابو پالیں تو... ہیڈ کوارٹر کا پتا چلا سکتے ہیں۔“

”لیکن قابو پانا آسان کام نہیں ہو گا۔“

بعین اسی وقت عمارت کا بڑا دروازہ کھلا اور گرجوں وغیرہ میں شکل اور صورت کی تصاویر وہ دیکھتے رہے تھے... بالکل اس جیسا انسان باہر نکلی... اسے بغور دیکھتے ہی انپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں

بُلے۔
 ”اوہ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“



چائے گا۔۔۔ صرف ان لوگوں کو گرفتار کیا جائے گا جس پر کسی قسم کا کوئی
شبہ ہو گا۔۔۔ اس لیے لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اعلان
ختم ہوا۔۔۔

یہ اعلان بار بار دہرا لایا گیا۔۔۔ انہوں نے ٹکر متداہہ انداز میں ایک
دوسرا سے کی طرف دیکھا۔

”اب پولیس ہم تک بھی آئے گی۔۔۔ اس لیے کہ ہوٹل والے
گے کہ ہوٹل کے نزدیک پولیس کی بے شمار سیٹیوں کی آوازیں سنائی
ذیں۔۔۔ فوراً پولیس کو ہمارے بارے میں اطلاع کر دیں گے۔۔۔ اسپکٹر کامران
دیں۔۔۔ اور پھر ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آتے گی۔۔۔ پھر ریڈیو اور
ٹیلی ویژن پر اعلان ہونے لگے۔۔۔ ان کے ساتھ میں بھی ٹی وی موجود
تھا۔۔۔ انہوں نے اعلان کی طرف کان لگا دیے۔

”تو ہم اس سے پہلے ہی کیوں نہ ہوٹل سے نکل جائیں۔۔۔
مطلوب یہ کہ گھومنے پھرنے کے بمانے۔۔۔ سامان ہمارا بیسیں رہے گا۔۔۔
”اکاف بولا۔

”واقعی۔۔۔ ورنہ پولیس کو مطمئن کرنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔
بینی سی وقت پولیس کی گاڑیوں کے ساتھ سنائی دینے لگے۔

”شاپر لیویا نے تو فون کر بھی دیا۔۔۔ آؤ۔۔۔ چلتے ہیں۔۔۔
”اسپکٹر کامران مرزا انہیں لیے بیچے آئے۔۔۔ اور پچھلے دروازے
کی طرف بڑھے۔۔۔ وہاں پوکیدار موجود تھا۔

”اس طرف سے پاہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔۔۔
”لیکن ہم ذرا جلدی میں ہیں۔۔۔

”نہیں جتاب! آپ کاؤنٹر کلر کو اپنی روائی لکھوا کر جائیں۔۔۔

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARIES
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 5556632
PROP: ALI KHAN

وہ مارا

انسپکٹر جمیل اور محمود کو گئے ابھی پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں
گے کہ ہوٹل کے نزدیک پولیس کی بے شمار سیٹیوں کی آوازیں سنائی
ذیں۔۔۔ فوراً پولیس ہی پولیس نظر آتے گی۔۔۔ پھر ریڈیو اور
ٹیلی ویژن پر اعلان ہونے لگے۔۔۔ ان کے ساتھ میں بھی ٹی وی موجود
تھا۔۔۔ انہوں نے اعلان کی طرف کان لگا دیے۔

”ایک افسوس ناک خبر سنئے۔۔۔ اشارجہ کے صدر، ان کے پانچ
سال تھی اور ایک فوجی دستے ایک بڑے حاوٹے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔۔۔
یہ خبر پوری دنیا کے لیے افسوس ناک ہو گی۔۔۔ لہذا پوری دنیا کے ممالک
تمنون تک افسوس کریں۔۔۔ اپنے جھنڈوں کو نیچا کر لیں۔۔۔ جس ملک
کا جھنڈا نیچا نہیں ہو گا۔۔۔ اس ملک پر خداوند عالم کا عذاب نازل ہو
گا۔۔۔ یعنی پھر رسیں گے۔۔۔ ایک دوسری خیریہ ہے کہ کچھ باغی لوگ
آس پاس موجود ہیں۔۔۔ کڑی نظر رکھیں۔۔۔ جہاں کوئی اجنبی نظر
آئیں۔۔۔ فوراً پولیس کو اطلاع دی جائے تاکہ پولیس ان کے پاس پانچ کر
اپنا اطمینان کر لے۔۔۔ واضح رہے کہ اجنبی لوگوں کو گرفتار ہرگز نہیں کیا

اپنے کروں کی چالی انہیں دے کر جائیں۔“

”اور اگر ہم اسی راستے سے جانا چاہیں تو؟“

”آپ کو میں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔۔۔ جب تک کہ آپ ہوٹل کے ماں کی طرف سے اجازت نامہ لے آئیں۔“

”اوہ وہ ہمیں اجازت نامہ نہیں دیں گے۔۔۔ اسکٹر کامران مرزا بولے۔

”کیوں۔۔۔ کیوں اجازت نہیں دیں گے۔“

”در اصل وہ ہم پر بہت محربان ہیں۔۔۔ ہماری خاطر تو اپنے کئے بغیر روزی کلانے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔۔۔ اس نے منہ بنایا۔۔۔ وہ انہیں جانے نہیں دیں گے۔۔۔ آفتاب نے متہ بنایا۔

”پھر تو وہ مجھ پر بہت بگزیں گے کہ میں نے کیوں جانے دیا۔“

”نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ ہم انہیں سمجھا لیں گے۔“

”نہیں جتاب! کم از کم میں تو آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔

”جی نہیں۔۔۔ ہم کیا دیکھیں اور کیا نہ دیکھیں۔۔۔ بچوں کے لیے دیکھا کیا اور دیکھا کیا اور دیکھا کیا۔۔۔“

”خوب ہو دیر کے لیے تو ہماری چھٹی ہو گئی۔۔۔ لیکن یہ چھٹی بیووہ در تک نہیں چلے گی۔“

”اوہ ادھر اپا جان اس ہوٹل کی طرف آئیں گے۔“

”خوب ہو تو بھانپ لیں گے۔۔۔ سوال صرف ملاقات کا ہے۔۔۔ دی۔۔۔ شاید پولیس ہوٹل میں موجود لوگوں کو بدایا تدے رہی تھی۔۔۔ ہماری آپس کی ملاقاتیت کس طرح ہو گی۔۔۔ اسکٹر کامران مرزا مکراستے۔۔۔ اب ان کے پاس وقت بہت کم رہ گیا تھا۔۔۔ اور چوکیدار انہیں راستا دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔۔۔ لذا اسکٹر کامران مرزا نے اس کی کن ہمیں اس کے مجرم تک پہنچا ہے۔۔۔ جہاں مجرم ہے۔۔۔ ویں۔۔۔ پیٹ پر اچانک ایک ہاتھ ریسڈ کر دیا۔۔۔ وہ تیورا کر گرا اور پھر وہ باہر نکل دیا۔۔۔ وارث ہے۔۔۔ اب ہم اس کا پتا معلوم کریں تو کس سے کریں۔“

”ہم نقلي مسح سے معلوم کر سکتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ اسے بھی معلوم نہ ہو۔“

”لیکن ان کی گاڑی ہوٹل کے دوسری طرف کھڑی تھی۔۔۔“

”اب گاڑی لینے کا وقت نہیں رہا۔۔۔ آؤ چلیں۔“

”لیکن ہم چودہ ہیں۔“

”فتاویٰ کیا ہوا۔ آپ نے دو ساتھیوں کو ادھر ادھر کر دیا ہو گا۔“

”اللہ مالک ہے۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔“

بہت دیر تک وہ دریا کے کنارے ٹھلتے رہے۔ پھر شر کی طرف چل پڑے۔ شام ہو چلی تھی۔ جب وہ شر میں داخل ہوئے۔ اور اگر ہم حکومت کے باغی ہوں تو اپنا انعام حاصل کر لیں۔ ہمیں انہوں نے پولیس کی گاڑیاں ادھر ادھر بھاگتے دیکھیں۔ ”کیوں بھائی۔ یہ کیا چکر ہے۔ آج یہاں پولیس بہت نظر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ چلتے۔ ہم آپ کے ساتھ اندر چلتے ہیں۔“

”آئیے آئیے۔ دیکھئے۔ ہو سکتا ہے۔ آپ وہ نہ ہوں۔“

”چند لوگ ایک ہوٹل میں ٹھربے تھے۔ وہ اپنا سامان چھوڑا۔ اس صورت میں آپ لوگوں سے معاف مانگ لون گا۔“

فرار ہو گئے ہیں۔ ان کا سامان دیکھ کر اندازہ ہوا۔ ہم کے حکومت افسوس ضرور۔ ہم فوراً معاف کر دیں گے۔ یوں بھی معاف انسی کی تلاش تھی۔ وہ صح کے باغی ہیں۔ اور حکومت نے انہی کی تلاش کرنے میں ہم لوگ اپنا جواب نہیں رکھتے۔ فاروق نے خوش ہو کر قیامت کے باغی کا خطاب دیا ہے۔ بلکہ ان کی گرفتاری پر بہت کمال انعام بھی رکھ دیا گیا ہے۔ نہ صرف گرفتار کرنے پر بلکہ صرف اطلاع دینے پر بھی۔ شرط یہ ہے کہ اطلاع درست ثابت ہو۔“

”اوہ بہت بہت شکریہ۔ او بھی چلیں۔“

”لیکن آپ لوگ کون ہیں۔ اور ہم کہیں آپ وہی تو۔“

”مقرر کیا ہے۔“ خان رحمان بولے۔

”ایک لاہوری پے۔“

”وہ ہم آپ کو ابھی دے دیتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکا۔

”ہم وہی ہیں۔ جن کی تلاش حکومت کو ہے۔ لیکن ہم آپ بچوں میں تین لاکیاں ہیں۔ اور آپ کے ساتھ بھی تین لاکیاں کو حکومت سے زیادہ رقم دے دیتے ہیں۔ اگر آپ فون نہ کریں۔“

”کیوں۔ بھلا۔ ان کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟“

”وہ کل سولہ افراد ہیں۔ ان میں بچے بھی ہیں اور بڑے بھی بچوں میں تین لاکیاں ہیں۔ اور آپ کے ساتھ بھی تین لاکیاں کو حکومت سے زیادہ رقم دے دیتے ہیں۔ اگر آپ فون نہ کریں۔“

”اس نے پروش انداز میں کہا۔“

اور اپنے گھر میں ہمیں چھپنے کا موقع دے دیں۔“

”عن..... نہیں.... میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا..... حکومت آنکاب مسکرایا۔

”مجھے چبا جائے گی کچا۔“

”ہم نے تو سنا ہے..... حکومت پاک کر چباتی ہے۔“

”خیر.... اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ اس نے منہ بنا کر کہا۔

”اصل بات یہ ہے کہ ہمیں پناہ کی تلاش ہے..... اور آپ کا

ہمیں اچھا لگا ہے.... لہذا آپ ہمیں یہاں رہنے ہیں.... ہم آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔ بلکہ جتنے دن یہاں رہیں گے.... اتنے دل

کرایہ بھی جو آپ چاہیں گے ادا کریں گے..... دوسرے اخراجات کا

ادا کریں گے.... انعام کی رقم بھی آپ کو دیں گے.... بولیں.... منتظر

ہمیں اچھا لگا ہے.... لہذا آپ ہمیں یہاں رہنے ہیں.... ہم آپ لوگوں کے

منظور۔“ اپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

”ہم منظور... اس لیے کہ میں کوئی خطرہ مول لینے کا عادی نہیں رکھ سکتا۔“

”تو نہ رکھیں.... اس صورت میں ہم آپ کو یہاں سہمان رکھ ہوں۔“

لیتے ہیں۔ کھن نے جلدی سے کہا۔

”تو پھر ایسے ہی ٹھیک ہے۔“ خان رحمان بولے۔

”کیا ٹھیک ہے؟“ اس نے جیران ہو کر کہا۔

”یہ کہ اگر آپ ایسے نہیں مانتے اور خطرہ نہیں مول سکتے ا

خطرہ آپ کو بالکل مفت مل جائے گا.... ہمارے پاس مفت خطروں کی

لئے گھبرا کر کہا۔

کوئی کی نہیں ہے۔“ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”پتا نہیں آپ کیا کہ رہے ہیں؟“

خان رحمان، منور علی خان اور پروفیسر واود نہیں پڑھے۔ باقی

لوگ اسے گھورنے لگے۔

”میں ہوٹل شارن کے آس پاس جا رہا ہوں... تاکہ جو نبی

گھور لو۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”اوہ! میں سمجھ گیا۔ آپ گھورنے کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔“ جائیں گے اور ہمیں انہیں رہا کرنے کے لیے بھی کوشش کرنا ہو گی۔“

”لیکن آپ اکیلے تو نہ جائیں۔ ہم میں سے کسی کو ساتھ لے

”مم... مجھے آپ اس طرح کیوں گھور رہے ہیں؟“

”سپ پتا نہیں۔ کیوں گھور رہے ہیں... بدلتے میں تم ہمیں انپکٹر جیش اور محمود اس طرف کا رخ کریں، میں انہیں راستے میں

جلوک لوں اور اس جگہ لے آؤں... ورنہ وہ دونوں گرفتار کر لیے کھن نے خوش ہو کر کہا۔

”واہ... کیا شان دار بات یہ ہے!“ اصف جھلا اٹھا۔

”تم لوگ ذرا رک نہیں سکتے... اچھا دیکھئے پہلے تو دروازہ اندر سے بند کر دو۔ پھر ان صاحب کو اور ان کے گھر کے دوسروے افراد کو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ ایک کمرے میں بند کرو۔“

”کیا کہا؟“ وہ چلا اٹھا۔

”آواز بلند نہ کو ورنہ... تم نے ہماری ہر چیز کو ٹھکرا دی سہکے... لذا اب ہم مجبور ہیں... دیے ہم دوسروں کے ساتھ زیادتی کرنا پسند نہیں کرتے۔“

دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ راجر اور اس کے گھر کے افراد کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ ساتھ ہی انہیں خبردار کر دیا گیا کہ اگر انہوں نے شور چالا تو پھر انہیں رسیوں سے باندھ دیا جائے گا اور ان کے ہوتھوں پر ٹیپ چپکا دیا جائے گا۔

اب انہوں نے اپنی تیاریاں شروع کر دیں۔ نئے سرے سے میک اپ کے گئے۔ پھر انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”اوہذا پہلے سن تو لو۔“ آفتاب جھلا اٹھا۔

فاروق نے پر اسماں بنایا۔

”میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔“ فرزانہ نے ان کے جانے کے بعد بدل آواز میں کہا، بدل آواز میں اس لیے کہ گھر کے افراد نہیں سکتے۔

”پھر جو آئی بنتی وہی تبا دیں... دیے پتا نہیں، اس پار تھارے ذہن کو ہو کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی بات آئی نہیں رہی۔“

فاروق نے پر اسماں بنایا۔

”ضرور کیوں نہیں.... سن ہی تو رہا ہوں.... ابھی میں نے ہر کام ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

کہاں شروع کیا ہے“۔

”حد ہو گئی.... تم لوگ اور خاموش ہو کر بات کر سکو“۔ فرم کا۔

رحمان نے جلا کر کہا۔

”ارے ارسے.... یہ کیا بھئی.... تم تو سچ مجھ لڑنے لگے“۔
”آپ بھی کمال کرتے ہیں انکل.... بھلا خاموش ہو کر کس طریقے پر اس لیے انکل.... کہ ہمیں جھوٹ موت لڑنا نہیں آتا۔
بائیں کی جاسکتی ہیں؟“ حکمن نے کہا۔

”اس سوال کا جواب بت آسان ہے حکمن.... اشاروں میں۔“ لیکن ہم چاہتے ہیں.... نہ تم جھوٹ موت لڑیں۔ نہ سچ مجھ پر بائیں کی جاسکتی ہیں۔“ رفتہ مکراہی۔
”کیونکہ“۔ منور علی خان نے جملہ ادھورا پچھوڑ دیا۔

”تین میں نہ تیرہ میں.... لیکن یوں گے ضرور“۔ آنتاب جو۔ ”کیونکہ کے بعد بھی تو کچھ کہئے تا۔“
”کیونکہ یہ کہیں کہ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ“۔ وہ انکھے گیا۔

”کیا کہا۔۔۔ تین میں نہ تیرہ میں.... یہ.... یہ تم نے مجھے کہا گے۔۔۔ اپنے الفاظ واپس لو۔۔۔ ورنہ“۔ رفتہ نے آنکھیں نکالیں۔

”ورنہ کیا؟“ آنتاب گھبرا گیا۔

”بھئی سید ہی سی بات ہے۔۔۔ ورنہ یہ رو دیں گی۔“
”روئیں اس کے دشمن۔۔۔ عقل کے ناخن لو“۔ فرزانہ نواز ہے۔۔۔

رفعت کی حمایت کے لیے بڑھی۔

”زیادہ بڑھ چڑھ کر بائیں نہ بناؤ۔۔۔ کہیں لینے کے دینے نہ اس کے ذہن سے نکل گئی تو پھر کبھی شاید واپس نہیں آئے گی“۔ خان جائیں۔۔۔ آنتاب نے مت بنایا۔

”لینے کے دین پڑتے ہیں تو پڑ جائیں“۔ فرزانہ نے بھئی رفعہ کہا۔ ”کیوں انکل۔۔۔ فرزانہ کی بات کیا تیر سے نکلی ہوئی کمان ہے۔۔۔

کہ واپس نہیں آئے گی۔

”لو اور سنو۔ اب تیروں میں سے کمائیں نکلنے لگیں۔“

”قیامت کی نشانی ہے۔“ - پروفیسر داؤڈ نے گھبرا کر کہا۔

”جی۔ کیا چیز ہے قیامت کی نشانی؟“ - منور علی خان نے چونکہ

کیا کہ رہی تھیں۔“ - کر کہا۔

”بھی۔۔۔ بھی۔۔۔ تیروں میں سے کماں کا لکھنا۔۔۔ تمہیں معلوم ہے،“ - ہاں انھی شکریہ۔۔۔ آپ بات کو وہیں لے آئے۔۔۔ جہاں سے نہیں۔۔۔ قیامت کے ندویک بڑے بڑی باتیں اسے انہوں میں ہوں گی۔۔۔ یہ چلی تھی۔۔۔ میں کہ رہی تھی کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی سوچ مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو گا۔“

”ارے باپ رے۔۔۔ کس قدر خوفناک بات یاد ولادی آپ۔۔۔“

”بھی! کیوں نہیں۔۔۔ ارسے مم۔۔۔ مگر۔۔۔ مم۔۔۔ میں کیا انقل؟“ - اشراق کاٹپ گیا۔

”ہاں واقعی۔۔۔ وہ دن کس قدر خوفناک ہو گا۔۔۔ پھر یہ نہیں پہیوں ہوں۔“ - فرزانہ بوکھلا گئی۔

دی جائے گی۔۔۔ جیسے ہم کسی بستر کو پیٹ دیتے ہیں تا۔۔۔ اللہ تعالیٰ تیز ”کیوں۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ کچھ کرنے کا کیا سوال پیدا ہو گیا۔“ - آفتاب محفوظ فرمائے۔۔۔ اس دن اور ہر قسم کی پیٹ سے محفوظ فرمائے۔۔۔ نے مذہبیات پروفیسر داؤڈ نے زور پڑتے ہوئے کہا۔

”اس طرح ڈر رہے ہیں۔۔۔ جیسے بس قیامت آیا تو ہے۔“

چاہتی ہے۔“

”کیا پتا۔۔۔ وہ کس وقت آجائے گی۔۔۔ اس کے وقت کا تو کسی بھی پتا نہیں سوائے اللہ کے۔۔۔ نبیوں تک کو قیامت کا علم نہیں۔“ - باقرہ مارا۔

”ہاں! یہ تو خیر ہے۔۔۔ سورہ لقمان کی آخری آیت میں یہ ہے۔۔۔“ - ”یار تم بھی عقل سے بالکل پریدل اور آنکھوں کے کوئے۔“

بُات اس سے نکل جاتی ہے۔” فاروق نے جمل کر کما۔

”لیکن ہوا یہ تم لوگوں کی دخل انداز کی وجہ سے۔“

”اچھا ہم ایک منٹ کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں۔“ آفتاب

بولتا۔

”بھی سوچ لو یہ بہت مشکل کام ہے۔“ خان رحمان

مشکراتے۔

”لکھ کون سا کام انکل؟“

”یہی ایک منٹ کے لیے خاموش رہنے کا... اس کے لیے بھی تو

خاموش ہونا پڑے گا۔“

”اچھا خیر... لو فرزانہ... اب ہم سب ایک منٹ کے لیے

”چلو شکر کر... کچھ بن تو رہا ہے... گزر تو نہیں رہا۔“ آفتاب

ہے۔ اس لیے کہ ہم اور تو سب کچھ کر سکتے ہیں... بس خاموش نہیں

آفتاب جھلا کر بولتا۔

”اب دونوں باتوں کی وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے گا۔“

”محمود کا سمجھیے کلام اڑایا۔ لیکن ناگہ میری استعمال کر رہے ہو.... ہے کوئی تک۔“

بولتا۔

”تک تو اس پورے کیس میں کیس نظر نہیں آئی اب تک۔“

مشکراتے۔

”بھی مجھے نہ گھیٹو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔“

”یہ ہم نے کب کہا انکل کہ آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں؟“

فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بات کا بنگر بن رہا ہے اب۔“ شوکی نے منہ بنایا۔

”چلو شکر کر... کچھ بن تو رہا ہے... گزر تو نہیں رہا۔“ آفتاب

نہ ہنس کر کما۔

”لیکن فرزانہ کے ذہن میں آئے والی بات مٹی میں مل گئی۔“

”ہے۔“

”لیکن منٹ کی تو بات ہے... وہ بے چاری کون سادو

فرحت بولی۔

”من... نہیں تو... مٹی میں تو خیر نہیں ملی... میرے ذہن سے

نکل گئی ہے بس... اگر آپ لوگ ایک منٹ کے لیے خاموشی اختیار کر سکتے تو

کر لائیں۔

”ہاں اور کیا... صرف ایک منٹ کا سوال ہے۔“ فرحت

گی۔“

”تم اپنے داعی کی کھڑکیاں بند کر کے رکھا کر... چپکے سے کوئی

”نمیں تو... ہم تو کہیں سے نہیں اتر آئیں... یہی بیٹھی ہیں...“

کیوں انگل؟" فرزانہ نے پروفیسر صاحب کی طرف دیکھا۔
"ہاں بھی.... میں گواہ ہوں اس بات کا..... یہ تینوں ذرا سی
کے لئے بھی یہاں سے نہیں گئیں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔
"بس ہو چکے ہم خاموش ایک منت کے لیے"۔

"چھا کمال ہے... پتا ہی نہیں چلے۔ یہ کسی خاموشی تھی...
ستانی ہی نہیں دی اور اس قدر خاموشی سے گزر گئی... خیر... اہ... "انپکٹر کامران گزرا اور آصف ہوٹل شارن کے پاس پنج
فرزانہ تو وہ بات پتا ہی سکے گی"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔
"مجھے تواب ایسا محسوس ہو رہا ہے... مجھے دماغی میں سے نہ تائیں اسے چیک کیا جاتا۔ خاص پور پر گروہ کے ساتھ لڑکے اور
باتیں اس طرح نکل گئی ہیں جیسے گردھے کے سر سے سانس غائز کیاں بھی ہوتیں۔
"ہماری ملاش زور شور سے شروع ہو چکی ہے"۔

"چلو شکر کریں۔ فارغ ہو گئیں"۔

"ارے... وہ... وہ مارا... بات ذہن میں آگئی ہے"۔

O★O

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت پیچھے سے کسی
نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ چوک کر ٹڑے۔ وہاں دو
لیس آفسر کھڑے تھے۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو؟" ایک نے سخت لمحے میں کہا۔ الفاظ
تیریزی میں ادا کئے گئے تھے۔
"اوہ سوری... ہمیں نہیں معلوم تھا... یہاں کھڑا ہونا منع

ہے۔

”یہ بات نہیں ہے۔“ اس نے جلا کر کہا۔

”تو پھر جو بات ہے... آپ وہ بتائیں۔“ انپکٹر کامران مرزا جل کر کہا۔

”تم لوگ کون ہوئے اپنے کاغذات کھاؤ۔“

انہوں نے اپنے بنائے ہوئے کاغذات کال کران کی طرف،

دیے... وہ ان کو غور سے دیکھتے رہے... پھر واپس دیتے ہوئے بولے

”جاوے... یہاں نہ کھڑے ہو... اس جگہ کی گمراہی ہو رہی ہے۔“

”اچھا۔“ انپکٹر کامران مرزا نے کہا اور آصف کا وقت پکڑا

وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

”لب کیا کریں بھی... یہاں تو یہ لوگ کھڑا بھی نہیں ہو۔“

دیتے۔

”اور اگر ہم یہاں نہ کھڑے ہوئے تو وہ دونوں پھنس جائے۔“ آصف بولا۔

”اس جگہ کے علاوہ کوئی اور جگہ ہے بھی نہیں... جہاں چھپ سکیں۔“

”خیر کوئی بات نہیں... کچھ اور ہٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔“

”ہم کسی عمارت پر کیوں نہ چڑھ جائیں۔“

”اس طرح ہمیں کسی کو رازدار بناٹا پڑے گا... میرا مطا

ہے... جس کی چھت پر چڑھیں گے... اسے۔“ وہ بولے۔

”ولیکن اس کے سوا ہم کبھی کیا سکتے ہیں۔“

”پیلو ٹھیک ہے... آؤ ایسا ہی کرتے ہیں... عمارت پر چڑھنے کا اتنا فائدہ ضرور ہو گا کہ ہمیں پولیس والے نہیں تباہیں گے۔“

دونوں نے اروگرو کا جائزہ لیا اور ایک مکان کے دروازے پر دشک دے ڈالی... جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک اویز عمر کے آدمی کی صورت نظر آئی۔

”کیا بات ہے؟“ بوڑھے نے نرم آواز میں کہا۔

”وہمیں آپ کی تھوڑی سی مدد درکار ہے۔“ انپکٹر کامران مرزا

بولے۔

”تم... کسی مدد... میں سمجھا نہیں۔“

”بماہر کھڑے ہو کر تو ہم سمجھا بھی نہیں سکیں گے۔“

”یہیں کوئی دولت مند آدمی نہیں ہوں... تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔“ اس نے کہ کر دروازہ بند کرنا چاہا۔

”آپ غلط جھیٹے... ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔“ انہوں نے ہاتھ سے دروازہ روکتے ہوئے کہا۔

”تو پھر یہ کیا مطلب تھا؟“

”اندر چل کر بتا سکتے ہیں۔“

”اچھا آ جائیں۔“ اس نے منہ بٹایا۔

اور وہ چھت پر چڑھ گئے... میں اسی وقت بیچے دروازے پر
دٹک ہوئی... ان کے کان کھڑے ہو گئے۔
”بیہ کون آگیا؟“

”دشمن یئے... میں سر جھکا کر بیچے رکھتا ہوں۔“ - آصف نے کہا
اور پھر دروازے کی طرف منڈیر سے بیچے دیکھا۔ فوراً ہی اس نے سر
بیچھے کر لیا۔

”دروازے پر پولیس ہی پولیس موجود ہے۔“
”اوہ!“ ان کے منہ سے لکڑا۔

”اس کا مطلب ہے... ہماری وجہ سے یہ لوگ بھی مصیبت میں
جللا ہو گئے۔“ - آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

”یہ ضروری نہیں... ہو سکتا ہے کہ کوئی اور بات ہو۔“
یہ کہ کروہ جلدی سے بیچے اتر آئے... مالک مکان دروازے
تک بیچھے چکا تھا... وہ لپک کر اس تک پہنچے اور اسے بیچھے کھینچ لائے۔
”پاہر پولیس موجود ہے۔“ انسوں نے سرگوشی کی۔
”پولیس!“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں پولیس! آپ ہمیں گھر کے افراد بناتے ہیں... ورنہ آپ
کو ہمارے بارے میں وضاحت کرنا پڑے گی... اور آپ نہیں کر سکیں
گے... یا تو آپ ایک طرف ہٹ جائیں... ہم ان سے بات کریں
گے۔“

وہ اندر داخل ہو گئے... دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا... ایک
کمرے میں بیٹھنے کے بعد انپکڑ کامران مرزا نے اس سے کہا۔

”ہم آپ کی چھت کو استعمال کرنا چاہتے ہیں... ہمارے دو
ساتھی اس طرف آئے والے ہیں... لیکن باہر پولیس موجود ہے...
کہیں وہ پولیس کے بیچھے نہ چڑھ جائیں۔“
”کیا مطلب... کیا تم مجرم ہو۔“

”اگر عیسائیت قبول نہ کرنا جرم ہے تو ہم ضرور مجرم ہیں...
درactual ہم نے اپنا دین نہیں چھوڑا... اس لیے ہم حکومت کی نظر میں
مجرم ہیں۔“

”اوہ اچھا یہ بات ہے۔“ وہ مسکرا یا۔

”جی ہاں! بات بس اتنی ہی ہے۔“

”جا یئے... چھت پر۔“ اس نے کہا۔

”لیکن اس بات کی کیا گارثی ہے کہ آپ پولیس کو فون نہیں
کریں گے۔“

”نہیں کروں گا... میں مسلمان ہوں۔“ اس نے دلی آواز سے
کہا۔

”کیا کہا؟“

”ہاں! لیکن ان لوگوں کے ذر سے بظاہر عیسائی ہو چکا ہوں۔“

”اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔“

سوچا

پھر آصف سے بولے

”آصف! تم بھی اندر جاؤ۔“

”جی اچھا۔“

ردا۔

تھا۔

”جی! میں وہی ہوں۔“

”تو تم یہاں رہتے ہو۔“

ہم یہاں رہتے تو نہیں۔ لیکن یہ ہمارے بڑے بھائی کا گمراہ ہے۔ کبھی کھار ملنے کے لیے آ جاتے ہیں۔“

آواز میں کہا۔

”اوے سر۔“ باہر سے آواز آئی۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب! کیا ہم سے کوئی غلطی ہو گی۔

ہے۔“

”نہیں۔ غلطی تو ہم سے ہوئی ہے۔ اور کیا غلطی ہوئی۔“

”تو آپ اندر آ جائیں۔“

وہ اندر چلا گیا۔ اسپکٹر کامران مرزا نے ایک منٹ کے لئے

”ہاں اندر ہے۔“

”میں سے بلاو۔“

”جاسف۔ ادھر آؤ۔“ انہوں نے پکارا۔ کاغذات میں آصف

کا نام جاسف لکھا تھا۔

”آصف کے جانے کے بعد انہوں نے اسکے پر بھڑک کر دیکھا۔“

”جی ایجاد۔“ اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ پھر پولیس کو دیکھا۔

”تھا۔“

”یہ لوگ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔“

”اندر اور کون رہتا ہے۔“

”بات کیا ہے جناب؟“ اسپکٹر کامران مرزا نے منہ بٹایا۔

”گھر کے مالک کو بلاو۔ آئیں یا نہیں شائیں نہ کرو۔“

”آپ بھی آ جائیں بھائی جان۔ پولیس آئی ہے۔“

اوہر عمر آدمی باہر نکل آیا۔

”وتم گھر میں مالک ہو؟“

”جج... جی ہاں۔“

”اور یہ تمہارا بھائی ہے۔“

”جی ہاں۔“

”کیوں بھوٹ بولتے ہو۔“

یہ عیسائی ہوں گی.... حق صحیح تو ہونے سے رہے ہے۔"

"اہم کچھ نہیں جانتے۔ یہ ہمارے مجرم ہیں۔"

"لیکن اس وقت یہ ہماری وجہ سے اس مصیبت میں پھنس رہے

ہیں۔ لہذا آپ انہیں گرفتار نہ کریں۔" وہ بولے۔

"اور اگر میں نے گرفتار کیا تو تم کیا کرو گے؟"

"بہت بڑی طرح پیش آؤں گا۔ کیا تم اشارجہ کے صدر، اس کے فوجیوں اور دوسرے اپنے لوگوں کی موت کو اس قدر جلد بھول گئے ہو۔"

"اوہ تو وہ کارنامہ تمہارا تھا۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں! ہمارا تھا۔ اگرچہ پتھر خود تمہارے ابطال نے برسائے تھے۔"

"کیا!!!!" وہ چلا گئے۔

"ہاں! ان پر پتھر ابطال نے برسائے تھے۔ یقین نہیں تو اس سے رابطہ کرنے کے پوچھ لیا جائے۔"

"اہم کون ہوتے ہیں رابطہ کرنے والے۔ یہ لوگ ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ اس نے منہ بنایا۔"

"بُس تو پھر۔ میں اور کسی طرح یقین نہیں دلا سکتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں یقین دلانے کی۔" اس نے جل کر کہا پھر

اسپیس ساتھیوں سے بولا۔

"جھوٹ۔۔۔ نہیں تو۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"خیرستو۔۔۔ تم لوگوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی ہے میں تمیں سناتا ہوں۔"

اور ایک گھنی سے ان کی آوازیں ابھرنے لگیں۔۔۔ گویا اس میں ہونے والی بات چیت باہر سی گئی تھی اور ریکارڈ بھی کی گئی تھی اور یہ عمر آدمی کا رنگ اڑ گیا۔۔۔ جبکہ انپکٹر کامران مرزا پور اطمینان سے کھڑے تھے۔

"اب کیا کہتے ہو بوڑھے کھوٹ۔"

"یہ بوڑھے تو نہیں ہیں۔" آصف بولا۔

"چپ۔۔۔ ورنہ زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔"

"اوہ ہو اچھا۔۔۔ مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

اس نے فوراً سیٹی بجادی۔۔۔ پولیس دروازے پر آگئی۔

"ان لوگوں کو گرفتار کرو۔"

"آپ لوگ ہمیں ضرور گرفتار کریں۔۔۔ لیکن ان لوگوں کو کریں۔۔۔ یہ میری درخواست ہے۔" انپکٹر کامران مرزا نرم لمحے بولے۔

"کیوں نہ کریں۔۔۔ یہ بھی ہمارے مجرم ہیں۔۔۔ انہوں نے جو موت کی عیسائیت قبول کی ہے۔"

"اب زبردستی عیسائیت قبول کروائیں گے تو لوگ جھوٹ مہ

نے بازو مروڑ دیا۔ اس بڑی طرح کہ اس کے منہ سے جیخ نکل گئی۔
”ان لوگوں سے کوئی رک جائیں۔ ورنہ میں تمہارا بازو توڑ جاؤ گا۔“

”ٹھٹھٹھٹھو۔“ اس نے اپنے آدمیوں سے گھبرا کر کہا۔
وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

”کیا ہوا س؟“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”میرا بازو ٹوٹ جائے گا۔ یہ پھر ہٹ جاؤ۔“

”ہاں شباباش۔ اس گھر کے گرد سے ہٹ جاؤ۔ گاڑیاں جوں کی توں کھڑی رہنے دو۔ خردar اگر کسی گاڑی کو لے جانے کی کوشش کی۔ دیوار اپنے سے قریب ترین جو گاڑی ہے۔ اس میں چالی بھی لگی چلی چاہیے۔ ورنہ۔ اس کا بازو تو ٹوکریاں۔“

وہ افرا الفری کے عالم میں گھر سے نکلتے گئے۔ اور پھر وہ بھی باہر میں دوست۔ یہ کام اتنا آسان نہیں۔ تم سب کی لکھی پویس والے دور کھڑے غصے بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہے زندگیاں اس وقت میری مشی میں ہیں۔ اسکے لیے کامران مرزا نے بند تھے۔ وہ کاری پڑ بیٹھ گئے۔ گاڑی کے دروازے بند کر ہو گئے۔ مشی ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ایسے ہی اوہرا اوہر کی ہاٹک رہا ہے۔ پکڑ لو اسے۔“ اس ٹھاٹھی کیونکہ اب وہ یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔

”آصف۔ گاڑی تم چڑا دے گے۔ میں اسے قابو میں رکھوں گا۔“

”لیکن اب اجازاں۔“ میں تو انکل اور محمود کو لینے کے لیے آئے لپک کر بلا کی تیزی سے اس آفیسر کا ایک بازو پکڑ لیا۔ ساتھ ہی انہوں تھے۔ وہ بھی تو سیدھے اس طرف آئیں گے اور پکڑے جائیں گے۔“

”ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے۔“

”تو انہیں چھوڑنے کا ارادہ نہیں آپ کا۔“

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔“

”اچھا تو پھر میں بھی انہیں گرفتار کرنے کی اجازت نہیں رکھ سکتا۔“

”اور تم سے اجازت مانگ کون رہا ہے۔“ اس نے جیخ کر کہا۔

”تم مانگو یا نہ مانگو۔ ہم تمہیں دیں گے نہیں۔“ آصف مکرایا۔

”شاید تم لوگوں کا دماغ الٹ گیا ہے۔“

”جب تم خود شاید ساتھ لگا رہے ہو تو بات یقین تو ہو ہی نہیں۔ اس میں چالی بھی لگی سکتی۔“

”تم نے نہ نہیں۔ کرلو انہیں گرفتار۔“

”میرے دوست۔ یہ کام اتنا آسان نہیں۔ تم سب کی لکھی پویس والے دور کھڑے غصے بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہے زندگیاں اس وقت میری مشی میں ہیں۔“ اسکے لیے کامران مرزا نے بند تھے۔ وہ کاری پڑ بیٹھ گئے۔ گاڑی کے دروازے بند کر ہو گئے۔ مشی ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ایسے ہی اوہرا اوہر کی ہاٹک رہا ہے۔ پکڑ لو اسے۔“ اس ٹھاٹھی کیونکہ اب وہ یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔

”آصف۔ گاڑی تم چڑا دے گے۔ میں اسے قابو میں رکھوں گا۔“

”لیکن اب اجازاں۔“ میں تو انکل اور محمود کو لینے کے لیے آئے لپک کر بلا کی تیزی سے اس آفیسر کا ایک بازو پکڑ لیا۔ ساتھ ہی انہوں تھے۔ وہ بھی تو سیدھے اس طرف آئیں گے اور پکڑے جائیں گے۔“

”خوب... ہم ابھی بیس ٹھرتے ہیں۔“

ایسے میں ان کی نظریں سانے کی طرف اٹھ گئیں....

آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں... پولیس کی بے شمار گاہیں اپنے گیرے میں لے چلی گئیں۔



اندھا

”ہو آپ دیکھ رہے ہیں... مجھے بھی دکھادیں... تاکہ میں بھی ان ہو سکوں۔“ - محمود نے جلدی جلدی کہا۔
”یہ شخص جو سچ بنا ہوا ہے... اس کی طرف غور سے دیکھو اس غور سے۔“

”جی بھتر!! جتنے غور سے آپ کہتے ہیں... دیکھ لیتا ہوں... میرا خالی ہے۔“ - یہ کہ کراس نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں...
شامگھ نہ سمجھ سکا۔

”ہمایاں کیا بات ہے... مجھے وہ بات نظر نہیں آ رہی جو آپ
لانا یا دکھانا چاہتے ہیں۔“

”بھی اور غور سے دیکھو۔“ - وہ کڑائے۔
”جی بھتر۔“ - اس نے کاما اور خوب غور سے دیکھنے لگا۔

”جی نہیں... آپ کو ہی بتانا ہو گا۔“

”ارے بھی... یہ رامل ہے۔“

”کیا... نہیں۔“ - وہ بہت زور سے اچھلا۔

KHAN BOOKS 557
STATIONARY AND LIBRARIES,
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARIES,
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556532
PROP:ALI KHAN

بہت بہت شکریہ۔

558

ایسے میں انہوں نے رائل کو بھی چونکتے دیکھا۔ اسے پر ”شکریہ تواب تم سچ کا کرنا اوای۔ چلو اس نے تمہیں بلا یا دیکھ کر انپکٹر جشید پریشان ہو گئے۔

” محمود میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔“

”جی ہاں! اس کا چونکنا میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔“

”اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے... بنیاب بہاں سے نکل گا اور تم لوگ واقعی نکلے جا رہے تھے۔“ اس نے فس کر کہا۔

”پتا نہیں ہم نکلے جا رہے تھے پا نکلے آ رہے تھے... چلو خیر... ورنہ ہم پھنس جائیں گے۔“

وہ تیزی سے مڑے اور پھر جلدی جلدی قدم اٹھانے لگا اس بہانے سے سچ سے بھی دو دو باتیں کر لیں۔

لیکن پھر فوراً ہی پولیس نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ ان کو ”تم نے لوگوں کے سامنے اگر سچ کو نقلی کہا تو وہ تمہیں کچا چبا طرح جکڑ لیا گیا۔

”یہ... یہ کیا ہے بھی... ہمیں کیوں کچڑا گیا ہے۔“

”تم لوگ سچ کے باغی ہوئے بلکہ قیامت کے باغی۔“

”یہ سچ والی بات تو زہن میں آتی ہے کہ ہم آپ کے نظر میں رہو گے۔“

کے باغی ہیں... لیکن قیامت کے باغی والی بات بالکل سمجھ میں کلاشن کو لوگوں کے گھیرے میں انہیں سچ کی طرف لے جایا گیا۔ آتی۔“

”سچ کا اور قیامت کا چولی دامن کا ساتھ ہے... سچ کے ان پر نظر پڑتے ہی رائیں نہ ہو۔“

بعد قیامت آجائے گی... لہذا تم لوگ قیامت کے باغی ہوئے اور ”آہا... باغی آگئے... قیامت کے باغی... ہمارے باغی... تو تم سے احمد نے کہا ہے کہ سچ نقلی ہیں... وہ سو فیصد اصلی: لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں نقلی سچ ہوں... آج وہ پر میں اس شر اصلی نہ ہوتے تو پھر کیوں برستے۔“

”تو یہ بات ہے... خیر ہمیں یہ لقب پسند آیا۔ آپ لوگ“

دیکھنا... میں تمہیں اصلی لگتا ہوں یا نقلی۔“ -
”شکریہ... ہم ضرور دیکھیں گے۔“ -

”تم جانا چاہو تو جاسکتے ہو... بلکہ اپنے دو ساتھیوں کو بھی ساتھ
لے جانا چاہو تو لے جاسکتے ہو... اس لیے کہ تم لوگ بالکل بے بس
ہو... جو چاہتے ہو... کر نہیں سکتے... اپنے خیالات لوگوں پر ثابت تپ اے دیکھ سکتے ہیں۔“ -
نہیں کر سکتے... لہذا میں کیوں تم لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دوں...
جب کہ تم میرا کچھ نہیں بگاؤ سکتے۔“ -

”دو ساتھی... کون سے دو ساتھی۔“ - اسپکٹر جمیڈ کے چونک کر

کہا۔ ”ہاں! اس کا مطلب ہے... اس مرتبہ ہمارا مقابلہ دو بڑے
”ادھر دیکھو... ایک گاڑی میں... اور اس کے چاروں طرف ہمتوں سے ہے اور پوری دنیا کے عیسائی ان دونوں کی پشت پر ہیں...
پولیس کی گاڑیاں موجود ہیں... تمہارے دو ساتھی اس خیال میں ہیں ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہیں۔“ - وہ بولے۔

کہ ہم اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے انہیں جانے دیں گے... لیکن یہ اسپکٹر کامران مرزا نے پولیس آفیسر کو چھوڑ دیا... اسپکٹر جمیڈ
ان کی بھول ہے... ایسے ان گھنٹ ساتھی ہم قربان کر سکتے ہیں... لیکن اور محمود بھی اس گاڑی پر آ گئے... مالک مکان اور اس کے گھروں کو
اب تو میں نے پروگرام ہی بدل دیا ہے... تم لوگوں کو جانے کی اجازت بھی انہوں نے گاڑی میں ہی رہئے دیا۔
ہے... کوئی روک نوک نہیں... بعد دوپر میدان میں ضرور آتا۔“ - یہ

وہ اس گاڑی کی طرف بڑھ گئے... اندر اسپکٹر کامران مرزا اور آصف موجود تھے... ان کے ساتھ چند لوگ اور بھی تھے اور اسپکٹر زیر وست ایکٹنگ کر رہا تھا۔

”اس ہم کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہم نے جان لیا ہے... صح
کس شخص کو بنایا گیا ہے۔“ -

”اچھا ہوا... آپ بھی آگئے... اور اسے کیوں چھوڑ دوں۔“ -
”ہم آزاد ہیں... رائل ہمیں بے بس میں بیٹلا دیکھنا چاہتا ہے۔“ -

”رائل! اکماں ہے وہ؟“

”وہ اس طرف دیکھیں... فاصلہ اگرچہ زیادہ ہے، لیکن پھر بھی
لے جانا چاہو تو لے جاسکتے ہو... اس لیے کہ تم لوگ بالکل بے بس
ہو... جو چاہتے ہو... کر نہیں سکتے... اپنے خیالات لوگوں پر ثابت تپ اے دیکھ سکتے ہیں۔“ -

”بہت خوب۔“ - یہ کہ کر انہوں نے نظریں جما دیں پھر حیرت زدہ
آزاد میں بولے۔

”اپ مالک! یہ تو واقعی رائل ہے۔“ -

”ہاں! اس کا مطلب ہے... اس مرتبہ ہمارا مقابلہ دو بڑے
”ادھر دیکھو... ایک گاڑی میں... اور اس کے چاروں طرف ہمتوں سے ہے اور پوری دنیا کے عیسائی ان دونوں کی پشت پر ہیں...
پولیس کی گاڑیاں موجود ہیں... تمہارے دو ساتھی اس خیال میں ہیں ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہیں۔“ - وہ بولے۔

کہ ہم اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے انہیں جانے دیں گے... لیکن یہ اسپکٹر کامران مرزا اور اسپکٹر جمیڈ
ان کی بھول ہے... ایسے ان گھنٹ ساتھی ہم قربان کر سکتے ہیں... لیکن اور محمود بھی اس گاڑی پر آ گئے... مالک مکان اور اس کے گھروں کو
اب تو میں نے پروگرام ہی بدل دیا ہے... تم لوگوں کو جانے کی اجازت بھی انہوں نے گاڑی میں ہی رہئے دیا۔

”ہم جا رہے ہیں مسٹر صح... میدان میں ضرور آئیں گے۔“ - یہ
وہ اس گاڑی کی طرف بڑھ گئے... اندر اسپکٹر کامران مرزا اور آصف کی
آصف موجود تھے... ان کے ساتھ چند لوگ اور بھی تھے اور اسپکٹر زیر وست ایکٹنگ کر رہا تھا۔

”اس ہم کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہم نے جان لیا ہے... صح
کس شخص کو بنایا گیا ہے۔“ -

کامران مرزا ایک پولیس آفیسر کا بازو مروڑے بیٹھے تھے۔
”اپ اس کی ضرورت نہیں... اسے چھوڑ دیں۔“ -

تحوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان پہنچ گئے... سر ان کے گرد جمع ہو گئے... مالک مکان اور اس کے گھروالوں کو تم دویے فرزانہ کے ذہن میں ایک بات آئی تھی... بلکہ آکر نکل انہوں نے حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔

”کیا رہا اباجان؟“ فاروق نے سچے تماں انداز میں پوچھا۔

”تعلیٰ مسیح کو دیکھے آئے ہیں... بلکہ اس سے ایک دو باشی ہوئی ہیں... وہ رائل ہے۔“

”کیا!!“ وہ ایک ساتھ بولے۔

ان کے چہروں پر خوف پھیل گیا۔

”خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں... اس سے پہلے بھی تاریخ تعلیٰ اپنے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں... وہ اس سلطے میں اگر اور یا کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔“

”ابو ان لوگوں نے انہیں کیوں نکر ساتھ لے آئے دیا۔“ فرزانہ حفاظت کرنا ان کے لئے کیا مشکل ہے... ہاں بندوں کے امتحان یہ نے مالک مکان اور اس کے گھر کے افراد کی طرف دیکھا۔

”بس رائل نے کوئی اعتراض جو نہیں کیا... لہذا باتی پولیس والے کیا انہیں روکتے ہیں؟“ مالک ہم انہیں وہاں چھوڑ آتے تو اس صورت میں ضرور انہیں لے گئے کیا جائے۔“

”بھی بس... ہم یہ سوچتے رہے کہ ہم کیا کریں۔“ آفتاب مسکرا یا۔

”حد ہو گئی۔“ آصف جھلا اٹھا۔

”ہاں ہو گئی ہو گئی... اب اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟“
”دویے فرزانہ کے ذہن میں ایک بات آئی تھی... بلکہ آکر نکل بھی گئی تھی... خدا کا شکریہ ہے دوبارہ بھی آگئی۔“
”اور وہ ترکیب کیا ہے؟“

”صرف یہ کہ ہم سب اگر ساتھ ساتھ رہیں گے تو دشمن کی نظر میں رہیں گے... اس لیے کہ وہ ہماری تعداد اور جنس سے اچھی طرح واقف ہے... لہذا کیوں نہ ہم بکھر کر کام کریں... اللہ الگ رہ کر کام کریں۔“

”خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں... اس سے پہلے بھی تاریخ تعلیٰ نے سی موں کو یہ روپ دیا تھا... پھر اس نے کیا کر لیا تھا... رائل کو دیکھنے کے بعد... اندازہ ہو جائے گا... کہ ہم کہاں کھڑے ہیں تھا۔“

”ابو ان لوگوں نے انہیں کیوں نکر ساتھ لے آئے دیا۔“ فرزانہ حفاظت کرنا ان کے لئے کیا مشکل ہے... ہاں بندوں کے امتحان یہ نے مالک مکان اور اس کے گھر کے افراد کی طرف دیکھا۔

”اوہ تم لوگو نے کیا کیا۔“ انپکٹر کامران مرزا نے انہیں گھورا۔

”بھی بس... ہم یہ سوچتے رہے کہ ہم کیا کریں۔“ آفتاب ”چلنے شکر ہے... اس سے ملاقات ہوئے کافی دن ہو گئے تھے۔“ رفتہ بولی۔

”اہا! اگھا کھا گئے ہو کیا... میں تم سارا بڑا بھائی ہوں۔“

نے جملہ کر کہا۔

”کچھ... کس سے؟“ پروفیسر راؤ نے بے خیالی کے عالم میں فاروق نے کہا۔ ”مارے باپ رے... اس بات کا تو خیال ہی نہیں رہا... اچھا کہا۔

میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔“

”اب کیا فاکر ہے... اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔“

”فتن... نہیں... نہیں۔“ آفتاب نے ازحد ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”بھی اس میں اس حد تک خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟“ شوکی نے منہ بنتا یا۔

”پس... پتا نہیں۔“ وہ ہکلایا۔

”کیا پتا نہیں۔“ آصف بولتا۔

”یہ کہ اس میں اس قدر خوف زدہ ہونے والی کیا بات ہے؟“

”وہست تیرے کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

”جس تک میرا خیال ہے... ابطال کارائل سے باقاعدہ رابطہ ہو

گا۔“ اور کم اک راہیں جانتا ہے... کہ ابطال سے کہاں ملاقات ہو گے

گی۔

”لیکن ہم راہیں سے کس طرح معلوم کر سکتے ہیں... وہ تو اس

وقت بنا ہوا ہے سچ۔“ انسپکٹر کامران مرازا بولے۔

”ویکھا جائے گا۔“

”جی مزے سے۔“

”یہ کون صاحب ہیں؟“ ان کے لمحہ میں حیرت تھی۔

”آپ بھی کمال کرتے ہیں انھل... آپ مزے کو بھی نہیں جانتے۔“

”اوہ اچھا تم اس مزے کی بات کر رہے ہو... جو بات بے باء میں آ جاتا ہے۔“

”جی... جی ہاں... لیکن کبھی کبھی بالکل نہیں آتا۔“

”کوئی بات نہیں... بہت لیں گے اس سے۔“

”تم لوگوں کا ارادہ اوت پنائگ باشیں کرنے کا تو نہیں ہے۔“

”عن... لا۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”پتا نہیں چلا... تم نے نہیں کہا ہے یا ہاں۔“

”اوھا نہیں... اوھا ہاں۔“

”تو پورا کہ دینے میں کیا حرج تھا۔ آدھے تیز آدھے بیٹر کیلے کے۔“ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

”ہمیں ہائیں... تم نے مجھے آوھا تیز آدھا بیٹر کہا۔“ فاروق اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”اچھا اچھا... بگنو نہیں... پورے تیز پورے بیٹر کہ دیتا ہوں۔“

”اب تک ہم ان کے ہیڈ کو اڑ کا سراغ لگانے کے سلسلے“۔ ”ایسا لگتا ہے... جیسے سب لوگ کانوں کے پیچے ہاتھ دھو کر پڑ کوئی ٹھوس کام نہیں کر سکے“۔ خان رحمان برباد ہے۔

”ٹھوس کام کرنے کے لیے، ٹھوس وقت، ٹھوس اقدام کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی“۔ شوکی نے بھتائے ہوئے انداز میں کہا۔ ”ٹھوس تجاوز کی ضرورت ہوتی ہے“۔ منور علی خان نے جلدی جلو ”ویسے سچ یہ ہے کہ ہوتے ہیں یہ بھی اونٹ کی طرح ٹیز ہے مجھے تو ان کی بھی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی“۔ رفت

”یار تم نے کیا ٹھوس ٹھوس کی لائیں لگا دی.... کہیں تم بولی۔“ ”اقتاب، فاروق یا محسن کی روح تو نہیں گھس گئی“۔ اسپکٹر کامران ”وہیک... کن کی کل کی بات ہو رہی ہے... کسی کے آج کی بات بھی کر لیا کرو“۔ پروفیسر داؤ نے منہ بنا لیا۔

”حد ہو گئی.... آپ تو ہمارے کان کرتے نظر آتے ہیں“۔ ”عن... نہیں تو“۔ اسپکٹر کامران مزرا نے بوکھلا کر اپنے کالوں پر فیر انکل اسے آج اور کل پر لے گئے۔ فرحت نے مکراتے کو پکڑ لیا۔

”ہم اپنے کانوں کی بات کر رہے ہیں“۔ فرحت نہیں۔ ”تمہارے کان تو مجھے نظر آ رہے ہیں.... ان کو ٹوٹنے کی ضرورت ہے“۔

”لیکن اباجان.... کچھ لوگ کانوں کے کچے بھی تو ہوتے ہیں“۔ کر پوچھا۔ آقتاب نے فوراً کہا۔

”انکل! آپ کی کمال کرتے ہیں.... اللہ کا شکر تو ہر وقت اور ہر بات پر ادا کر رہے ہو“۔ پروفیسر داؤ نے گھبرا فاروق بولا۔

”چھا نحیک ہے.... یا اللہ تیرا شکر ہے“۔ وہ بولے۔ ”کان نہ کھاؤ“۔ آقتاب نے بھنا کر کہا۔

”بابت ہو گیا۔“ منور علی خان مکارے۔

”کیا ثابت ہو گا؟“

”یہ کہ جس کام اسی کو سانچھے اور کرے تو ٹھینکا باجے... زندگی میں شاید پہلی بار ترکیب بتانے کے معاملے میں دخل اندازی کی تھی۔ لیکن منہ کی کھائی۔“

”چلنے کوئی بات نہیں.... آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔“ پروفیسر داؤد

”سوال یہ ہے کہ ان تینوں کو اس وقت کیا ہو گیا ہے.... مجال ہے جو کوئی ترکیب بتا رہی ہوں.... جب کہ اس وقت ایک زوردار ترکیب کی ضرورت بہت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔“

”اس کا ایک حل ہے۔“ انپکٹر جشید بولے۔

”ان تینوں کو ایک کرے میں بند کر دیا جائے اور اس وقت تک دروازہ نہ کھولا جائے جب تک یہ چیخ چیخ کریے اعلان نہ کر دیں کہ انہوں نے ترکیب سوچ لی ہے۔“

”ارٹیلیپ رے.... ان حالات میں آخر ہم ترکیب لائیں تو کہاں سے.... سوچیں تو کیسے؟“

”ہمیں نہیں معلوم.... یہ کام تمہارا ہے.... ہمارا نہیں۔“ محمود

”ارے ارے.... کیا آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جاؤ گے۔“

”میرے ذہن میں ایک زوردار ترکیب آئی ہے۔“

”لوہ! اس کا مطلب ہے... فرزانہ، رفتہ اور فرحت کی زگی چھٹی... اب یہ تینوں کیا کریں گی۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”کیا مطلب... یہ کیا بات کہی تم نے۔“ انپکٹر جشید نے

گھورا۔

”میرا مطلب ہے... آج ترکیب انکل منور علی خان بتا رہیں.... کل انکل خان رحمان بتانے لگیں گے.... اس طرح دوسرا مکارے۔“

”پہلے منور علی خان کی ترکیب سن لیتے ہیں۔ اب یہ زر ترکیب ان کے ذہن کے سے پھسل جائے۔“ انپکٹر جشید نے گھبرا کہا۔

”لوہ ہاں.... پھر بہت سر پیکنا پڑتا ہے۔“ خان رحمان سرہلا ہوئے بولے۔

”میری ترکیب یہ ہے کہ رائل کو انداز کر لیا جائے۔“

”کیا کہا؟“ وہ سب ایک ساتھ چلا کے۔

”کیوں.... کیا ایسا نہیں کیا جا سکتا۔“ پروفیسر بولے۔

”پہلی بات یہ کہ یہ کام آسان نہیں.... انداز کر بھی لیں تو رائل سے ابطال یا پلانٹ کا پتا اگلوانا آسان کام نہیں.... لہذا اس نے آنکھیں نہ لیں۔ خطرناک قدم کیوں اٹھایا جائے۔“

”ضرورت پڑی تو... یعنی تم نے ترکیب اپنے دماغوں سے زندہ جل جائے۔“
نکالی تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔“ - آصف نے فوراً کہا۔
”لیکن یہ کیا بھی کر سکتے ہیں۔“ -

”تپ پھر انقل منور علی خان کی ترکیب پر عمل کر لیتے ہیں۔“ -
فرزانہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔
”کیا مطلب؟“

”رائل کا اغوا... کیا خبر ہم اس سے اگلوا ہیں لیں۔“ -

”اور اس طرح دشمن بہت زبردست کھلیلی میں بھلا ہو جائے

”اس کیس میں چونکہ آدم خوروں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ گھسے جب اس کا سچ ہی نہیں رہے گا... تو وہ حکومت پوری دنیا پر
لہذا ان کی پوری کر رہے ہیں۔“ - فرحت مسکرانی کہا۔

”ہوں میرا خیال ہے انپکٹر جمشید... ایسا کہا لیا جائے۔“ -

”اچھی بات ہے... اوہو... دیر ہو چلی ہے... اور ہمیں میدان

”میرا تو خیال تھا کہ آپ شکر کریں گے ہمیں باتیں کرے، میں جانا ہے... اب تو ہم آزاد ہیں... رائل نے ہمیں گرفتار کرنے کا

”مطلع ختم کر دیا ہے... ہم بے دھڑک جاسکتے ہیں۔“ -

”اللہ ٹھیک ہے۔“ - خان رحمان یوں لے۔

اوہ وہ میدان کی طرف روانہ ہوئے... میدان ان کے پہنچنے سے

”چھپے ہی کھچا کچھ بھرا ہوا تھا... ابھی وہاں نقلی مسح نہیں آیا تھا... اس

کے لئے بہت اونچا پیچ بنایا گیا تھا... سیچ کے چاروں طرف مسلح پرے

دار موجود تھے... ان کے ہاتھوں میں عجیب و غریب اسلوٹ تھا۔

”لکم از کم ہم اس میدان میں اپنے پروگرام پر عمل نہیں کر

آئے... اس وقت پوری دنیا ایک خوفناک جاں میں آچکی ہے... اسکتے۔“ - انپکٹر جمشید نے کہا۔

”سوال مزا آنے یا نہ آنے کا نہیں ہے... اور بے شک

جال کو تار تار ہم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ پلانٹ کا

”آنپکٹر جمشید نے کہا۔“ -

”آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں کھا سکتے ہیں۔“ -

”پورا تو نہ بھی... یہ تم آدم خور کب سے بن گئے۔“ - رفع

”نے کاپ کر کہا۔“ -

”اس کیس میں چونکہ آدم خوروں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ گھسے جب اس کیس طرح کرے گا۔“ -

”لکم از کم اس قدر خوفناک باتیں نہ کرو۔“ - فالوں نے گھبرا کہا۔

”میرا تو خیال تھا کہ آپ شکر کریں گے ہمیں باتیں کرے، میں جانا ہے... اب تو ہم آزاد ہیں... رائل نے ہمیں گرفتار کرنے کا

”کہ چلو ان حالات میں ہم باتیں تو کر رہے ہیں۔“ -

”نہیں چاہیں ہمیں یہ بے کار کی... روکھی پھیک بلکہ سوک

سائھی باتیں۔“ - منور علی خان نے جل کر کہا۔

”چھپے ہی کھچا کچھ بھرا ہوا تھا... ابھی وہاں نقلی مسح نہیں آیا تھا... اس

کے لئے بہت اونچا پیچ بنایا گیا تھا... سیچ کے چاروں طرف مسلح پرے

یلتے... اس کیس میں مزا نہیں آئے گا۔“ -

”سوال مزا آنے یا نہ آنے کا نہیں ہے... اور بے شک

آئے... اس وقت پوری دنیا ایک خوفناک جاں میں آچکی ہے... اسکتے۔“ - انپکٹر جمشید نے کہا۔

”آنپکٹر جمشید نے کہا۔“ -

”نمیں... وہ رات میں کسی وقت کریں گے۔“ اسپکٹر کام

مرزا نے کہا۔

”میں چاہتا ہوں... ہم سچ سے نزدیک ہو جائیں۔“ خان را

نے کہا۔

”لیکن یہ بہت مشکل ہے... لوگ کھچا کچھ کھڑے ہیں... میں ٹھیک ہیں۔“ اسپکٹر جمشید نے کہا۔

”چلو خیر۔“ انہوں نے کندھے اچکائے۔

پندرہ منٹ بعد بگل بجا لیا گیا۔ یہ سچ کی آمد کا اشارہ فر

اب سب لوگ بالادب کھڑے ہو گئے۔ سب نے اپنے سر بھکالے

اسی وقت ہیلی کاپڑ کی آواز سنائی دی۔ لوگوں نے اوپر دیکھا۔

کاپڑ نیچے آ رہا تھا۔ وہ عین سچ پر ہٹک رک گیا۔ اس پر سے رنہ ہوں۔ خداوند عالم نے مجھے جو طاقتیں دی تھیں۔ وہ اب

سیرھی لٹکائی گئی اور نعلیٰ سچ ارتقا نظر آیا۔ پورا مجمع سوائے ان

تالیاں بجانے لگا۔ فضا تالیوں کی گونج سے بھر گئی۔ جب تک لا

پ آ کر سیدھا کھڑا نہیں ہو گیا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا

نمیں کر دیا، لوگ تالیاں ہی بجا تے رہے۔ ہاتھ اٹھاتے ہی اس

رک گئے جیسے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہ گئے ہوں۔

اب رائل کے ہونٹ ہلے۔

”میرے ساتھیوں... آپ نے دیکھ لیا۔ جان لیا۔“

چے دین کا بول بالا ہو چکا ہے۔ اب پوری دنیا عیسائیت قبول

یہاں کوئی اندازہ ہے۔ آنکھوں کا اندازہ۔
یہ کہ کراس نے ادھر اور دیکھا۔

”میں پیدا کئی اندرھا ہوں... اور اس لیے میں شیخ کے بالکل پار
آکھڑا ہوا تھا... کہ کہیں شیخ تک نہ پہنچ سکوں۔“

شیخ کے بالکل قریب سے ایک آواز ابھری... شاید اس پورے
میدان میں ماںک اور سپیکر لگا دیے تھے... تاکہ آواز سب لوگ
جنوبی سن سکیں۔

”آگے آ جاؤ بڑے میاں۔“

اندرھا آدمی لاٹھی میکتا ہوا ذرا آگے بڑھا۔

”اسے شیخ پر چڑھا دیا جائے۔“ رائل نے بلند آواز ملنگا کیا۔

”اندرھا فورا ہی شیخ پر نظر آیا۔“ پہلے رائل نے اس کی آنکھیں

ویکھیں... آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے... اور بس... پھر رائل

لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اس کی آنکھوں کو دیکھے لیں... سب

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا... سب سکتے کے عالم میں دیکھنے لگے...

ان کے دل بھی دھک دھک کر رہے تھے۔

”میں اب اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا ہوں۔“

یہ کہ کر رائل نے اس کا چہرہ اپنی طرف کر لیا... اس سے چو گیا۔ آخر میں رائل نے شیخ پر سے ایک تھال میں رکھی مٹی

ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ دیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑھانے لگا۔

وہ کچھ پڑھ رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ وہ اپنا ہاتھ ہٹانے لگا۔

آنکھوں میں خون اتر آیا

ہاتھ بنتے ہی بوڑھا چلانے لگا۔

”مم... میں... میں دیکھ سکتا ہوں... میری آنکھیں ٹھیک ہو گئی
ہیں... شیخ زندہ باد... شیخ زندہ باد۔“

پھر تو پورا مجمع شیخ زندہ باد... زندہ باد چلانے لگا... رائل نے
ویکھیں... آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے... اور بس... پھر رائل

لیکھا اور بیکار ہو تو شیخ پر آ جائے۔“

”شور بیج گیا... میں بیکار ہوں... مجھے یہ ہے... مجھے وہ ہے...“

پھر تو باری باری لفڑی شیخ پر آنے لگے... رائل ان پر ہاتھ پھیرنے

لگیں اور وہ شور مچاتے چلتے گئے... میں ٹھیک ہو گیا ہوں... میں ٹھیک
ہو گیا۔ آخر میں رائل نے شیخ پر سے ایک تھال میں رکھی مٹی

ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ دیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑھانے لگا۔

اس مٹی کو ایک چڑیا کی شکل دی... پھر اس میں پھونک ماری۔

کوں نے اس کے ہاتھوں میں بیسے ایک چڑیا کو پھر سے اڑتے دیکھا۔

مجھے میں ایک بار پھر شور بیج گیا... تالیاں ہی تالیاں گونج

”اپنے منہ میاں مشبو بنا تو کوئی تم سے سکھے۔“ فاروق نے جل

کر کہا۔

576

”تو سیکھ لو... روکا کس نے ہے۔“ فرحت نے جل کر کہا پھر
وونک کر بولی۔

”رسے گرے میں نے اپنی تعریف کب کی ہے... یہ ترکیب تو
فرزانہ کی تھی۔“

”تو کیا ہوا... تم ہو تو ایک گروپ۔“
”فرحت تیرے کی۔“ محمود جھلایا۔

”میرا خیال ہے... ایک ایک آدمی کا جانا تو ٹھیک نہیں رہے
کاں... دو دو آدمی چلے جاتے ہیں... اس طرح وہ ایک دوسرے سے بات
کھلت تو کرتے رہیں گے۔“

”ہاں... یہ ٹھیک رہے گا۔“

”پھر اپنے لھانے پر جانے کی کیا ضرورت ہے... میں سے
مکڑیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔“ خان رحمان بولے۔

”تب پھر اذکر ایک نہیں... دو رہیں گے... پروفسر نے برا
لامانہ بنائ کر کہا۔

اور ان کے انداز پر سب کو نہیں آگئی۔

”ٹھیک ہے... منظور ہے۔“

”تو پھر اعلان کریں... کون کس کے ساتھ جائے گا۔“

اٹھیں۔

”بس... اب سب لوگ اپنے گھروں کو جائیں... ہمیسا نیت کی
تعلیم پر خوب زور شور سے عمل کریں... تم لوگ فلاح پا جاؤ گے۔“
اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ کھڑا بیٹا... ہاتھ اپر چلا
گیا تھا نیچے آنے لگا... یہاں تک کہ بالکل سچھا گیا۔ اس کی سیڑھی
لٹکائی گئی اور وہ اس کے ذریعے ہیلی کا پھر میں پہنچ گیا۔
مجموع چھٹنے لگا۔

”آدم بھی ہم بھی جائیں... سب سے پہلے تو ہیں یہ معلوم کر
ہو گا کہ رابل کا آج رات کا کیا پروگرام ہے۔“

”اور یہ معلوم کرنا بھی آسان کام نہیں ہو گا۔“

”اس کی ترکیب میں نے سوچ لی ہے۔“ فرزانہ مسکراتی۔
”ہو گی کوئی پھس پھسی ترکیب۔“

”بھی پہلے سن تو لو۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے منہ پھایا۔
”ترکیب یہ ہے کہ ہم الگ الگ ہو کر... ایک ایک، یا دو دو
مکڑیوں میں پورے شر میں پھیل جاتے ہیں... ہم میں سے صرف ایک
اپنے لھانے پر رہے گا... جماں کسی کو کوئی سراغ لگھے۔ وہ بذریعہ
اوے پر موجود آدمی کو نوٹ کراوے گا... تاکہ باقی لوگ پھر وہاں
کر پروگرام کو ترتیب دے سکیں۔“

”بہت خوب... یہ ترکیب زبردست ہے۔“ فرحت بولی۔

”اوے پروفیسر صاحب نہ سرسیں گے... ان کے ساتھ کو

پسند کریں گے۔“

”میں۔“ شوکی نے فوراً کہا۔

”مجھے یہ بات پسند ہے کہ شوکی میرے ساتھ رہے۔“ پروفیسر صاحب بولے۔

”دخت تیرے کی... شوکی نے تو سب سے زیادہ آسان ہتھیا لیا ہے۔“ محمود بولا۔

”اگر یہ بات ہے تو تم پروفیسر انگل کے ساتھ نہ سرسیں... میں جاتا ہوں۔“ شوکی نے فوراً کہا۔

”دنیس... مجھ سے تو آرام سے نہیں بیٹھا جائے گا۔“
”چلو ایک نکشوں بن گئی... آپ دونوں تو جائیں... اگر تو پرہتائے کہ اس نے سراغ لگایا ہے تو پھر سب لوگوں کو وہاں جائے۔ باقی لوگ وقتاً ”فوقا“ فون کر کے روپرٹ لیتے رہیں گے۔“ دنیس رہیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ پروفیسر صاحب بولے۔

وہ شوکی کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

”میرے ساتھ کون جانا پسند کرتا ہے۔“ انسپکٹر جشید بولے۔

”میں۔“ خان رحمان بولے۔

”چلو ٹھیک ہے... آؤ چلیں۔“

وہ بھی چلے گئے۔

”اور اب میری باری ہے... میرے ساتھ کون رہے گا۔“ انسپکٹر کامران حمزہ نے کہا۔

”میں۔“ منور علی خان بولے۔

وہ مکرا دیے اور دونوں وہاں سے چلے گئے۔

”اب رہے گئے ہم۔“ محمود نے کہا۔

”تو تم بھی اعلان کر دو... میرے ساتھ کون جانا پسند کرے گا۔“

آصف نے منہ بیٹایا۔

”ٹھیک ہے... میرے ساتھ کون جانا پسند کرے گا۔“ محمود نے کہا۔

”ظاہر ہے... میں ہی جاؤں گا۔“

”اور میرے ساتھ ظاہر ہے... آفتاب جائے گا۔“ فاروق بولا۔

”بالکل۔“ اس نے فوراً کہا۔

”تب تو یہ بات طے ہو گئی کہ میں اور فرحت جائیں گی۔“

فرزانہ نے کہا۔
”لیکن یہاں دھوکا نہیں ہوا... میں اکیلی رہ گئی۔“ رفت نے کہا۔

”نہیں... اکیلی کیوں... تم بھی کسی کے ساتھ جاؤ گی... اپنا فیصلہ خود کر دیں تو چلے۔“ یہ کہ کر فرحت اور فرزانہ بھی چل گئیں۔

”ایسے کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گا۔“

”اور اس کا فائدہ کیا ہو گا۔“

”بس ریکھتے جاؤ۔ آج ہم نے بھی دوسری نکریوں کو پیچھے نہ اشفاق نے منہ بننا کر کما اور اسے ساتھ لے کر وہاں سے چل پڑا۔
چھوڑ دیا تو بات نہیں۔“

”ہوں۔ خیر۔ یونہی سی۔ لو بن گیا اندھا۔“ یہ کہ کراس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”عقل کے اندر ہے۔ اندر ہے اس طرح بتتے ہیں۔“

”اب مجھے کیا پتا۔ کس طرح بتتے ہیں۔ میں کوئی روز اندھا بناتا رہتا ہوں۔“

”حد ہو گئی۔ آنکھیں کھلی رکھو۔ تمام پٹیاں ذرا اوپر کو چڑھا اور میرے کندھے پر ایک ہاتھ رکھ دیں۔ میں آگے چلوں گا، تم میرے پیچھے رہو گے۔ اس طرح بتتے ہیں اندھا۔“

”اس طرح بتتے نہیں۔ ہوتے ہیں۔“ اخلاص نے فوراً کہا۔

”اچھا چلو۔ یونہی سی۔ اب تم بتتے ہو یا میں بن جاؤ۔“

”نہ نہیں۔ میں ہی بن جاتا ہوں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”کیوں کیوں۔ اس میں اس قدر گھبرانے کی کیا ضرورت۔“

”تمام وقت میرے کندھے کی شامت آئی رہے گی۔“

”اچھا چلو۔ تم میرے کندھے کی شامت لے آؤ۔“ اشفاق نے جل کر کہا۔

”رفعت۔ تم میرے ساتھ چلو۔“ کھص بولا۔

”خود رکیوں نہیں۔“ وہ مسکرائی۔

”آخر میں رہ گئے ہم دنوں۔ آپ اخلاق ہم بھی چلتے ہیں۔“ اشفاق نے منہ بننا کر کما اور اسے ساتھ لے کر وہاں سے چل پڑا۔

”یار ہم جائیں کس طرف۔ ہم نے سختیں تو طے کی ہی نہیں۔“ اشفاق نے کہا۔

”اونٹ کی طرح جدھر منہ اٹھے کا چلے جائیں گے۔“ اخلاص نے کہا۔

”مطلوب یہ کہ جدھر ہمارے سینگ سائیں گے۔ ادھر جائیں گے۔“ اشفاق مسکرا یا۔

”اور ہمیں کہیں جا کر کرنا کیا ہے بھلا۔“

”میسح کا سراغ لگانا۔ میرا مطلب ہے نعلیٰ میسح کا۔“ کہ وہ رات کہا گزارے گا۔

”تو پھر اس کی ایک ہی ترتیب ہے۔“

”کیوں کیا؟“

”تم اندر ہے بن جاؤ۔“

”کیا کہا۔ میں اندھا بن جاؤں۔“ اخلاص نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں بن جاؤ۔ کوئی حرج نہیں۔“

”لیکن پھر میں چلو گا کیسے۔“

”بھائی صاحب! آج رات مسح کی بہاں دعوت ہے نا۔“
”ہاں ہے۔ چلو بھاگو۔“

”میرا یہ بھائی اندھا ہے... مسح کا ہاتھ پھروانا چاہتا ہوں۔“
”تو پھر رات کو آنے اتنی درپلے ہی آگئے۔“

”یہ اطمینان کرنے کے لیے آئے تھے کہ انہیں بہاں آتا ہے یا
نہ۔“

”اگر کوئی اہم کام نہ آپڑا... تو وہ ضرور آئیں گے۔ تم ان
لے راستے میں کھڑے ہو جاتا۔ جب وہ ہیلی کاپڑ سے اتر کر کوئی کی
رف آئیں۔ اس وقت آگے بڑھ کر ہاتھ پھروالینا۔“ پولیس والا شاید
لیکن ایک آدمی تھا۔ ورنہ تو یہ لوگ سیدھے منہ بات تک نہیں
بھائی اندھا ہے۔ عقل کا۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ وہ خوش ہو گئے۔ کہ اس قدر آسانی سے
نہیں تو پسچ کا سراغ لگا لیا۔ وہاں سے ہٹ کر انہوں نے اپنے
پروفون کیا۔ وہ سری طرف سے فوراً شوکی آواز سنائی دی۔

”اشفاق بات کر رہا ہوں۔ مسح کا پتا چل گیا ہے۔“ وہ آج
رات میوپل کا پوریشن کے چیئرمین کے گھر دعوت کھائیں گے۔ گھر کا
بھی لکھ لیں۔“

”تم نے تو کمال کر دیا بھی۔“ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔
”ترکیب ہی ایسی سمجھ میں الی تھی۔“

دونوں اس انداز میں چلنے لگے۔
”اے بھائی صاحب... مجھے اپنے بھائی کی آنکھوں کا علاج کروانا
ہے۔ میں مسح سے کماں مل سکتا ہوں۔“
”پتا نہیں۔ تھوڑی درپلے میدان میں کیوں نہ پہنچ۔“
”بھیڑ بست تھی۔ ہم بہت پیچھے رہ گئے۔“
”کسی اور سے پوچھو۔“

وہ اسی طرح آگے بڑھتے رہے۔ بہاں تک کہ ایک سرکاری
عمارت کے پہنچ گئے۔

”کیوں بھائی صاحب... ہم مسح سے کماں مل سکتے ہیں۔“ یہ
بھائی اندھا ہے۔ عقل کا۔“

”عقل کا؟“ سنبھالنے والے نے کہا۔

”میرا مطلب ہے۔ آنکھوں کا۔“

”ہمیں تو پتا نہیں۔ آج رات شاید ان کی دعوت میوپل
کا پوریشن کے چیئرمین کے گھر ہے۔“

”اوہ بہت بہت شکریہ۔ چیئرمین کا گھر کس طرف ہے؟“
انہیں پتا بتا دیا گیا۔ وہ اس طرف روانہ ہوئے۔ چیئرمین کے
گھر کے آس پاس بے تباشہ پولیس دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ ضرور
آج رات رائل بہاں آئے گا۔ پھر بھی وہ آگے بڑھے اور ایک پولیس
والے سے بولے۔

"وزرا مجھے پڑا تھا... تم نے کیا ترکیب لڑائی۔"

اشفاق نے ترکیب بتائی تو شوکی نہیں پڑا... پھر بولا۔

"بس! اب تم میں آ جاؤ۔ اگر معلوم ہوتا کہ اس قدر آرے سے اور جلد سراغ لگ جائے گا تو سب کے جانے کی ضرورت اسی نہیں تھی۔"

"ہم آ رہے ہیں۔"

جونی وہ فون بوتحہ سے باہر نکلے... ٹھنک کر رکھ گئے... باہر چھپ لیں والے موجود تھے... اور ان کے ہاتھوں میں پیغام بھی تھے۔

"ماتحد اور اٹھا دو دوستو۔"

"ہم سے کیا جرم ہوا ہے جناب؟"

"تمہوڑی دیر پہلے تم میں سے ایک انداختا... اسے اس قدر آئی گے تو وہیں نا۔" جلد و کھائی کس طرح دینے لگا۔

"ارے پاپ رے... یہ سب اللہ کی مریانی ہے۔" اخلاق گمراہ کر قرار کر دیں گے... فکر نہ کرو، یہ بتاؤ۔ وہ کہاں ٹھہرے ہوئے کر بولا۔

"نہیں تم لوگ ڈراما کر رہے تھے... اور اب تم نے کسی کو فوپ پر یہ پیغام دیا ہے کہ صح آج رات یہاں آئیں گے... گواہ کوئی چاچلانے کا چکر ہے... اس لئے اب تم ہمارے مناچھے چلو گے۔"

"اگر آپ کہتے ہیں تو چلے چلتے ہیں... دیے آپ بلاوجہ زندگی کر رہے ہیں... ہم خود اپنے گھر چلے جائیں گے۔"

"ہم اس سے بہتر جگہ پر تمہیں رکھیں گے... فکر نہ کرو۔"

انہیں ایک پولیس اسٹیشن لاایا گیا۔

"ہاں! اب بتاؤ... صح کے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے۔"

"بس زرا اپنے بھائی کا انداختا پن دور کروانا تھا... وہ اللہ نے دیے ہی کر دیا۔"

"تو تم مسلمان ہو۔"

"ارے باپ رے... اب آپ نے یہ بات بھی جان لی۔"

"تم اناڑی تم کے جاسوس لگتے ہوئے ارے بھی ہم لوگ اللہ نہیں... خداوند کہتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! اس بات کا تو ہمیں خیال ہی نہیں رہا... دیے صح

"تو وہیں نا۔"

"ہاں! وہیں آئیں گے... لیکن تمہارے ساتھیوں کو ہم پہلے ہی

"کہاں! اس طرح دینے لگا۔" "ارے پاپ رے... یہ سب اللہ کی مریانی ہے۔" اخلاق گمراہ کر قرار کر دیں گے... فکر نہ کرو، یہ بتاؤ۔ وہ کہاں ٹھہرے ہوئے

کر بولے۔

اخلاق اور اخلاق نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"لب کیا کریں بھی۔"

"چھاٹا ہی پڑے گا۔"

"ہم فارورڈ روڈ کے ۱۰۹ نمبر مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"بہت خوب! بند کر دو انہیں... اور فوراً فارورڈ روڈ کی طرف

روانہ ہو جاؤ۔۔۔ پولیس آفیسر نے چلا کر کما۔

”ارے ارے.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں.... آخر ابھی انہیں پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے.... جب وہ اس طرف آئیں گے، گرفتار کر لیجئے گا۔۔۔ اشفاق نے گھبرا کر کما۔

”نہیں.... ہم انہیں ابھی اور اسی وقت گرفتار کریں گے۔۔۔

”جج.... جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ اخلاق نے مت بنا لیا۔

”اور پھر انہیں حوالات میں ڈال دیا گیا۔۔۔ کوئے سمجھنے بعد حوالات کا دروازہ کھول دیا گیا۔۔۔ ان دونوں کو باہر نکال کر اسکا آفیسر کے کے سامنے لے جایا گیا۔

”تو تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔۔۔

”من نہیں تو... کیا ہوا۔۔۔

”فارورڈ روڈ پر کوئی مکان نمبر ۱۰۹ ہے ہی نہیں۔۔۔

”اوہ ہو اچھا۔۔۔ اب ہمیں کیا معلوم تھا کہ وہاں ۱۰۹ مکان نمبر ہے، بیٹھنیں مانوں کا۔۔۔

”ہی نہیں۔۔۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔۔۔

”وہ تو میں تمہیں اب بتاؤں گا کہ تمہارا کیا قصور ہے اور کیا نہیں۔۔۔ لٹکا دو انہیں اللہ۔۔۔

”ارے ارے.... ہم تو سیدھے لٹکنے سے بھی گھبراتے ہیں.... آپ اللہ کی بات کر رہے ہیں.... کچھ تو خدا کا خوف کریں۔۔۔

”خوف تو اب تم کرو گے۔۔۔

پولیس والے ان کے پیر باندھنے لگے۔۔۔ پھر ایک رسی چھت کیلئے گئی۔

”آخر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟۔۔۔

”وہ ہم جانتا۔۔۔ جہاں تمہارے ساتھی ٹھہرے ہوئے ہیں۔۔۔

”لیکن مجھ نے تو ہمیں عام اجازت دی ہے کہ جو چاہیں کرتے

”وہ ان کا معاملہ ہے۔۔۔ لیکن ہمیں ہدایات یہ ہیں کہ اگر ان کی کوئی جاہسوں کرتا نظر آئے تو انہیں فوراً گرفتار کر لیا جائے۔۔۔

”ہوں۔۔۔ خیو۔۔۔ آپ کی مرضی۔۔۔ یہ رسیاں کھول دیں۔۔۔ ہم کیلئے تیار ہیں۔۔۔

”جی۔۔۔ اس حالت میں ہی بتاؤ۔۔۔ میں پولیس وہاں بھیجوں اگر ساتھی مل گئے تو تھیک، رسیاں کھول دوں گا۔۔۔ ورنہ اللہ ہی نہیں۔۔۔

”جھمی بات ہے۔۔۔ میں پتا لکھ کر دے دیتا ہوں۔۔۔

”لے کافنڈ اور قلم دے دیا گیا۔۔۔ اس نے پتا لکھ دیا۔۔۔ پولیس ایک بار پھر روانہ ہوئی۔۔۔ جلد ہی پولیس آفیسر پھر ان کے پاس

اس بار اس کی آنکھوں میں خون اترा ہوا تھا۔

”اور میں کہتا ہوں.... تم بلاوجہ خوف زدہ ہو رہے ہو... مجھے تو

وہر تک خطرے کی بو محوس نہیں ہو رہی۔“

”آپ اس کام کے ماہر نہیں ہیں.... یہ بو انسی لوگوں کو محوس نہیں ہے.... جو اس کام کے ماہر ہیں.... جیسے ہم تجربات کی بو کو محوس کر سکتے۔“

”تجربات کی بو۔“ - پروفیسر داؤڈ بربرڈائے۔

اشفاق اور اخلاق نے تو مکال کر دیا۔ سب سے بعد میں ”جنی ہاں! اب مجھے یہ پتا نہیں کہ ہوتی ہے یا نہیں۔“

اور سب سے پہلے سراغ لگا لیا۔ ان سے ایسی امید نہیں ”اچھا بھائی.... تم کہتے ہو تو چلا چلتا ہوں.... لیکن اصل بات یہ پروفیسر داؤڈ مسکراتے ہوئے بولے۔

”جی انکل.... واقعی ان سے ایسی امید نہیں تھی۔ آئشان ہمارے ساتھی جب فون کریں گے اور جواب میں ادھر سے کوئی خوب ذاتوں کا۔“ - شوکی نے فوراً کہا۔

”کیا کہا۔ ذاتوں کے۔ ارے بھائی.... انہوں نے ایسی کہا۔“ بعد میں سوچیں گے.... فی الحال تو آپ یہاں سے نکلنے۔“

کی ہے.... یہ کام تو تعریف کے لائق ہے.... آئیں گے تو انہیں ”بعد میں سوچنے کا کیا فائدہ ہو گا شوکی.... فون اگر بعد سے پہلے دینا۔ بلکہ میں بھی دے دوں گا۔“ - پروفیسر داؤڈ بولے۔

”لیل.... لیکن... اف۔“ - شوکی نے گھبرا کر کہا۔

”لیکن اف! یہ کیا بات ہوئی۔“

”جلدی یہاں سے نکلنے کی تیاری کر لیں۔“

”آخر ہوا کیا بھئی۔“ - وہ بو کھلا گئے۔

”میرے میں خطرے کی بو محوس کر رہا ہوں.... جلدی“ - یہاں کون صاحب بات کر رہے ہیں۔“ - دوسری طرف سے

تجربات کی بو

”اس بارے میں بھی بعد میں سوچیں گے۔“

”حد ہو گئی۔“ - پروفیسر داؤڈ بھنا اٹھے۔

میں اسی وقت فون کی ٹھنڈی بھی... شوکی نے لپک کر فون کا رائٹھیا۔

انکل۔“

بدلی ہوئی آواز سنائی دی۔ شوکی تو ذرہی گیا۔

”یہ میں ہوں انکل۔“ شوکی نے زبی آواز میں کہا۔

”خیر تو ہے، یہ تمہاری آواز سے خوف جھانک رہا ہے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے رابل ہمیں کوئی زبردست ضرورت نہیں۔“

کے موڑ میں ہے... بظاہر اس نے ہمیں بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے
ہم پر کوئی پابندی نہیں... لیکن شاید جماری ٹگرانی ہو رہی ہے

ابھی اشفاق کا فون آیا تھا... اس نے اطلاع دی ہے کہ انہوں
صح کا سراغ لگایا ہے... اور آج رات وہ چھپرین میونسل کا کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

کے گھر میں دعوت اڑائے گا... دونوں یہاں سے سب نے
روانہ ہوئے اور سب سے پہلے سراغ لگایا... وہ بھی اسکا لذت
میں دعوت اڑائے گا... دونوں یہاں سے سب نے

”تو پھر چلو بھاؤ۔“ انہوں نے منہ بنایا۔
سے... مجھے اس میں گزبرہ لگتی ہے... اور ہم فوری طور پر ان
چھوڑ رہے ہیں... یوں ہم رہیں گے نزدیک ہی... تاک آپ لا

دونوں باقی لوگوں کے ساتھ باہر نکلے... شوکی نے چاروں طرف
کا جائزہ لیا... باہر کوئی گزبرہ نظر نہ آئی... اس نے اطمینان کا سانس
ملاتا ہو سکے۔“

”تم نے بالکل ٹھیک سوچا ہے شوکی... فوراً اس جگہ لیا... اور پروفسر صاحب کو لے کر اس عمارت سے کافی دور ایک گھر
وو... بلکہ اب تو میں اشفاق اور اخلاق کے لیے فکر مند ہو گیا ہو کے دروازے پر نکل دی... جلد ہی دروازہ کھلا، ایک بوڑھے آدمی

”میں نے انہیں یہاں آنے کی بدایت دی تھی... اگر نے ان کی طرف حیران ہو کر دیکھا
گھنٹے تک نہ پہنچے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ ہمارے گرد
جا چکا ہے... اور ہم سب اس جاں میں ہیں۔“

”و تم ٹھیک کرتے ہوئے... ہم آرہے ہیں... اور اب چھ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔“

”عمارت چھوڑ دو گے، اس لیے جو کوئی بھی ہے۔“

”بواب نہیں ملے گا... لذا صورت حال جانے کے لیے وہ خود بخود اپر

کا رنگ کرے گا... اس لیے باقی لوگوں کے سلسلے میں پریشان ہوئے گی

ضرورت نہیں۔“

”میں ہوں انکل۔“ شوکی نے زبی آواز میں کہا۔

”خیر تو ہے، یہ تمہاری آواز سے خوف جھانک رہا ہے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے رابل ہمیں کوئی زبردست

کے موڑ میں ہے... بظاہر اس نے ہمیں بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے

ہم پر کوئی پابندی نہیں... لیکن شاید جماری ٹگرانی ہو رہی ہے

ابھی اشفاق کا فون آیا تھا... اس نے اطلاع دی ہے کہ انہوں

صح کا سراغ لگایا ہے... اور آج رات وہ چھپرین میونسل کا کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

کے گھر میں دعوت اڑائے گا... دونوں یہاں سے سب نے

روانہ ہوئے اور سب سے پہلے سراغ لگایا... وہ بھی اسکا لذت

میں دعوت اڑائے گا... دونوں یہاں سے سب نے

چھوڑ رہے ہیں... یوں ہم رہیں گے نزدیک ہی... تاک آپ لا

دوں کے ساتھ باہر نکلے... شوکی نے چاروں طرف

کا جائزہ لیا... باہر کوئی گزبرہ نظر نہ آئی... اس نے اطمینان کا سانس

ملاتا ہو سکے۔“

”تم ٹھیک سوچا ہے شوکی... فوراً اس جگہ لیا... اور پروفسر صاحب کو لے کر اس عمارت سے کافی دور ایک گھر
وو... بلکہ اب تو میں اشفاق اور اخلاق کے لیے فکر مند ہو گیا ہو کے دروازے پر نکل دی... جلد ہی دروازہ کھلا، ایک بوڑھے آدمی

”میں نے انہیں یہاں آنے کی بدایت دی تھی... اگر نے ان کی طرف حیران ہو کر دیکھا
گھنٹے تک نہ پہنچے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ ہمارے گرد
جا چکا ہے... اور ہم سب اس جاں میں ہیں۔“

”و تم ٹھیک کرتے ہوئے... ہم آرہے ہیں... اور اب چھ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔“

بدلی ہوئی آواز شد۔ پھر کچھ خیال آئے پر اس سے
”تو وہ دونوں نہیں آئے۔“

”وہ آپ سچ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں... آئیے نا۔“ ”جی نہیں۔“

اس بار اس کے لیے میں خوشنواریست تھی۔

شوکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اندر داخل پولیس یہاں نہیں آئی تو وہ ضرور اڑ گئے ہوں گے۔ لیکن کب

کب آخر پولیس ان سے اگدا لے گی... اس وقت تک رک کر بھی
ہوں نے ایک بڑا کار بنا سے سرانجام دیا ہے... میرا خیال ہے... میں اور
ان رحمان ان کی طلاش میں نکلتے ہیں... وہ ہوں گے تو کسی پولیس
”نہ... نہیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”وگھرنے کی اور ڈرنے کی ضرورت نہیں... ہم بھی مسلمانیت میں ہی... ہم ضرور ان کا سراغ لگائیں گے۔“

”لیکن آپ انہیں پولیس کے قبضے سے نجات کس طرح دلائیں
ہیں۔“

”ابھی تو آپ کہ رہے تھے کہ...“

”وہ تو اس ماحول میں کہنا ہی پڑتا ہے۔“

”آئیے... بیٹھ کر بتاتے ہیں۔“

”یہ بعد کی بات ہے... پہلا کام ہے... ان کا سراغ لگانے کا...
ب جو ہی اس طرح آئے... یہاں جمع کرتے رہتا اور ہمارے آئے
کو شکنڈ پڑھتا ہے کہ کوئی کوشش نہ کرنا۔“

شوکی کو مختصر طور پر چند باتیں بتانا پڑیں... آخر وہاں کچھ وقت تک تم بھی یا ہر کوئی کوئی کوشش نہ کرنا۔
گزارنا تھا۔ پھر آدھے گھنٹا گزر گیا۔ شوکی مسلسل کھڑکی سے نظر
چلائے بیٹھا تھا۔ لیکن اسے اشفاق اور اخلاق آتے نظر نہ آتے۔ دونوں مکان سے لکھ کر پیدل روائہ ہوئے۔
البتہ اسیکثہ جشید اور خان رحمان ضرور آگئے۔ شوکی نے حلق سے اُنہوں نے ترکیب یہ اختیار کی تھی کہ ایک انہما بن گیا تھا اور
کی آواز نکال کر انہیں اشارہ دیا۔ وہ تیر کی طرف آگئے پوچھتے ہوئے آگے بڑھتے تھے کہ وہ سچ سے کہاں مل سکتے ہیں...
وہ انہیں پین کو دور کر لسکیں... اور اس کے فوراً بعد انہوں نے
لاری عمارت کا رخ کیا ہو گا۔ ہمارے اس راستے میں سب سے

ہی... میں جو آئے ہی... ہم بھی اس سے اپنا کام شروع کرے گے۔ ان پکڑ جشید کرتے چلے گئے۔

”جیسے تمہاری مرضی... لیکن جشید... نہ جانے کیا بات، کہاں ہوں گے“ -

”میں خوف محسوس کر رہا ہوں“ -

”دیکھا جائے گا“ - انہوں نے سر کو جھکایا۔

جلد تی انہیں ایک سرکاری عمارت نظر آئی... دفتر کے آدمی سے ان پکڑ جشید نے پوچھا۔

”آپ پتا سکتے ہیں... ہم مسح سے کمال مل سکتے ہیں“ -

”آج دن کی دعوت میونپل کارپوریشن کے چیئرمین کے

ہے“ -

”اوہ بہت بست شکریہ... اور ان کا گھر کس طرف ہے“ -

پتا معلوم کر کے وہ اس طرف روانہ ہوئے... وہاں پولیس

تھی... ان پکڑ جشید نے ایک پولیس میں سے مسح کے بارے

پوچھا۔

”رات کو آئیں گے“ -

”اوہ! بہت بست شکریہ“ - انہوں نے خوش ہو کر کہا...“

سے آگے بڑھے اور ایک فون بوٹھ میں گھس گئے۔

وکھادیے کے طور پر انہوں نے ریسور اٹھایا اور نہر سے

گئے... پھر جب وہ فون بوٹھ سے باہر نکلے... انہیں پولیس کھڑا

”تو تم اپنے ساتھیوں کو اطلاع دے رہے تھے کہ مسح رات کو

کہاں ہوں گے“ -

”بچ... جی ہاں... یہی بات ہے“ -

”ان کے ہاتھوں میں ہٹکڑیاں لگا دو“ - آفسر نے اپنے ماتحتوں

کہا۔

”ہمارا قصور کیا ہے جتاب“ -

”ابھی معلوم ہو جائے گا“ -

انہیں پولیس اسٹیشن لاایا گیا... پولیس آفسر نے انہیں گھور کر دیکھا اور بولا۔

”اپنے دو ساتھیوں کو چھڑانے آئے ہیں“ -

”ازادہ تو سکی ہے“ - وہ مسکرائے۔

”اپنے تم دونوں کو ان کے حشر دکھاتا ہوں“ -

ان پکڑ جشید اور خان رحمان کا پنچھے گئے... کیونکہ اس کا لمحہ ایسا تھا کہ انہیں اندازہ ہو گیا کہ ان دونوں کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا ہو گا۔

وہ انہیں ایک اندھت خانے میں لائے... دونوں نے دیکھا... اشقاں اور اخلاق لئے لٹکے ہوئے تھے... ان کے جسموں سے جگہ جگہ

سے خون بہ رہا تھا۔

”یہ آپ نے ان غربیوں کے ساتھ کیا کیا... ان کا قصور کیا

بِرَّهَانَةَ

اتی دیر میں انپکٹر جشید پولیس آفیسر کو اٹھا کر اپنے جسم کے ساتھ لگا چکے تھے اور خان رحمان ان کے پیچے آ کر کھڑے ہو چکے تھے۔
”چلاو گولی... اور مار ڈالو اپنے آفیسر کو۔“ انپکٹر جشید نہے۔
وہ ٹھیک گئے۔ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایسے میں انپکٹر جشید نے دوسرے ہاتھ سے پستول جیب میں اشفاق اور اخلاق اس قدر مضبوط ثابت ہوں گے۔ یہ انہیں لگا سے نکال لیا اور بولے۔

”میں اس کی کن پی میں گولی آتار دوں گا۔ اگر تم نے اپنے دنوں بے ہوش بھی تھے۔“

”انہوں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر پستول گرا دیے۔“

خان رحمان نے فوراً ایک پستول سنبھال لیا۔

”بماہر جتنے لوگ موجود ہیں۔ ان سب کو میں بلا لو۔ میں رک کر آواز دو۔ بلانے کے لیے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔“

”اچھا۔ ایک نے کہا اور آواز دینے لگا۔“

”بادی باری۔ سب کو اندر بلا لیا گیا۔ اور ان کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سارا پولیس اسٹیشن اس کمرے میں جمع

ہو گیا۔“

”اب ایک دوسرے کے ہاتھ پاندھو۔ اگر تم نے ڈھیلے ہاتھ پر رسید کر دیا۔ وہ اچھل کر گرا اور ساکت ہو گیا۔ اس کے آس پاہ پاندھ کی کوشش کی تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا۔“ ان کا لمحہ بہت سرو کھڑے کا نشیل گھبرا گئے۔ انہوں نے فوراً پستول نکالنے کے لیے

”یہ تم لوگوں کا پتا نہیں ہتا رہے تھے۔“

”پھر ایسا کرنے پر بتا دیا انہوں نے۔“

”یہ تو غصہ ہے۔ نہیں بتایا۔“

”اوہ!“ دنوں دھک سے رہ گئے۔

اشفاق اور اخلاق اس قدر مضبوط ثابت ہوں گے۔ یہ انہیں لگا سے نکال لیا اور بولے۔

”انہیں آتار دیں۔ ہم آپ کو اپنے ساتھیوں کا پتا قا دیں ہیں۔“

”بہت خوب! یہ ہوئی ناہلات۔“

دنوں کو کھولا گیا۔ اور فرش پر لٹا دیا گیا۔ انپکٹر جشید ان جھک گئے اور ان کی نفس وغیرہ دیکھی۔ وہ صرف بے ہوش تھے۔

”اب پہلے انہیں ہوش میں لائیے۔“

”نہیں۔ اس سے پہلے آپ کو اپنے ساتھیوں کا پتا بتانا ہو گا۔“

”اچھا یہ بات ہے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انپکٹر جشید نے ایک مکا اس کی ٹھوڑی ہو گیا۔

پر رسید کر دیا۔ وہ اچھل کر گرا اور ساکت ہو گیا۔ اس کے آس پاہ پاندھ کی کوشش کی تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا۔“ ان کا لمحہ بہت سرو کھڑے کا نشیل گھبرا گئے۔ انہوں نے فوراً پستول نکالنے کے لیے

کے بیچے بھی گاڑیوں کی لائس لگی ہوئی تھی۔

”اب کیا کریں؟“ اسپرٹ جیش نے سبے چارگی کے عالم میں کہا۔
”دیکھو... اور انتظار کریں۔“

ایک ایک کر کے گاڑی آگے بڑھنے لگی... اور پھر ان کی باری آ
نظر آتے تو اس قدر سختی سے ہاتھ باندھو کہ نہیں پتا چل جائے۔ کیسے
لیں۔ پولیس والے نے ان کی طرف آتے نظر آئے۔

○☆○

انہوں نے باندھنا شروع کیا۔ اور کام ختم ہونے پر ان کی
طرف دیکھا۔

”خان رحمان... ان کی رسیاں چیک کرو۔ اگر کہیں ڈھیلا پن
ہاتھ باندھا جاتا ہے۔“

خان رحمان نے چینگ شروع کی اور انہیں لکھنگوں کو رسیوں
سے باندھنا پڑا۔ اب وہ اشفاق اور اخلاق کی طرف متوجہ ہوئے۔
ان کی حالت اچھی نہیں تھی۔ پولیس اسٹیشن کے اندر ایک گاڑی
کھڑی تھی۔ دونوں کو اس گاڑی میں لادا گیا۔ اب سب کے منہ میں
کپڑے ٹھوٹنے کے اوپر سے رومن باندھے گئے تاکہ وہ سب شور
مچا کر جلد رسیاں نہ کھلوا سکیں۔ اب وہ پولیس کی گاڑی میں روانہ
ہوئے۔ اشفاق اور اخلاق اب تک بے ہوش تھے۔

اب انہوں نے اس گھر کا رخ کیا۔ جس میں پروفیسر داؤ اور
شوکی وغیرہ نے پناہ لے رکھی تھی۔

لیکن ایک چورا ہے پر انہیں رک جانا پڑا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا
کہ گاڑیوں کی حلاشی لی جا رہی ہے۔ وہ پریشان ہو گئے۔ آشفاق اور
اخلاق کو طبعی امداد کی اشد ضرورت تھی۔ اور وہ جلد از جلد گھر پہنچ جانا
چاہتے تھے۔ لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ ان

بھول یا غلطی

”بظاہر ایسا ہی ہے... لیکن میں بہت دیر سے محسوس کر رہا ہوں کہ کوئی بہت خفیہ انداز میں ہماری نگرانی کر رہا ہے... اور اگر بات راقی یہی ہے... تو یہ بہت خطرناک بات ہے... ہم سب شدید خطرے میں ہیں... مسج کا سراغ تو کیا لگائیں... الٹا وہ ہمارا سراغ لگا لیں گے... اور اب تو میں یہ بھی کہ سکتا ہوں کہ ہم جن لوگوں کو پیچھے بھی خطرے میں ہیں۔“

”تب پھر ہمارا یہاں کیا کام... آؤ چلیں... شاید انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہو۔“ یہ کہ کر منور علی خان اٹھنے لگے۔ ”ش... شیں... بیشو... ہم اس طرح جا بھی تو نہیں سکتے...“

”مشکل ہے... یہاں تیل کا رواج کماں۔“

”یا اب تم آصف اور فاروق وغیرہ بنئے کی کوشش کر رہے ہو۔“ ایسپکٹر کامران مرزا نے مذہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا کروں... بخوبی وہ نہیں ہوتے تو بے تحاشہ ان کے انداز میں باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔“

”میں اس وقت میں وہی پر خبریں شروع ہو گئیں... لیکن ان خبروں میں نقلی مسج اس وقت تک جو کام کر چکا تھا... جن پروگراموں میں حصہ لے پکا تھا... ان کے بارے میں بتایا گیا۔ آئندہ وہ کیا کرتے والا کیا ہیں... جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔“

حتمیں اس کا پروگرام کیا ہے... اور کس صورت میں تھا۔ اس کے بارے میں خبروں میں کوئی اشارہ نہیں تھا۔

”دیکھا تم نے منور علی خان... صح کے آئندہ پروگراموں کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا جاتا۔ اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہیں ہم سے خطرہ ہے... وہ ہم سے خوف زدہ ہیں... چاہے وہ رائل ہو یا ابزاں۔“

”لیکن ابھی ابھی تو ہم وہاں سے آئے ہیں... ابھی وہاں کی کوئی کس طرح مل سکے گی۔“

”ہوں! یہ بات بھی تھیک ہے... خوب... کچھ دیر بعد سسی۔“

”ہمارا سب سے بڑا مسئلہ گواہیڈ کو اڑ کا پتا معلوم کرنا ہے۔“

”اور اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے... اس بار ان لوگوں نے حد درجے رازدای سے کام لیا ہے... یہاں تک کہ انشارچ کے بتائے جاتے... لیکن ان خبروں کے فوراً بعد وہ کیا کرے گا... کہاں جائے گا... یہ تک نہیں بتایا گیا۔“

”لیکن میدان میں جانے کے بارے میں تو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔“

”ہا! اس وقت تک ہماری اور اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی... جب اس نے ملاقات کر لی... اس کے بعد وہ چکرا ہو گیا... وہ جانتا ہے... یہ ہم ہی ہیں... جو ان کا پول کھول سکتے ہیں۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن کیسے کامران مرزا... جب تک ہمیں نقلی صح کا پا ملا جائے“

”یا پروگرام معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

”ہم کسی نہ کسی طرح پروگرام معلوم کر لیں گے۔ تم فکر نہ ارے ہاں... ذرا میں شوکی کو فون کر لوں... اور ہر کی خبر بھی لیتے ہاں ہے۔“

”لیکن ابھی ابھی تو ہم وہاں سے آئے ہیں... ابھی وہاں کی کوئی کس طرح مل سکے گی۔“

”مکال ہے... اتنے بڑے بڑے مجرم... جنہوں نے پوری دنیا کو اپنے آگے لگایا... جو پچھوں کی بارش بر سا سکتے ہیں... وہ ہم لوگوں سے اور خوف زدہ... یہ بات حق سے نہیں اترتی۔“

”اگر انہیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں تو... صح کے آئندہ پروگرام“

”لیکن ان خبروں کے فوراً بعد وہ کیا کرے گا... کہاں جائے گا... یہ تک نہیں بتایا گیا۔“

”لیکن میدان میں جانے کے بارے میں تو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔“

”ہا! اس وقت تک ہماری اور اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی... جب اس نے ملاقات کر لی... اس کے بعد وہ چکرا ہو گیا... وہ جانتا ہے... یہ ہم ہی ہیں... جو ان کا پول کھول سکتے ہیں۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن کیسے کامران مرزا... جب تک ہمیں نقلی صح کا پا ملا جائے“

کا خطاب تو ہمیں پہلے ہی دیا جا چکا ہے۔۔۔ بس پھر حکم دیا جائے گا۔۔۔ بڑے دماغ موجود ہیں۔۔۔ ہمارے پاس اللہ کی مہربانی سے پوری مخلوق مل کر ہم پر ثبوت پڑے۔۔۔ جب صحیح یہ حکم دے گا۔۔۔ فیر داؤد موجود ہیں۔۔۔ ہم ان کے دماغ سے کام لیں گے۔۔۔ ہمارے اس وقت ہم بے چارے کیا کر سکیں گے۔۔۔ یہ سوچو۔۔۔

”ہاں کامران مرزا! تمہاری باتیں تو مجھے مایوسی کے اندر ہے۔۔۔ ضرور کام آئیں گی۔۔۔“

میں دھکیل رہی ہیں۔۔۔ میں نے آج سے پہلے تمہارے منہ سے اپنے ”تو پھر چلو یا۔۔۔ میں بیٹھیں۔۔۔ یہاں تو شاید ہم وقت ضائع کر مایوس ترین باتیں سمجھی نہیں سئیں۔۔۔ مہربانی فنا کر ایسی باتیں نہ کہ رہے ہیں۔۔۔ ان لوگوں نے اب نقلی صحیح کے کام آئینہ پروگرام بنالیا ہے۔۔۔

”ہونا تو جو ہے۔۔۔ ہو گا،“ لیکن ایسی باتیں تو مجھے پہلے ہی مار ڈالیں گی۔۔۔ لیکن نہ لکھنے دینے کا پروگرام بنالیا ہے۔۔۔

”ہاں! تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ خیر میں اب حوصلہ افزا باتیں۔۔۔“ ہاں۔۔۔ یہی بات ہے۔۔۔ لیکن پھر بھی ہمیں اپنی کوشش ضرور شروع کر دتا ہوں۔۔۔“ اسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔۔۔

”ہائیس! تو کیا ان حالات میں تمہارے پاس حوصلہ افزا باتیں کیں کر رہی ہوں۔۔۔“

”کہ کر اسپکٹر کامران مرزا اٹھئے اور کاونٹر جا کر فون کے نمبر موجود ہیں۔۔۔“

”ہاں! کیوں نہیں۔۔۔ ہیں اللہ کی مہربانی سے۔۔۔“ وہ مسکرائے۔۔۔ کہانے لگئے۔۔۔ لیکن دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔۔۔ کسی نے ریسیور نہ لٹایا۔۔۔ ان کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔۔۔ آخر دو واپس اپنی میز پر پنچے۔۔۔

”بس تو پھر ہو۔۔۔ وہ باتیں کرو۔۔۔“

”تب پھر سنو۔۔۔ ایک حوصلہ افزا بات تو یہ ہے کہ یہ بہر نقلی صحیح ہے۔۔۔ اور نقلی نقلی ہی ہوتا ہے۔۔۔ کہیں نہ کہیں، کسی نہ موڑ پر ان سے کوئی خوفناک بھول یا غلطی ضرور ہوئی ہو گی۔۔۔ یا جائے گی۔۔۔ ہم اس بھول یا غلطی سے فائدہ اٹھائیں گے۔۔۔“

”لیکن۔۔۔ وہ بھول یا غلطی ہم کماں سے ٹلاش کریں گے۔۔۔“

”تم فکر نہ کرو۔۔۔ ابھی ہم سب مل کر نہیں بیٹھے۔۔۔ ہمارے آہان ترین لفظ کا اور کیا مطلب بتاؤں۔۔۔“

”اب تم آفتاب،“ آصف کے انداز میں پات کر رہے ہو۔۔۔

”بات یہی ہے۔۔۔ جب وہ پاس نہیں ہوتے۔۔۔ ان کا خیال“

ہمارے ذہنوں پر چھا جاتا ہے اور جب پاس ہوتے ہیں تو ان کی باتوں
ہم جھنگلاتے رہتے ہیں۔

”کم از کم ہم لوگ تو نہیں جھنگلاتے... تم اور اسپرٹ جو
جھنگلاتے ہو گے۔“

”ہاں شاید۔“ وہ مکرانے اور اور بھروسے۔

”اب میں یہاں نہیں رک سکتا۔ ہمیں وہاں جا کر دیکھنا
کہ کیا بات ہے... کہیں پروفیسر داؤد اور شوکی کسی مشکل میں تو نہ
پھنس گے۔“

”ٹھیک ہے۔ چلو۔“

وہ اٹھے ہی تھے کہ چند آدمیوں نے انہیں گھیر لیا۔

”ہوٹل کے مالک آپ سے ملتا چاہتے ہیں... ہماری جیبوں
ریو اور ان کے رخ آپ دونوں کی طرف ہے... ذرا بھی
حرکت کی تو بھون کر رکھ دیں گے۔“ ان میں سے ایک نے سرد آر ہوں۔“
میں کہا۔

”کوئی غلط حرکت کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی تو ضرور کر
گے اور تم ہمیں روک نہیں سکو گے... سمجھے جناب... اب چلو...
بغیر ریو اور وہوں کے بھی چل سکتے ہیں۔“ اسپرٹ کامران مرزا نے پرسک
الحال تو میں اس نعلیٰ مسح کا رگڑا کرنا چاہتا ہوں... اس مقصد کے لیے
بھی تم سے بہتر آدمی نظر نہیں آیا۔“

”لیکن بھی... ہمارا وہاں جانا بھی ضروری ہے۔“

”وہی رکاوٹ بھی اسی سلسلے میں ہے... فکر نہ کرو۔“ وہ

مکرانے

”باقی نہیں... خاموشی سے اگے بڑھو۔“

اور پھر وہ انہیں ایک کرے میں لے آئے۔ یہاں ایک بھاری

بھر کم آدمی بیٹھا تھا... اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

”کہاں سے آئے ہو تم لوگ؟“ اس نے غرا کر کہا۔

”کیوں... کیا بات ہے۔“

”میں نے تم لوگوں کی باتیں سنی ہیں۔“

”وہ کیسے؟“ اسپرٹ کامران مرزا نے اسے گھورا۔

”میں یہاں بیٹھے ہر میز پر ہونے والی باتیں سن سکتا ہوں۔“

”اوہ سمجھے گئے... دیے یہ کوئی اچھی بات نہیں۔“

”اچھی باتیں اچھے لوگ کیا کرتے ہیں اور میں ایک برا آدمی

میں کہا۔“

”یہ جان رغشی نہیں وہی... ہم اچھے لوگوں سے مل کر خوش

ہوتے ہیں بس۔“

”چند اچھے لوگوں سے بھی ملاقات کرواؤں گا... فکر نہ کر... فی

بغیر ریو اور وہوں کے بھی چل سکتے ہیں۔“ اسپرٹ کامران مرزا نے پرسک

الحال تو میں اس نعلیٰ مسح کا رگڑا کرنا چاہتا ہوں... اس مقصد کے لیے

آواز میں کہا۔

”کیا کہا... نعلیٰ مسح کا رگڑا کرنا چاہتے ہو... یہ بات ہم نے

کچھ آپ کہ رہے ہیں.... وہ بالکل درست ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ تم لوگ جاؤ۔“ اس نے اپنے ان ساتھیوں

باشیں موجود ہیں۔ اگر تم سننا چاہو۔ لیکن یوں مزا نہیں آئے گا۔“

وہ چلے گئے تو اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

عجیب ترین سنی ہے۔“

”میرے پاس تم لوگوں کے لیے اس سے زیادہ عجیب دغدھے کہا جو انہیں لے کر یہاں تک آئے تھے۔

باشیں موجود ہیں۔ اگر تم سننا چاہو۔ لیکن یوں مزا نہیں آئے گا۔“

وہ چلے گئے تو اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیسے مزا آئے گا؟“

”تم اپنے ساتھیوں کی باشیں کر رہے تھے۔ پروفیسر داؤڈ، فرزانہ

فرحت اور رفت کی۔ وہ کہاں ہیں۔ انہیں بھی یہاں بلا لے۔“ پھر ان کے پیچے چلنے لگے۔ ابھی تک انپکٹر کامران مرزا اس کے بارے

میں جھیس اپنے پروگرام اور تم مجھے اپنے پروگرام شاندی۔ ہم مل کر ملا کوئی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں

بجاں کر بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ وہ انہیں چکریاڑ تو نظر

ضرور اس نقی مسح کا بیڑہ غرق کر سکیں گے۔“

”آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کروا لیا۔“ ویسے اپنے ہمراہ خاموشی سے اس کے پیچے چلتے رہے۔

”دچپ آدمی۔“ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور پھر وہ انہیں ایک خفیہ تہ خانے میں لے آیا۔ تہ خانہ بھی

”مشکریہ۔“ میں راکا ہوں۔ اصل نام ہے رائل۔“ لیکن

”میرے دوست مجھے راکا کہنا پسند کرتے ہیں۔“

”لیکن یہاں مسح کے مخالف کا کیا کام۔“

”تم ابھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“ اس بات کی

وضاحت میں پھر کر دوں گا۔“ تم اپنے ساتھیوں کو بھی بیہی بلا لو۔“

”یہ کہ کہ اس نے ایسے الماری کھول ڈالی۔“ الماری میں قرآن

”میں نے فون کیا تھا۔“ آپ نے دیکھا یا سنا ہی ہو گا۔“ افسوس کرم کے نئے اور احادیث کی کتب موجود تھیں۔

”میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ نہیں کر پایا۔“ اب ہم خود وہاں جانے

اراہہ رکھتے ہیں۔ اگر میں سب کو ایک جگہ جمع کر سکتا تو یہاں ضرور مطالعہ کیا ہے۔ اور احادیث کا بھی لیکن۔“ اس مسح کے آثار حضرت

لے آؤں گا۔“ لیکن پہلے اس بارے میں اطمینان کرنا چاہوں گا کہ

”میرے پاس تم لوگوں کے لیے اس سے زیادہ عجیب دغدھے کہا جو انہیں لے کر یہاں تک آئے تھے۔

باشیں موجود ہیں۔ اگر تم سننا چاہو۔ لیکن یوں مزا نہیں آئے گا۔“

وہ چلے گئے تو اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”آؤ۔“ اور کمرے سے نکل کر ایک پر آمدے میں چلتے لگا۔“ وہ

”تم اپنے ساتھیوں کی باشیں کر رہے تھے۔ پروفیسر داؤڈ، فرزانہ

فرحت اور رفت کی۔ وہ کہاں ہیں۔ انہیں بھی یہاں بلا لے۔“ پھر ان کے پیچے چلنے لگے۔ ابھی تک انپکٹر کامران مرزا اس کے بارے

میں جھیس اپنے پروگرام اور تم مجھے اپنے پروگرام شاندی۔ ہم مل کر ملا کوئی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں

بجاں کر بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ وہ انہیں چکریاڑ تو نظر

ضرور اس نقی مسح کا بیڑہ غرق کر سکیں گے۔“

”آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کروا لیا۔“ ویسے اپنے ہمراہ خاموشی سے اس کے پیچے چلتے رہے۔

”دچپ آدمی۔“ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”مشکریہ۔“ میں راکا ہوں۔ اصل نام ہے رائل۔“ لیکن

”میرے دوست مجھے راکا کہنا پسند کرتے ہیں۔“

”لیکن یہاں مسح کے مخالف کا کیا کام۔“

”تم ابھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“ اس بات کی

وضاحت میں پھر کر دوں گا۔“ تم اپنے ساتھیوں کو بھی بیہی بلا لو۔“

”یہ کہ کہ اس نے ایسے الماری کھول ڈالی۔“ الماری میں قرآن

”میں نے فون کیا تھا۔“ آپ نے دیکھا یا سنا ہی ہو گا۔“ افسوس کرم کے نئے اور احادیث کی کتب موجود تھیں۔

”میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ نہیں کر پایا۔“ اب ہم خود وہاں جانے

اراہہ رکھتے ہیں۔ اگر میں سب کو ایک جگہ جمع کر سکتا تو یہاں ضرور

مطالعہ کیا ہے۔ اور احادیث کا بھی لیکن۔“ اس مسح کے آثار حضرت

لے آؤں گا۔“ لیکن پہلے اس بارے میں اطمینان کرنا چاہوں گا کہ

سیلی کے بالکل الٹ ہیں.... مطلب یہ کہ ہمارے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے لیکن بھول کے اندر رہتے ہوئے یہ لوگ میرے خلاف کوئی ہے.... لہذا یہ ان لوگوں کا چکر ہے.... بہت بڑا چکر.... اور میں اکیا اپنی آگ میں جل رہا ہوں.... کیونکہ میں مجبور ہوں.... یہاں رہ کر اپنی مسلمانی کو چھپائے ہوئے ہوں، اس لیے کہ خود کو مسلمان خدا کرنے کے بعد مجھے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا.... میں نے سوچا جھوٹ موت عیسائی بن جاتا ہوں.... اور کچھ ہوسکتا تو کر گزروں کا آج آپ دونوں کی باتیں سن کر چوک گیا.... میں نے سوچا.... اس لوگ ہی وہ انسان ہیں.... جو اس چکر کا بھاندا پھوڑ سکتے ہیں۔

”اب ہمارا اطمینان ہو گیا ہے.... سوال یہ ہے کہ آپ ہماری کس طریقے کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس دو راستے ہیں.... ایک یہ کہ کامیڈی کوارٹر کماں ہے.... دوسرا سچ پر قابو پانا.... اس کا آئندہ پروار کیا ہے.... کیا آپ یہ باتیں ہٹا سکتے ہیں۔“

”دہمیں.... لیکن میں ایسی باتیں چھا سکتا ہوں.... کہ آپ انہوں نے کریہ باتیں جان سکیں گے۔“ اس نے کہا۔

”ہمارے لیے یہ بھی بہت ہے.... تب ہمیں جانے دیں.... اپنے ساتھیوں کو لے کر اوہر آ جائیں گے یا پھر آپ کو وہاں لے جائے گے۔ کیا خیال ہے آپ کا۔“

”میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا.... مجھے پر ان کی نظر سے کھل گیا۔“

سیلی کے بالکل الٹ ہیں.... مطلب یہ کہ ہمارے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا ہے.... یہ سچ اس کے بالکل خلاف ہے۔ یہ بات ثابت نہیں کر سکتے۔

”لیکن کیوں.... کیا وہ اس تھے خانے میں نہیں آ سکتے۔“
”وہ نہیں! اس تھے خانے کا راستا میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر میں اب دروازہ نہ کھولوں تو اپر سے کوئی پیچے نہیں آ سکے گا۔“
”اس خوش نشی میں نہیں رہنا چاہیے۔“ اسکر کامران مرزا بولے۔

”کیا مطلب؟“

”میں دروازہ کھول سکتا ہوں۔“ وہ سکر لے۔
”عن..... نہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“
”ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ اس بھلے کا مطلب پوچھ رہے ہیں۔“

”عن..... نہیں.... لیکن عجیب سا لگتا ہے.... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“

”لیچے میں کھولنا ہوئا۔“

یہ کہ کراں کر کامران مرزا اس جگہ کی طرف بڑھے جہاں دروازہ نہوار ہوا تھا، انہوں نے دیوار پر نہ جانے کیا کیا کہ دروازہ کھلنے کی آواز کیا خیال ہے آپ کا۔

”میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا.... مجھے پر ان کی نظر سے کھل گیا۔“

خوف ہی خوف

”یار محمود... اگر ہم کسی طرح ابظال کا سراغ لگائیں... تو اس بار مصمم کا سرا ہمارے سر ہو گا۔“ آصف نے چلتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں سرا تو ہمارے سر ضرور ہو گا، لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ ابظال نے اسی لیے تو آج تک اپنا چہرہ کسی کو نہیں دکھایا۔ کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکے۔ اور ابظال کوئی عام مجرم بھی نہیں ہے۔“
 ”الاقوامی شہرت یافتہ مجرم ہے۔“ دوسرے رامل بھی کوئی کم نہیں ہے۔ ان حالات میں ہم کریں تو کیا؟“
 ”کوئی کام... کوئی کارنامہ انجام دنا ہو گا۔ جان کی بازی لگانا پڑے گی۔“ آصف بولا۔

”اوہ... ہم گائیں گے۔“ لیکن کوئی راستا بھی تو ہو۔ کوئی منزل بھی تو ہو۔ ابھی قریم صحراء میں بھلک رہے ہیں۔ اس بار تو سب سے بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ ہیڈ کوارٹر کا کوئی سراغ نہیں لگ رہا۔“
 ”اگر ہم غور کریں... تو یہ ذرا بھی مشکل نہیں۔“ آصف بولا۔
 ”کیا کہا۔ ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔“ دماغ تو نہیں چل گیا۔“

دوسرے ہی لمحے وہ زور سے اچھے۔
 راکا کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔
 دروازے میں پولیس کھڑی تھی۔



مچھو نجیک ہے... بیٹھ کر سوچ لیتے... کیا اس طرح ہمارے ذہن میں ضرور آ سکتی ہے... جس کے ذریعے ہم کچھ نہ کچھ معلوم سوتے کی رفتار بڑھ جائے گی"۔ آصف بولاتا
کرنے کے قابل ہو جائیں گے"۔

"اچھی بیانات ہے... صرف اور صرف میرا ہے"۔
"ادھر ادھر کی ہائکنے کا بخوبت تو سوار نہیں ہو گیا تم پر"۔
"بھیجیں بخوبت... ارے باپ رے... کہاں ہے بخوبت؟"
محمود نے گہبرا کر کہا۔

"جعد ہو گئی... میں جانتا ہوں... تم بخوبت دوت سے بالکل نہیں

"صرف بخوبت کی بات کو بھائی... دوت سے تو خیر میں ڈرتا سوچ بھی رہے تھے... اور اڑتے"۔

اللاتaque محمود مسکرا یا۔

"روز دیکھوں... ایک عدد پارک... آہا... بت خوبصورت پارک ہی تکل جائے گی"۔

"اس پارک میں بیٹھ کر سوچنا تو واقعی بہت آسان کام ہو گا"۔

محمود بولاتا
"ہاں! سوچنا واقعی آسانی کام ہو گا... لیکن ہم یہ سوچنے میں کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں... اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا"۔

"جس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، اس بارے میں کچھ کہنے کی کوشش کیوں کرتے ہو"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"بھی سوچ جو... دماغ پر زور دے... کوئی شرکیپ... کوئی بات ایک ذہن میں ضرور آ سکتی ہے... جس کے ذریعے ہم کچھ نہ کچھ معلوم سوتے کی رفتار بڑھ جائے گی"۔ آصف بولاتا
کرنے کے قابل ہو جائیں گے"۔

"اچھی بیانات ہے... اگر تم سوچنے پڑتا ہی نور دے رہے ہو تو الکل کا خیال نہیں ہے... میں ابھی سے نور دنا شروع کر دتا ہوں... میں بنے کار تم بھی نہیں رہو گے... تم بھی میرے ساتھ مل کر نور لگاؤ... تمہارا دماغ کوئی گھاس چرسنے تو چلا نہیں گیا"۔ محمود نے جلنے کی انداز میں کہا۔
"میں نے یہ کب کہا۔ میں بھی سوچنے لگا ہوں"۔

دو فون سوچ میں ڈوب گئے... راستا بھی طے کر رہے تھے... اور سوچ بھی رہے تھے... آخر محمود نے کہا۔

"یوں کوئی بات ذہن میں نہیں آئے گی... آئے گی بھی تو آتے ہی تکل جائے گی"۔

"تو اپنے دماغ کے سوراخوں کو بند کر لو ٹا۔"

"اس طرح میں نہ دیکھے سکوں گا نہ سن سکوں گا"۔

"دھرت تیرے کی"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"مشکریہ! اس چوری اور سینہ نور کا"۔ محمود نے منہ بیٹایا۔

"تو کیا چاہتے ہو"۔
"جو تم کہنے نہیں دے رہے... ہم کہیں بیٹھ کر کیوں نہ سوچیں"۔

”یار ثم آج کچھ زیادہ ہی چڑچڑے ہو رہے ہو کوئی خاص وجہ
آصف نے اسے گورا۔

”اس سے زیادہ خاص وجہ اور کیا ہو گی کہ ہم اب تک کر رہی ہے“۔
کارنامہ نہیں دکھائے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ میں لیا و کچھ رہا ہوں“۔ آصف
اور پھر وہ رہاں سے پیچھے ہو گئے... کیونکہ یہ نظارہ ان سے دیکھا
لیجے میں جہت حسوس کر کے محمود نے اس سمت میں دیکھا اور دھکل دیکیا۔
”آج بھی ایسے لوگ ہیں... جو اپنے دین کے لیے جانش دیتا
ہے رہ گیا۔

پارک کے پیچوں بیچ ایک چھوٹرہ بنانا ہوا اتنا... اس چھوٹرے پر، خاتمے ہیں۔ محمود نے جذباتی انداز میں کہا۔
لوگوں کو نیچا لٹایا گیا تھا۔ اور ان پر کوڑے بر سائے جا رہے تھے۔
”ہمیں اگر ان کا سراغ نہ لگانا ہوتا تو ہم بھی ضرور یہ مزا
حکمت... میرا جی چاہ رہا ہے کہ اس چھوٹرے پر جا کر لیٹ جاؤں اور اعلان
کرو۔ میں بھی مسلمان ہوں... مجھے بھی کوڑے مارو۔“

”جو شہ میں آنے کی ضرورت نہیں... اس وقت یہ منظر اسی
دیونوں اس طرف بڑھے... نزدیک پیچنے پر انہوں نے دیکھا۔ لیے دکھایا جا رہا ہے کہ کچھ اور لوگ اگر ایسے ہیں تو وہ بھی سامنے آ
کہ مار کھلانے والے بہت پر سکون انداز میں مار کھا رہے تھے۔ جب کہ جانیں اور انہیں گرفتار کیا جاسکے۔“ محمود نے رازدار انداز میں کہا۔
”اوہ... یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔“ آصف نے پریشان ہو کر
کوڑے بر سائے والے پورے زور سے کوڑے بر سارہے تھے۔
”یہ... یہ کیا ہو رہا ہے بھی؟“ محمود نے ایک تاشائی کے
پوچھا۔

”ہاں! ہو سکتی نہیں... بلکہ یہی بات ہے... ورنہ ایسے لوگوں کو
تو یہ لوگ پوشیدہ رکھ کر بھی سزا دے سکتے تھے۔“

”اوہ اوہ۔“ آصف نے منہ سے نکلا۔

”ئے ہو اس شر میں۔“ اس نے منہ پناکر کہا۔
”ہاں! نئے ہیں۔“

اور پھر وہ پارک سے دور نکل آئے۔
”فرض کیا محمود؟“

”میں بھول میں آصف کے بجائے آفتاب کو تو ساتھ نہیں لے
تائپیا پھر تم میں آفتاب کی روح حلول کر گئی ہے۔“

”تم مجھے فرض نہیں کر سکتے... میں کوئی حساب کا سوال نہیں
ہوئی نہیں... نہیں... نہیں تو۔“ آصف نے بوکھلا کر کہا اور خود کو
ہوں۔“ - محمود نے جھلا کر کہا۔

”اوہ... میں تمہیں نہیں کر دیا۔ فرض کیا... تم اب قابل کا
ہیڈ کوارٹر کا سراغ نہ لگا سکے تو پھر کیا ہو گا۔“

”شکر ہے خدا کا کہ میرا خیال غلط ہے۔“ - محمود مسکرا یا۔

”تو پھر ہم لوگ بھی اسی طرح جانشی دے دیں گے جس طرح
ہمیں سے خیال غلط ہونے پر بھی اللہ کا شکر ادا کر رہے ہو۔“ -
چبوترے پر لیٹئے ہوئے لوگ دے رہے تھے۔

”ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسے حالات میں بھی کھڑک
کوئی کام نہیں دکھانیں گے۔ کوئی کارنامہ انجام نہیں دے
سکیں۔“

”علوم ہوتا ہے۔ آج ہم کوئی کام کی بات نہیں کر سکیں
گی اور یہ صرف اس لیے کہ تم کام کرنے کے موذ میں نہیں ہو۔“

”پر بالوں کا بھوت سوار ہے۔ شوخی کی چیزیں نہ تم پر بقہرہ کر لیا
نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔“

”ضرور ہو سکتے ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن ایک اندھے گھبرا کر کہا۔
حد تک ہی چڑچڑے ہونا۔ کہیں سارا چڑچڑا پن بجھ پر ہی اتار دو۔“

”یار تم سے تو بہتر تھا۔ میں آفتاب کو ساتھ لے آتا۔“
”اچھا یار کان نہ کھاؤ۔“ - محمود نے جمل کر کہا۔

”تم نے اپنے کانوں پر شمد تو لگا نہیں رکھا۔ کہ میں کھا جاؤں۔ آصف نے خوش ہو کر کہا۔
”خدا ہو گئی۔ تمہیں مزبے کی پڑی ہے۔ اور ساری دنیا کے

لوگ عیسائیت کی گود میں جا پڑے ہیں۔“
”کیا پڑی ہے۔ پڑے ہیں لگا رکھی ہے۔ سیدھی سادی الکھا۔“
میں بات نہیں کر سکتے۔“

”بھرت تھی۔“
”مُلکر ہے۔ تم نے کچھ دیکھا تو۔ جلدی سے بتاؤ۔ کیا
”ابھی ابھی ایک کار گزی ہے۔ اس میں مجھے فاروق اور
بھی ہم سے نظریں بدل لی ہیں۔ شاید فہمائیت کر رہی ہے۔ کہ
کے لیے تو کچھ کرنے رہے اور اوہرا ادھر کی ہائک جا رہے ہیں۔“
”ذاق اور تم سے کوئی گام۔ وہ بھی ان حالات میں۔“
”اچھا۔ نہیں کر سکتے۔ کمال ہے۔“
”ہمیں اس کار کا تعاقب کرنا چاہیے۔“
”تو آؤ۔ لگاؤ دوڑا۔“
”چھوڑو یا۔۔۔ شکنہ کرو۔“
”اللہ تمہارے حال پر رحم فرمائے۔ کہیں تم یہ بات نہ
جاو کہ ہم کس ہم پر نکلے ہیں۔“
”نہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ مگر۔۔۔ یہ بات تو تم بھی مجھے یاد کرنا
ہو۔“
”توبہ ہے تم سے۔۔۔ دماغ چاٹ گئے اتنی دری میں ہی۔“
”اور تم نے میرا دماغ کیا چھوڑ دیا ہے چائے بغیر۔“
”یہ توجہی کارروائی ہے۔“
”تو پھر میں اب جواب درجواب روں گا۔۔۔ ہاں۔“
”اوہ۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“
”سیدھے چلے اور ذرا تیز۔۔۔ ہمارے دو دوستوں کی گاڑی آگے
کھا۔۔۔“

”اس کا رنگ اور مائل کیا ہے؟“

”ٹیلے رنگ کی بیٹھا ہے... مائل کا اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”خیر کوئی بات نہیں... ٹیلے رنگ کی بیٹھا میں ابھی پکڑ دوں گا۔“

”لیکن اس سڑک پر کوئی دوسرے ٹیلے رنگ کی بیٹھا بھی ہو سکتی ہے۔“

”کوئی بات نہیں... آپ جھاک کر دیکھ بیجے گے۔ اگر اس میں

آپ کے دوست ہوں گے تو تھیک... ورنہ پھر آگے بڑھ جائیں گے۔

”لیکن خیال رہے... بات دو سو ڈالر میں طے ہوئی ہے۔“

”ہاں! آپ فکر نہ کریں... اگر آپ زیادہ فکر مبتدیں تو ہم دو سو

راہ پلے اوکر دیں۔“

”نہیں جی... ایسی بھی کوئی بات نہیں۔“ وہ مسکرایا۔

اب ان کی لیکسی ہوا سے ہاتھ کرنے لگی... آخر جلد ہی نیلے

رنگ کی کار نظر آتے لگی۔

”وہ ماریں۔ آپ واقعی کمال کے ڈرائیور ہیں۔“

”شکریہ... کار میں جھانکنے کے لئے تیار ہو جائیں... ہم بہت

بلداں کار کے پاس سے لرختے والے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“

اور پھر ان کی گاڑی اس نیلی کار کے پاس سے گزرنے لگی... اس

کار نے پورے اطمینان سے دیکھا، لیکن اس کار میں وہ دونوں نہیں

کل گئی ہے... انسیں پکڑنا ہے... ورنہ پھر ملاقات مشکل ہو جائے۔“

”ٹیلے رنگ کی بیٹھا ہے... مائل کا اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”آپ فکر نہ کریں... میں ابھی انسیں پکڑ دیتا ہوں... میں

ڈرائیور گ کے کئی مقابلے جیت چکا ہوں۔“

”اوہ... یہ تو بہت اچھی بات ہے... یہ مقابلہ بھی جیت

دکھائیں۔“

”لیکن میں میرے سورپے زیادہ لوں ہا۔“

”کوئی پروا نہیں... ہم دو سورپے زائد دیں گے۔“

”بھی واہ... پھر تو مزا آ جائے گا۔“ اس نے گاڑی لکھ دیں تو ہم دو سو

برٹھاتے ہوئے کہا۔

”مزا کیسے آ جائے گا۔“

”آج میں اٹریشنل ہوٹل میں کھانا کھاؤں گے... بہت دنوں

جی چاہ رہا ہے... لیکن زائد دو سورپے کما نہیں پا رہا تھا۔“

”چلنے... یہ تھیک رہے گا۔“

اس نے گاڑی واقعی پوری رفتار پر چھوڑ دی... گاڑی سڑک

بری طرح اچھلنے لگی۔

”اگلی کار آپ کو نظر آرہی ہے یا نہیں۔“

”نہیں... جب ہم آپ کی گاڑی روک رہے تو... وہ اس

نظروں سے او جھل ہو گئی تھی۔“

”کار تو یہی لگتی ہے... لیکن ہمارے دونوں دوست اس نیکی کا نیکا۔“ ڈرائیور نے چھک کر کہا۔

”اگر یہ وہی گاڑی ہے تو اس میں ہمارے دونوں دوست ضرور جائے گی... آپ بس دوسرا تیار کر لئیں۔“

”وہ تیار ہیں... آپ فکر نہ کریں۔“ دو کیس آپ میں وقت پر یہ نہ کہ دیں۔ ہمکاب معاف سمجھے خواب پورا ہو گا۔“

”کیا وہاں کا کھانا بہت مزے دار ہوتا ہے؟“

”بس کچھ نہ پوچھیں... دنیا جہان کے کھانے وہاں رکھے ہوتے ہیں... دوسرا ردے کر آپ تمام دن جہاں سے چاہیں... جو چاہیں کھا کر جائیں۔“

”تو یہیں... خوبیں اب ہم بھی کھا کر دیکھیں گے۔“

”میرے ساتھ ہی چلے۔“

”آج تو نہیں... اس لیے کہ آج ہم فارغ نہیں ہیں۔“

”آپ لوگ یہاں کے تو لگتے نہیں۔“

”ہاں! ہم بست دور دلاز کے ملک کے رہنے... ارے ارے...“

”کار دلائیں طرف مڑ گئی ہے۔“

”تو کیا ہوا... ہم بھی مڑ جائیں گے۔“ اس نے لاپرواں سے

ڈرائیور مسکرا دیا۔ اسی وقت ایک دوسری نیلی کار نظر آئی۔

”ڈریگر رہا ہے آپ دونوں کو۔“

”عنہ... نہیں یہ بات نہیں ہے... بلکہ ہم تو الٹا ڈر کو لگا۔“

”آصف نے بوکھلا کر کہا۔“

ڈرائیور مسکرا دیا۔ اسی وقت ایک دوسری نیلی کار نظر آئی۔

”اور پھر اس نے بھی کار موڑ دی۔۔۔ پہلی کار پھر نظر لگی۔۔۔ لیکن درمیانی فاصلہ کم ہوتا نظر نہ آیا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟“ - محمود نے پوچھا۔
”کیوں۔۔۔ کیا ہوا؟“ - وہ چونکا۔

”آپ اس کار سے نزدیک کیوں ہیں ہو رہے؟“

”م۔۔۔ م۔۔۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔۔۔ لیکن شاید کار کا ڈرائیور مجھ سے بھی بڑا کوئی ماہر ہے۔۔۔ اس نے یہ بات محض تاریق نے سڑک پر قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔
کر لی ہے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔۔۔ لذا اسی وجہ سے بھی اس چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔۔۔“

”آپ چوٹی ایڑی کا زور لگا دیں۔۔۔ ورنہ آپ کے دوسرا سوتاڑوں کا گئے کام سے۔۔۔“

”ی۔۔۔ یہ۔۔۔ کیسی میں سوچ رہا ہوں؟“

انہوں نے دیکھا۔۔۔ ڈرائیور کی پیشانی پسند سے بھیگ گئی تھی۔۔۔ لیا اور اور کل کی تاریخ کیا۔۔۔ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔۔۔“
اس کے چہرے پر خوف ہی خوف نظر آنے لگا تھا۔



”اکہ ہم ایک دوسرے پر اسی طرح بگزتے رہے تو آج کی تاریخ کیا اور اور کل کی تاریخ کیا۔۔۔ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔۔۔“

”میں اسی وقت ایک نیلے رنگ کی کار ان کے پاس آکر رکی۔۔۔“

”اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔۔۔ اندر سے کسی نے سرد آواز میں کہا۔۔۔“

”لیکن کیوں بیٹھ جائیں۔۔۔ کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔۔۔“

”کتاب نے جمل کر کہا۔۔۔“

”تم دونوں کو شر کی سیر کراؤں گا۔۔۔“

”اور کیا مفت میں کرائیں گے“۔ فاروق نے جلا کر ڈرائیور تھل سے پیدل تو نہیں۔“ نہیں... میں عقل سے کار پر ہوں“۔ وہ کہا۔

”آخر... آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”ایک دو تین“۔ اس نے کہا۔

”آپ ایک دو تین چاہتے ہیں تو ہم چار پانچ چھ چاہتے ہیں۔“ فاروق نے جلا کر کہا۔

”آپ سمجھئے نہیں“۔ اس کے لمحے سرد ہو گیا۔

”تو سمجھا دیں تا۔ روکا کس نے ہے۔۔۔ لیکن ذرا پیار بھرے ہوں“۔

”چھپیں۔۔۔ لیکن کس چیز کے؟“ فاروق کے لمحے میں جن انداز میں سمجھائیے۔۔۔ اس قدر خوفناک انداز میں نہیں۔۔۔ آنکہ نے ذرے ذرے انداز میں کہا۔

”گاڑی چلانے کا۔۔۔ میں نے بے شمار میں الاقوای مقابلے کیے۔۔۔ ایک دو تین کہ کر میں نے تم لوگوں کو خبردار کیا ہے۔۔۔ بھی ہیں۔۔۔“

”اچھا کمال ہے۔۔۔ اور چلا رہے ہیں ایک گاڑی۔۔۔ سیر کرنے کا۔۔۔“

”تو کیا آپ ٹوارہ ڈرائیور ہیں؟“۔ فاروق نے جیران ہو کر کہا۔

”اوراہ ڈرائیور کیا مطلب؟“

”مطلوب تو مجھے بھی میں معلوم“۔

”تب پھر آپ نے یہ کہا کیوں؟“

”بس ایسے ہی۔۔۔ کچھ کہنے کے لیے کون سے ہاتھی گھوڑے رہے ہیں۔۔۔ ہمیں پستول کے زور پر سیر کرنے کی کیا پڑ گئی آپ کو نہیں پڑتے ہیں۔“۔ فاروق نے منہ بٹایا۔

کہا۔

”نہیں۔۔۔ سیر کرنے کا معاوضہ لوں گا۔۔۔ ڈرائیور ہنسا۔۔۔“

کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کا خوفناک پستول تھا۔

”لیکن یہ سیر کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔۔۔ پستول کے زور

کرائیں گے اور کرایہ بھی لیں گے۔“

”بس۔۔۔ میرا طریقہ کچھ ایسا ہی ہے۔۔۔ وہی بھی میں

ہوں۔۔۔“

”چھپیں۔۔۔ لیکن کس چیز کے؟“ فاروق کے لمحے میں جن

انداز میں سمجھائیے۔۔۔ اس قدر خوفناک انداز میں نہیں۔۔۔ آنکہ نے

ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”گاڑی چلانے کا۔۔۔ میں نے بے شمار میں الاقوای مقابلے کیے۔۔۔ ایک دو تین کہ کر میں نے تم لوگوں کو خبردار کیا ہے۔۔۔ بھی ہیں۔۔۔“

”اچھا کمال ہے۔۔۔ اور چلا رہے ہیں ایک گاڑی۔۔۔ سیر کرنے کا۔۔۔“

”کے لیے۔۔۔“

”ہاں! یہ میرا پیشہ ہے۔۔۔ اور مقابلے جتنا میرا شوق ہے۔۔۔“

لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ میں چھپیں ہوں۔۔۔ وہ میری کار میں بیٹھا

سیر کرنے کی خواہش میں مرے جا رہے ہیں۔“۔

”تو پھر۔۔۔ آپ پہلے ایسے لوگوں کو سیر کرائیں۔۔۔ جو مرے“

”نہیں۔۔۔ ہمیں پستول کے زور پر سیر کرنے کی کیا پڑ گئی آپ کو

”یہ بتانے کے لئے مجھے آپ کو کار میں بٹھانا ہو گا۔“

”آؤ بھائی... اب بیٹھہ ہی جائیں... کہیں یہ حضرت سعیج گولی نہ
کیا کہا۔ آپ اور پاگل“۔ آفتاب بوکھا مگیا۔
”کوئی ایسا دیسا پاگل... آپ مجھے پاگلوں کا سردار کہ سکتے ہیں“۔

فاروق بولا۔

”اب کی ہے... آپ نے پہلی عقل کی بات“۔

”آپ کو پتا بھی ہے، آج کل عقل کی باتیں بہت منگی ہیں...
لہذا ہم ذرا احتیاط سے استعمال کرتے ہیں“۔ فاروق نے برا سامنہ بنایا۔
”کیا کہ رہے ہیں بھائی؟“۔ اس نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں

”آپ پاگل ہیں نا“۔ آفتاب مسکرا۔

”ہاں بالکل... اس میں کیا شک ہے؟“۔

”تو ہم آپ سے بڑے پاگل ہیں“۔

”لکھ کر آفتاب کار میں بیٹھ گیا۔“ فاروق نے بھی دری نہ لگائی۔

”یہ ہوئی تایات“۔ ڈرائیور نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

”اب بتا دیں... آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”آپ دیکھ رہے ہیں... میں نے پستول ابھی تک جیب میں
لگائے ہو۔“

”ہاں! کسی حد تک اندازہ لگا چکے ہیں... لیکن بھائی... ایک بات
لگائی رکھا۔“ اس نے سرداڑا میں کہا۔

”بھروسی سرداڑا جسی... دیکھئے... ہم اس لمحے کے خادی نہیں
سمجھے میں نہیں آئی“۔

”لما“۔

”میں یہ پستول جیب میں نہیں رکھوں گا... اگر آپ کوئی غلط
خواہ کرے تو...“

”شاید آپ مجھ سے بھی بڑے پاگل ہیں“۔ وہ بولا۔

”کیا کہا۔ آپ اور پاگل“۔ آفتاب بوکھا مگیا۔

”کوئی ایسا دیسا پاگل... آپ مجھے پاگلوں کا سردار کہ سکتے ہیں“۔

”ارے باب رے... کیا یہاں پاگلوں کا سردار بھی ہوتا ہے؟“

”میں آپ کے سامنے موجود تو ہوں... جی بھر کر دیکھ لیجئے
لیکن پسلے گاڑی میں بیٹھ جائیں“۔

”تم از کم ایک بات سعیج بتا دیں... آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”سیر کرائاں... اور یہ خیال نہ کریں کہ میرے ہاتھ میں جو پستول
کے ہے وہ نقلی ہے... یہ بالکل اصلی ہے... لیکن ہے بالکل بے اردن
اس سے گولی نکلے گی، لیکن آس پاس سے گزرنے والوں کو کافی
پہاڑیں چلے گا۔ تم دونوں زمین پر گر پڑو گے۔ میری کار ہوا ہو جائے
گی اور کوئی مائی کالال اس کو پکڑ نہیں سکے گا۔ نمبر پلیٹ بھی میں
جعلی لگا رکھی ہے... کوئی اگر نمبر پڑھ بھی لے گا تو بھی میرا سراغ نہیں
لگا سکے گا۔ اب تم نے اندازہ لگایا ہو گا کہ تم کس مصیبت میں پھر
گئے ہو۔“

”ہاں! کسی حد تک اندازہ لگا چکے ہیں... لیکن بھائی... ایک بات
لگائی رکھا۔“ اس نے سرداڑا میں کہا۔

”چلو وہ ایک بات میں سمجھا دیتا ہوں“۔

”مشکل ہے... وہ بات یہ ہے کہ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”یہ میں ابھی نہیں جاتا۔“

گا۔۔۔ اور فائز کر دوں گا۔۔۔ نہ کار کی رفتار میں فرق آئے گا۔۔۔ نہ بیان ہاتھ سٹیرنگ پر کانپے گا اور تم میں سے ایک دوسرا دنیا کو سروں میں۔۔۔ فاروق نے جملائے ہوئے انداز میں کہا۔

”آپ کے ہام فاروق اور آفتاب ہیں نا۔“

دونوں حیرت زدہ رہ گئے۔۔۔ اول تو وہ میک آپ میں تھے۔۔۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ نہیں کریں گے حکمت۔۔۔ اور کریں گے درسے ایک غیر ملک میں۔۔۔ یہاں انہیں کون پہچان سکتا تھا۔۔۔ یہ

ایسی حالت میں جب آپ گولی چلاتے کی پوزیشن میں نہیں رہ جائیں گھن بست سیدھے سادے لمحے میں کہ رہا تھا۔۔۔ آپ فاروق اور

آفتاب ہیں نا۔“

”آپ نے کیسے جانا؟“

”ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“ آفتاب مسکرا یا۔۔۔

”ہاں! یہ بات بھی ہے۔۔۔ ملتے والی بات ہے یہ تو خیر۔۔۔ اسی حکام آدمی نہیں جان سکتے۔“

”آپ پاگل ہیں یا نہیں۔۔۔ ہم دونوں ضرور ہو جائیں گے۔۔۔“

”آپ نے اب تک یہ بات نہیں بتائی کہ آخر آپ چاہئے۔۔۔ یہ آفتاب۔۔۔“ فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

”ہو جائیں گے۔۔۔ میں تو خود کو اسی وقت پاگل محسوس کر رہا ہیں؟“

”پسلے تو میں آپ دونوں کو آدھے گھنٹے تک انہی سڑکوں پر ہوں اور اگر تھوڑی ویر اور اس کار میں ان حضرت کے ساتھ بیٹھنا پڑے۔۔۔“

کراوں گا اور جب اچھی طرح اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ کوئی ہی لیے پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔ شاید یہ حضرت دوسروں کو

تعاقب نہیں کر رہا تو آپ کو پھر ایک جگہ لے جاؤں گا۔۔۔ اس پاگل بنا دینے کے ماہر ہیں۔“

”واہ! مزا آگیا۔۔۔“ ڈرائیور چکا۔

”چلو ہشکر ہے۔۔۔ آپ کو مزا تو آیا۔“

”کہاں لے جائیں گے؟“

حرکت کریں گے نا تو کار چلاتے چلاتے۔۔۔ پستول کا رخ پیچھے کر گا۔۔۔ اور فائز کر دوں گا۔۔۔ نہ کار کی رفتار میں فرق آئے گا۔۔۔ نہ بیان ہاتھ سٹیرنگ پر کانپے گا اور تم میں سے ایک دوسرا دنیا کو سروں میں۔۔۔ فاروق نے جائے گا۔۔۔ اللہ آرام اور سکون سے بیٹھے رہنا۔۔۔ جو نہیں تم نے کوئی گز کرنے کی کوشش کی۔۔۔ گولی آنگے کی۔۔۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ نہیں کریں گے حکمت۔۔۔ اور کریں گے درسے ایک غیر ملک میں۔۔۔ یہاں انہیں کون پہچان سکتا تھا۔۔۔ یہ

ایسی حالت میں جب آپ گولی چلاتے کی پوزیشن میں نہیں رہ جائیں گھن بست سیدھے سادے لمحے میں کہ رہا تھا۔۔۔ آپ فاروق اور

آفتاب ہیں نا۔“ فاروق نے منہ بنتا یا۔۔۔

”ایسا تو خیر نہیں ہو سکتا۔“ ڈرائیور ہنسا۔

”ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“ آفتاب مسکرا یا۔۔۔

”ہاں! یہ بات بھی ہے۔۔۔ ملتے والی بات ہے یہ تو خیر۔۔۔ اسی حکام آدمی نہیں جان سکتے۔“

”آپ نے اب تک یہ بات نہیں بتائی کہ آخر آپ چاہئے۔۔۔ یہ آفتاب۔۔۔“ فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

”ہو جائیں گے۔۔۔ میں تو خود کو اسی وقت پاگل محسوس کر رہا ہیں؟“

”پسلے تو میں آپ دونوں کو آدھے گھنٹے تک انہی سڑکوں پر ہوں اور اگر تھوڑی ویر اور اس کار میں ان حضرت کے ساتھ بیٹھنا پڑے۔۔۔“

کراوں گا اور جب اچھی طرح اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ کوئی ہی لیے پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔ شاید یہ حضرت دوسروں کو

تعاقب نہیں کر رہا تو آپ کو پھر ایک جگہ لے جاؤں گا۔۔۔ اس پاگل بنا دینے کے ماہر ہیں۔“

”واہ! مزا آگیا۔۔۔“ ڈرائیور چکا۔

”چلو ہشکر ہے۔۔۔ آپ کو مزا تو آیا۔“

”کیا یہ نہیں پوچھو گے کہ مزاکس بات پر آیا۔“

”نہیں! کیا کریں گے پوچھ کر... جب پاگل ہی ہونا نہ ہرگز“
فاروق نے جل کر کہا۔

”نہیں نہیں... پوچھو ضرور۔“

”اگر آپ کی خواہش ہی ہے... تو پھر پوچھ لیتے ہیں.... بتائیں سیدھے ان کے پاس لے چلے... اپنا پاگل پن ہم ان پر ثابت کر دیں آپ کو مزاکس بات پر آیا؟“

”آپ نے مجھے پاگل بنادینے کا ماہر کہا ہے؟“

”ہم ایک بار پھر کہنے کے لیے تیار ہیں... اس سے کیا ہوں“
ہی پاگل ہو جاتے ہیں... آپ اپنا انعام وصول کر لیں اور ہم ان لوگوں
ہے۔“

”میں واقعی اس کام کا ماہر ہوں... اور لوگ مجھ سے یہی ہم سے ملاقات کر لیں گے... جو ہمیں پاگل دیکھنا چاہتے ہیں۔“
لیتے ہیں۔“

”نہیں! اس طرح مزا نہیں آئے گا... پہلے تم لوگوں کو پاگل
کروں گا... پھر اس پاگل خانے پہنچاؤں گا... ارے ہاں، کوئی تعاقب تو
نہیں کر رہا۔“

”دوسروں کو پاگل بنادینے کا ٹھیکا لیتا رہتا ہوں میں... آپ
دونوں کو بھی پاگل بنادینے کا ٹھیکا لیا ہے میں نے... اگر میں نے آج
کی تاریخ میں آپ دونوں کو پاگل بنادیا تھا مجھے وہ ہزار ڈالر انعام میں
ہیں گے... اور نہ بنا سکتا تو صرف ایک ہزار ڈالر میں گے۔“

”کیوں... اس صورت میں ایک ہزار بھی کیوں میں گے۔“

”گاڑی کا تیل نہیں پھونکوں گا... اپنا وقت برپا نہیں کروں
گا۔“

”ٹھیک ہے... کر گزریے۔“

”جب پھر ہم اس کی آسان ترین ترکیب بتاویتے ہیں۔“
”کیا مطلب یہ کیسی ترکیب؟“

”جو لوگ ہمیں پاگل بنادینے پر تھے ہیں نا... آپ ہمیں
”اگر آپ کی خواہش ہی ہے... تو پھر پوچھ لیتے ہیں.... بتائیں سیدھے ان کے پاس لے چلے... اپنا پاگل پن ہم ان پر ثابت کر دیں
جے۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ کو اس سلسلے میں مختت کرنے کی ضرورت نہیں... ہم خود
ہی پاگل ہو جاتے ہیں... آپ اپنا انعام وصول کر لیں اور ہم ان لوگوں
ہے۔“

”میں واقعی اس کام کا ماہر ہوں... اور لوگ مجھ سے یہی ہم سے ملاقات کر لیں گے... جو ہمیں پاگل دیکھنا چاہتے ہیں۔“
لیتے ہیں۔“

”کیوں! کیا بات ہے؟“
”انہوں نے کہا تھا کہ کوئی تعاقب کرے تو تعاقب کرنے والے
ہیں گروں کو بھی نہ پہنچیں۔“

”کیوں... اس سے انہیں کیا فرق پڑ جائے گا۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم... یہ کام ان کا ہے... میرا کام صرف اتنا
ہے کہ جو انہوں نے کہا ہے، اس پر عمل کروں۔“

اس نے انہی سڑکوں پر تین چار چکر لگائے... اور یہ چکر ان
قدر تیز رفتاری سے لگائے کہ انہیں جج مجج یہ محسوس ہونے لگا کہ
پاگل ہونے والے ہیں۔

”یار فاروق... کہیں یہ حضرت ہمیں جج مجج پاگل نہ بنادیں۔“

”چلو اچھا ہے... جان تو چھوٹے گی۔“ فاروق نے خوش ہو کر
کہا۔

”لیکن کس بات سے؟“

”یہ مجھے بھی نہیں معلوم کہ کس بات سے جان چھوٹے گی۔“

”ہاہاہا۔“ ڈرائیور نے قصہ لگایا۔

”فوج... الٹا یہ خود پاگل ہو گئے ہیں۔“

”نہ... نہیں... میں پاگل نہیں ہو گیا ہوں... بلکہ یہ تمہارے
پاگل ہونے کے ابتداء ہے کہ تم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ کس سلسلے میں
میں طرح پاگل ہوتے ہیں۔“ جان چھوٹ جائے گی۔“

”ہو لو خوش... لیکن اس طرح ہم پاگل نہیں ہوں گے۔“

”اچھے اچھوں کو پاگل کر چکا ہوں... آپ تو ہیں کیا چیز؟“

”ارے میاں جاؤ... ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں پاگل کرنے
والے۔“ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”ہائیں ہائیں... آفتاب... تم نے کب اور کہاں دیکھے ہیں پاگل
والے وائے؟“

”آہا... وہ دیکھو... ہو گیا شروع۔“ ڈرائیور چکا۔

”کیا ہو شروع ہو گیا؟“

”یاد نہیں آ رہا... یاد کرا کے بتاؤں گا۔“

”یاد کرا کے بتاؤ گے یا یاد کرا کے بتاؤ گے۔“

”سمجا کر دے۔ ایسی باتیں یاد کر کے نہیں... یاد کرا کے بتائی جاتی
ہیں۔“

”ہاہاہا!!!“ ڈرائیور نے پھر قصہ لگایا۔

”اب کس بات پر ہنس رہے ہیں۔“

”آپ لوگوں کے پاگل ہونے کی خوشی میں... اب میرا معاوضہ
کرنا ہو گیا۔“

”یار ڈرائیور صاحب... عقل کے ہاخن لو... گھاس چر گئے ہیں
اس طرح بھی کوئی پاگل بتا ہے۔“

”جب کوئی ہمارا تعاقب کرے گا... اس وقت بتاؤں گا کہ کس
پاگل ہوتے ہیں۔“

”کیوں کیوں... اس صورت میں تم کیا کرو گے۔“ فاروق گھبرا
الٹا۔

”بس دیکھتے جاؤ۔“

”ویکھ تو خیر ہم رہے ہیں... آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھے
ہیں۔“ آفتاب جل گیا۔

”آہا... وہ دیکھو... ہو گیا شروع۔“ ڈرائیور چکا۔

”کیا ہو شروع ہو گیا؟“

”مزرا۔۔۔“ ڈرائیور بولا۔۔۔

تعاقب کر رہی ہے۔۔۔

”دیکھے پتا چلا؟“

”میں جس طرح بھی مرتا ہوں۔۔۔ یہ اس طرف مرتی ہے۔۔۔“

”نداق کر رہے ہیں۔۔۔ میرے دامن طرف تو یہ میرا ساتھی ہے۔۔۔ لڑاگاہت ہوا۔۔۔ یہ تعاقب کر رہے ہیں۔۔۔“

”اچھا ٹھیک ہے، مان گئے۔۔۔ لیکن یہ تعاقب کیوں کر رہی ہے۔۔۔“

”میں کیا جاؤں۔۔۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔۔۔ یہ ہماری گرد کو بھی سکتا ہے۔۔۔“

”میں چھو سکیں گے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ جب نظر آئے گا۔۔۔ یا محسوس ہونے لگے۔۔۔“

”میں کیا لوٹ سکیں گے۔۔۔“

”میں بتا چکا ہوں۔۔۔ میں چھپیں ہوں۔۔۔ کار روڑا نے کا۔۔۔“

”اور یہ نیکی والا کوئی آپ کا بھی استاد گلتا ہے۔۔۔“

”مزرا۔۔۔ بلکہ مزے۔۔۔ ہمارے طرف دراصل مزا لوٹا زیادہ جا۔۔۔“

”جائے تو اور بات ہے۔۔۔“

”تم تو واقعی الٹا مجھے پاگل کر دو گے۔۔۔“ ڈرائیور نے بھنا کر کہا۔۔۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ آپ کو اتنا بڑا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔۔۔“

”ہمارا بھی یہی خیال ہے۔۔۔ کہ تم ہمیں نہیں۔۔۔ ہم تمیں پاکیب میرے والد سے کار کی داد کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔۔۔“

”کیا وہ بھی چھپیں ہیں اپنے ملک کے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ وہ یہ کام نہیں کرتے۔۔۔ لیکن کار چلانے میں ان کا

”ہیں۔۔۔“

”میں۔۔۔ میں یہی محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ خیر دیکھتے ہیں۔۔۔ کتاب نہیں۔۔۔“

”پاگل ہوتا ہے۔۔۔ اب ذرا دیکھو۔۔۔ وہ ایک نیکی آری ہے۔۔۔ یہ۔۔۔“

”مزرا۔۔۔“ ڈرائیور بولا۔۔۔

”بائیں دیکھا پھر بولا۔۔۔“

”نداق کر رہے ہیں۔۔۔ میرے دامن طرف تو یہ میرا ساتھی ہے۔۔۔ لڑاگاہت ہوا۔۔۔ یہ تعاقب کر رہے ہیں۔۔۔“

”بائیں طرف کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔“ ڈرائیور بولا۔۔۔

”میں نے کہا ہے۔۔۔ تعاقب شروع ہو گیا ہے۔۔۔ اب آئے ہے۔۔۔“

”میں کیا جاؤں۔۔۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔۔۔ یہ ہماری گرد کو بھی

سکتا ہے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ جب نظر آئے گا۔۔۔ یا محسوس ہونے لگے۔۔۔“

”آخوندے؟“

”وہ بھی گا۔۔۔ تاکہ ہم بھی لوٹ سکیں۔۔۔“

”کیا لوٹ سکیں۔۔۔“

”میں۔۔۔“

میدان میں نہیں آجائے۔ اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“ لی سازش ہے۔۔۔ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ”خیر۔۔۔ وقت ملا تو یہ مقابلہ ضرور رہے گا۔۔۔ اول تو یہ ہے۔۔۔“ ڈرائیور ہی آپ کو ناکوں پنے چھوادے گا۔۔۔ یہ بھی کچھ کم ماہر۔۔۔“ اور۔۔۔ آفتاب بولا۔“ ہاہا۔۔۔ تم کچھ بھی سوچو۔۔۔ سامنے سڑک کی طرف دیکھو۔۔۔“ دیکھتے جائیں۔۔۔ میں اسے کسی طرح چنے چھواتا ہوں۔۔۔ نینے میں چیچے آٹی کار کو دیکھو۔۔۔ پاگل ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ ڈرائیور ہے۔۔۔“

اور پھر نیلی کار گویا ہوا سے باتیں کرنے لگی۔“ ارے باپ رے۔۔۔ یہ تو انتہائی خوفناک رفتار ہے۔۔۔“ ہاں! وہ تو ہے۔۔۔ مارے خوف کے اب تم پاگل ہو۔۔۔ آئنے سے آئے والی گاڑیاں زن زن کر کے گزرا رہی تھیں۔۔۔ اور چیچے تیاری کرلو۔۔۔“

”لک۔۔۔ کیوں نہ ہم آنکھیں بند کر لیں۔۔۔“ آفتاب نے انہوں نے مارے خوف کے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ ہر لمحے انہیں ڈرے انداز میں کھا۔

”اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ پاگل تو پھر بھی ہونا پڑے اے آئے والی کار سے نکلائی کہ اب نکلائی۔۔۔ انہیں اپنے دماغ وہ دیکھو۔۔۔ یکسی ڈرائیور ہم سے نزدیک ہونے کی سرتوڑ کو شش کھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے۔۔۔ لیکن جلد ہی وہ پھر آنکھیں کھولنے پر ہے۔۔۔ لیکن وہ اس کوشش میں بالکل ناکام ہو جائے گا۔۔۔ ہاں سر ہمہ گور ہو گئے۔۔۔

آنکھیں بند رکھنے کی طاقت محسوس کر رہے تھے۔۔۔ نہ کھلا رکھنے تو واپیٹھے گا۔

”پتا نہیں۔۔۔ اس دوڑ میں کس کس کے سرٹوٹتے ہیں۔۔۔“ بالکل۔۔۔ بلکہ کھولتے تھے بند کرتے تھے۔۔۔ اچاک ان کی کار نے ایک موڑ کیا پاگل بن ہے۔۔۔ میں کھتا ہوں روکو۔۔۔“ آفتاب نے چلا کر کھا۔۔۔“ اس تدریجی سے ہڑا کہ کار کے ایک طرف کے ناڑ کی ایچ اوپ اٹھا ”آفتاب۔۔۔ خبردار۔۔۔ خود پر قابو رکھو۔۔۔ یہ ہمیں پاگل بنانے کے۔۔۔ انہیں یوں لگا کہ اب کار اٹھے بغیر نہیں رہے گی۔۔۔ لیکن پھر ناڑ

مڑک سے لگ گئے۔

”اپ میرے مالک... یہ کیا پاگل پن ہے... روکو کار روکو“

”اب نہیں رکے گی... جب تک تم پاگل نہیں ہو جاؤں“

ڈرائیور نہ سا۔

”اچھا پایا... ہم ہو جاتے ہیں پاگل... یہ ہو گئے پاگل“

کر دنوں پاگلوں کی طرح ہٹنے لگے۔

”نہیں... یہ مصنوعی پاگل پن ہے... اور ہمیں اصلی پاگل“

کی ضرورت ہے۔“

”لیکن یاں... تم کو گے کیا اصلی پاگل پن کا؟“

”بازار میں بیچوں گا۔“

”پھر تو تم سب سے بڑے پاگل لگتے ہو۔“ فاروق نے جل

کر کہا۔

”بس... چند منٹ اور لگیں گے۔“ ڈرائیور نہ سا۔

”کس بات میں۔“

”پاگل ہونے میں۔“

”واہ اچھی زبردستی ہے یہ... جاؤ نہیں ہوتے ہم پاگل“

آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”یہ حملہ ثانی ہے اس بات کی کہ تم پاگل ہونے والے ہے... بیال کھواتا ہوں۔“

ڈرائیور نے کہا۔

”حد ہو گئی یعنی کہ... کیوں آفتاب ہو گئی نا۔“ فاروق نے من

”وہ تو کب کی ہو چکی... تم ابھی تک حد ہونے کے چکر میں پہنچے ہو۔“ آفتاب نے جل کر کہا۔

”اے... دماغ کو ٹھہڑا رکھو۔ جانتے نہیں... یہ حضرت ہمیں پاگل بنادینے پر تلتے ہیں۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”خدا کا شکر کرو۔ ابھی صرف تلتے ہیں... اگر کبھی تلتے ہوتے تو کیا ہوتا؟“ آفتاب نے جیخ کر کہا۔

”اس صورت میں ہم تو انہیں چیبا جاتے کچا۔“ فاروق نہ سا۔

”دماغ تو نہیں گھوم گیا تمہارا... تلتے ہوئے کو کچا چیبا جاتے ہیں۔“ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”بس... اب تو ایک دو منٹ کی دری ہے۔“

”اور کسے میاں جاؤ۔ منہ دھو کر آؤ۔“

”ہفتے کے منقصتے وہ تو تا ہوں۔“

”تو اور سنیو۔ یہ منہ بھی ہفتے میں ایک بار دھوتے ہیں۔“

”تو اور کیا۔ متنہ بوزانہ دھونے کی چیز ہے... میئنے میں ایک بات نہاتا ہوں... ہفتے میں ایک بار منہ دھوتا ہوں... سال میں ایک بار آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”یہ حملہ ثالثی ہے اس بات کی کہ تم پاگل ہونے والے ہے... بیال کھواتا ہوں۔“

”اے باپ رے... پھر کسی کو پاگل کرنے کی کیا ضرورت ڈرائیور نے کہا۔

ہے... تم تو خود پاگل ہو۔ اب کار روک لو۔ اور ہمیں نیچے اتار دو۔ ان لوگوں کے سامنے خود کو پیش کر دو کہ ان سے بڑا پاگل میر ہوں... لذما میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ بات میں نے ان سے کہی تھی... لیکن انہیں میرے علاوہ اور پاگلوں کی ضرورت ہے۔ مجھے تو وہ پاگل کر دینے والے آئے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

"اور یہ کام تم کب سے کر رہے ہو؟"

"پتا نہیں... لیکن اب وہ نیکی نزدیک آ چلی ہے۔ اب میں اپنی ڈرائیور کا کمال دکھاتا ہوں... تم دیکھو۔ اس ڈرائیور کے ہاتھوں کے طوطے کس طرح چھوٹتے ہیں۔"

"ہائیکس... حیرت ہے... وہ ہاتھوں میں طوطے پکڑ کر ڈرائیور کرتا ہے۔"

"اور میں ہاتھ میں پستول پکڑ کر۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی... اس نے رفتار میں کچھ اور اضافہ کر دیا۔ اب تو انہیں موت سامنے نظر آنے لگی... انہیں یوں لگا جیسے اب وہ واقعی پاگل ہو جائیں گے۔

ایکے میں انہوں نے نیکی کو دور ہوتے دیکھا... اور پھر نہ جانے کیا ہوا۔ انہیں اپنے دماغ اللہ محسوس ہوئے... انہوں نے لاکھ کوشش کی... کہ دماغوں کو قابو میں رکھیں... لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اور پھر ان کے قہقہے کار میں گونج اٹھے۔

پاگل خانہ

یہ پہلا موقع ہے... ہم مل کر ایک بھی ترکیب نہیں سوچ سکتے۔ فرحت نے بڑیرانے کے انداز میں کہا۔

"تو رفعت نے کون سا کوئی ترکیب سوچ لی؟" - فرزانہ مسکرائی۔

"میں رفعت کی نہیں... اپنی بلکہ تینوں کی بات کر رہی ہوں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ہمیں کیا سوچنا ہے۔"

"ہمیڈ کوارٹر کا پہاڑ معلوم کرنے کی ترکیب۔"

سمت خوب! ہم ابھی سوچ کے سمندر میں اتر جاتے ہیں اور اس میں سے کوئی ترکیب نکال لاتے ہیں۔" - فرزانہ مسکرائی۔

"اگر یہ اتنا ہی آسان کام ہے... تو پھر اب سے پہلے کیوں سوچ کے سمندر میں غوطہ نہ لگایا؟" - فرحت نے منہ بنتا۔

"سب کی موجودگی میں غوطے لگتے ہی نہیں۔" - فرزانہ بے چارگی کے عالم میں یوں۔

"اچھا چلو... اب لگاؤ غوطہ۔"

"آدمیں کر لگاتے ہیں۔"

دونوں سوچ میں ڈوب گئیں... آخر فرزانہ نے سر اور **الٹھالیاں** بیک رہے ہیں.... ہمیں تو اس حکم کو سر کرنے کے لیے اشارہ جو جانا ہو اس کے چہرے پر چمک تھی۔

”بابر نفل آؤ... فرحت... کیس تمہاری آکسیجن ختم نہ ہو جائے۔“
”یا لکل ٹھیک... اب ہمیں جلد از اجلد والپس اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچانا چاہیے... ان کے ہیڈ کوارٹر کا سراغ یہاں مل ہی نہیں سکتا۔“
”بفال تو اشارجہ میں کہیں بیٹھا ہے... اس نے کس قدر محفوظ جگہ پر ہیڈ کوارٹر بنایا ہو گا۔ یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔“
”تو پھر بتاؤ۔“

”وہ واپس جانے کے لیے مژی ہی تھیں کہ ایک کار خوفناک رفتار سے ان کے قریب سے گزرا۔۔۔ لیکن اس قدر رفتار کے باوجود دلماں نے اندر بیٹھے ہوئے فاروق اور آفتاب کو دیکھ لیا۔۔۔

”اوہو... یہ اس قدر تیز حالت میں کھاں جا رہے ہیں۔“ - اس

”کوئی... کس کی بات کر ہی ہو۔“ فرحت نے چونک کر کہا۔
”فاروق اور آفتاب کی... یہ جو نیلی کار ابھی ابھی گزرنی ہے
تمہارے میں وہ دونوں بھائی سٹر بیٹھے تھے۔“

”اوہ... تو چلو پھر آؤں یہ ان کے پکھے چلیں۔“

”دماغ تو نہیں چل گیا..... وہ کارتواس قدر تیز رفتار سے چاہی

نے بیسے موت اس کے پیچھے گلی ہو... کوئی ماہر ترین ڈرائیور ہی اس
کار کے تعاقب میں کامیاب ہو سکتا ہے۔"

646

دونوں سوچ میں ڈوب گئیں... آخر فرزانہ نے سرا اور اٹھایا۔
اس کے چہرے پر چمک تھی۔

”باہر نکل آؤ... فرحت... کہیں تمہاری آسیجن ختم نہ ہو جائے۔“

”یا ہوا؟“ اس نے چونک کر کہا۔
”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے“
”تو پھر تباہ؟“

”ڈر اسچو جو... اس پلاسٹ یا ہیڈ کوارٹر کو بنانے کے لئے میں ملک کے سب سے بڑے سائنس دان بلکہ ملک کے سب بڑے بڑے انہیں دانوں سے کام لیا گیا ہو گایا نہیں۔“

”اوہو... بالکل لیا گیا ہو گا... تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔“
 ”اوہو... عقل کو کہیں ادھر ادھر بھیج دوا ہے کیا... ہم ان
 مکن دانوں سے بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔“

”اے... اس قدر سامنے کی بات اور اب تک ہم لوگوں کو سوچھی۔“

”اس بات پر حیرت مجھے بھی ہے..... لیکن فرحت..... سب میں بھی تو شامل ہیں..... آخر اس سے پہلے ہمیں بھی یہ بات کیوں نہیں ملی۔“

خیلے... گولی مارو... اس بات کو... اور یہ سوچو کہ ہم غلط جگہ

”تو پھر دعا کریں... کوئی نیکسی آجائے... اور اس کا ڈرائیور ترین ہو۔“

”افسوس دور تک کسی نیکسی کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا۔“
”تو نظر آنے میں کیا دری لگتی ہے۔“

”تم نے بالکل ٹھیک کہا۔... آرہی ہے نیکسی... ارے گر تو رک گئی ہے... آؤ ہم اس کی طرف دوڑ لگاتے ہیں... کہیں سواریاں اتار کر اسی جگہ سے لوٹ نہ جائے۔“

”اوہ ہاں! لیکن فرحت... اتنی دی بعد تو اس کا گرد کو بھی ہم نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”تو ہم گرد کا کریں گے بھی کیا۔“ فرحت نے منہ بنایا۔

”یہ بات بھی معقول ہے... دیے آج کل ہم کچھ زیادہ ان معقول باتیں کرنے لگے ہیں، کہیں ہم لوگ پہنچی سے اتر تو نہیں کیوں بیٹھے ہو اور یہ نیکسی کے ڈرائیور صاحب کو کیا ہوا۔ کیا تم بانتے ہو۔... ابھی ایک نیلے رنگ کی کار گزری ہے... اس میں رہے۔“

”معقول باتیں کرنے کا مطلب پڑی سے اتنا نہیں... پڑی پڑھنا ہے... تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم۔“

”ان بالوں میں وہ نیکسی نکل جائے گی۔“

دوںوں نے نیکسی کی طرف دوڑ لگا دی۔

”خیرت ہے...“ تو وہاں جم کر رہ گئی ہے... نہ آگے آری ہے نہ واپس لوٹ رہی ہے۔“

”ہمارا انتظار کر رہی ہے۔“

آخر وہ نیکسی کے نزدیک پہنچ گئیں... ساتھ ہی زور سے ہمیں... اندر محمود اور آصف سرپکڑے بیٹھے تھے اور نیکسی ڈرائیور کے عالم میں آنکھیں پھاڑے بیٹھا تھا۔

”ہم سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ اس نیکسی میں تم ہو گے۔“
محمود اور آصف نے چونک کران کی طرف دیکھا... پھر محمود نے پراسانہ بنایا۔

”تو اب سوچ لو... اب کیا ہو گیا ہے۔“
”یہ بات بھی ٹھیک ہے... آؤ فرحت سوچیں۔“

”سوچنے کے لیے کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے... یہیں سڑک پر کوئی کر سوچ لیتے ہیں... لیکن بھتی یہ چکر کیا ہے... تم اس طرح باتیں کرنے لگے ہیں، کہیں ہم لوگ پہنچی سے اتر تو نہیں کیوں بیٹھے ہو اور یہ نیکسی کے ڈرائیور صاحب کو کیا ہوا۔ کیا تم بانتے ہو۔... ابھی ایک نیلے رنگ کی کار گزری ہے... اس میں رہے۔“

”ہاں ایسے بات نہیں جانیں گے تو اور کون جانے گا۔... ہم لوگ اسی کار کا تعاقب کر رہے ہیں۔“

”تو پھر تعاقب روک کیوں دیا۔“

”اس بات کی وضاحت ہمارے ڈرائیور صاحب کریں گے... پہلے تو یہ بہت بلند بانگ دعوے کر رہے تھے کہ انہوں نے کاروں کی

رسوں کے بہت سے مقابلے جیتے ہیں اور یہ کہ ان جیسا ڈرائیور پورے طاکر کہا۔
شرمیں نہیں ہے.... پھر انہوں نے ایک شرط بھی لگائی تھی.... مطلقاً ”انہیں پکڑنے کا امکان تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے.... اب لکیر کو
یہ کہ یک طرفہ شرط ہے.... اگر انہوں نے نیلی کار کو پکڑ دیا تو ہم انہیں
سو ڈالر دیں گے.... یعنی بطور العام.... اس لیے کہ انہوں نے زندگی میں
بھی بھی انٹرنیشنل ہوٹل میں کھانا نہیں کھایا۔ اور وہاں کھانا کھانے
کے لیے جیب میں دو سو ڈالر کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے.... اور یہ کہ
سو ڈالر میں کی آمدی سے زائد ہوں۔ کیونکہ میں کی آمدی تو گھر میں
پوری ہو جاتی ہے.... لہذا ہم نے انہیں وہ دو سو ڈالر دیتے کا وعدہ
کیا۔۔۔ انہوں نے بہت زور و شور سے تعاقب شروع کیا۔۔۔ اسی بات
میں کوئی شک نہیں کہ یہ ڈرائیور بہت اچھے ہیں۔۔۔ اور اس جگہ تک
انہوں نے بہت کامیابی سے تعاقب کیا تھا۔۔۔ لیکن ہمارا آکر انہیں نہ
جانے کیا ہوا۔۔۔ یک دم کار روک دی۔۔۔ ویسے اتنا ضرور ہے کہ تعاقب
کے آخری لمحات میں درمیانی فاصلہ کم ہونا بند ہو گیا تھا۔۔۔ بلکہ ہر لمحہ
فاصلہ زیادہ ہونے لگا تھا۔۔۔ شاید اسی سے انہوں نے اپنی ناکامی کو بھانپ
لیا اور وقت سے پہلے ہی تعاقب کا سلسلہ بند کر دیا۔۔۔ کیوں یہی بات
ہے با بھائی ڈرائیور صاحب؟“ محمود نے رکے بغیر لمبی چوڑی تقریر کر
ڈالی۔۔۔

”آگر یہ بات ہے عقل مند صاحب۔۔۔ تو نمبر پڑھنے کی کیا
خودت تھی۔۔۔ نمبر پڑھنے بغیر ہی تعاقب جاری رکھتے۔۔۔ محمود نے
ٹھلاکے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔
”اوہو۔۔۔ آپ نہیں سمجھے۔۔۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔۔۔
”اوہ ہم سمجھ بھی کیسے سکتے ہیں۔۔۔ جب تک کہ آپ سمجھانے

”خدامت سے بھے۔۔۔ اس ساری تفصیل کے بتانے میں کتنا وقت
لگ گیا۔۔۔ اب تو ہم انہیں مشکل سے ہی پکڑ سکیں گے۔۔۔ فرزانہ نے

ویں۔ آصف نے بھنا کر کہا۔

”وہ... وہ میرا باب تھا۔“

”مک... کون“۔ وہ بوکھلا اٹھے۔

”نیلی کار کا ڈرائیور“۔ اس نے منہ بنایا۔

”نیلی کار کا ڈرائیور... آپ کا باب تھا... تو پھر... اس سے ہوتا ہے؟“

”میں اپنے آپ سے کبھی بھی نہیں جیت سکتا۔“ اس نے پہنچ کر کہ انہوں نے ان دونوں کو کہاں اتارا تھا۔ ارے، مگر آپ کے سے بھی کہیں بڑے میں الاقوامی مقابلے جیت رکھے ہیں؟“

”دشت تیرے کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہٹا دیا۔

”ہاں! لیکن وہ دوسروں کو لفڑت دینے کے بہت شوقیں ہیں۔“ لیکن چونکہ آصف ساتھ بیٹھا ہوا تھا... اس لیے ہاتھ جا کر لگا آصف۔

”اوہ اچھا... یہ اور اچھا ہے۔“ فرحت نے خوش ہو کر کہا۔

”اس وقت ان کے کھانے کا وقت ہو چلا ہے۔ میں آپ کو تیز نہیں رہی۔“ آصف تملہ اٹھا۔

”بہت خوبی یہ ہوئی نا بات۔“

”اوہ! معاف کرنا یا رہ... ڈرائیور پھسل گیا تھا۔“

”تو تم تینوں نے پھسلنے کے لیے ایک ایک چیز مخصوص کر رکھ لے اگر مقابلے میں باب نکل آتا تو میں دیکھتا۔“

”فاروق کی زبان پھسل جاتی ہے... تمہارا ہاتھ پھسل جاتا ہے... اور فرزانہ تمہارا کیا پھسلتا ہے بھلا؟“ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

”پاؤں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”ادھر ادھر کی باتوں کی بجائے اگر ہم نیلی کار کی فکر لیں تو...“

ڈرائیور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

”چلنے بیٹھے جائیے۔ آپ بھی... آپ بھی کیا یاد کریں گی۔“ ڈرائیور نے پڑا یونگ کے بعد وہ ایک ہوٹل کے سامنے رکے۔
 ”یہ آپ نے آپ بھی آپ بھی... دو بار کیوں کہا۔“
 ”اسیے میرے ساتھ“۔ ڈرائیور نے کہا۔
 ”اور تم نے تو جیسے کوئی کسر چھوڑ دی۔“ ذرا سے جملے میں رہ اس کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہو گئے
 پار آپ کے دیا۔“ فرحت الٹ پڑی۔

”خاموش.... ورنہ یہ ہمیں ساختہ نہیں لے جائیں گے“۔
”لیکن تم کھانے کے وقت یہاں کیوں آئے... دیکھو
نے چلا کر کہا۔
”نہیں تو.... انہوں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہنے کو نہیں پوچھوں گا.... اپنا لکاؤ اپنا کھاؤ.... یہی ا
ہوا ہے تاہمارے درمیان“۔
جناب؟“

”نہ... نہیں... میں نے تو کسی بھی قسم کی کوئی بات کیا۔“ ”جی ہاں! میں آپ کے پلے سے نہیں کھاؤں گا۔ آپ فکرنا کہی۔“ اس نے چونک کر کہا۔

”بہتر ہو گا۔ اب آپ چل ہی پڑیں۔“

”جی اچھا۔ لیکن اب کم از کم اس ہوٹل کے کھانے کا بالف دیتی تھی۔“

”بالف دیتی تھی... ارسے تعاون میں تم تھے۔“ آپ زائد وے دس گے تھے۔

۲ ”ہاں دے دیں گے... اگرچہ تم نے ہمیں بہت زیادہ مایوس کیا۔ ”جی ہاں! یہ لئن سے ملتا چاہتے تھے... اس لئے مجھے تعاقب کرنا
محدود نہ مدد بنایا۔ لیکن آپ کمال رعایت کرنے والے۔

”لیکا آپ میری خاطر ذرا کم مایوس نہیں ہو سکتے۔“
 ”یار تم عجیب آدمی ہو۔ میں کہتا ہوں۔ اب چلو۔“
 تمہارے باپ سے اپنے دو ساتھیوں کا پتا بھی معلوم کرنا ہے۔“
 ”شکریہ ذیں۔ آپ نے ان کے ساتھیوں کو کہاں اتنا رکھا؟“
 اور پھر نیکسی وہاں سے روانہ ہوئی۔ پندرہ منٹ کی
 ”باقی خانے۔“

"جی ڈینی... کیا فرمایا... پاگل خانے"۔ ڈرائیور چونکا۔

"ہاں! بے چارے پاگل ہو گئے تھے... میں نے ان دونوں پاگل خانے میں داخل کرایا... اگر یہ چاہیں تو میں انہیں دہاں لے آیں کاغذ پر کچھ لکھا اور محمود کو دے دیا... محمود نے پڑھا... اس نے لکھا تھا۔

"بخارا! میں خطرو محسوس کر رہی ہوں... ہم کسی جال میں پہنچ رہے ہیں"۔

محمود نے سر بلایا اور چٹ آگے بڑھا دی... لیکن وہ اس کار میں پیٹھ پر مجور تھی... اس لیے کہ مسئلہ آفتاب اور فاروق کا تھا... اور پھر نیلی کار چل پڑی... جلد ہی کار ہوا سے باشیں کرنے لگی۔

"آپ کچھ آہستہ نہیں چل سکتے"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں! اس لیے کہ میں اس سے کم رفتار پر گاڑی چلا ہی نہیں

سلسلے یہ تیرا ریکارڈ ہے"۔

"لیکن ریکارڈ ٹوٹ بھی تو سکتا ہے"۔

"کس میں صحت ہے... میرا ریکارڈ توڑنے کی"۔

"میں دوسری طرح ٹوٹنے کی بات کر رہا تھا... گاڑی الٹ سکتی ہے"۔

"اس کی آپ پرواہ کریں... ارے ہاں! آپ اپنے داماغوں کو

کھڑا قابو میں رکھئے گئے کیس آپ بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح

پاگل نہ ہو جائیں"۔

"آئیے"۔ اسے کہا۔

اور وہ باہر نکل کر نیلی کار میں بیٹھ گئے... ایسے میں فرزانہ نے

پاگل خانے میں داخل کرایا... اگر یہ چاہیں تو میں انہیں دہاں لے آیں کاغذ پر کچھ لکھا اور محمود کو دے دیا... محمود نے پڑھا... اس نے

لکھا تھا۔

"بخارا! میں خطرو محسوس کر رہی ہوں... ہم کسی جال میں

پہنچ رہے ہیں"۔

محمود نے سر بلایا اور چٹ آگے بڑھا دی... لیکن وہ اس کار میں

پیٹھ پر مجور تھی... اس لیے کہ مسئلہ آفتاب اور فاروق کا تھا... اور

پھر نیلی کار چل پڑی... جلد ہی کار ہوا سے باشیں کرنے لگی۔

"آپ کچھ آہستہ نہیں چل سکتے"۔ محمود نے جیب سے دو سو ڈالر

"یہ لیجھے... دو سو ڈالر"۔ محمود نے جیب سے دو سو ڈالر

"نہیں! اس لیے کہ میں اس سے کم رفتار پر گاڑی چلا ہی نہیں

کھائیں"۔

"میں ریکارڈ ٹوٹ بھی تو سکتا ہے"۔

"کس میں صحت ہے... میرا ریکارڈ توڑنے کی"۔

"میں دوسری طرح ٹوٹنے کی بات کر رہا تھا... گاڑی الٹ سکتی

ہے"۔

"اس کی آپ پرواہ کریں... ارے ہاں! آپ اپنے داماغوں کو

کھڑا قابو میں رکھئے گئے کیس آپ بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح

پاگل نہ ہو جائیں"۔

مارے ساتھیوں تک پہنچا دیں"۔

”کیا مطلب... یہ کیا کہا آپ نے۔“

”یہ بات میں نے آپ کے دونوں ساتھیوں کو بھی بتا دی تھی اسے فتح سکتے ہیں۔“
لیکن وہ دماغ قابو میں نہ رکھ سکے اور پاگل ہو گئے... میری کار میں ہی ”آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔ لیکن آپ لوگ اب اس والے اکثر لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔“

”لیکن آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟“

”میں مجبور ہوں... اس سے کم رفتار پر گاڑی چلانا میرے لئے بھی حکم ملا تھا۔ آپ لوگوں کو پاگل بنا دوں اور پاگل میں نہیں ہے۔“

”حد ہو گئی یعنی کہ... آپ تو واقعی ہمارا دماغ بھی خراب کر گے۔“

”سر رائل نے... میں ان کا خاص آدمی ہوں۔“

”کیا!!!“

”نظریں آتا ہے۔“ اس نے کہا۔

”کیا نظر آتا ہے؟“ فرحت نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔
”یہ کہ آپ چاروں بھی پاگل ہو کر رہیں گے۔ خیر فکر ہے۔ پر مجھوں نے بہت مشکل سے کہا۔
کریں... میں آپ چاروں کو آپ کے دونوں ساتھیوں تک پہنچاواں۔“ رائل اسے آپ نے رائل کا نام لیا ہے۔“
”اہ... اور کیا کوں... جب کہ میں اس کا ایک ادنیٰ ساخاوم گا۔“

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہیں اپنے دل والا۔ اس نے ہنس کر کہا۔
الٹھے محسوس ہو رہے تھے... یوں لگتا تھا جیسے کوئی انجمانی قوت ان دماغوں کو الٹ ری ہے... ایسے میں مجھوں نے کہا۔

”آپ ذرا گاڑی روک لیں اور ہمیں نیچے اتار دیں۔“

”کیوں... کیا ہوا؟“

”میرا خیال ہے... اگر ہم اس گاڑی سے نیچے اتر جائیں تو پاگل

”یہ بات میں نے آپ کے دونوں ساتھیوں کو بھی بتا دی تھی اسے فتح سکتے ہیں۔“

لیکن وہ دماغ قابو میں نہ رکھ سکے اور پاگل ہو گئے... میری کار میں ہی ”آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔ لیکن آپ لوگ اب اس والے اکثر لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”مجھے بھی حکم ملا تھا۔ آپ لوگوں کو پاگل بنا دوں اور پاگل میں داٹل کر دوں۔“

”اور یہ حکم آپ کو کس نے دیا تھا؟“

”سر رائل نے... میں ان کا خاص آدمی ہوں۔“

”کیا!!!“

”کیا نظر آتا ہے؟“ فرحت نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔
”یہ کہ آپ چاروں بھی پاگل ہو کر رہیں گے۔ خیر فکر ہے۔ پر مجھوں نے بہت مشکل سے کہا۔

”کریں... میں آپ چاروں کو آپ کے دونوں ساتھیوں تک پہنچاواں۔“ رائل اسے آپ نے رائل کا نام لیا ہے۔“

”اہ... اور کیا کوں... جب کہ میں اس کا ایک ادنیٰ ساخاوم گا۔“

”یار یہ تو ہمیں پاگل کر دینے پر تلا ہوا ہے... اب کیا کریں۔“

”پاگل ہو جاتے ہیں... اور کیا کرنا کرانا ہے۔“

”یہ تو ہم چاہتے ہیں۔“

”یار یہ تو ہمیں پاگل کر دینے پر تلا ہوا ہے... اب کیا کریں۔“

”پاگل ہو جاتے ہیں... اور کیا کرنا کرانا ہے۔“

”بات معقول ہے.... چلو بھائی کو ہمیں پاگل“۔
پھر ایسی یہ سڑک کی طرف سے نظریں ہٹانے کی بھی کوشش کی۔۔۔
مکرایا۔۔۔

”دیکھئے.... اب میں رفتار اور بردھا رہا ہوں.... جوں جوں
کامیاب نہ ہو سکے.... اور پھر ان کے قبیلے کار میں گونجئے گے۔۔۔
وہ باکل پاگلوں کی طرح ہنس رہے تھے۔۔۔

O☆O

خوف زدہ ہوں گے.... آپ پاگل پن کی طرف بڑھتے چڑھے جائیں
اور پاگل خانے ٹھیکنے سے پہلے آپ پاگل ہو چکے ہوں گے۔۔۔
کاری گری کی بات“۔۔۔

”بھپ پتا نہیں.... ہم کیا بتا سکتے ہیں.... ہم تو پاگل ہیں
بھلے.... پاگل نہ ہوتے تو آپ کی کار میں کیوں ٹھیکھتے۔۔۔ محمود نے
سی آواز میں کہا۔۔۔

”ہاں ایسے بات بھی لمحک ہے.... دیے یہ کار بھی بہت
ہے.... لوگوں کو پاگل بنانا دینے میں بہت ماہر ہے.... میں اگر اس کا
ٹھن دبا دوں تا۔۔۔ تو آپ فوراً پاگل ہو جائیں۔۔۔ لیکن میں ایسا
کروں گا۔۔۔ اس لیے کہ آخر آپ لوگوں کو اوہرا اوہر دیکھنے کا کوں
ہے۔۔۔“

”اوہرا اوہر دیکھنے کا۔۔۔ کیا مطلب؟“

”دیکھ لیں میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔۔۔“ اس نے پرانے
انداز میں کہا۔۔۔

انہوں نے گھبرا کر اوہرا اوہر دیکھا۔۔۔ اور ایسا کرنے پر ان
دماغ اور بھی زور سے چکرانے لگے۔۔۔ انہوں نے بہت کوشش کی۔۔۔

لئے دیکھی دیکھی پہلے تم کہ رہی تھیں کہ اس بارہم کوئی کام دکھائیں گے۔“
”ہاں! وہ میں اب بھی کہتی ہوں... کام دکھائیں گے۔ لیکن
بلے انہیں تو دیکھ لیں۔“

”ان کے چکر میں پڑے تو کوئی کام نہیں دکھائیں گے اور گھن
ٹھوڑیں جائیں گے۔“

رفعت نے ہوٹل کے دروازے کی طرف دیکھا اور چونک اٹھا
”مکھن... تم نے دیکھا... محمود، آصف، فرانہ اور فتح
عجمی...“

”تو پھر چلو۔ دیکھا جائے گا۔“ مکھن نے منہ بنایا۔

دونوں ہوٹل میں داخل ہوئے اور ایک کونے کی میز کی طرف
جگئے۔ انہوں نے اپنے سر بھی جھکا لیے۔ تاکہ انہیں دیکھا نہ
ہے۔ لہذا آؤ چلیں۔“

”بھی کیس پر کام کریں۔ ان لوگوں کو تو کھانے پینے کی بات
ہے۔“ چاروں ایک میز پر دو آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپس
میں بات چیت بھی کر رہے تھے۔

”پتا نہیں۔ ان کے درمیان کیا باشیں ہو رہی ہیں۔“
”بیتد میں معلوم کر لیں گے۔“

اچھا کہ انہوں نے اتنی لوگوں کو اٹھ کر ہاہر جاتے دیکھا۔
”لو بھی۔“ یہ تو جارہے ہیں۔ اب ہم کیا کریں۔“

”یہ بھی کوئی پوچھتے کی بات ہے۔“ تعاقب کریں گے۔ لیکن
کیا چکر رہے؟“

”لیکن اس طرح ہم کوئی کام نہیں دکھائیں گے۔ جب کہ میں اگر یہ کوئی چکر ہے تو پھر تعاقب کرنے والوں کو بھی دیکھ لیا جائے۔“

کمال تک پہنچے

رفعت نے ہوٹل کے دروازے کی طرف دیکھا اور چونک اٹھا
”مکھن... تم نے دیکھا... محمود، آصف، فرانہ اور فتح
عجمی...“

”ہاں دیکھ چکا ہوں۔“ اور اس سے زیادہ دیکھنے کی ہوئی
ہے۔ لہذا آؤ چلیں۔“

”کیا مطلب... کمال چلیں؟“
”بھی کیس پر کام کریں۔ ان لوگوں کو تو کھانے پینے کی بات
ہے۔“ ہم ایسے میں کوئی کام کیوں نہ دکھائیں۔“

”لیکن میں اب بھی نہیں کہھی۔“ رفتہ بول۔
”کیا نہیں۔“ کھجور کی پتاؤ۔ مکھن نے منہ بنایا۔

”وہو۔“ بات کو سمجھنے کی کوشش کیا کر۔ وہ چاروں کی اس
کے ساتھ اندر گئے ہیں۔ اکڑ زرا ہم بھی ہوٹل میں بیٹھ کر بیکھیں
کیا چکر رہے؟“

”لیکن اس طرح ہم کوئی کام نہیں دکھائیں گے۔“ جب کہ میں اگر یہ کوئی چکر ہے تو پھر تعاقب کرنے والوں کو بھی دیکھ لیا جائے۔“

گا۔۔۔ یا باہر اس قسم کا انتظام ہو گا، کہ تعاقب نہ کیا جاسکے۔۔۔ اس
ہمیں اپنے طور پر کچھ کرنا ہو گا۔۔۔

”اپنے طور پر کیا مطلب؟“ مکھن نے چونک کر کما۔

”بھتی کار پارک سے کوئی کار سے اڑتے ہیں۔۔۔ ان حالات
ہم کوئی تیکسی نہیں روک سکتے۔۔۔“

”بات تم نے بہت پتے کی کی۔۔۔ لیکن کافر چوری کرنے میں اور
بھی خطرہ ہے۔۔۔“

”کوئی خطرہ نہیں۔۔۔ ان سے پسلے ہی نکلنے کی گوشش کرنے آتے دیکھا۔۔۔ پھر وہ ایک نیلی کار کی طرف بڑھے۔
ایں۔۔۔ یہ تو ابھی مل وغیرہ ادا کریں گے۔۔۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں ان کی نظروں سے بچ کر نکلا ہو گا۔۔۔“
وہ تیز کی طرح باہر نکل آئے۔۔۔ اور سیدھے کار پارک کی طرف
بڑھ گئے۔۔۔ دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔۔۔ شاید یہاں کاروں کی نیکان
چوری کا کوئی امکان نہیں تھا۔۔۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی محسوس کی
تھی کہ کاریں یہاں قریباً ہر آدمی کے پاس تھیں۔۔۔ تو چوری کرنے کی
کسی کو کیا ضرورت تھی بھلا۔۔۔ صرف باہر سے آنے والوں کے پار
نہ کرنا پڑی۔۔۔ لیکن اس کے باوجود درمیان فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔

”نہیں فرحت۔۔۔ میں اس کار کا تعاقب جاری نہیں رکھ سکوں
یہ ٹھیک رہے گی۔۔۔ چابی لگانے کی کوشش نہیں کرنا پڑے۔۔۔“
ایک کار میں انہیں چابی بھی لگی نظر آئی۔۔۔

”یہ ٹھیک رہے گی۔۔۔ چابی لگانے کی کوشش نہیں کرنا پڑے۔۔۔“
اس کار کا تعاقب تو صرف انکل جشید یا انکل کامران مرزا کر سکتے
گی۔۔۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔۔۔“ رفت نے کہا۔

مکھن نے کار شارٹ کی اور باہر لے آیا۔۔۔ اب وہ میں روڈ میں
چھے اور ایک طرف کر کے کار روک لی۔

”ایسے میں اگر کار کا مالک باہر نکل آیا تو؟“

”تو پھر پولیس ہمارے پیچے لگ جائے گی۔“

”اللہ مالک ہے۔“

چند منٹ بعد انہوں نے ان چاروں کو ایک آدمی کے ساتھ باہر
بھی خطرہ ہے۔۔۔“

”کوئی خطرہ نہیں۔۔۔ ان سے پسلے ہی نکلنے کی گوشش کرنے آتے دیکھا۔۔۔ پھر وہ ایک نیلی کار کی طرف بڑھے۔

”تیار ہو جاؤ۔۔۔ کہیں یہ نیلی کار نظروں سے او جھل نہ ہونے
اہل۔۔۔ یہ تو ابھی مل وغیرہ ادا کریں گے۔۔۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں ان کی نظروں سے بچ کر نکلا ہو گا۔۔۔“
وہ تیز کی طرح باہر نکل آئے۔۔۔ اور سیدھے کار پارک کی طرف
بڑھ گئے۔۔۔ دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔۔۔ شاید یہاں کاروں کی نیکان
چوری کا کوئی امکان نہیں تھا۔۔۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی محسوس کی
تھی کہ کاریں یہاں قریباً ہر آدمی کے پاس تھیں۔۔۔ تو چوری کرنے کی
کسی کو کیا ضرورت تھی بھلا۔۔۔ صرف باہر سے آنے والوں کے پار
نہ کرنا پڑی۔۔۔ لیکن اس کے باوجود درمیان فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔

”نہیں فرحت۔۔۔ میں اس کار کا تعاقب جاری نہیں رکھ سکوں
یہ ٹھیک رہے گی۔۔۔ چابی لگانے کی کوشش نہیں کرنا پڑے۔۔۔“
ایک کار میں انہیں چابی بھی لگی نظر آئی۔۔۔

”یہ ٹھیک رہے گی۔۔۔ چابی لگانے کی کوشش نہیں کرنا پڑے۔۔۔“
اس کار کا تعاقب تو صرف انکل جشید یا انکل کامران مرزا کر سکتے
گی۔۔۔“

”دھست تیرے کی... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔“

”وہ غیر معمولی ماہر ڈرائیور ہے، اس بات کو لکھ لو۔“ - مکھن
بھنا کر کہا۔

”اب لکھ کر کیا کروں گا۔۔۔ کیا فائدہ ہو گا لکھنے کا۔“

عین اسی وقت ایک ٹیکسی نزدیک سے گزری۔

”کیا آپ کو کوئی پریشانی ہے؟“ - ڈرائیور بولا۔

”ہاں ہے۔۔۔ پھر آپ کو کیا؟“

”میں کچھ مدد کر سکتا ہوں۔“

”ضرور کر سکتے ہیں۔۔۔ کیا آپ ایک کار کے تعاقب میں ہماری
مدد کر سکتے ہیں؟“

”مگر آپ کار نیزادہ مہارت سے نہیں چلا سکتے۔“

”کم از کم اس قدر مہارت سے نہیں۔۔۔ جس قدر مہارت سے
وہ کار والا گیا ہے۔۔۔ جس کا ہمیں تعاقب کرنا ہے۔“

”آپ فکر نہ کریں۔۔۔ مجھ سے نیزادہ ماہر تو اس پورے شر میں
کوئی نہیں ہو گا۔“

”بہت خوبی۔۔۔ اب ہم اپنی کار میں پھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ اور آپ
کی ٹیکسی میں چلتے ہیں۔۔۔ والپی اپر کار سے لیں گے۔“

”ضرور کیوں نہیں؟“

مکھن نے کار سڑک سے بیچے اتار کر کھڑی کر دی اور دونوں

ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

”ہاں وہ کار کس طرف گئی ہے۔۔۔ اس کا رنگ کیا تھا؟“

”اس طرف۔۔۔ نیلے رنگ کی نہیں تھی۔“

”ابھی پکڑ دتا ہوں۔۔۔ لیکن آپ کو میز سے سو ڈالر زائد دنا
ہوں گے۔“

”چلنے منظور ہے۔“

اور ٹیکسی چل پڑی۔۔۔ لیکن بہت دیر تک چلنے کے بعد بھی نیل
کار نظر نہ آئی۔۔۔ حالانکہ وہ بہت تیز چل رہے تھے۔

”شاید وہ کسی طرف ہڑے گے۔“ - ڈرائیور نے کہا۔

”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔“

”آپ دو سو ڈالر دینے کی بات کریں تو میں مزید کوشش کر سکتا
ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔“

اس نے رفتار اور بڑھا دی۔۔۔ لیکن نیل کار پھر بھی نظر نہ آ
گئی۔

”نہیں جتاب! مجھے افسوس ہے۔۔۔ وہ ضرور کسی سمت میں خڑ
گئے۔۔۔ ورنہ آپ نے یہ بات تو محسوس کر لی ہو گی کہ میں نے کار بہت

نیزادہ رفتار سے چلای ہے۔“

”ہاں! آپ کا شکریہ۔۔۔ اب ہمیں والپی سے چلیں جہاں سے

ہم چلے تھے۔

”اچھی بات ہے۔“

ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا۔۔۔ لیکن ایسے میں انہیں دور نیلی کار کی جھلک دکھائی دی۔

”ارے! یہ تو وہی کار ہے۔“ - مکھن بولتا ہے۔۔۔ یہ تو واپس آرہی ”وہی کار ہے۔۔۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ تو واپس آرہی ہے۔۔۔“

”روک کے دیکھ لیتے ہیں۔“

”اوہ ہاں۔۔۔ بلکہ نزدیک آنے پر اشارہ کر دیں۔“ - مکھن نے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔۔۔ آپ فخر رہ کریں۔“

جو نہیں نیلی کار نزدیک آئی۔۔۔ ڈرائیور نے اسی لمحے رکنے کا اشارہ دیا۔۔۔ کار ان کے نزدیک آگئی۔۔۔ اس کے بعد ڈرائیور نے منہ باہر نکالا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ آپ نے مجھے کیوں بروکا۔“

”آپ چار نو عمر افراد کو لے کر کہیں گے تھے۔۔۔ ہمیں ان سے ملتا ہے، کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ انہیں آپ نے کہاں اٹارا ہے۔“

”ہاں! پاگل خانے میں۔“ - اس نے کہا۔

”وہی کہا یہ پاگل خانے میں۔۔۔ لیکن یوں؟“

”اس لیے کہ وہ پاگل ہو گئے تھے۔۔۔ ان پر پاگل پن کا شدید

”ووہ پر گیا تھا۔۔۔ میں کیا کرتا۔“

”کیا آپ ہمیں وہاں لے جاسکتے ہیں۔۔۔ شاید ہم ان کے لیے کچھ کر سکیں۔۔۔ ہم آپ کے وقت کی قیمت ادا کریں گے۔“

”یہ تو نیکی کا کام ہے۔۔۔ آئیے۔“ - وہ مسکرا یا۔

دوسرًا ڈرائیور بھی مسکرا یا۔۔۔ اور وہ پیشی سے اڑ کر نیلی کار میں بیٹھ گئے۔۔۔ ایسے میں مکھن زور سے چونکا۔۔۔ دوسرًا ڈرائیور اپنے چہرے سے کوئی چیز اتار رہا تھا۔

”ارے۔۔۔ یہ تو وہی ہے۔۔۔ جو ہوٹل کی میز پر ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔۔۔ اف مالک اس نے میک اپ کر لیا تھا۔۔۔ میں کچھ کیا۔۔۔ یہ کوئی جال ہے۔۔۔ ہمارے خلاف جال بچھالیا گیا ہے۔۔۔ اب اگر ان چاروں کے پاس جانا چاہتے ہیں تو اس جال میں پھنسنا ہو گا۔۔۔ لیکن ان تک فہمیں پہنچ سکیں گے۔“

”لیکن ان تک پہنچ کر اگر ہم بے بس ہو گئے تو کیا ہو گا۔“

”ہاں! ایسا بات بھی ہے۔“

اسی وقت کار جل پڑی۔۔۔ ڈرائیور کی آواز ان کے کانوں سے ملنا لگی۔

”آپ کیا کھر پھر کر رہے ہیں۔“

”آپ ڈرائیک منٹ کے لیے کار روکیں گے۔“

”کیوں کیا بات ہے؟“

”کوئی چیز رہ گئی ہے... ہماری یہاں“۔
”واپسی پر لے لیں گے“۔ اس نے کہا۔
”کیا مطلب... واپسی پر... وہ یہیں پڑی مل جائے گی“۔

”ہاں! یہاں کوئی نہیں اٹھائے گا“۔

”اچھا یہ کب سے“۔ مکھن نے کہی۔ ساتھ ہی اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔

”جب سے صحیح کا ظہور ہوا ہے“۔

”بہت خوب! یہ جو چیز آپ کی گردان سے لگی ہوئی ہے نا... یہ پستول کی نال ہے... اب یا تو آپ کار روک لیں... ورنہ میں گول چلانا اور مم سنو سرکب... چھپ ہوں“۔

”چلو اس طرح میں مر جاؤں گا... اور کار تباہ ہو جائے گی... تم کار والا کچھ نہ بولا... شاید اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا... دونوں کے بھی پر خپے اڑ جائیں گے“۔
”کوئی پروا نہیں... تم ہمیں جہاں لے جا رہے ہو... وہاں بھی اب ایک پستول رفت کے ہاتھ میں بھی تھا... مکھن نے کار شارت کر کوئی ہمارے پر خپے باقی رہ جائیں گے“۔
”کار روک لو... ورنہ میں گولی مار رہا ہوں“۔ مکھن نے سڑاک پر اپنے اڈسے کی طرف روانہ ہو گیا۔
”اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رفت کہ ہم اسے بیوں کے لجھے میں کہا۔

”ارے تو کیا واقعی گولی مار دو گے... اتنی جرات ہے تم شیں“۔

”جرات کا تو پتا نہیں... اتنی سمجھ نہیں ہے ہم میں... روک رہے ہو یا نہیں“۔

”بھیجے اب محسوس ہو رہا ہے کہ اگر میں نے کار نہ روکی تو تم اتنی گولی مار دو گے... لہذا میں روک رہا ہوں... لیکن اس کا انجام بنت برآ رہو گا“۔

”شکریہ بہت بہت“۔ رفت نے خوش ہو کر کہا۔

”اور تم نے اس کا شکریہ کیوں لوا کیا“۔

”اس بات کا کہ یہ روکنے کے لیے تیار ہو گیا... ورنہ ہم دونوں میں تو ساتھ مرتے“۔

”ہاں! یہ بات بھی ہے... خیر... اب کیا کرنا ہے“۔

”تم کار کی چالی اپنے قبضے میں... اور مم سنو سرکب... چھپ ہوں“۔

”بہت پر آجائو... اب کار میں پر ڈوں گا“۔

”چلو اس طرح میں مر جاؤں گا... اور کار تباہ ہو جائے گی... تم کار والا کچھ نہ بولا... شاید اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا... دونوں کے بھی پر خپے اڑ جائیں گے“۔

”کیا لکھتے اور کیا نہ کرے... آخر وہ انھ کر پچھلی سیٹ پر آ گیا...“

”کوئی پروا نہیں... تم ہمیں جہاں لے جا رہے ہو... وہاں بھی اب ایک پستول رفت کے ہاتھ میں بھی تھا... مکھن نے کار شارت کر کوئی ہمارے پر خپے باقی رہ جائیں گے“۔

”کار روک لو... ورنہ میں گولی مار رہا ہوں“۔ مکھن نے سڑاک پر اپنے اڈسے کی طرف روانہ ہو گیا۔

”اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رفت کہ ہم اسے بیوں کے لجھے میں کہا۔

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا“۔

”تم لوگ اپنی موت کو آواز دے رہے ہو“۔ ڈرائیور نے بھنا کر رہے ہو یا نہیں“۔

”آوازِ ہم دے رہے ہیں اور یہ اطلاع تم ہمیں دے

ہو... یہ عجیب بات ہے۔“

”اوہ جو لیے مکان کس طرح تبدیل ہو گیا۔“ - رفتہ بڑھا۔

”ہاں! اس لئے کہ تمہاری موت مجھے تمہارے سروں پر فائدہ کرنے کا۔“

”اوزھر خطرہ محض ہوا ہو گا۔ اس طرف چلو بھی۔“

وہ ڈرائیور کو اس طرف لے آئے۔ شوکی نے مکان کا دروازہ

”لوہو اچھا۔“ دونوں نے گھبر کھا کر اور اپنے سروں کے تخلی ویاں دیکھا۔

”یہ... یہ کون ہے؟“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”یار کیوں جھوٹ بولتے ہو... ہمارے سروں کے اوپر تو کافی ابھی بتاتے ہیں... لیکن یہ کیا چکر ہے... آپ اس مکان کے چھت ہے۔“ محسن نے منہ بنایا۔

”جیکے اس مکان میں کیوں نظر آ رہے ہیں؟“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے سروں اور چھت اور اللہ کی مرضی... اندر آ جاؤ۔ ابھی بتاتے ہیں۔“ پروفیسر داؤڈ ورمیان کیا ہے۔“

”ہم دونوں دیکھے چکے ہیں... ہمیں ورنگلانے کی کوشش نہ کرو... وہ اندر آ گئے، دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب پہلے شوکی نے مکان اور پھر وہ اپنے اڈے پر پہنچ گئے۔ اس کے نزدیک بیوی کرنے کی وجہ بنا۔“

”پھر سیاں اس طرف اب تک کوئی آیا۔ میرا مطلب ہے محسن نے سرد آواز میں کہا۔

”ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے نیچے اتر آؤ۔ کوئی زرا بھی غلط اپنیں۔“

کی تو ہم گولی چلا دیں گے۔“

وہ کچھ بڑھاتے ہوئے نیچے اتر گیا۔ اس نے ہاتھ سرت نہیں آئے۔

”خیر... تم دونوں کی کمائی کیا ہے؟“ اٹھا دیے۔ محسن اس سے پہلے اتر چکا تھا جب کہ رفتہ ابھی تک میں بیٹھی تھی اور اس کے پستول کا سارخ بھی اس کی طرف تھا۔

رفعت نے جو کچھ بتتا تھا، سنادیا۔ شوکی کی نظریں ڈرائیور پر جنمیں انہوں نے الو کی آواز سنی۔ وہ چونک کر مڑے۔ کافی تھا۔

ایک مکان کی کھڑکی سے شوکی ہاتھ ہلاتا نظر آیا۔

”اوہ جو لیے مکان کس طرح تبدیل ہو گیا۔“ - رفتہ بڑھا۔

”اوزھر خطرہ محض ہوا ہو گا۔ اس طرف چلو بھی۔“

وہ ڈرائیور کو اس طرف لے آئے۔ شوکی نے مکان کا دروازہ

”لوہو اچھا۔“ دونوں نے گھبر کھا کر اور اپنے سروں کے تخلی ویاں

”یہ... یہ کون ہے؟“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”یار کیوں جھوٹ بولتے ہو... ہمارے سروں کے اوپر تو کافی

”ابھی بتاتے ہیں... لیکن یہ کیا چکر ہے... آپ اس مکان کے چھت ہے۔“ محسن نے منہ بنایا۔

”جیکے اس مکان میں کیوں نظر آ رہے ہیں؟“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے سروں اور چھت اور

”اللہ کی مرضی... اندر آ جاؤ۔ ابھی بتاتے ہیں۔“ پروفیسر داؤڈ ورمیان کیا ہے۔“

”ہم دونوں دیکھے چکے ہیں... ہمیں ورنگلانے کی کوشش نہ کرو... وہ اندر آ گئے، دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب پہلے شوکی نے مکان

”اور پھر وہ اپنے اڈے پر پہنچ گئے۔ اس کے نزدیک بیوی کرنے کی وجہ بنا۔“

”پھر سیاں اس طرف اب تک کوئی آیا۔ میرا مطلب ہے محسن نے سرد آواز میں کہا۔

”ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے نیچے اتر آؤ۔ کوئی زرا بھی غلط اپنیں۔“

کی تو ہم گولی چلا دیں گے۔“

وہ کچھ بڑھاتے ہوئے نیچے اتر گیا۔ اس نے ہاتھ سرت نہیں آئے۔

”خیر... تم دونوں کی کمائی کیا ہے؟“ اٹھا دیے۔ محسن اس سے پہلے اتر چکا تھا جب کہ رفتہ ابھی تک میں بیٹھی تھی اور اس کے پستول کا سارخ بھی اس کی طرف تھا۔

رفعت نے جو کچھ بتتا تھا، سنادیا۔ شوکی کی نظریں ڈرائیور پر جنمیں انہوں نے الو کی آواز سنی۔ وہ چونک کر مڑے۔ کافی تھا۔

”ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟“

”اب تک باقی لوگ بھی پاگل خانے پہنچائے جا چکے ہوں میں پھر میں نہیں۔“ وہ بہا۔
”گے تم.... تم بھی وہیں جانے کی تیاری کر لو۔۔۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم چک دے کر اس طرف لے آئے ہو۔۔۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم تھمیں پھر دے کر اس طرف لاایا ہوں“ اس نے شوخ آواز میں کہا۔
”کیا مطلب؟“

”آپ کو ایک جگہ پہنچانے کی ڈیونی میری لگائی تھی مسڑالا نے.... میں ان کا ایک معمولی سا کارکن ہوں۔“

”اوہ.... نہیں۔“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”ہا! لہذا تم لوگوں کے گرد جال بنا گیا۔۔۔ اس جال کے تحت میں آٹھوں نکڑیوں پر نظر رکھی گئی۔“

”کیا؟“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

”ہا! اب تم لوگوں کو بھی اس پاگل خانے میں بھیج دیا جائے۔۔۔“ ”ہا جیکی.... تم کہاں تک پہنچے۔۔۔ انہیں ایک جگہ جمع کرنے میں کامیاب ہو کر نہیں۔“

”لیکن کیسے۔۔۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

”اوہ.... ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرا فائز کرنا سے۔۔۔“

انہوں نے ٹریگر دیا۔۔۔ لیکن پستول سے گولیاں نہ نکلیں۔۔۔
ان کے رنگ اڑ گئے۔۔۔

”اب یقین آیا۔۔۔ کہ تم میرے چکڑا میں آئے ہو، میں تمہارے

”اب تک باقی لوگ بھی پاگل خانے پہنچائے جا چکے ہوں میں پھر میں نہیں۔“ وہ بہا۔

”گے تم.... تم بھی وہیں جانے کی تیاری کر لو۔۔۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم چک دے کر اس طرف لے آئے ہو۔۔۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم تھمیں پھر دے کر اس طرف لاایا ہوں“ اس نے شوخ آواز میں کہا۔

”آجاؤ۔۔۔ میری کار میں۔۔۔ یعنی نیلی کار میں۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”وہ ان کے ساتھ مکان سے باہر نکلے۔۔۔ اسی وقت انہوں نے

”لکھا۔۔۔ اس مکان کو بھی پولیس گھیرے میں لے چکی تھی۔۔۔ گویا ان

کے پستول اگر کام کر رہے ہوتے تو بھی وہ پولیس سے نہیں بچ سکتے

”لکھا۔۔۔“ اس کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”ہا! لہذا تم لوگوں کے گرد جال بنا گیا۔۔۔ اس جال کے

”میں آٹھوں نکڑیوں پر نظر رکھی گئی۔“

”کیا؟“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

”ہا! اب تم لوگوں کو بھی اس پاگل خانے میں بھیج دیا جائے۔۔۔“ ”ہا جیکی.... تم کہاں تک پہنچے۔۔۔“

”لیکن کیسے۔۔۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

”اوہ.... ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرا فائز کرنا سے۔۔۔“

”لیکن کیسے۔۔۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

”اوہ.... ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرا فائز کرنا سے۔۔۔“

”لیکن کیسے۔۔۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

”اوہ.... ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرا فائز کرنا سے۔۔۔“

”لیکن کیسے۔۔۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔۔۔“

”اوہ.... ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرا فائز کرنا سے۔۔۔“



کچا چبا جانے والے

جیکی اپنی رپورٹ سننے لگا... وہ ابظال کو سنا رہا تھا... اور بھی سن رہے تھے... حیران ہوئے جا رہے تھے... اور پھر اس نے کہا۔ لکھ لگا۔

”میں ان لوگوں کی آخری قحط کو پاگل خانے پہنچانا رہا ہوں۔ اب یہ بھی پاگل ہونے والے ہیں۔“

”بہت خوب جیکی... تم ایک بستر بن کر کن ہو... یہ لوگ تمہارا مقابلہ نہ کر سکتے... میرے مقابلہ کی تو ان میں تاب ہی کمال گی... شکریہ۔“

”اب تم لوگوں کے پاگل ہونے کی باری ہے... پاگل خانہ آنٹش کرازووں میں کما۔“

”ہائیں... تم تو اردو بھی بول لیتے ہو۔“

”ہاں! بس... کجا کیا جائے... مجھے بہت سی زبانیں آتی ہیں۔“

”آخر یہ چکر کیا ہے... ہمیں پاگل خانے میں کیوں بند کیا جا رہا دشمن۔“

”تم کیا ہو... تمہارے تو بڑے پاگل ہو گئے... اور اپنی خوشی ہے۔“

”میچ کو تم لوگوں کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تھا... انہوں سے پاگل ہوئے... زبردستی نہیں۔“

”پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو... بھلا وہ اپنی خوشی تھی۔“

”نے اس بارے میں مسٹر ابظال سے بات کی... انہوں نے یہی فیصلہ کیا۔“

”کیوں پاگل ہونے لگے۔“

”جب تم اپنی خوشی سے پاگل ہو گے تو جان جاؤ گے۔“ وہ بھی ہو سکتے ہوں گے۔“

”خیر ہے دیکھے لیتے ہیں۔“

”ابھی دکھانتا ہوں۔“

کہ تم لوگوں کو ایک ایسی جگہ ڈال دیا جائے جہاں سے تم نکل نہ سکی۔ مانعی بے تحاشہ نہ رہے تھے اور وہ واقعی پاگل نظر آرہے تھے۔ وہ پاگل خانہ ضرور ہے... لیکن چڑیا گھر کی قسم کا۔

”کیا مطلب؟“

”اس پاگل خانے پر تک لگا ہوا ہے۔“

”مم سمجھے نہیں۔“ پروفیسر داؤڈ گھبرکر بولے۔

”حالانکہ بوڑھے تم اچھی طرح سمجھ لئے ہو کہ میں کیا کہ راہیں کر دو گے... میں نے اس کار میں لگے ہوئے ہٹن اور اس نہیں ہوں۔“

”اوہ مالک... کیا اس پاگل خانے کے پاگلوں کو دیکھنے کے لئے ان کو لینا بہت کہتے ہیں... اردو میں اس کو بھنگ کہتے ہیں... نشہ کرنے تک لگا ہوا ہے... یعنی لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔“

”اے! اب تم لوگوں کی تفریخ کا سبب بنو گے... یہیشہ اس پاگل خانہ میں ہنسنے ہیں۔“

”لیکن تم نے اس گیس کا توڑ کس طرح کر لیا۔“

”میں نے کچھ بھی نہیں کیا... مجھے توڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... یہاں پاگل خانہ بھی لوگوں کے لیے نہیں۔“

”اوہ بولو۔“

”اچاںک اس نے کار میں لگا ایک ہٹن دیا دیا... فوراً ہی ان پر نہیں کا دورہ پڑ گیا... وہ بے تحاشہ ہنسنے لگے... لیکن ایک عجیب بات کے کیاں ملاقات کر سکتے ہیں۔“

”یہ بات تو کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔“

”کیا رائل کو بھی نہیں۔“

”اوہ... تو تم یہ بھی جانتے ہو۔“ جیکی بھونچ کارہ گیا۔

اس لیے کہ پروفیسر داؤڈ تھقہ نہیں لگا رہے تھے... البتا ان کے

”تم“۔ جیکی نے مارے جیرت کے کہا۔

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”آخر کیوں... اور کیسے۔“

”میں کوئی عام انسان نہیں ہوں... جسے تم گیس کے ذریعے سلیڈر پر لکھی ہوئی گیس کا نام پہلے ہی پڑھ لیا تھا... ہماری طرف ہوں۔“

”اوہ مالک... کیا اس پاگل خانے کے پاگلوں کو دیکھنے کے لئے ان کو لینا بہت کہتے ہیں... اردو میں اس کو بھنگ کہتے ہیں... نشہ کرنے تک لگا ہوا ہے... یعنی لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔“

”اے! اب تم لوگوں کی تفریخ کا سبب بنو گے... یہیشہ اس پاگل خانہ میں ہنسنے ہیں۔“

”لیکن تم نے اس گیس کا توڑ کس طرح کر لیا۔“

”میں نے کچھ بھی نہیں کیا... مجھے توڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... یہاں پاگل خانہ بھی لوگوں کے لیے نہیں۔“

”اوہ بولو۔“

"میں نے بتایا تاہم... ہم لوگ عام لوگ نہیں ہیں... آخر روز..."

اور ابطال کیوں ہم سے خوفزدہ ہیں... پوری دنیا کو وہ اکلیوں پر نچاہے ہے... اسے بھی اپنے لیکن اس جنگ کا فیصلہ کیا ہو گا۔" اس نے پوچھا۔

عیسائی بنانا رواہ ہے... لیکن وہ ہم سے خوف زدہ ہیں... ان کے خوف "فقہ اور شکست اللہ کے ہاتھ ہے... مسلمان فتح اور شکست سے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں پہلے ہمارے حال پر چھوڑا پہنچا کر نے کے لیے لڑتا ہے... اس لیے کہ وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کا اعلان کیا۔ تاکہ ہمارے بے بی کا تماثلہ دیکھ سکیں... لیکن پھر ان کے دہری خوشی حاصل ہوتی ہے... اور ہم دہری خوشی حاصل کرنے پہنچانے کا فیصلہ کر لیا۔ اگر وہ ہم سے خوف زدہ نہیں ہیں تو ایسا کہ کی پوری کوشش کریں گے۔" وہ روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔
کیا ضرورت تھی۔"

جیکی خاموشی سے کار چلاتا رہا... یا شاید پروفیسر داؤد کی باؤں پوری سرزین پر کمال ہے... کسی کو نہیں معلوم۔"

اس کے پاس کوئی جوب نہیں تھا... باقی لوگ اب بھی بے تھاشہ نہیں رہے تھے۔ "ہاں! ہمارے لیے اس مرتبہ سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے... بھتھ کہ ہم اس کا سراغ نہیں لگایتے... کامیابی کی کوئی صورت ممکن نہیں۔"

"مرثجیکی... آپ کو سانپ سو نگھا گیا کیا؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"نہیں... لیکن آپ کی باتیں درست ہیں اور میں اس بات

جنran ہوا ہوں کہ آخر رائل اور ابطال جیسے لوگ تم لوگوں سے خوفزدہ ہوں۔"

کیوں ہیں... تم لوگوں کو تو میں نے آسانی سے قابو کر لیا ہے۔"

"یہ قابو میں آنا ہماری مجبوری تھی... رائل اور ابطال ہم سے محفوظ رہے۔"

"اپناراز میں کیوں بتانے لگا۔"

"لیکن میں زبردستی بھی تو معلوم کر سکتا ہوں۔"

ملی چوہے کا کھیل کھیل رہے ہیں اور ہم ان سے... ان کی کوشش

ہے کہ ہم ابطال اور ہیڈکوارٹر کا سراغ نہ لگا سکیں... اور ہم سراغ لے کر

”کوشش کر دیکھو۔“

”دیکھو بوزھے آدمی... میں بت سخت آدمی ہوں۔“

”تم اپنی سختی کو بھی آزمائو۔ لیکن جتنی سخت تم کو گے... اسی بخشایا تھا۔ لیکن ہمیں تو اپنے ساتھیوں کے پاس جانا تھا۔ اسی سختی برداشت کرنے کے لیے تیار رہتا۔“ پروفیسر داؤڈ سخت لبجھ لبجھ میں نے کچھ نہ کیا۔ اب تمہاری بلند بانگ باشیں سن کر تمہیں ذرا بولے۔

”تم بے چاروں کو اتنی صلحت نہیں ملتی۔“

”میں اگر چاہوں تو تم ہمیں پاگل خانے لے جائیں لے جائیں گے... اور اگر میں چاہوں تو گاڑی کے اندر تمہیں پاگل بے بس کر دہوڑ گے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں اپنے مشن میں ناکام ہو گیا سکتا ہوں۔ لیکن اس طرح گاڑی الٹ جائے گی اور ہمیں بھی نقصان پہنچے گا۔“

”لے... میں گاڑی روک دیتا ہوں۔“ اس نے ہنس کر کہا۔ اور ساتھیوں کو لے کر اس کار سے کمیں بھی جا سکتا ہوں۔ تمہیں اخفاک ساتھ ہی گاڑی روک دی۔

”پروفیسر داؤڈ نے منہ سے ایک پھونک ماری۔ ان کے منہ میں انہاں اب بلند آواز میں بات بھی نہیں کر سکتے۔ تمہارے منہ سے یہ جو ایک باریک سی نکلی تھی... اس نکلی میں سے ایک سوئی نکلی اور اس کی نکلی نہیں معاف کر دیا جاوے۔ تاکہ ابطال تمہیں موت کے گھاث نہ گدی میں جائی۔“

”اے یہ کیا؟“ اس کے منہ سے نکلا اور پھر اسے اپنا تمام جنم سن ہوتا محسوس ہوا۔

”کیوں مشکوں۔ اب ذرا گاڑی چلا کر دکھاؤ۔“

”س... س...“ اس نے سکاری بھری۔ پھر چند سینٹ بعد کامیں نے کہا۔

”اوہ... میں حرکت کر سکتا ہوں.... آپ... ایک منٹ“۔ لگے ہیں اچانک کار ایک دھماکے سے اڑ گئی.... وہ گرتے گرتے کھتے کھتے رک گیا.... اور پھر اس نے کار میں لگا ایک بُن آف کر رکھے ہیں کیونکہ دھماکا بت خوفناک تھا۔
پھر بولا۔
”آف مالک... ہم تو بال بال پنجے“۔

”اب کار میں ہونے والی کوئی بات ابطال نہیں سن سکے گا۔“ ”اگر آپ لوگوں سے کوئی بات کرنے سے پہلے ہی میں بُن آف رائل“۔

”لہذا تو اس صورت میں یہ حادثہ نہ ہوتا۔ وہ یہ خیال کرتا کہ ڈانسیر
”چلو ٹھیک ہے... اب کہو... کیا کہنا چاہتے ہو“۔ وہ مسکرا کے بُن میں کوئی گز بڑا ہو گئی ہے... خیر کوئی بات نہیں... اب ہمیں پہلی
”آپ بہت کمال کے انسان ہیں... اور مجھ پر آپ نے احلا رمت میں چھپنا ہو گا... وہ اس وقت تک رائل سے رابطہ کر چکا ہو
بھی کیا ہے... میں آپ کے کام آنا چاہتا ہوں“۔
”تو پھر بتاؤ... ہم ابطال تک کس طرح پنج سکتے ہیں“۔

”یہ بات رائل تک کو معلوم نہیں“۔

”تو پھر... آپ ہماری کیا مدد کر سکیں گے بھلا“۔
”ہمیں جلد از جلد اس کار سے دور ہو جانا چاہیے“۔ اس کے کمال تکل گئے... لیکن انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی، اس لیے
کہ جیکی ان کے ساتھ تھا اور وہ شر سے واقف تھا... پھر ایک گھٹیا سی
گھبرا کر کہا۔

”کیوں! یہ ہمیں کاٹ کھائے گی“۔

”میرے ابتدائی جملے ابطال کے کانوں تک پنج چکے ہیں... لہذا...“ ”اب کیا کریں“۔ پس وہ فیسر داؤ نے سکون کا سانس لیتے ہوئے
کچھ نہ کچھ تو ہو گا... اس کار کے ذریعے تو اس کے آدمی فوراً ہم تک رسائی
پنج سکتے ہیں“۔

”اے... باپ رے... تو پھر جلدی کرو“۔

وہ فوراً ہی کار سے نکلے اور تیز تیز قدم اٹھاتے اس سے سالا۔

”ہاں ایسی بات بھی ہے۔“ - رفتہ بولی۔

”پاگل خانے سے ان لوگوں کو نکالنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔“ اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی... میں اب یہیں ہے۔“

”تب پھر وہ خود وہاں سے نکل آئیں گے... ان کی فکر کرنے والے اس سرائے سے باہر نکل آئے اور ایک گلی سے ہوتے ہوئے ضرورت نہیں... سوال صرف یہ ہے کہ تم ان سے میں کسے کیسے ڈنی برداک پر نکلے... پولیس نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ انہیں نہیں معلوم ہو گا کہ ہم کہاں ہیں۔“

”اس سے تو یہ کہیں بہتر تھا کہ ہم بھی پاگل خانے چلے جاتے۔“ ”آپ نے شاید کار کا حادثہ نہیں دیکھا۔“ - شوکی نے جھوٹ سے ”وہ تو ہم اب بھی جا سکتے ہیں... مسئلہ صرف مسٹر جیکل اپنے کے لیے گول مول جواب دیا۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ میری فکر نہ کریں... میں اب ان لوگوں کے ہاتھ نہیں۔“ ”مطلب... یہ کہ وہ اس گاڑی کا ڈرائیور تھا... جو دھماکے سے آؤں گا۔“

”اچھا تو پھر آپ... مگر نہیں... ہمیں آپ سے بھی کام لیتا۔“ اس کا مطلب ہے... وہ مارا گیا۔ خوب... تم لوگوں کو تو میں ہے... اور آپ سے ہم کام اسی وقت لے سکتے ہیں... جب سب لوگ پھر لیا ہے تو اب چلنے پاگل خانے۔“

باہر آ جائیں... اس لیے آپ اگر یہیں قیام کر لیں تو بہتر ہے گا۔“ ”وہ تو خود یہی کھاتے تھے... دل ہی دل میں مسکراتے وہ ان کے لئے گاڑی میں بیٹھ گئے اور پھر ایک بست خوفناک قسم کے پاگل خانے میں آپ لوگوں کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔“

”تو پھر آپ یہیں نہیں... ہم خود ہی پولیس کے ہاتھ لگا کر گاڑی داخل ہوئی۔“

”یہ باقی لوگ بھی آگئے ہیں... ہدایات کے مطابق انہیں بھی جاتے ہیں۔“

”کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟“

”ہاں! اس لیے کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر ہی ہم یہاں ”اوکے“ جیل کے آفیسر نے کہا۔

انہیں جلد ہی اندر بھیج دیا گیا۔۔۔ ایک بچھوٹی سی کوٹھڑی پرے کی کوٹھڑاں بھی دور دور ہوں اور ان کوٹھڑوں کی ہر وقت دروازہ کھولا گیا۔

”اف مالک... اس قدر خوف ہمارے بارے میں۔۔۔“ رفت

”کیا صرف میں؟“ پروفیسر داؤڈ نے گھبراٹے ہوئے کہا۔

”ہاں! صرف تم... اور نہیں تو کیا۔۔۔“ تھم سب کو ایک کوڑا میں بند کریں۔۔۔“ شوکی نے

”بوڑھے... تم اندر چلو۔۔۔“

”ہاں! کیوں نہیں... میں اللہ کی مہربانی سے مسکرا سکتی ہوں۔۔۔“

”انہیں بھی ایک کر کے الگ الگ کوٹھڑوں میں بند کریں۔۔۔“ ”ابھی تمہاری مسکراہٹ بجھ جائے گی۔۔۔“ ان میں سے ایک نے

”ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟“

”کیا!!!“ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ لکلا۔

”ہاں! اور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کس کی کوٹھڑی کا خیر تو ہے... بہت خوش نظر آ رہی ہو۔۔۔“ شوکی کے لجھے میں ہے... صرف اس وقت ہم سے بے احتیاطی ہوئی ہے... جو تم اپنی بھتھی کے سامنے اس بوڑھے کو اس کوٹھڑی میں بند کیا ہے... لیکن اس... ”اپنے ساتھیوں کے قریب آ گئے ہیں... خوش نہ ہوں تو کیا احتیاطی کا علاج بھی کر لیں گے۔۔۔“

”ارے باپ رے... مارے گئے پھر تو۔۔۔“ شوکی نے بوکھا پھر ان کی آنکھوں پر پھیاں باندھی جانے لگیں۔

”یہ... یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔“ شوکی نے بھنا کر کہا۔

”مارے تو تم ایسے گئے ہو کہ اب ساری زندگی مارے ہی۔۔۔“ ”جب ہم تمہیں جیل کے دور درازھے میں اس حالت میں لے رہو گے.... تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے... مسٹر ایظال کی ہدایات لے لیں گے... اور ایک ایک کر کے الگ الگ کوٹھڑی میں بند کر دیں ہیں کہ تم لوگوں کو الگ الگ کوٹھڑوں میں بند کیا جائے۔۔۔“ تو پھر تم لوگ یہ نہیں جان سکو گے کہ کون کہاں ہے اور نہ اس

کو ٹھڑی تک تم آسکو گے۔

”سوال یہ ہے کہ ہم آہی کیسے سکتے ہیں... کو ٹھڑیوں سے
ٹکل سکتے ہیں۔“

”یہ راز کی بات ہے... تمہیں کیوں بتائیں۔“
”تم مذاق کر رہی ہو۔“

کوئی نہ کوئی چکر چلا لیا کرتے ہو... ہو سکتا ہے اس بار بھی چلا لو
”تم ضرور یہ سمجھتے رہو۔“ لیکن جب ہم سب پھر سے اڑ جائیں
اگر تم کسی صورت باہر بھی ٹکل آتے ہو... تو ہم ایک جگہ بچ نہیں
سکو گے... اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ سب کے سبھی ٹکل اک
کوئی ایک آدھ اگر ٹکل بھی آیا تو وہ اپنے ساتھیوں کو ٹکل نہیں ایک نے کھا۔

”معلوم تو نہیں ہوتا۔“ لیکن ہم اس سے معلوم تو کر سکتے
ہو گا... لہذا س کے نکلنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

”مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے جو منظور نہیں۔“

ہوتا ہے۔ شوکی نے شعر پڑھا۔

”تم نے کیا کہا؟“

”میں نے اپنی زبان میں ایک شعر پڑھا ہے۔“ اس سے کہا
”اوہ ہا! یہ شیک رہے گا۔ اے لڑکی... بتاؤ... تم میں سے
لاکھ شعر پڑھو۔ شعر پڑھنے سے تم ان سلاخوں کو نہیں کلے گا اگر ایک باہر ٹکل کیا تو وہ باقی لوگوں تک کیسے بچ سکے گا۔ جب کہ
اسے کچھ پتا نہیں ہو کام کریا تی لوگ کہاں ہیں... اور یہ کوئی چھوٹی سی
ٹکل نہیں ہیں۔“

”تم لوگ دیے ہو بالکل بے وقوف۔“ رفت نے کہا۔

”کیا کہا؟“ اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

”ہاں میں نے غلط نہیں کہا۔ اگر ہم میں سے کوئی ایک
کو ٹھڑی سے باہر آنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ باقی سب کو چکلی بھاگ
کھمارے تو اچھے بھی بتائیں گے۔“

”میں ٹکل لے گا۔“

”میں کیسے گے۔“

”یہ راز کی بات ہے... تمہیں کیوں بتائیں۔“

کوٹھریوں میں بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ رفت کی طرف متوجہ ہوئے۔

”ہاں لڑکی.... اب بتاؤ.... تم میں سے اگر کوئی ایک کسی کوٹھری میں سے باہر نکل گیا تو وہ باقی ساتھیوں تک کس طرح پہنچے گا۔“

”اپنی عقل کے ذریعے۔“

”لیکن ہم نے عقل کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔“

”ایک راستا پھر بھی کھلا رہ گیا ہے۔“

”اور وہ راستا کون سا ہے؟“

”افسوں! میں نہیں بتاسکتی.... اگر میں نے یہ بات تمہیں بتا دی تو پھر ہم گئے کام سے۔“ اس نے مضبوط لمحے میں کہا۔

”اوہ! اب تو ہم تم سے معلوم کر کے رہیں گے۔“

”اے سمجھ کے پاس لے چلتے ہیں.... یوں بات نہیں بنے گی.... یہ بات سمجھ کے علم میں بھی آ جانی چاہیے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہاں! یہ نکل رہے گا۔“

وہ رفت کوٹھرے میں لے کر ایک کمرے میں لائے۔ وہاں ایک بھاری بھر کم سا آدمی وروی میں بیٹھا تھا۔

”یہ ہم اس مزے سے دور رہیں گے اور تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔“

”تو پھر میرے اچھوں سے پوچھوئیں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔“

”یہ یوں نہیں مانے گی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی رفت کے منہ پر ایک گھونسا لگا۔

”اے.... یہ ہرے منہ سے کیا چیز چھو دی تم نے۔“ رفت نے برا سامنہ بنایا۔

”اچھا.... یہ تو ہمارے گھونے کو کوئی چیز چھوٹا کہ لای ہے.... یہ گوشت کی بنی ہوئی ہے یا لوہے کی۔“

”ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔“ رفت نہیں۔

”اس کا انتظام کرنا ہی ہو گا۔“ لیکن پہلے اس کے باقی ساتھیوں کو کوٹھریوں میں بند کرتے ہیں۔“

”رفت تم نے یہ مصیبت خود مول لی.... افسوس۔“ شوکی نے کہا۔

”کوئی بات نہیں.... ذرا مزار ہے گا۔“

”لیکن ہم اس مزے سے دور رہیں گے اور تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔“

”اللہ مالک ہے.... وہ تو مدد کر سکتا ہے یا نہیں۔“

”ہاں ضروری... بے نک۔“ شوکی اور نکھن ایک ساتھ ہوئے۔ پھر ان دونوں کو بھی الگ الگ کوٹھریوں میں اور دور دراز کی

”ہاں آگئی وہ کیا بات ہے... کیا یہ ان میں سے ایک ہے؟“
”ہاں!“ ایک نے کما اور پھر ساری بات دھرا دی۔
بھرے رفتہ کو گھوڑا پھر سرد آواز میں بولا۔
”تم جانتی ہو یا نہیں؟“

”نہیں“۔ اس نے مضبوط لبجے کیا کما۔

”اے الالکا ویسے اور اتنا مارو اتنا مارو کہ یہ خود چیخ چیخ کر کے
لگے کہ یہ بتانے کے لیے تیار ہے۔“

”لو کے سرو۔“

رفعت کو الالکا دیا گیا۔ اور پھر اس کی چینیں گوئنے شروع
ہیں اس پاگل خانے میں اس کی چینیں دور دور تک چاری چھینیں... پھر یہ
پورے پاگل خانے میں گھست کرنے لگی... اور رفتہ کی چینیں اس کے
ساتھیوں کے کاؤں میں آنے لگیں... وہ بے چین ہو گئے... اپنے
جشید کا چڑو تو سخ ہو گیا۔ انہوں نے باہر کھڑے نگران سے کہا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے... کیوں ایک غریب پر ظلم توڑا جا رہا ہے؟“

”تمہاری ایک ساتھی ہے... جانتے ہو... اس نے کیا کہ دعا
ہے۔“

”کیا کہ دعا ہے؟“ وہ بولے۔

اس نے انہیں بتا دیا... کہ رفتہ کے منہ سے کیا بات نکل گئی
ہے اور اس کی پاداش میں اس پر ظلم توڑا جا رہا ہے۔

”آپ میرانی فرمائیں اس ظلم کو روکیں... ہم آپ کے ساتھ
بہت اچھا سلوک کریں گے... یہ میرا وعدہ رہا۔“۔ اسپکٹر جمشید نے درد
بے انداز میں کہا۔

”کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟“۔ باہر موجود نگران نے کہا۔
”وکیوں کیا ہوا؟“ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

”تم یہاں قیدی ہوئے کوئی بند ہو۔“۔ تم تو خود بے بس
بھج سے تم اچھا سلوک کرو گے۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”میں ایک راز کی بات جانتا ہوں... اس راز کی بات کے ذریعے
میں تم سے اس حالت میں بھی اچھا سلوک کر سکتا ہوں۔“۔

”آخر کیسے؟“

”تم چند بہت قیمتی ہیرے حاصل کرنا پسند کرو گے؟“
”تم مجھے لائج دے رہے ہو... لیکن میں اپنی زندگی کا سودا چند
بھروسے کر دے نہیں کر سکتا۔ میر مجھے کچا چبا جائے گا۔“

”کچا تو نہ اس وقت چبا جائے گا جب خود زندہ رہے گا۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”اگر تم ہماری مدد کرو گے تو ہم تم سے بہت اچھا سلوک کریں
گے... اس بات کو لکھ لو۔ اور میر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا...
لیکن بس تم میری تجویز سن لو۔“

”اس نے اوھر اوھر دیکھا۔ پھر سلاخوں سے نڑا کیک ہوتے

ہوئے دبی آواز میں بولا۔
”تجویز سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“



آؤ بھی چلیں

انسپکٹر جمشید دبی آواز میں اسے بتانے لگے۔ ان کی تجویز سن کر
اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔۔۔ پھر وہ دبی آواز میں بولا۔
”اس میں شک نہیں۔۔۔ یہ سودا بہت دلکش ہے۔۔۔ لیکن خطرہ
بہر حال ہے۔۔۔ اگر تم لوگ مجرر کو قابو میں نہ کر سکے۔۔۔ تو میں مارا جاؤں

”دنیں۔۔۔ وہ ہمارے قابو میں ضرور آئے گا۔۔۔ تم فکرنا کرو۔“
”اچھی بات ہے۔۔۔ میں رات کو تمہاری کوٹھڑی کی چاپی چڑا
لائیں گا۔“

”بلکہ باقی کوٹھڑی کی چاپیاں بھی۔۔۔ ورنہ پھر مجھے ان چاپیوں کو
ماصل کرنے میں وقت لگے گا اور اس طرح خطرہ بڑھ جائے گا۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں نہونے کے طور پر کوئی ہیرا مجھے پہلے
لایا دو۔“

”میں ایک ہیرا دے رہا ہوں۔۔۔ تم بے شک کھلانے کے واقعے
لئی باہر جا کر اس کی پڑتال کرالیتا، ایسے بہت سے ہیرے تمہیں ہم

ویں گے اور یہ وعدہ ایک مسلمان کا ہے۔“
”ہوں... ٹھیک ہے۔“

انہوں نے اپنی ایک خفیہ جیب سے ایک ہیرا نکال کر اس پر کچھ پائندہ دیا گیا۔
اگر کم از کم رات تک کوئی خطرہ پیش نہ آئے۔۔۔ احتیاطاً ”اس کی کنٹی
اک اور واڑ کر دیا گیا۔۔۔ اس کے کچھ پسلے ہی اتار لیے گئے تھے
طرف بیٹھا دیا۔۔۔ اس نے پرشوق نظریوں سے ہیرے کو دیکھا اور ہیرا اسپکٹر کامران مرزا نے پس لیے تھے۔

اب وہ باہر نکلے۔۔۔ اور دو سمتیوں میں یہ کام شروع کیا۔۔۔ رفت

”آج رات میں اس ستم پر کام شروع کروں گا۔۔۔ اگر یہ کام کے زمان میں یہ بات آئی تھی کہ صرف ان کے ساتھیوں کی کوٹھریوں
اصلی ہوا۔۔۔ اصلی نہ ہوا تو پھر میں کچھ نہیں کروں گا۔۔۔ اور آپ کے سامنے گمراں موجود ہوں گے۔۔۔ لہذا کوئی ایک ساتھی بھی اگر باہر
 وعدے کے مطابق مجھے اور ہیرے دیں گے۔“

”ہاں بالکل دیں گے۔۔۔ اور تمہیں محفوظ جگہ پر بھی پہنچایا
گے۔۔۔ تم فکرنا کروں۔“

اسی رات اس نے چالی سے کوٹھری کو کھول دی۔۔۔ اسپکٹر جمشید چھپے ایک ایک کر کے ان کے ساتھی باہر آنے لگے۔۔۔ گمراں اندر
نے اس کے کچھ خود پہنچے۔۔۔ اپنے اسے پہنادیے۔۔۔ اور باقی چالیں ہوتے گئے۔۔۔ یہاں تک کہ سب ساتھی ایک جگہ جمع ہو گئے۔۔۔
لے کر آگے بڑھیے۔۔۔ دیوار کے ساتھ لگے وہ آگے بڑھتے رہے۔۔۔ کافیں اسی رفت کا معاملہ باقی تھی۔۔۔ وہ کسی کوٹھری میں نہیں بلکہ میجر
دور جا کر انہیں ایک اور گمراں کھڑا نظر آیا۔۔۔ انہوں نے پیچھے سے جا کر کرے میں الٹی الٹی ہوئی تھی۔

اس کا منہ دلوج لیا۔۔۔ اور کنٹی پر ایک چھا تلا ہاتھ رسید کیا۔۔۔ وہ نہ ہے میجر کے کمرے میں بھی پنج گے۔۔۔ اس وقت یہاں کوئی نہیں
بے ہوش ہو گیا۔۔۔ اب انہوں نے کوٹھری کے اندر دیکھا۔۔۔ وہ خوش ہے۔۔۔ اس لیے انہوں نے اسمانی سے رفت کو یچے اتار لیا۔۔۔ وہ
ہو گئے۔۔۔ اندر اسپکٹر کامران مرزا موجود تھے اور جاگ رہے تھے۔۔۔ انہیں سے چور تھی اور بالکل بے ہوش تھی۔۔۔ اس کی حالت دیکھ کر
انہوں نے ان کی کارروائی دیکھ بھی لی تھی۔۔۔ اور دروازہ کھول کر انہوں نے لے لاٹھی۔۔۔ لیکن ساتھ ہی انہیں فخر بھی محسوس ہوا کہ وہ کس قدر
تھے گمراں کو اندر گھسیت لیا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھ پیر پاندھ دیے گئے۔۔۔ لہذا ٹھیک ہوئی تھی۔۔۔ اس قدر مار برداشت کرنے کے بعد بھی اس نے

منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا اور اگر وہ بول پڑتی تو اس قت وہ
یہاں نہ ہوتے۔

اب اندر سے تین بار ٹھک ٹھک کی گئی... باہر سے پوچھا گیا۔
”کیا بات ہے؟“

”میر صاحب باہر جانا چاہتے ہیں۔“

”نہ نہیں... ٹھرو میں ذرا ایک چکر اندر کا گاہی لوں... پھر
جاتے تو ان کا باہر نکلنا کھٹائی میں پڑ سکتا تھا۔ اگر وہ خبران
دیر تک سوچتے رہے... ایسے میں باہر سے تین بار ٹھک ٹھک کی
لیں اطمینان سے سو سکوں گا۔“ دراصل مسٹر اباظل نے ان قیدیوں کے
دیر تک سوچتے رہے۔ ایسے میں باہر سے تین بار ٹھک ٹھک کی اے
”میں مجھے اس حد تک ڈرایا ہے کہ کیا بتاؤں۔“

”اوے سر... کیا ہم سے کوئی ساتھ چلے؟“

”نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔“

یہ کہ کر میر اندر کی طرف مڑا اور آگے بڑھنے لگا۔ ان کے دل
باہر سے کچھ کہا گیا۔ اندر سے دروازہ کھول دیا گیا۔ انہیں ٹھک کرنے لگے۔ وہ سب ایک تاریک گوشے میں دبکے ہوئے
نے میر کو اندر آتے دیکھا۔ اس کے آنے کے بعد دروازہ فوراً بند ہوئے۔ اور میر کو ان کے بالکل قریب سے گزرنا تھا۔ وہ ہر طرح کی
دیا گیا۔

”مررت حال کر کریے تیار ہو گئے۔“

”میر ان کے پاس سے گزر گیا۔ وہ انہیں نہ دیکھ سکا۔“

”میں ذرا اس کی خیال لے آؤں... واپسی پر میں اس کے لباس
خواب دیکھا۔“ میں نے دیکھا۔ وہ خاص قیدی باہر نکل رہے ہیں۔ ”میں سو رہا تھا۔“

”میر سید ہما اپنے کمرے میں پہنچا اور رفتت کو قاب پا کر اچھل
خواب دیکھا۔“ میں نے دیکھا۔ وہ خاص قیدی باہر نکل رہے ہیں۔ ”میں سو رہا تھا۔“

”میر سید ہما اپنے کمرے میں پہنچا اور رفتت کو قاب پا کر اچھل
خواب دیکھا۔“ میں نے دیکھا۔ وہ خاص قیدی باہر نکل رہے ہیں۔ ”میں سو رہا تھا۔“

”کیا بات ہے؟“

”اندر کوئی گزبروت نہیں ہے۔“

”نہیں سو... گزبر کیوں ہونے لگی۔“

”اندر کوئی گزبروت نہیں ہے۔“

”نہیں سو... گزبر کیوں ہونے لگی۔“

”اندر کوئی گزبروت نہیں ہے۔“

”نہیں سو... گزبر کیوں ہونے لگی۔“

”اندر کوئی گزبروت نہیں ہے۔“

”نہیں سو... گزبر کیوں ہونے لگی۔“

”اندر کوئی گزبروت نہیں ہے۔“

”نہیں سو... گزبر کیوں ہونے لگی۔“

"اے... وہ لوکے پھٹے توک رہے ہیں... ورنہ تم بھی کیا سوچ گے کہ میں کچھ بھی کر نہیں سکا۔" اندھر ہر طرح خیریت ہے۔" اس کے سامنے اسپکٹر جمیڈ کھڑے تھے۔

یہ کہ کر دہ باہر نکلنے کے لئے تیزی سے مڑا اور اس پر بھائی کا جسم تھی رہا۔ وہ لرزتا رہا۔ کاپٹا رہا۔ جھتر اس پر بستے عالم طار ہو گیا۔ اس کے سامنے اسپکٹر جمیڈ کھڑے تھے۔

"اپنی خاموش چیزوں کی آوازیں تم خود تو سن ہی رہے ہو گے۔" "ست... تتم۔"

"ہاں میں... سنو۔ مجھیں اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو منہ میں دوسروں کو سناوں کا کر کے بھٹکتے تھے تم۔ ہمیں کوئی اعتراض آواز نہ نکالنا۔ آواز نکالنی تو جان سے مار دوں گا۔ نہ نکال تو مرنی میں ہو گا۔ تم لوگ ظلم تراویح ہوئے ہیں بھول جاتے ہو کہ کوئی تم تمہیں ہلاکا سما مزا بچھاؤں گا۔"

"خبردار ہے... میرے نزدیک آئنے کی کوشش نہ کر۔" جب وہ پستہ پینٹے تھک گئے تو کمرے سے باہر نکلے۔ کمرے کے غریا۔ ساتھ ہی اس کا پا تھا اپنے پستول کی طرف بیٹھا۔

لیکن وہ سپے چارہ اسپکٹر جمیڈ کے بارے میں کچھ نہیں۔ اب ہمیں اندر والوں کو قابو کرنا ہے۔ یہاں ایک ہلاکا سا کھنکا تھا۔ وہ بھلی کی تیز سے اس پر ٹوٹ پڑے اور چند سیکنڈ میں اسے لٹکان میں سے ایک دو آئیں گے۔ انہیں روچ لیتا۔" نہیں کر دیا۔ پھر پہلے اس کے کپڑے اتارے۔ پھر اس کے مٹا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دروازے کے اندر موجود گمراں چونک بھی کپڑے ٹھوٹیں دیا۔

میں تمہیں کپڑے نہیں پہناؤں گا۔ تاکہ تمہارے ماتحت نہ گئے تم؟" باقی جھٹے میں سے ایک اس حالت میں دیکھ کر خوشی محسوس کر سکیں۔ اور ہاں! اب اس سبب کوئی جواب نہ ملا تو دو اور آئے۔ وہ بھی ذہر ہو گئے۔ حباب ہو جائے رفت کے جسم پر لگائے گئے زخموں کا۔ ایسے میں مجرکی درودی میں اسپکٹر جمیڈ تاریکی سے نکلے اور بے لینے کا ہمارے پاس وقت نہیں۔ ورنہ ہم تمہیں بھی الٹا لکھتا۔ اس دروازے کی طرف بڑھے۔

پوچھتے کہ الٹا لکھا ہوا آدمی کیا محسوس کرتا ہے۔ لیکن خیریں کچھ نہ۔ "مردوں اس طرف گڑھ ہے۔ ہمارے چار ساتھی۔"

”جانتا ہوں۔“ وہ میجر کی آواز میں بولے۔

پھر جو نہیں وہ نزدیک پہنچے۔ وہ چاروں بڑی طرح اچھے لامکھائیں پاہر آٹھ نگران موجود تھے۔ انہوں نے فوراً پستول ان کی بی انہوں نے اپنے پستول ان کی طرف تان دیے۔

”تمہارا میجر اس وقت زخمی سے چور اپنے کمرے میں خبردار... کوئی حرکت نہ کرنا۔“ ان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ہے۔ اگر تم نے منہ سے آواز نکالی تو تمہارا حشر اس سے بھی راکھ لے۔ ان پکٹر کامران مرزا در باقی لوگ بھی پاہر آگئے۔ ان کی آنکھیں مارے گے۔ چپ چاپ چلو اور ایک کمرے میں بند ہو جاؤ۔ ورنہ بہت اور خوف کے چیل گئیں۔ اور پھر انہیں اندر لایا گیا۔ انہیں سلوک نہیں کریں گے۔“

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ان کے جسم پر میجر کی وروٹی ”اب میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں۔“ تاکہ اب قاتل بھی یاد بات کا ثبوت تھی کہ وہ غلط نہیں کہ رہے۔ ان آنکھوں کو بھی اپنے کمرے میں بند کر کے ڈال دیا گیا۔

”میں سمجھ گیا۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔“ ان پکٹر کامران مرزا کے پہلے میں پاہر نکلوں گا۔ میرے پیچے ان پکٹر کامران مرزا کے ہی ٹھہریں گے۔ پھر پاہر کی صورت حال دیکھ کر باقی لوگ آئیں گے۔ ورنہ اس پاکش خالنے یا جیل خانے کے تمام قیدیوں کو رہا کرنا چاہتا ہی ٹھہریں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“ انہوں نے سر ملا دیے۔
انہوں نے تین بار ٹھک ٹھک کی۔

”کیا بات ہے؟“
”میجر صاحب پاہر آئیں گے۔“
”اوکے۔“

”ترکیب بہت خوش کرنے ہے۔“ باقی لوگ مسکرا دیے۔

اب انہوں نے تمام کوٹھریوں کے دروازے کھولنا شروع کیا۔ صدر دروازہ پلے ہی چوپٹ کھلا تھا۔ پاگل نکل کر بھائی سمندر میں حاصل کر لیں گے ان شاء اللہ۔“ لگئے۔ اس وقت تو رات تھی۔ اگر دن ہوتا تو پورے شر میں مل جائی جاتی۔ لیکن یہ مل دن نکلنے پہنچنے والی تھی۔ کیونکہ پاگلوں کو گھروں میں کون پناہ دیتا۔ انتظامیہ کے لیے یہ لوگ مسئلہ نہ دالے تھے۔ یہی سب سوچتے اور مسکراتے ہوئے وہ کوٹھریاں کھو چلے گئے۔ یہاں تک کہ جیل خانی ہو گئی۔ اب انہوں نے پولیس میں داؤ اور شوکی کے ہتھے پر اس سڑائے کا رخ کیا۔ وہاں سے جیل ساتھ لیا گیا۔

”مسٹر جیکی۔“ ہم جلد از جلد شرستے نکل جانا چاہتے ہیں۔“ ورنہ لائچ کا انتشار جس سے باہر کسی دیبات میں پہنچ جانا چاہتے ہیں۔ کسی اپنے ساتھ جائے گا اور جس جگہ سے آپ جہاز پر سوار ہوں گے وہاں دیبات میں۔ جو انتشار جس کے وار الگومت سے بالکل نزدیک ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ لیکن آپ کس ذریعے سے جانا چاہتے ہیں؟“ مسٹر جیکی بولا۔

”ہوائی جہاز کے ذریعے جانے میں حد درجہ خطرات ہیں۔ جو کو فوراً ہی جنگی طیارے مار گرا سکیں گے۔ خنکی کے راستے اگر ہم راستے کریں تو نہ جانے کتنے دن بعد پہنچ سکیں گے۔ لذرا سمندری راستے مناسب رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم بھری جہاز کس طرح حاصل کرے نکال کر لائچ کے مالک کی طرف پہنچائیے۔“ کریں۔ لائچ پر تو اتنا لہما راستے ٹلے ہو گا نہیں۔“

”فی الحال ہمیں ایک عدد لائچ کی ضرورت ہے۔ بھری جہاز ہم دیئے۔ صدر دروازہ پلے ہی چوپٹ کھلا تھا۔ پاگل نکل کر بھائی سمندر میں حاصل کر لیں گے ان شاء اللہ۔“

”ایک بڑی لائچ کا انتظام کرنا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔“

”تو پھر ہم اسی وقت روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔“

”چلے میرے ساتھ۔“

وہ انہیں ساحل سمندر پر لے آیا۔ اس کی تھوڑی دیر کی چلے گئی۔ یہاں دوڑ کے بعد ایک بڑی لائچ کنارے پر آگئی۔

”ڈرائیور آپ خود کریں گے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں! میں کہوں گا۔ ڈرائیور کی ضرورت نہیں۔“

”اس صورت میں لائچ کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔“ ورنہ لائچ کا انتشار جس سے باہر کسی دیبات میں پہنچ جانا چاہتے ہیں۔ کسی اپنے ساتھ جائے گا اور جس جگہ سے آپ جہاز پر سوار ہوں گے وہاں دیبات میں۔ جو انتشار جس کے وار الگومت سے بالکل نزدیک ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ لیکن آپ کس ذریعے سے جانا چاہتے ہیں؟“ پھر۔ قیمت کیا بنے گا۔“

”وہ ہم ادا کر دیتے ہیں۔“ خان رحمان مسکراتے۔

”لائچ کی قیمت۔“ اس کے لیے میں حرمت تھی۔

”ہاں! لائچ کی قیمت۔“ یہ کہ کر انہوں نے اپنی خفیہ جیب سے

مناسب رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم بھری جہاز کس طرح حاصل کرے نکال کر لائچ کے مالک کی طرف پہنچائیے۔“

”یہ۔ یہ کیا ہے۔“

”وتم یہ تو جانتے ہی ہو کہ ہیرا انتہائی سخت ترین چیز ہے۔“

”جی ہاں... یہ بات میں جانتا ہوں۔“

”وتو پھر لانچ میں لو ہے کا کوئی ہتھوڑا تو ہو گا... ایسی چیز بھی لانچ میں رکھنا پڑتی ہیں... دونوں ہیرے لو ہے کی کسی چیز پر رکھ کر اس ہتھوڑے سے ضرب لگاؤ... اگر یہ اصلی ہوئے تو ان کا کچھ نہیں بگزے ہیں... اور اگر نقلی ہوئے تو شکل خراب ہو جائے گی... بلکہ چور چور ہو جائیں گے۔“

”بات تو صحیح ہے۔“

اس نے ایسے کر کے دیکھا... ہیرے بالکل درست حالت میں

ہے۔

”اب تو تمہارا اطمینان ہو گیا؟“ جیکل نے کہا۔

”ہاں ہو گیا... کیا آپ بھی ان کے ساتھ جا رہے ہیں ماشر؟“

”ہیرا کچھ پتا نہیں... ان کے ساتھ جاتا ہوں یا راستے سے لوٹ آتا ہوں...“

”آپ کرنہ کرلو... یہ ہیرے اصلی ہیں۔“

”اچھا ٹھیک ہے... اب یہ لانچ آپ کی۔“

”نہیں بھی ابھی نہیں۔“ اس وقت انپکٹر جشید مسکرا کے

”جی... کیا مطلب... ابھی نہیں۔“

”ہاں! ہم دیکھنا چاہتے تھے... کہ یہ ہیرے ہمارے کام آتے

ہیں یا نہیں... یہ لو... تمہیں ان پر تو افہار ہے نا۔“

”ہیرے ہیں... صرف ایک ہیرا لانچ سے زیادہ قیمت کا ہے اور میں تو آپ کو دو دے رہا ہوں۔“

”لیکن یہ نقلی بھی ہو سکتے ہیں۔“

”اس وقت ہم یہ بات تو ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ ہیرے اصلی ہیں... لیکن بعد میں بات ثابت ہو جائے گی۔“

”لیکن میں اس وقت اپنا اطمینان کس طرح کروں؟“ لانچ کے مالک نے کہا۔

انہوں نے بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا... ان کی نظریں جیکل پر نکل گئیں... جیکل مسکرا دیا اور مانیکل کا طرف مڑا۔

”تم مجھے تو اچھی طرح جانتے ہو نام۔“

”ہاں ماشر۔“ اس نے کہا۔

”تو مجھ پر یقین کرلو... یہ ہیرے اصلی ہیں۔“

”آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں... لیکن ماشر اگر یہ ہیرے نکلے تو میں تباہ ہو جاؤں گا... اس لانچ کے علاوہ میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے نفعی کمانے کا۔“

”ایک منٹ تھہرو۔“ پروفسر راؤڈ کی آواز آئی۔

وہ سب چونک کران کی طرف دیکھنے لگے... ان کے چہرے ایک پراسرار مسکراہٹ تھی۔

انہوں نے جیب سے کرنی نوٹ لکھتے ہوئے کہا۔۔۔ یہ بڑے نوٹ تھے۔۔۔ اور کئی پیکٹ تھے۔۔۔ ان نوٹوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔۔۔

”آن کرنی نوٹوں پر اختیار ہے؟“

”اوہ ہاں۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ اس سے قبیل فوراً ہی ایک نی لائچ خرید سکتا ہوں۔۔۔“

”آپ یہ بھی لے لیں۔۔۔ ہیرے ضرورت کے وقت کے لیے رکھ لینا۔۔۔ اور ہاں اسلام کا مطالعہ ضرور کرنا۔۔۔ اسپکٹر جشید بولے۔۔۔

”اسلام کا۔۔۔ اس کے لیے میں حیرت تھی۔۔۔
”ہاں! اسلام کا۔۔۔“

”لیکن اسلام اب کہاں رہا۔۔۔ اس کا نام و نشان تو پوری دنیا سے مٹا دیا گیا ہے۔۔۔ اب تو یہ سایت کا دور دورہ ہے۔۔۔“

”نہیں! یہ بھول ہے تمہاری۔۔۔ اسلام کا سورج اسی طرح جنمگا رہا ہے۔۔۔ فرب کا یہ پردہ بست جلد چاک ہو جائے گا۔۔۔ ہم مسلمان ہیں۔۔۔ یہ سوچ کر کل ہیروں کو چیک کرنا۔۔۔“

”اوہ بھئی چلیں۔۔۔“

وہ لائچ میں بینہ گئے۔۔۔ ماہی گیر بست بنا ساحل پر کھڑا ان کی طرف دیکھتا رہا۔۔۔ شاید یہ مختصری ملاقات اس کی زندگی کی حیرت انگیز ملاقات تھی۔۔۔ پھر جب لائچ کا انجن شارت ہوا۔۔۔ اور وہ ساحل سے

در ہونے لگے تو اس کا ہاتھ اوپر اٹھ گیا اور الوداعی انداز میں ٹھنڈے انہوں نے بھی مسکرا کر ہاتھ بلا دیئے۔۔۔ جب تک وہ نظریوں سے ارجمند نہ ہو گئے۔۔۔ ہاتھ ہلتے رہے۔۔۔ ہلتے رہے۔۔۔

”اب اس نعم کا دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے۔۔۔“ منور علی خان کی آداز نے انہیں چونکا دیا۔

”اور ادھرات بھی گزر رہی ہے۔۔۔ دن نکل رہا ہے۔۔۔ کیوں نہ پہنچ نماز ادا کر لیں۔۔۔“

”بالکل ٹھیک۔۔۔“

انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔۔۔ پروفیسر داؤ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔۔۔ جیکی انہیں نماز ادا کرتے دیکھتا رہا۔۔۔ جب وہ لامسے فارغ ہو گئے تو اس نے کہا۔۔۔

”میں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے اکثر دیکھا ہے۔۔۔ لیکن کبھی اپنے دل میں دماغ میں کوئی ہل چل محسوس نہیں کی تھی۔۔۔ لیکن آج دی جانے کیا بات ہے۔۔۔ میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔۔۔“

”ہم آپ کو بھی اسلام کے مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔۔۔“

”لیکن بغیر کتابوں کے میں مطالعہ کس طرح کروں۔۔۔“

”ہم آپ کو سب کچھ دیں گے۔۔۔ آپ فکر نہ کریں یہ کہ کر نور علی خان نے اپنے شکاری تسلیم میں سے چند کتابیں اسے دے دیں۔۔۔“

”اُن کا سفر تین دن اور تین رات جاری رہا۔ لائق پر زار ملکیتیں اور بے وقوف لوگ تو قبور کو سجدہ کرنے لگتے ہیں۔“ -
”جب کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پڑول موجود تھا۔ ورنہ وہ اس قدر طویل سفر نہ کر سکتے۔ اور پھر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نہیں جھکتے تھے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے تھے۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جہاز ائمہ آتا نظر آیا۔
”خیزدار... یہ جہاز دشمن جہاز بھی ہو سکتا ہے اور دوست بھی۔“ -
الپکٹر کامران مرزا بولے۔

”ایسی باتیں لوگوں میں دین سے لاعلمی کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ ہم سب کو دین کے احکامات کے متعلق علم حاصل کرنا چاہیے اور اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق برس کرنی چاہیے۔“ -
”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ نصیب فرمائے اور انہیں شرک کے پچائے۔“ - خان رحمان بولے۔
”آئیں۔“ - سب نے ایک ساتھ کہا۔

”اور اب ذرا اس جہاز کی طرف توجہ کر لی جائے۔ اللہ کے پیچاروں سے جہاز ثابت ہو۔“ - انپکٹر جشید نے پریشان آواز میں کہا۔
”آخر دوست جہاز سے آپ کی کیا مراد ہے؟“ - جیکی نے جیران بول کر کہا۔

”مسلمانوں کا جہاز۔“

”لیکن اب دنیا کے نقطے پر مسلمان کہاں رہے ہیں؟“ -
”ایسی بات نہیں مسٹر جیکی۔ ابھی مسلمان ہی مسلمان موجود کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سوائے کسی کو بھی سجدہ نہیں کیا جاتی۔ ان گفت لوگوں نے صرف ظاہر میں عیسائیت قبول کی ہے۔“ -

”اُنچ پر زار ملکیتیں اور بے وقوف لوگ تو قبور کو سجدہ کرنے لگتے ہیں۔“ -
”جیسے... اب جہاز بھی دشمن اور دوست ہونے لگے۔“ - فارزان
نے جیران ہو کر کہا۔
”ابھی دیکھنا۔ آگے آگے کیا ہوتا ہے؟“ - آفتاب بولا۔
”آگے آگے کیا دیکھیں، سوائے پانی کے کچھ نظر۔ نہیں آتا یہوں لگتا ہے جیسے یہ ساری دنیا صرف پانی ہی پانی ہے۔“ -
”پانی پانی پر ایک شعر یاد آگیا۔“ - اشFAQ بولا۔
”چلو سنا دو۔ کوئی حرج نہیں۔ جہاز ابھی بہت دور ہے۔“
انپکٹر جشید مکارے۔
”شکریہ انکل... سنئے۔“ -

پانی پانی کر گئی مجھ کو ٹلندر کی یہ بات تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من
”بہت اچھا شعر ہے۔“ - انپکٹر کامران مرزا بولے۔
”آج کل تو غیر کے آگے صرف جھکتے نہیں۔ ان کو سجدہ بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سوائے کسی کو بھی سجدہ نہیں کیا جاتی۔

”لیکن کب تک... جب وہ دیکھیں گے کہ اپ دنیا میں اسلام
سورج پھر سے ظلوع نہیں ہو رہا تو وہ عیسائی بن کر رہ جائیں گے۔“
اسی وقت جہاز انہیں صاف نظر آئے لگا... وہ بڑی طرح اچھے



تیسرا لڑکی

یہ جنگی جہاز تھا... اس پر فوج موجود تھی... ان کے ہتھیاروں کا
ن ان کی طرف تھا۔

”مارے گئے“ - انپکٹر جشید نہ کربولے۔

”مارے گئے میں ہنسنے کا کیا کام؟“ خان رحمان حیران ہو کر

”خدا کی شان ہے... آج بڑے ہمارے انداز میں گفتگو کر رہے
ہیں۔“ آصف بولا۔

”لیکن ہم ان کے انداز میں بات کیوں نہیں کر رہے؟“ - آفتاب
کلبے میں حریت قی

”دستِ تیرے... دشمن سر پر ہے اور ہمیں یا توں کی سو جھ رہی

”ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں... اس پورے جنگی جہاز کے مقابلے
کے ہم ہیں بھی سمندر میں... اگر پسلے سے اندازہ ہو جاتا کہ یہ جنگی
تھے تو لائن میں ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کر سکتے تھے... لیکن اپ

کچھ نہیں کر سکتے۔

”تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ جہاز کی سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔“ تم اور ہمیں دولت دو گے۔“ اس نے پر غور انداز میں ایک ایک کر کے اس جہاز پر آ جاؤ۔ ورنہ تم لوگوں کو ایک ہی وارنے کا سب غرق کر دیا جائے گا۔“

”چلو بھی۔ جو یہ حضرت کہ رہے ہیں۔ وہی کرو۔“

وہ جہاز پر جھیخ گئے۔ ان کی لانچ کو بھی جہاز میں کھینچ لیا گیا۔ انہیں کے۔۔۔ اس کے بعد تمہارے جسم ہمارے لیے بے کار ہیں۔۔۔

”اب بتاؤ۔۔۔ تم لوگ کون ہو؟“ جہاز کے پیمانے نے تیز آہم ان کو سمندر میں پھینکنا زیادہ پسند کریں گے۔۔۔ بجائے اس کے تمہیں میں کہا۔۔۔ وہ ایک سیاہ قام آدمی تھا۔۔۔ لیکن جہاز پر اس کے علاوہ اسے کر دور دراز کا سفر کریں۔۔۔ اور اس لانچ سمیت تمہیں جانے دیں۔۔۔ اس طرح یہ لانچ بھی ضائع کریں گے۔۔۔ جب کہ اس کے ہمیں کوئی سیاہ قام نہیں تھا۔

”ہم انسان ہیں۔“ اسپکٹر کامران مرا ابو لے۔

”وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔“ کپتان نے برا سامنہ پڑایا۔

”پہلے آپ بتائیں۔۔۔ آپ کون ہیں۔۔۔ کیا چاہتے ہیں؟“

”ہم بحری ڈاکو ہیں۔“ وہ ہنسا۔

”بحری ڈاکو۔۔۔ اور یہ فوجی لباس۔“

”یہ دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے ہے۔۔۔ ہم نے ایک لٹکائی۔۔۔ ہر جزو جو انہیں مل سکی۔۔۔ حاصل کر لی جہاز کو لوٹا تھا۔۔۔ اس کی وردیاں پن لیں۔۔۔ اور فوجیوں کو سمندر پھینکنے، تھیار پہلے ہی قبضے میں لے لیے گئے تھے۔۔۔ لوہو گئی تلاشی۔۔۔

”لہٰ سے پہلے کہ ہم تمہیں سمندر میں پھینکیں۔۔۔ تم وہ بات کر سکتے بھینک دیا۔۔۔ ہاہا۔“

”آپ کا مقصد دولت حاصل کرنا ہے نا۔۔۔ ہم آپ کو دولت کا ذکر کر رہے تھے۔“

دیتے ہیں۔۔۔ آپ ہمیں اشارجہ کے کسی ساحل کے آس پاس اس ”آپ کو اس لانچ کے کتنے پیسے مل جائیں گے۔“ اسپکٹر کامران

پیٹ اندازیں۔“

مرزانے کچھ سوچ کر کما۔

”کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم سے لوگ اونے پونے ہی خیر بھر لائج کی قیمت کس طرح ادا کو گے۔“
”ہیں.... اس لیے کہ وہ جانتے ہیں.... ہم ڈاکو ہیں.... ہمارے پاس لوگوں کو چھوڑ دیں... آپ بات کریں۔“
”ٹاید تم لوگوں نے ان کی اچھی طرح تلاشی نہیں لی.... ایک بار مال ہوتا ہے۔“

”آخر تم یہ زندگی چھوڑ کیوں نہیں دیتے.... نیک کیوں نہیں گزانتے؟“
”ان کی ایک بار پھر اچھی طرح تلاشی لی گئی.... لیکن کچھ نہ ملا۔“
”بڑا چرخان ہوئے بغیر نہ رہ سکے.... آخر کپتان نے کما۔“
”اکیس سمندر میں سفر کرنے سے تم لوگوں کے دامغ تو نہیں الہ ہیں۔“ آصف نے منہ بٹایا۔

”ایسی دعویٰ ہمیں بہت سے لوگوں نے دی ہیں.... تم لوگ کی بات کرو، اگرچہ ہم جانتے ہیں تمہارے پاس کوئی کام کی بات کرنا کر آپ ہمیں لائج سمیت جانے دیں گے۔ شرط یہ ہے۔“
”لٹک ہے.... تم دس ہزار ڈالر دے دو اور لائج لے جاؤ۔“
”کے لیے نہیں ہے۔“

”شکریہ اکٹان.... اب اپنی بات پر قائم رہنا۔“
”ہمارے جسموں کو سمندر میں غرق کر کے آپ کو کچھ حاصل نہیں۔“
”ایں نہیں ہے۔“
”اپکثر جمیل نے اک خفیہ جیب سے کرنی نوٹ نکالے اور دس گا۔ لہذا آپ اس لائج کی قیمت ہم سے لے لیں.... اور ہمیں لائج کی کمی رہیے.... لیکن ان تین تکمیلیں مارے جیسے کے پھیل گئیں.... جانے دیں۔“
”تم لوگ پاگل تو نہیں ہو گے۔“ کپتان ہنسا۔

”یہ بات آپ نے کیوں کی؟“
”اس لیے کہ ہمیں دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہیں۔“
”الو کے پھوٹو... یہ تم نے تلاشی لی تھی۔“
”باس! ہم نے بہت اچھی طرح تلاشی لی تھیں۔“

”جیسے آپ کی مرضی“۔

”باس! ایک عجیب بات ہے“۔ اس کے ایک ساتھی نے چونک طرح تلاشی لی تھی.... یہ تو صرف دس ہزار ڈالر ہیں.... ہم تو آپ کا لکھا۔

”جلدی بکو“۔

”جب ہم نے انہیں جہاز پر سوار کیا تھا۔ ان کے ساتھ تین قبائلیوں تھیں۔ اب دو نظر آ رہی ہیں“۔

”ہائیں.... تو پھر تیسری لڑکی کہاں چلی گئی“۔ کپتان دہاڑا پر نکال کر یہاں ڈھیر کر دو۔ پھر میں تمہیں لانچ سمیت جانے والوں کا۔

”نہیں کپتان صاحب۔ آپ اس صورت میں بھی ہمیں نظرنا آئی۔ وہ مسکرا اٹھے۔ لارڈ دوڑا تھیں۔ فرزانہ انہیں کہیں نظر نہ آئی۔ وہ دوڑا تھے۔ لارڈ اکٹھا کرتی تھی۔ اور پھر کوئی کام و کھاویا کرتی تھی۔“

”بلکہ کپتان صاحب۔ اگر آپ مجھ سے مقابلہ جیت کر لے جائیں! تمہارے ساتھ تین لڑکیاں تھیں؟“ کپتان اب ان کی لارڈ مڑا۔

”ہاں جناب یہ اس میں تو نہ نہیں“۔

”تب پھر تیسری لڑکی کہاں ہے؟“

”اس پر تو ہم خود بھی جیزاں ہیں“۔

”ارے کہیں وہ سمندر میں تو نہیں گر گئی“۔

”یا اللہ رحم“۔ اسکپڑہ جشید اور ان کے ساتھی ایک ساتھ

”اُن پر بگزرنے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے واقعی بست اکٹھا۔ اور رقم بھی دے سکتے ہیں“۔

”تو دو نا“۔ کپتان لاپچی انداز میں بولتا۔

”آپ تو سووا کر چکے آپ۔ لانچ ناٹھے حوالے کر دیں“۔

”نہیں۔ ابھی تم لوگوں کے پاس اور وہیت ہے۔ لانچ

نکال کر یہاں ڈھیر کر دو۔ پھر میں تمہیں لانچ سمیت جانے والوں کا۔“

”نہیں کپتان صاحب۔ آپ اس صورت میں بھی ہمیں نظر نہ آئی۔ وہ مسکرا اٹھے۔“

”تم لوگ کچھ عجیب سے لگتے ہو“۔

”بلکہ کپتان صاحب۔ اگر آپ مجھ سے مقابلہ جیت کر لے جائیں! تو میں آپ کو اس پورے جہاز کی قیمت دے سکتا ہوں“۔

”کیا کہا۔ پورے جہاز کی قیمت“۔ وہ چلا اٹھا۔

”جانتے بھی ہو۔ کتنی قیمت کا ہے یہ۔ پورے چالیس کا

ہے“۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم آپ کو چالیس کروڑ دیں گے“۔

”ضرور۔ تم لوگ پاگل ہو“۔

”من نہیں۔ ہم میں سے ایک آدمی بھی پاگل نہیں ہے“۔

”تب پھر میں تم لوگوں کی تلاشی خود لوں گا“۔

”نہیں بس... یہ لوگ عرش سے دور کھڑے ہیں۔“

”تب پھر وہ نیمیں کہیں ہو گی... تلاش کر... جلدی۔“

اس کے بے شمار ساتھی فرزانہ کی تلاش میں نکل گئے۔ سترے سکتے ہیں کہ آپ نے کبھی سمندری خواب میں بھی نہ دیکھی ہو میں اس وقت لمبیں بہت بلند ہو رہی تھیں... یوں لگتا تھا جیسے طوفانیں... فاروق نے جل کر کہا۔ آئے والا ہے... اور ان کا جماز زور زور سے چکولے لے رہا تھا۔ ”سمندری خواب... یہ کیا بات ہوئی؟“ آفتاب نے حیران ہو کر نہیں اپنے قدم جمانے میں کافی دشواری ہو رہی تھی۔

”پتا نہیں... کوئی بات ہوئی یا نہیں۔“

”سوئے کی کان... کیا مطلب؟“

”کپتان صاحب! آپ مجھ سے مقابلہ کر لیں... اگر آپ نے

”باس! اس لڑکی کو ہر طرف تلاش کیا گیا... لیکن وہ کہیں نہیں لجھے۔ نکست وے دی تو ہم آپ کو اس جماز کے برابر رقم دیں گے۔“

”تم مجھ سے مقابلہ کرو گے۔“ کپتان ہنسا۔ اس لیے کہ وہ بہت

لبائی ترکا تھا۔ اس کا ذیلیں ڈول ہد درجہ تھا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ بس چلایا۔

”تب پھر وہ سمندر میں ہی نہ گر گئی ہو۔“ ایک نے ڈر

کے دکھادیں... چھوٹے... زرا آگے آنا۔“

”ہاں مقلوب... بلکہ آپ ہمارے کسی چھوٹے فرد سے مقابلہ کر ڈرے انداز میں کہا۔

”چلو خیر... ایک لڑکی اگر کسیں جماز پر چھپ گئی ہے تو وہاں کیا بگاڑ لے گی... ہاں اب تم کو بات۔“ وہ پہلے ان کی طرف مڑے۔

”آپ اس سے لذکر لے سکتے ہے کہ آپ کو ہم لائچ کی قیمت ادا کر چکے ہیں... میں اور اس پچے سے لٹوں گا۔“

”کیوں میرا مذاق اڑانا ہے... میں اور اس پچے سے لٹوں گا۔“

”لائچ ہمارے حوالے کریں۔“

”نہیں... میں تم لوگوں کو سمندر میں پھینکنے کا حکم دے۔“ تھیں پھونک مار کر سمندر میں گرا سکتا ہوں۔“

”اول... پھینک دو انہیں۔“

”دو اکو صاحب... ہم سونے کی کان ہیں... اتنی دولت آپ کو

سکتے ہیں کہ آپ نے کبھی سمندری خواب میں بھی نہ دیکھی ہو

میں اس وقت لمبیں بہت بلند ہو رہی تھیں... یوں لگتا تھا جیسے طوفانیں... فاروق نے جل کر کہا۔

آئے والا ہے... اور ان کا جماز زور زور سے چکولے لے رہا تھا۔

”سمندری خواب... یہ کیا بات ہوئی؟“ آفتاب نے حیران ہو کر

کہا۔

کافی دیر تک فرزانہ کی تلاش جاری رہی۔ اس دوران کے

نے ان سے کوئی بات نہ کی... آخر اس کے ساتھی وہاں آگئے

کے سر جھکے ہوئے تھے۔

”کپتان صاحب! آپ مجھ سے مقابلہ کر لیں... اگر آپ نے

”باس! اس لڑکی کو ہر طرف تلاش کیا گیا... لیکن وہ کہیں نہیں لجھے۔ نکست وے دی تو ہم آپ کو اس جماز کے برابر رقم دیں گے۔“

”تم مجھ سے مقابلہ کرو گے۔“ کپتان ہنسا۔ اس لیے کہ وہ بہت

لبائی ترکا تھا۔ اس کا ذیلیں ڈول ہد درجہ تھا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ بس چلایا۔

”ہاں مقلوب... بلکہ آپ ہمارے کسی چھوٹے فرد سے مقابلہ کر ڈرے انداز میں کہا۔

”چلو خیر... ایک لڑکی اگر کسیں جماز پر چھپ گئی ہے تو وہاں کیا بگاڑ لے گی... ہاں اب تم کو بات۔“ وہ پہلے ان کی طرف مڑے۔

”آپ اس سے لذکر لے سکتے ہے کہ آپ کو ہم لائچ کی قیمت ادا کر چکے ہیں... میں اور اس پچے سے لٹوں گا۔“

”لائچ ہمارے حوالے کریں۔“

”اوہ! اب میں سمجھی۔“ فردت نے چونک کر کما۔
”وکیا سمجھو گئیں تم؟“

”فرزانہ کو کپتان صاحب کی پھونک لگ گئی ہو گی۔“

”ارے باپ رے۔ تب تو ہمیں فرزانہ کی موت پر دو آنسو بہا
دینے چاہتیں۔“

”وہ بعد میں بہائیں گے۔ پہلے مقابلہ ہو گا۔ کپتان اگر اس
نیچے کو شکست دے دو تو ہم تمیں اس جماز کے برابر دوست دیں گے۔
اور اگر تم ہار گئے تو ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہمیں انشلاجہ کے کسی
ساحل تک پہنچا دیا جائے۔“

”چلو منتظر ہے۔ لیکن تم دولت دو گے کمال سے؟“

”یہ ہماری ذمے دری ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ بعد میں تم یہ نہیں کو گے۔ یہ تو پچھے
تھا۔ اور یہ کہ ہم مذاق کر رہے تھے۔“

”نہیں۔ میں ایسا نہیں کہوں گا۔ انپکٹر جمشید بولے۔“

”اوپچھے۔“ اس نے محمود کو لکارا۔ دنوں ہاتھ لڑائے۔

محمود پر سکون انداز میں آگے پڑھا۔

”لیکن ہم نے یہ طے نہیں کیا کہ مقابلہ کس طرح ہو گا۔ کسی
تھیمار سے ہو یا صرف ہاتھ پاؤں سے۔“ کپتان نے کہا۔

”جس طرح تم پسند کرو۔“

”ہاتھوں سے مقابلہ کرنا بہتر ہے گا۔“
”چلنے نجیک ہے۔“

کپتان نیزی سے محمود کی طرف پڑھا۔ اس نے ایک ہاتھ بلند
کیا۔ ہاتھ نے کئے کی صورت اختیار کی اور اور پھر کہ اس کے منہ کی
طرف پڑھا۔ کہ اس کے منہ کے اوپر سے گزر گیا۔ اور محمود اس کی
کمر کی طرف کھڑا نظر آیا۔

سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ محمود نے اس کے جسم کو ہاتھ
گانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کپتان حیرت زدہ سے انداز میں اس کی
طرف مڑا اور پھر اس نے خوفناک انداز میں جھپٹا مارا۔ محمود نیچے
پیٹھ کر ایک طرف لڑھک گیا اور وہ منہ کے زمین پر گرا۔

”میں تمیں اٹھنے کی مہلت دے رہا ہوں اور خود کوئی وارث نہیں
کر دیا ہوں۔ اس بات کا خیال رہے۔“ محمود نے بہس کر کما۔

کپتان تملکے ہوئے انداز میں اٹھا اور اس کی طرف پڑھا۔
اب وہ ایک ایک قدم کر کے آگے پڑھ رہا تھا۔ محمود ڈرے ڈرے
انداز میں پچھے پڑھا گا۔ کپتان کے ساتھی لگے ہیں۔

”خاموش رہو۔“ کپتان دہڑا۔

”کپوں باس۔ کیا ہوا۔“

”یہ لوكاڑ نہیں رہا۔ ڈرنے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔“

”اوہ۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

کپتان آگے بڑھتا رہا۔ وہ پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ محمود کی
کمر جہاز کی رسینگ کے ساتھ نکل آئی۔

”اب کہاں جاؤ گے بچو؟“ کپتان نے بھنا کر کما اور پھر بچھا
مارا۔ لیکن اس کا سر رسینگ سے نکلا گیا۔ محمود تو سرک کر کچھ فاصلے
پر چلا گیا تھا۔

”آؤ آؤ... دیسے میرا خیال ہے... تمہیں وکھائی نہیں دتا۔
ورنہ ایک بار تو دیکھ کر وار کرتے۔“

”میکو مت“۔ وہ دھاڑا اور پھر اس پر چھلانگ لگائی۔
محمود فوراً رسینگ پر سے ہٹ گیا۔ کپتان کا اونچا دھڑ پیٹ کے
قریب رسینگ سے نکلایا اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ الٹا اور
سمندر میں جا گرا۔

”بہت خوب محمود۔“

اب کپتان کے ساتھی سکتے کے عالم میں کھڑے تھے۔ پھر وہ
رسینگ کی طرف دوڑ پڑے۔ سردار سمندر میں غوطے لھاتا جہاز کی
طرف آ رہا تھا۔ پھر اس نے سیڑھی کو پکڑ لیا اور اوپر آنے لگا۔

”اب اسے جہاز پر نہ آنے دنا۔“ انپکڑ جمیل نے اردو میں
کہا۔

”بہت بہترابا جان۔“ وہ مسکرا یا۔ اور سیڑھی کی طرف دوڑا۔
جونی کپتان کا سر نظر آیا۔ محمود نے ایک ٹھوکر اس کے سر پر

”اب ہاں کوئی نہ... ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ تم
لوگوں نے اس سے بھی کیا برا دیکھا ہو گا۔ تمہارے کپتان نے بار بار
 وعدے کو توڑا۔ تم بھی آخر اسی کے تربیت یافتے ہو۔“

”ہم... جو آپ کہیں گے... وہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔“
تم میں سے جہاز کوں اچھی طرح چلا سکتا ہے؟“

”میں... میں ہی جہاز چلتا ہوں۔“

”کیا تم ہمیں اشارجہ تک لے جا سکتے ہو... اس کے
دراز الحکومت کے نزدیک... کسی دہمات تک۔“

”ہاں! میں لے جا سکتے ہوں... ہم لوگوں کی لوٹ مار کا دائرہ
بہت وسیع ہے۔“

”ٹھیک ہے... اس ایک کوروک لو... باقی سب کو سمندر میں
جنپک وو... اسی طرح بندھی حات میں۔“

”لارجم... ہم پر رحم کریں۔“

”جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم کیسے کیا جا سکتا ہے...
تم لوگوں سے خدا کی تخلوق کو محفوظ کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے
کہ تمہیں غرق کر دیا جائے... کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پھر لوگوں کو لوٹنا
شروع کر دو۔“

”ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جیسی چاہے قسم لے لیں۔“

”اچھی بات ہے... تب پھر اس کی صرف ایک صورت ہے۔“

بڑی کر کے اپنی روزی کماوے گے۔"

"اب، ہم اس جہاز کا کیا کریں؟" نائب سردار نے کہا۔

"یہ بھی تم لوگوں نے لوٹا ہو گا۔"

"ہاں!" وہ بولا۔

"کو شش کرو۔ جس سے لوٹا ہے... اسے پہنچا دو۔"

"لیکن اس بے چار کو تو ہم نے مار دالا تھا۔"

"خوبی۔ تم اس کے وارثوں کو دے سکتے ہو۔ لوٹی ہوئی رقیں

لیں تم ان کے مالکان تک پہنچاؤ۔ اگر کوئی نہ مل سکے تو... خیرات کر

لیں۔"

"توبہ کرنا بھی کس قدر مشکل کام ہے۔" ایک ڈاکونے کہا۔

"ہاں! مشکل ضرور ہے۔ لیکن بہت دل کش ہے۔ تم ایک

لعلی خوشی حاصل کرو گے۔ ہر چیز کو ان کے وارثوں تک پہنچا کر۔"

"جمال تک ممکن ہوا۔ ہم ایسا کریں گے۔ آپ بے گلر

لیں۔"

"ہمیں امید ہے۔ ہمیں امید ہے۔" اسپکٹر کامران مرزا نے

ٹراکر کہا۔

اور پھر وہ لانچ میں سوار ہو گئے۔ جہاز سے رخصت ہوئے۔

لڑکوں میں آنسو لیے انہیں الوداع کر رہے تھے۔ وہ ڈاکو

ت انسان بن چکے تھے۔ یہ حرث انگریز تبدیلی ان میں اسلام کی

"اوہ... تو کوئی صورت ہے۔"

"ہاں... صرف ایک... کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دیں گے۔ اور ہمیں تم لوگوں کو اشارجہ تک پہنچانا ہو گا۔ اس کے بعد تم لوگوں کو واپس آنے کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن اگر کہیں میں نے سنا کہ تم لوگوں نے پھر سے لوٹ مار شروع کر دیا ہے تو یاد رکھو۔ ہم پھر تمہیں سزا دینے کے لیے آسکتے ہیں۔ اور اس وقت تمہیں معافی نہیں ملے گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

اور پر انہیں گلمہ پڑھایا گیا۔ اسلام کی موئی موئی اصول بتائے گئے۔ نماز، روزے کا طریقہ سکھایا گیا۔ اس طرح ان کا آگے گا سفر شروع ہوا۔

اس دوران وہ برابر انہیں اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ نماز ادا کرنے کے قابل ہو گئے۔ جہاز پر پانچ وقت کی اذان ہونے لگی۔ سب لوگ باقاعدہ جماعت سے نماز ادا کرنے لگے۔ آٹھ ون کے بعد انہیں بتایا گیا کہ وہ اشارجہ کے دار الحکومت کے بالکل نزدیک پہنچ گئے ہیں۔

"تب تم ہمیں یہیں اتار دیں۔ ہماری لانچ ہمارے حوالے کر دو۔ اور یاد رکھو۔ اب تم اپنے گھروں کو جاؤ گے۔ اور مخت

بدولت آئی تھی۔

لائق کے ذریعے سفر کرتے وہ ایک دیہاتی ساحل پر پہنچ گئے۔ اس جگہ پہنچے ہی بستی لانچپیں کھڑی تھیں۔ معلوم ہوا۔ گاؤں میں بڑوت ہے۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔ کیروں کا ہے۔ وہ لانچپیں کے ذریعے مچھلیاں پکڑتے تھے اور شرمن پہنچاتے تھے۔ انہوں نے اپنی لائق ان سے کافی فاصلے پر روکی تھیں اور پھر جنگل میں جا کر چھپ گئے تھے۔

”ہم اتفاق سے بہت اچھی جگہ پہنچ گئے۔ خوبی طور پر ان لوگوں میں گھن مل کر شہر جاسکتے ہیں۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”اس کے لیے بھی کچھ قانون ہو گا۔“ منور علی خان مسکرا کر ”ہمیں غور کرنے کی مہلت دے دیں۔“

”ہاں بالکل۔ یہ اپنا پرمث یا اس قسم کی کوئی اور چیز دکھا کر شر میں داخل ہو سکتے ہوں گے۔ تم فکرنا کرو۔ ہم ابھی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔“

یہ ڈیوٹی منور علی خان کے ذمے نکالی گئی۔ وہ گاؤں کے سب لوگ عیسائی تھے۔ ان میں کوئی مسلمان نہیں کے نزدیک جا کر معلومات لے آئے۔

ان سب مانی کیروں کے پاس اشارجہ کے کاغذات موجود تھے۔

انہوں نے مچھلیوں پکڑنے کا نھیکا لے رکھا تھا۔ پورا گاؤں مل جل کر ”آپ ہی ٹھیک کہتے ہیں۔ اس سے انخوا کرنا ہی ہو گا۔“

ٹھیکا لیتا تھا۔ اس کا پرمث ان کے پاس تھا۔ گاؤں کا چودہری پرمث ”سب لوگ یہیں نہیں گئے۔“ میں اور انسپکٹر کامران مرزا جا دکھاتا اور مچھلی شر تک لے جاتا تھا۔ سب مانی گیر شر نہیں جانتے۔ چودہری کو انخوا کر لائیں گے۔“ تھے۔ مچھلی گاڑیوں پر لاوی جاتی تھی۔

”ہمیں چودہری کو انخوا کرنا ہو گا۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ چودہری کو انخوا کرنے کی بھلا کیا۔“

”اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا کر

”آپ بھی یہی کہ رہے ہیں۔“ آصف بولا۔

”تب پھر تم لوگ بتاؤ۔ کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔“

”ترکیبیں بتانے والے ہمارے ساتھ کم نہیں ہیں۔“ محسن نے

”انہوں کی طرف دیکھا۔“

”اس کے لیے بھی کچھ قانون ہو گا۔“ منور علی خان مسکرا کر

”ہمیں غور کرنے کی مہلت دے دیں۔“

”ہاں بالکل۔ یہ اپنا پرمث یا اس قسم کی کوئی اور چیز دکھا کر شر میں داخل ہو سکتے ہوں گے۔ تم فکرنا کرو۔ ہم ابھی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔“

وہ اس کے کاغذات بھی ساتھ لائے تھے
”اب تمہاری جگہ صبح میں شر جاؤں گا... اور میرے ساتھی...
ان کے ساتھ تھا... لیکن بے ہوش حالت میں... اسے ہوش میں لا
کاہی پر میرے ساتھ ہوں گے... آج ہم شر کی سیر کرنے کے ارادے
گیا۔“

”تم لوگ فوراً پکڑ لیے جاؤ گے۔“

”وہ کیوں... میک اپ میں کوئی کمی نہ ہو گئی ہے۔“

”تم میری آواز کا کیا کرد گے... شر کے دروازے پر جو گران
لیں... وہ میری آواز بھی پہچانتے ہیں۔“

”چھا بیہ بات ہے... تو پھر اب زرا اپنی آواز بھی سن لو۔“ یہ
فلاٹ انہوں نے اس کی آواز میں ادا کی۔

اس کی آنکھیں حرمت کی زیادتی سے اور بھی پھیل گئیں۔
”کمال ہے... یعنی کہ۔“

”اب کا خیال ہے... کیا ہم پکڑ لیے جائیں گے؟“
”نہیں... ابھی نہیں۔“

”لیکن جب آپ للطائع دیں گے... اس وقت شر میں ہماری
اللش شروع ہو جائے گی... جب کہ ہم چاہتے ہیں... شر کی پولیس
اپنے تلاش سے بالکل بے خبر رہے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونکا
”اس کا ہمارے پاس ایک ہی حل ہے... اور وہ یہ کہ ہم تمہیں
حرمت کا بت بنا انہیں دیکھ رہا تھا۔“

”ستدی... تم کون ہو۔“

”بہت اچھے، شریف اور سید ہے لوگ۔“

”سید ہے لوگ ایسے کام کرتے ہیں؟“ اس نے جل کر کہا۔

”جب انہیں ستایا جائے تو... انہیں ایسے کام بھی کرنا پڑتا
ہے۔“

”ہم نے تم لوگوں کو ستایا ہے۔“ اس نے جرمان ہو کر کہا۔

”ہاں! ہم مسلمان ہیں۔“

”کیا مطلب! اگر تم لوگ مسلمان ہو تو ہم نے تمہیں کیے
ہے۔“

”یہ ایک بھی کہانی ہے... فی الحال ہمیں شر میں داخل
ہے... اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے... یہ بتاؤ۔“

”میں کیا بتا سکتا ہوں بھلا؟“

”اصھا! اگر تم نہیں بتا سکتے تو پھر ہم بتا دیتے ہیں۔“

اب انپکڑ جشید نے اپنے چہرے پر اس کا میک آپ
”کیا مطلب؟“ وہ چونکا

کیا... ایک گھنٹے بعد وہاں دوسرا چوبہ ری موجود تھا... اور پہلا چوبہ

جس کا بت بنا انہیں دیکھ رہا تھا۔

موت کے گھاٹ اتار دیں۔

”عن نہیں... نہیں... میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“

”آپ یہ بات اس وقت کہ رہے ہیں... جب ہم یہاں سے چلے جائیں گے... تو تم پہلا کام یہی کرو گے۔“

”عن... نہیں... نہیں۔“ اس نے چیخ کر کہا۔

”چیننے اور چلانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ جو ہم کہ رہے ہیں... لے جائیں... اور شر پنچ کر انہیں اور ان کی گاڑی کو فارغ کر دیں۔“

”تم ضرور کرو گے... لذا مجبوری ہے... تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا خان رحمان بولے۔“

”واہ خان رحمان... یہ زواہ بہتر ہے... اس طرح چودہ ری گا۔“

”رحم کرنے مجھ پر رحم کرنے میں نے تو سنا ہے مسلمان ماصب کو واپس گاڑی پر جاتے ہوئے بھی گمراہ دیکھ لیں گے اور انہیں کسی گزبرد کا احساس نہیں ہو گا... بشرطیکہ کے چودہ ری انہیں کچھ نہ بست رحم دل ہوتا ہے۔“

”ہاں! واقعی مسلمان بست رحم دل ہوتے ہے... اور تم اول ہوئے۔“

بیشہ اس کی رحم دلی سے ناجائز فاائدہ اٹھاتے ہو۔“

”میں... میں کچھ نہیں کروں گا۔“

”اچھی بات ہے... تب تم ہمیں ہر طرح کی معلومات دیں۔“

”اوہ پھر دوسرا صیغ... وہ شر پنچ کئے... راستے میں کوئی رکاوٹ مدد دے... ماہی گیروں کے کپڑے دے... تاکہ ہمارے باقی ساختی بھی لاٹا۔“

”میں نہ آئی... پھر انہوں نے چودہ ری کی گاڑی کو چھوڑ دیا... رخصت میر نظر آئیں۔“

”تم نکلنہ کرنے کے وقت ایک بار پھر اپنے جمشید نے اس سے کہا۔“

”آپ کی زندگی اسی صورت میں محفوظ رہے گی... جب آپ ہوں... تم میرے ساتھ چلو... میری گاڑی میں پھٹپ کر... مجھے الہارے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔“

ہمیں پیک نہیں کرتا۔“

”وہ نہیں! ہم آپ کو ساتھ نہیں لے جائیں گے... آپ یہیں

ہیں گے... ہاں ہم آپ کی گاڑی ضرور ساتھ لے جائیں گے۔“ اپنے
کامران مرزا بولے۔

”اس سے یہ بہتر ہے گا کہ ہم انہیں گاڑی کے اندر چھپا کر

لے جائیں... اور شر پنچ کر انہیں اور ان کی گاڑی کو فارغ کر دیں۔“

”تم ضرور کرو گے... لذا مجبوری ہے...“

”واہ خان رحمان... یہ زواہ بہتر ہے... اس طرح چودہ ری گا۔“

”رحم کرنے مجھ پر رحم کرنے میں نے تو سنا ہے مسلمان ماصب

کسی گزبرد کا احساس نہیں ہو گا... بشرطیکہ کے چودہ ری انہیں کچھ نہ

بست رحم دل ہوتا ہے۔“

”ہاں! واقعی مسلمان بست رحم دل ہوتے ہے... اور تم اول ہوئے۔“

بیشہ اس کی رحم دلی سے ناجائز فاائدہ اٹھاتے ہو۔“

”میں... میں کچھ نہیں کروں گا۔“

”اچھی بات ہے... تب تم ہمیں ہر طرح کی معلومات دیں۔“

”اوہ پھر دوسرا صیغ... وہ شر پنچ کئے... راستے میں کوئی رکاوٹ

مدد دے... ماہی گیروں کے کپڑے دے... تاکہ ہمارے باقی ساختی بھی لاٹا۔“

”میں نہ آئی... پھر انہوں نے چودہ ری کی گاڑی کو چھوڑ دیا... رخصت

میر نظر آئیں۔“

کیوں کے بھیں میں ہیں... اور شرکی سیر کرنے کے لیے آئے ہیں... کوں گی۔ آپ بے شک اپنی جسم کے بعد فارغ ہو کر گاؤں آئیں۔ یا پھر ہم کسی ہوٹل میں بستر لئے ہیں۔ منور علی خان بولے۔

”میرے خیال میں انکل... ہوٹل سے کوئی مکان بستر رہے گا۔“
”اُن میں ہم سب کی نظریوں سے فیکر نہیں رہ سکتے۔“

”ٹھیک ہے... چند اخبار خرید لیتے ہیں... ان میں اشتمار ہوتے رہتے کرائے کے لیے خالی ہے وغیرہ۔“ اسکے جمیڈ مکان کرائے

اور اس طرح انہوں نے ایک مکان کرائے پر حاصل کر لیا۔

رات کے وقت اسکے جمیڈ اور اسکے کامران مرتضیٰ گوم کے پارے میں معلومات حاصل کرنے نکل گئے۔ باقی لوگ گھر میں رہ گئے۔ اسے مار کر بھی ہم خطرہ مول لیتے۔ اس صورت میں اس کی موت تحقیقات شروع ہوتیں۔ پھر ہماری لائچ پولیس کی نظریوں میں آتی۔

”اب کم از کم راوی آج رات تک ہمارے لیے عیش ہی عیش لکھتا ہے۔“ محمود نے ایسے میں کہا۔

”ان راوی صاحب کو سوائے عیش لکھنے کے اور آتا ہی کیا سب سے بڑے سائنس دان جیزی گوم کا پتا چلاو۔“ وہ اپنی تجربہ گاہ میں موجود ہے یا نہیں۔ یادہ کسی اور ہے۔ اگر اس کا کوئی سراغ نہیں لگتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خفیہ ہیڈ کواٹر میں وہ خود موجود ہے۔ اور ابھا اس کے ساتھ ہے۔“ پروفیسر داؤن نے کہا۔

”یہ راوی صاحب تھے کون... اور کیا کام کرتے تھے۔“ شوکی خان ہو کر کہا۔

”بلیں عیش لکھا کرتے تھے۔ اور کیا کرتے تھے۔“ ناروق نے

”میں سمجھتا ہوں... آپ فکر نہ کریں۔ میں اپنا وظفہ پر لے لانا ہمیں کوئی مکان کرائے پر عمل سکتا ہے۔ یا پھر ہم کسی ہوٹل میں اور دیکھ لجھے گا۔“

”یہ بات تو ہمیں شریں ہی معلوم ہو جائے گی۔ اگر پولیس نے ہماری تلاش شروع کر دی تو یہ آپ کی مہربانی سے ہو گا۔“

”میری طرف سے آپ بے فکر رہیں۔“ اس نے کہا اور پھر رخصت ہو گیا۔

”کیا خیال ہے جمیڈ... یہ بھری کر دے گا۔“

”نہیں... مجھے امید ہے۔ یہ ایسا نہیں کرے گا۔“ حاصل

کیا نہیں کرے گا۔“ اس صورت میں اس کی موت تحقیقات شروع ہوتیں۔ پھر ہماری لائچ پولیس کی نظریوں میں آتی۔

اب تو یہ سارے معاملے نہیں اٹھیں گے۔“

”اللہ مالک ہے۔ جمیڈ۔ اب سب سے پہلے اس ملک کے

موجود ہے یا نہیں۔ یادہ کسی اور ہے۔ اگر اس کا کوئی سراغ نہیں لگتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خفیہ ہیڈ کواٹر میں وہ خود موجود ہے۔ اور ابھا اس کے ساتھ ہے۔“ پروفیسر داؤن نے کہا۔

”ولیکن اس سے پہلے ہمیں شریں اپنا کوئی مکانہ بنانا پڑے گا۔“

”ہاں! ہمیں ایک گھر کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہم ماہی

تجربہ

“انپکٹر جشید نے باہر سے گزرتی ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ان کے پاس سے یہ پہلی ٹیکسی نہیں گزری تھی۔ احتیاطاً انہوں نے کہی ٹیکسیاں گزرنے والی تھیں۔ وہ ہر ممکن احتیاط کر رہے تھے۔ اس لئے کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ دشمن کو کافی کان پا نہ چلے اور وہ ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جائیں۔

ٹیکسی کے رکنے پسے وہ اس میں بیٹھ گئے۔

”ہاں جناب! کہاں جانا ہے؟“۔ ذرا سیور نے انگریزی میں کہا۔
”ہم دیہات سے آئے ہیں اور شرکی سیر کرنے نکلے ہیں۔ اور جیس تو ہم بعد میں دیکھیں گے۔۔۔ پلے میں اپنے ملک کے سب سے بڑے سائنس وatan کی تجربہ مگاہ کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔“۔

”رات کے وقت؟“ اس کے لئے میں حیرت تھی۔

”باہر سے دیکھیں گے۔۔۔ اندر ہمیں کون سخنے دے گا۔۔۔ اور باہر سے دیکھنے کے لیے ون اور رات کی کیا قید؟“۔
”تو کے؟“۔ اس نے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔

”چلو بھی۔۔۔ ہمارے لئے تو بے چارے اچھے تھے۔“۔

”لیکن ہم ان کا ذکر مااضی کے حوالے سے کیوں کر رہے ہیں۔۔۔ جب کہ وہ ابھی ابھی ہمارے لئے عیش لکھ چکے ہیں۔“۔ آفتاب کے لئے میں حیرت تھی۔

میں اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔ ان سب کے کام کھڑے ہو گئے۔



KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARIES,
F1890/4 NISHAT ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556632
PROP: ALI KHAN

جلد ہی وہ تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ گئے

"یہ بہت بُجھے چوڑے ایریسے میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ بیکری میں بیٹھے بیٹھے دیکھیں گے یا گھوم پھر کرو۔"

"میں گھوم پھر کرے آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

کیا تھا۔ اس لیے کہ یہ عمارت بھی شرکی قابل نبیع عمارتوں میں شامل تھی۔ اگرچہ اس کو اندر سے دیکھنے کی اجازت بہت خاصی لوگوں کو ملتی تھی۔ عام لوگ صرف باہر سے دیکھتے تھے۔

انہوں نے تجربہ گاہ کے گرد ایک چکر لگایا۔ دروازے پر مشتمل تھے۔ چکر لگاتے ہوئے وہ دور ہٹ آئے۔

"اندر جانے کا کوئی راستا نہیں ہے۔ کوئی پائپ اور تک نہیں جا رہا۔ اب کیا کریں؟"

"کسی ایک دروازے کے گمراہوں کا صفائیا کرنا ہو گا۔" انپکڑ کامران مرزا بولے

"اور اس طرح یہ لوگ چوکتے ہو جائیں گے۔ فوراً ابرازال کو اپورث کریں گے۔ ابطال پہلے ہی ہمارے پارے میں فکر مند ہو گائیں گے۔ ہم بیت المقدس میں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے ہوں گے۔ لہذا وہ اس فکر میں ہو گا کہ ہمیں جلد از جلد ملاش کر لیا

۔۔۔۔۔ میں کہ نظرتوں میں رکھا جاسکے۔"

"ہاں! یہ بھی ہے۔ لیکن تجربہ گاہ میں اگر داخل ہونا ہے۔ تو پھر ایک دروازے کے گمراہوں کا کام تمام کئے بغیر نہیں ایسا ممکن ہے۔"

دونوں کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر انپکڑ جشید بولے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"اور اس کے لئے ہمیں اور رات ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔ میں آس پاس گھومنے پھرنے والے نظرنہ آئیں۔"

"یہی ٹھیک ہے۔"

رات کے ایک بجے وہ حرکت میں آئے۔۔۔ بتا۔۔۔ پر سکون دروازے پر کھڑے گمراہوں کو انہوں نے بلو پائپ کا نشانہ بنایا۔۔۔ وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔۔۔ اب وہ تیر کی طرح ان تک پہنچے۔۔۔ ان کی ٹلاشی لی۔۔۔ لیکن ان کے پاس کوئی چاپی نہیں تھی۔۔۔ دروازہ بند تھا۔۔۔ تالے کے سوراخ کا جائزہ لیا گیا اور پھر انپکڑ جشید نے ماشرکی نکالی۔۔۔ اس کے ذریعے وہ تلاکھوں کی کوشش کرنے لگے۔۔۔ انپکڑ کامران مرزا ان کی طرف پیشہ کر کے گمراہوں کے انداز میں کھڑے ہو گئے۔۔۔ کلاشن کو پورٹ کریں گے۔۔۔ ابطال پہلے ہی ہمارے پارے میں فکر مند ہو گائیں گے۔۔۔ کوف ان کے ہاتھ میں تھی۔۔۔ دونوں لاشوں کو انہوں نے دیوار کے ساتھ ساتھ لٹا رہا تھا۔۔۔ بلو پائپ سے مارنے کا یہ فائدہ تھا کہ نہ تو آواتر منہ سے نکلتی تھی نہ جسم نہ خون بتتا تھا۔

انپکٹر جمیش نلا کھولنے کی کوشش کرتے رہے۔ انپکٹر کامران
مرزا چونکتے کھڑے رہے۔ ایسے میں ایک گاڑی ان کے سامنے سے
گزری۔ اور پھر رک گئی۔

”انپکٹر جمیش ہو شیار۔“ انہوں نے سرگوشی کی۔

”اللہ مالک ہے۔“ وہ پرسکون آواز میں بولے۔

”کلاشن کوف کی بجائے۔ ہم بلوپاپ سے کام لیں گے۔“ پہلے
انہیں نزدیک آئے دیں گے۔

”اوکے۔“ انپکٹر جمیش بولے۔

اب وہ چالی کو تالے کے سوراخ کو چھوڑ کر ان کے بالکل پیچے
کھڑے ہو گئے اور گاڑی کی طرف دیکھنے لگے۔ گاڑی میں بیٹھے
ہوئے افراد دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”لے۔ تھمارا ساتھی کہاں گیا؟“

انپکٹر جمیش یہ سن کر ان کے پیچے سے نکل آئے۔

”چوکس رہو۔ شر میں خطرہ ہے۔ کچھ غیر ملکی لوگ گھس
کے ہیں اور گزبہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم گشت پر نکلے ہوئے
ہیں۔“

”اوکے سر۔“ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”لیکن یہ تھمارے پیچے چھپا ہوا کیا کر رہا تھا۔ اپنی جگہ پر کیوں
نہیں تھا؟“

”یہ۔ بس ایسے ہی سرویس کوئی بات نہیں۔“
”اے۔ یہ اس طرف کیا پڑا ہے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھلا اور دو آدمی دروازے
کی طرف قدم اٹھانے لگے۔ انہوں نے دیکھا۔ ان کے جسموں پر
ہی وردی تھی۔ اور ہاتھوں میں پتوں تھے۔ گاڑی میں اور کوئی
ٹھیکانہ۔ گویا بس یہ دو ہی تھے۔ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی
ہدایہ تھا کہ انہیں بھی بلوپاپ کا نشانہ بنانا ڈالیں۔ ورنہ دوسرے ہی
لئے کام خراب ہونے والا تھا۔ ان کے کپڑے دیکھتے ہی وہ گزبہ بھانپ
لئے۔

انہوں نے پھونکیں مار دیں۔ دونوں آئے والے سی کر کے
لئے اور پھر ساکت ہو گئے۔

”اپ۔ انہیں بھی دیوار کے ساتھ لگانا پڑے گا اور گاڑی کو بھی
یہ طرف کرنا پڑے گا۔۔۔ ورنہ کوئی اور گاڑی آکر یہاں رکے گی۔“
”ہاں نہیں۔“

انہوں نے جلدی ٹھیک گاڑی اور لاشیں ایک طرف کر دیں۔۔۔
وہ دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ آخر دروازہ کھل گیا۔
”وہ مارا۔“ انپکٹر جمیش بولے۔

انہوں نے لاشیں اندر رکھیت لیں اور گاڑی بھی اندر کر دی۔۔۔
دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔

ان کے سامنے ایک بہت وسیع سبزہ زار تھا۔۔۔ تجربہ گاہ یہاں سے کافی دور تھی۔۔۔ وہ آگے بڑھنے لگے۔۔۔ یہاں تک کہ عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔۔۔ لیکن یہاں کوئی نہیں تھا۔۔۔ مکمل طور پر سناٹا طاری تھا۔۔۔ تجربہ گاہ کے تمام دروازے بند تھے۔۔۔ کہیں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔۔۔

”یہ تو ایسے لگتا ہے۔۔۔ جیسے یہاں کام بند ہے۔۔۔“

”اگر جیری گوم اس ہیڈ کوارٹر میں ہے۔۔۔ تو یہاں کام بند ہی کیا گیا ہو گا۔۔۔“

”ہاں! ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن یہوی کے رشتے داروں کو تو ساتھ نہیں لے گیا ہو گا۔۔۔ وہ ضرور اپنے ماں باپ سے بات کرتی ہو گی۔۔۔ میں اس کی یہوی کے ماں باپ کے گمراہ کا پتا لگانا ہو گا۔۔۔ اس کے بغیر ہر ان کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ یہاں کوئی کمرہ ایسا نہ ہو گا۔۔۔ جہاں بیٹھ کر یہ لوگ خط و کتابت کرتے ہوں گے۔۔۔ اسیں دیکھیں۔۔۔“

انہوں نے اسی جگہ کی تلاش شروع کر دی۔۔۔ آخر گھر ہلو ہے۔۔۔ میں انہیں بست سے خط مل گئے۔۔۔ یہ خط جیری گوم کی یہوی کے ماں کی نالکھے تھے۔۔۔ اور ان پر ان کا پتا بھی چھپا ہوا تھا۔۔۔ ”یہیں انہی کی ضرورت تھی۔۔۔“

”چند خطوط جیب میں ڈال کر وہ باہر نکل آئے۔۔۔ لاشوں کو انہوں نے ایک کمرے میں بند کر دیا۔۔۔ اور گاڑی کو بھی ایک طرف پہنچا دیا۔۔۔ جہاں ایک نئی تجربہ گاہ قائم کی گئی تھی۔۔۔ اور پھر گرانے کا کام دیں سے کیا جا رہا تھا۔۔۔“

”کیا آپ کا خیال ہے۔۔۔ یہوی کے ماں باپ کو ہیڈ کوارٹر کا پتا رکھ لے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہے۔۔۔ لیکن وہ کسی ذریعے سے بات ضرور نہ ہوں گے۔۔۔ اور یہاں سے پروفیسر صاحب کا کام شروع ہو گائے۔۔۔“

یہ سراغ لگانا ان کا کام ہے... کہ ہیڈ کوارٹر کس سمت ہے... اور کتنے پہلاں کھلا تھا۔
فاطمے پر ہے۔"

"بہت خوب! شاید ہم ہیڈ کوارٹر کا سراغ لگالیں گے۔"

"اَن شاء اللہ۔"

اور پھر وہ کرائے کے اس مکان کے سامنے پہنچے تو باہر ایک ایک کہ رہا تھا۔
گاڑی کو دیکھ کر چونکہ اٹھئے۔

"یہ... یہاں کون آگیا؟"

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔"

دونوں ٹیکسی سے اترے کرایہ دے کر اسے تو چلتا کیا سی۔ ناسہ پہناتے ہوئے کہا۔
خود دروازے پر پہنچے۔ دباؤ ڈالنے پر معلوم ہوا۔ دروازہ اندر سے ڈالا۔ "ہاں! دو گھنٹے اور گزر جائیں گے تو پھر بھی ہم یہی سوال کریں
گے۔" تاک نے غرا کر کہا۔

اب انہوں نے پہلے اس گاڑی کا جائزہ لیا۔

"چند افراد اس گاڑی میں یہاں تک آئے ہیں... اور اب"

اندر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آئے والے کون ہیں؟"

"اندر داخل ہوئے بغیر شاید ہم اندازہ نہیں لگاسکتے۔"

"لیکن ہم دروازہ کھول کر اندر نہیں جاسکتے۔ اس طرح ہم"

پھنس سکتے ہیں... آئیے۔"

وہ مکان کے پھلی طرف آئے۔ ایک پاس پر اور جا رہا تھا۔ "چھٹی کرو سیے جاؤ گے۔"

اس کے ذریعے وہ چھپ پر پہنچے اور پھر دبے پاؤں پہنچے اترے۔ لے۔ "پروا نہیں۔"

مجن کا منتظر دیکھ کر ان کے اوپر کے سانس اور اپر نیچے کے نیچے

رکھے۔ ان کے سب ساتھی با تھو اپر اٹھائے کھڑے تھے اور چار
ہن لکاشن کو فیں تانے زینے کی طرف کھڑے تھے۔ ان میں سے
کھڑے پر ہے۔"

"ہاں! بتاؤ تمہارے ساتھی کہاں گئے ہیں... ورنہ ہم چھٹی کر
لے گے۔"

"یہ بات تو تم پھلے دو گھنٹوں سے کہ رہے ہو۔" - محمود نے برا
دونوں ٹیکسی سے اترے۔ کرایہ دے کر اسے تو چلتا کیا سی۔ ناسہ پہناتے ہوئے کہا۔

خود دروازے پر پہنچے۔ دباؤ ڈالنے پر معلوم ہوا۔ دروازہ اندر سے ڈالا۔ "ہاں! دو گھنٹے اور گزر جائیں گے تو پھر بھی ہم یہی سوال کریں
گے۔" تاک نے غرا کر کہا۔

"تو کہتے رہو۔ ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"تو تم نہیں بتاؤ گے۔"

"نی الحال تو کوئی بود گرام نہیں ہے۔"

"اٹھے لٹکا دیے جاؤ گے۔"

"پروا نہیں... اس لیے کہ ہم پہلے بھی اٹھے لٹکائے جاتے رہے
لے۔ یہ تجھہ ہمارے لیے نیا نہیں ہو گا۔"

"چھٹی کرو سیے جاؤ گے۔"

”یہ اس طرح نہیں مانیں گے۔“
 ”تو جس طرح مانیں گے یہ مٹاؤ ہا۔“ آنکھ سکر لایا۔
 عین اسی وقت دو اونچے منہ گرے۔



تم وہی ہو

”ہائیں ہائیں... یہ کیا... یہ تم لوگ کس طرح گئے ہیں...
 اس کا بھی سلیقہ نہیں... ابھی تو کھڑے لمبے چوڑے دعوے کر رہے
 تھے اور اب... ارے یہ تو... آپ لوگ ہیں... بالکل... یہ اندر
 لے لیا گون سا طریقہ ہے۔“ فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”یار کان نہ کھاؤ... یہ اندر کس طرح آگئے تھے؟“
 ”می دروازے سے۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”تم پتاو۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے آنکھ کی طرف دیکھا۔

”فاروق تھے کہا ہے... دروازے سے ہی آئے تھے۔“

”اوہ... بھی ہم ٹکوں نے ان کے لمبے اس قدر آسمانی سے
 لانہ کیوں کھولا؟“

”تاکہ اندر کی بات اندر ہی رہ جائے۔“ شوکی نے فوراً کہا۔

”ہو! اچھا کیا۔“ اسپکٹر جشید سکرائے۔

”آپ کیا کر آئے؟“

”تجربہ گاہ دیران پڑی ہے... اس میں کئی ماہ سے کوئی کام نہیں

ہو رہا... گویا جیری گوم اس خفیہ ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے... ہمارے یہاں آنے سے بھی پہلے۔“
دلاش شروع کی جا چکی ہے... ابطال کے ساتھ“ تب ہم خطرے میں ہیں... جلدی کریں۔“ - شوکی نے گھبرا کر

”روحت تیرے کی... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔“ - محمود نے جھلک کیا۔

کہا۔

”بھی ہونے کو اس دنیا میں کیا سمجھیں ہو سکتا۔“ - آصف نے
باہر میدان صاف تھا۔ انہوں نے گھر کے دروازے کو تلا لگایا
اور یہاں سے چلتے بننے پھر انہیں کرانے کی ایک گاڑی مل گئی۔ اس
گاڑی کے ذریعے وہ اس گاؤں پہنچے جماں جیری گوم کی بیوی کے مال
بپ رہتے تھے... یہاں بھی انہوں نے عقل مندی دکھائی۔ گاڑی کو
اس گاؤں سے کچھ آگے تک لے گئے، پھر اسے فارغ کر کے پیدل
گاؤں میں آئے۔ تاکہ کوئی اس گاڑی کے ڈرائیور کے ذریعے بھی
خواجہ نہ لگا سکے۔

گاؤں کے ایک آدمی سے انہیں جیری گوم کی بیوی کا گھر معلوم
کرنا پڑا۔ آخر وہ ایک پرانے ہولی نام مکان تک پہنچ گئے۔ پہلے
انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر محمود کو دروازے پر
رک نہیں سکتے۔“

”تجربہ گاہ میں ہم کچھ آدمیوں کو ڈھیر کر آئے ہیں... یہاں
دستک دینے کا اشارہ کیا گیا۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں بھی کچھ تیز ہو
گئی تھیں...“ محمود نے آگے بڑھ کر نزدی سے دستک دی۔“ جلد ہی
زیادہ دیر راز نہیں رہے گی... اور پھر پولیس کو یہاں پہنچنے میں دیر
لگے گی... مجھے تو حریت ان پر ہے۔“ آخر یہ یہاں کس طرح

”آپ لوگ کون ہیں؟“

”ہم بہت دور سے آئے ہیں... اور کھڑے رہ کے نہیں پتا سکیں
گئے؟“

”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارے پارے میں یہاں پہنچے
گئے؟“

”بھی ہونے کو اس دنیا میں کیا سمجھیں ہو سکتا۔“ - آصف نے

بنایا۔

”جیری گوم کے بیوی بچے بھی تجربہ گاہ کے بھائی ہے میں نہیں
ہیں... اس کا مطلب یہ ہے کہ... یا تو وہ بھی جیری گوم کے ماں
بپ رہتے تھے... یہاں بھی انہوں نے عقل مندی دکھائی۔ گاڑی کو
اس گاؤں سے کچھ آگے تک لے گئے، پھر اسے فارغ کر کے پیدل
گاؤں میں آئے۔“ - یہاں کوئی اس گاڑی کے ڈرائیور کے ذریعے بھی

”ہم! لیکن اب ہم کیا کریں گے؟“

”اب ہم نہیں پروفیسر داؤڈ کام کریں گے۔“

”مم... میں... یعنی کہ میں۔“ - وہ ہنگامے۔

”ہاں! ہمیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکلا ہے... اب
رک نہیں سکتے۔“

”تجربہ گاہ میں ہم کچھ آدمیوں کو ڈھیر کر آئے ہیں... یہاں
دستک دینے کا اشارہ کیا گیا۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں بھی کچھ تیز ہو
گئی تھیں...“ اور پھر پولیس کو یہاں پہنچنے میں دیر
لگے گی... مجھے تو حریت ان پر ہے۔ آخر یہ یہاں کس طرح

”اُن کا پیغام آتارتا ہے نا۔“

”ہاں... آتارتا ہے... آپ پیغام تادیں۔“

”لیکن پیغام کیسے آتا ہے؟“ اسپکٹر جشید نے سرسری انداز میں

چاہیے... یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی بات ہوگی... آپ کا پیغام
وے دوں گا۔“

”یہی تو مشکل ہے۔“ اسپکٹر جشید مسکرا کے

”وکیا مشکل ہے۔“ اس کے لمحے میں حیرت تھی۔

”آپ نے فرمایا ہے نا کہ ہمیں اس بات سے کوئی غرض نہیں

ہوئی چاہیے۔“

”ہاں تو پھر؟“ اس کے لمحے میں حیرت تھی۔

”کیا ہم آپ کا نام جان سکتے ہیں؟“

”ہمیں روپی گوم ہوں۔“

”وکیا گوم... آپ سب کے ناموں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔“

”جی ہاں، جسے ہمارا خاندانی نام ہے۔“

”تو مشر روفی گوم... مشکل یہ ہے کہ ہمیں غرض ہی اس پا-

سے ہے کہ... آپ ان سے رابطہ کس طرح کرتے ہیں؟“ اسپکٹر جشید
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

گے... دیسے آپ یہ بتا دیں... یہ جیسی گوم کا سرال ہے نا۔“

”ہاں! آپ نیک پتے پر پہنچے ہیں۔“

”مشکریہ جناب۔“ اسپکٹر جشید بولے۔

”آئیے۔“ اس نے کماڑ اور انہیں پرائیویٹ روم میں لے آیا۔
پہنچنے کے بعد اسپکٹر جشید بولے۔

”ہمیں مشر جیسی گوم صاحب سے بہت ضروری کام ہے۔“

”لیکن ان کا یہاں کیا کام؟“

”ترمکھے... ہم پہلے دار الحکومت گئے تھے... ان سے وہاں بھی
ملاقات نہ ہوئی... آخر وہ کمال ہیں؟“

”وہ ایک سرکاری سائنس دان ہیں... اس ملک کے سب سے
بڑے سائنس دان... ذریعہ سوسائنس دانوں کے انجمن... سائنس
دانوں کی پوری شہم ان کی ما تمثی میں کام کرتی ہے... ان دنوں وہ کمی
سرکاری مشن پر گئے ہوئے ہیں۔“

”لیکن کمال! آپ بس اتنا بتا دیں... ہم وہاں جا کر ملاقات کر
لیں گے۔“

”افسوس! یہ بات ہمیں معلوم نہیں ہے۔“

”اوہ... اچھا خیر... اگر کبھی ان کا پیغام آئے تو آپ ہمارا پیغام
انہیں دے سکتے ہیں نا۔“

”ہاں یہ کام میں کر دوں گا۔“

”آپ غلط کہ گئے۔“ روشنی گوم بولا۔

”جی کیا فرمایا آپ نئی... میں کچھ غلط کہ گیا۔“ ان کے لمحے میں حیرت تھی۔

”جی ہاں! آپ کچھ غلط کہ گئے۔“ ہم ان سے رابطہ نہیں کرتے... وہ ہم سے رابطہ کرتے ہیں... جب ضرورت محسوس کرتے ہیں... بات کر لیتے ہیں۔“

”تو کیا وہ اپنے بیوی پچھے کو بھی ساتھ لے گے ہیں؟“
”ان کے ہاں کوئی پچھے نہیں ہے... ان کی بیوی بھی ان کے ساتھ ہی ہیں۔“

”اوہ اچھا... لیکن بیٹی ہونے کے ناطے وہ اکثر آپ سے بات کرتی ہو گی۔“

”ہاں کرتی ہیں... آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”بس یہی جانتا چاہتے تھے۔“ وہ مسکرا کے

”کیا مطلب... کیا جانتا چاہتے تھے؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”یہی کہ وہ لوگ اکثر آپ سے رابطہ کرتے رہتے ہوں گے۔“

”تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے... آخر وہ میری بیٹی اور میرے ہیں۔“

”بالکل بالکل... جی وہ آلا کدم ہے... جس کے ذریعے آپ سے بات کرتے ہیں۔“

”ہے اندر... آپ چاہتے کیا ہیں؟“
”یہ بات ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔“

”لیکن میرے ذریعے سے آپ ان سے ملاقات نہیں کر سکیں گے... مجھے ان کا ایڈریس معلوم نہیں۔“
”ولیکن آپ کے پاس وہ آہد ہے... جس کے ذریعے آپ ان سے بات کر سکتے ہیں۔“

”ہاں!“

”وہ آپ سے بات کرتے ہیں... آپ نہیں کر سکتے... یہی بات ہے۔“

”یہی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

”صریح کر کے ہمیں وہ آہد دکھادیں۔“
”وہ نہیں! میں آپ لوگوں کو وہ آہد نہیں دکھا سکتا... جیسا نے کہا تھا... کلم کسی کو نہ دکھایا جائے۔“

”یہی... ہم آپ کے ساتھ بہت نزدیک ہے پیش آ رہے ہیں... اور ہم چاہتے ہیں... یہ زم سلوک برقرار رہے... لہذا آپ ہمیں بس وہ آہد دکھادیں۔“

”آخر کیوں دکھادوں؟“ اس نے بھنا کر کہا۔
”یہ ہم نہیں بتا سکتے۔“

”اوہ... اب میں سمجھا۔“ اچانک اس کی آنکھیں جیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

”جیری نے پہلے ہی خبردار کر دی تھا۔ اس نے کہا تھا... ہو سکا یہ... اس وہی ہمیں بھی سمجھا دیں... ہم آپ کا شکریہ بہت سمجھ داری سے ادا کریں گے۔“ فاروق نے جلدی حلہ کا۔

”شروع کردی گروان سمجھ کی۔“ آفتاب سندھ بھٹاکر کہا۔

”یار چپ رہو۔ اس وقت بہت سمجھیدہ بات ہو یہی ہے۔“ محمود نے جھلا کر کہا۔

”ملٹے شکر ہے۔ آپ کچھ سمجھ لو گئے۔ اب آپ جو رجھ داری کے ادا کریں گے۔“

”شروع کردی گروان سمجھ کی تو نہیں۔“

”اوہ اچھا۔ پہلے ہی بتا دیتے۔“

”وہ یک دم خاموش ہو گئے۔ اب انہوں نے انپکڑ جشید کی طرف دیکھا۔

”خیر تو ہے ایجاد۔ آپ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔“

”انتظار کر رہا ہوں۔ کب تمہاری بات ختم ہو اور میں ان سے بات کروں۔“

”نہیں۔ پہلے آپ ان سے بات ختم کر لیں۔ ہم بعد میں شروع کریں گے۔“

”آپ کیا سمجھ گئے۔ ذرا ہمیں بھی تو سمجھا دیں۔“ انپکڑ جشید نے اس کی طرف دیکھا۔

”کھوئے کھونے اتنا میں کہا۔ اچانک وہ تیری سے اٹھا اور اندر کی طرف بھاگا۔ لیکن منہ کے ملن گرا۔ محمود کی سرکاری نائگ اس کے راستے میں آگئی تھی۔“

”ارے ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ دیکھ بھال کر جیری نے کہا تھا۔ وہ سمجھ سے آگئی گئے۔“

”کھوئے کھونے اتنا میں کہا۔“

بھاگیں۔ آصف نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔

”آپ کو اس طرح نہیں گرانا چاہیے تھا۔ گرنے کے اور بھی بست سے طریقے ہیں۔“ آفتاب آگے بڑھا اور اس کا ایک ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے فوراً خود کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی۔

”مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔“ اس نے چلا کر کہا۔

”بھئی ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی تو آپ بست پر سکون انداز میں بیٹھے تھے۔ اچھا چل کر کمال چلتا ہے۔ ہم آپ کو وہیں لے چلنے ہیں۔ غالباً“ آپ اس لئے تک جانا چاہتے ہیں۔ ماکہ آپ اس کو توڑ پھوڑ دیں۔ یہی ہدایات دی تھیں تا۔۔۔ جیری گوم نے۔

”تم لوگ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔“

”لیکن کون سے مقصد میں۔ آپ پہلے یہ تو بتائیں۔“

”میں خوب جانتا ہوں۔“ اس نے زور لگاتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ خود کو چھڑانہ سکا۔ آخر تھک ہار کر اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

”آخر آپ لوگ کیا چیز ہیں؟“

”بس دیکھ لیں۔ آپ کے سامنے ہی ہیں۔“ آفتاب مسکرا کر۔

”اور اب آپ اس آلے کی طرف ہمیں لے چلیں۔ آپ کی تھیں مہربانی ہو گی۔“

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔“

”یہ حضرت یوں نہیں مانیں گے۔ تمام دروازے اور کھڑکیاں بند سے بند کروی جائیں۔ محمود۔ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیں۔“

”اگر آپ کو اتنا ہی پسند ہے تو یہ لے لیں۔“ محمود نے کہا اور اس کا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔ اب اسکریٹ جمیل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”مارے ارے۔ یہ کیا کر رہے ہیں۔ میرا بازو ثوٹ جائے گا۔“

”جب تک آپ نرمی سے بات کرتے رہے۔ ہم بھی آپ کو رہی دکھاتے رہے۔ جب آپ نے اپنا رخ بدلاتو ہم بھی اپنے ذہب آئے گئے۔ اب اگر تم ہمیں آلے کی طرف نہ لے گئے تو آپ کا یہ باری بھی آتے گی۔“

”نہیں۔ نہیں۔“ اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”تو پھر ہمیں اس آلے کے پاس لے چلیں۔“

”آئیے۔ آجھے۔“ اس نے مشکل سے کہا۔

اور پھر وہ انہیں ایک اندر ورنی کمرے میں لے آیا۔ ایک الماری کا تالہ کھولا اور اس میں رکھا ہوا ایک سینٹ ان کی طرف بڑھا دیا۔

”شکریہ مشروفی۔ آپ بست اچھے ہیں۔ اتنے اچھے کہ جب

تک بازو ٹوٹنے کا یقین نہیں ہو گیا۔ آپ نے ہماری مدد کرنے کا اعلیٰ کو شش ہی نہیں۔ خیری یہ بنت ہے۔ اب آپ ایک طرف پر لے کرتے ہوئے اگر ذرا بھی تم نے انہیں کوئی اشارہ دیا تو ہم تمہیں تو جائیں۔ بلکہ ہم آپ کو باندھ دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کو ادھراً ادھر پر لیت پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن میں کر لو۔ تم زندہ نہیں بچو گے۔ ہاں اگر تم نے کوئی اشارہ نہ دیا تو اور اسے باندھ دیا گیا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

”اگر آپ خود بات کرنا چاہیں تو کیا طریقہ ہے مسٹر رونی؟“
”میں بات نہیں کر سکتا۔ یہ یک طرفہ ہے۔“ سمجھنی جیزی گوم ہی بات کرتے ہیں۔

”خیر... دیکھتے ہیں۔ آپ کی بات کس حد تک درست ہے؟“ پروفیسر داؤڈ مکرانے اور پھر آلات کر پڑھنے لگئے۔ انہوں نے اس کا معاشرہ شروع کیا۔ اپنے آلات کے ذریعے اس کے ایک ایک حصے کو چیک کیا۔ پھر اپنے آلات کے تار اس کے ساتھ لگانیلے۔ در رونی گوم کی طرف مڑے۔

”مسٹر رونی گوم۔ اب جب تک جیزی گوم یا تمہاری بیٹی کا پیغام نہیں آ جاتا۔ اس وقت تک ہمیں اسی طرح بیٹھنے رہنا پڑے گا۔“

”اوہ اچھا۔“ بنیاد پر تم ہم پر سفید جھوٹ کا الزام لگا رہے تھے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد بھلا تم زندہ کیوں چھوڑنے لگے۔

”ہاں اور کیا۔ تم اس بات کی وضاحت کر سکتے ہو۔“

”ہاں! کیوں نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ جب کسی سے کوئی وعدہ نہیں تو اسے ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔ بات ہونے کے بعد ہم لے رخصت ہو جائیں گے۔ اور اگر تم نے کوئی گزبرانہ کی تو ہم

”میں آ جاتا۔ اس وقت تک ہمیں اسی طرح بیٹھنے رہنا پڑے گا۔“ چاہے پیغام آتے میں ایک گھنٹہ لگ جائے۔ ایک دن لگے۔ ایک ہفتہ لگ جائے۔ یا ایک مینہ لگ جائے۔ اگر آپ میں اس وقت تک اس حالت میں بیٹھنے رہنے کی ہمت ہے تو تھیک ہے۔ ورنہ تم خود سیٹ پر ان سے رابطہ کر دیں۔ اور ان سے بات کر دیں۔ لیکن بات اس

تمہیں جان سے ہرگز نہیں ماریں گے۔ لیکن تمہیں یہاں چھوڑ کر تم انسوں نے محسوس کیا کہ وہ شخص انہیں دھوکا دینے کی کوشش نہیں جائیں گے۔ اس لیے تمہیں ساتھ لے جانا ہو گا۔۔۔ ہاں تم ہمہ ہمیں کر رہا۔۔۔ پھر اس کی بیٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔۔۔ دونوں ادھر ادھر ہونے پر ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔۔۔ کیونکہ ہمیں تم سے کوئی غرق کی تھیں کرتے رہے۔۔۔ اور آخر انسوں نے بات چیت ختم کر دی۔۔۔ نہیں ہے۔۔۔

اور ایسا پروفیسر داؤڈ کے اشارے پر کیا گیا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں رابطہ قائم کرتا ہوں۔۔۔“

”خیال رہے۔۔۔ انہیں کوئی اشارہ ہرگز نہیں دنیا۔۔۔ اس صورت میں کے آلات اپنا کام کرتے رہے تھے۔۔۔ بات چیت بند ہونے پر وہ میں ہم تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتے۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم فکرنا کرو۔۔۔“

اور پھر اس کے کہنے پر آئے کا سرخ ٹھن دبایا گیا۔۔۔ تاں کس مت میں ہے۔۔۔

بلب جلنے بھختے لگا۔۔۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دوسری طرف سے آئے اشارہ ہو رہا ہے۔۔۔ آخر تین منٹ بعد دوسری طرف سے ایک بھائی سی آوز سنائی دی۔۔۔

”جیری گوم بات کر رہا ہوں ابا جی۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ خیر ہے۔۔۔“

”بس بیٹے۔۔۔ طبیعت گبرا رہی تھی۔۔۔ ذرا میری گوریا سے بات کراؤ۔۔۔“

”اوہ اچھا۔۔۔ میں اسے سیٹ پر بھیجا ہوں۔۔۔ ادھر کوئی آپا نہیں۔۔۔“

”نہیں۔۔۔“ اس نے فوراً کہا۔

حضرت

”بہت خوب پروفیسر صاحب... اب آئے گا“۔

”لیکن جمیل... ابھی مجھے سو نیصد کامیابی کی اصیل نہیں ہے۔ ہے گی“۔ اس نے چلا کر کہا۔

”اس لیے کہ میں صرف سمت معلوم کرنے میں کامیاب ہوا ہوں“۔

”آپ کے پاس سمت تو محفوظ ہو گئی ہے نا۔“

”ہاں! اب ہم اس سمت میں سفر شروع کر سکتے ہیں“۔

”وہب ہم یہیں اپنے سفر کی تیاری شروع کریں گے... آپ ہم بھائی عیسائی کو زبردست مسلمان وقت اس آئے کے آس پاس رہیں یا اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھیں کی کوشش کی ہے“۔ اسکلر جمیل نے سرد آواز میں کہا۔

وقت اس روفی گوم کو فوری طور پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں انہیں لکھا۔ روفی گوم سماکت رہ گیا۔ ان کے اس سوال کا اس کے پاس گئے۔ روفی گوم کے لیے ضرور کھولا جائے گا۔ البتہ جب ہمارا سفر شروع ہال جواب نہیں تھا۔ اور پھر وہ اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔ یہ جانے کا اور ہم دارالحکومت سے نکل جائیں گے، اس وقت ہم اکٹھاں سفر کی تھیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اس گاؤں سے جائے گا اور یہ آزادانہ ہمارے ساتھ سفر کر سکیں گے۔

”بہتر ہو گا کہ تم مجھے یہیں چھوڑ دو“۔

”ہم مجبور ہیں مسٹر روفی گوم“۔

”میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا“۔

”ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے“۔

”تب پھر آله ساتھ لے جائیں“۔

”وہ نہیں... اس صورت میں جب آئے پر پیغام وصول ہو گا تو آپ بات کرنے کے لیے ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے... اس طرح یقین پیدا ہوگی“۔

”لیکن آخر میرا جرم کیا ہے... آخر مجھے کس بات کی سزا دیں گے؟“۔

”مسٹر روفی آواز بلند نہ کریں... اس طرح بھی تم کوئی فائدہ

ناہل نہیں کر سکو گے... پوری دنیا کے مسلمانوں کا آخر کیا جرم تھا...“

”لیکن کس جرم کی پاداش میں پھرلوں کی پارش کا نشانہ بنایا گیا...“

”وہب ہم یہیں اپنے سفر کی تیاری شروع کریں گے... آپ ہم بھائی عیسائی کو زبردست مسلمان

وقت اس آئے کے آس پاس رہیں یا اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھیں کی کوشش کی ہے“۔ اسکلر جمیل نے سرد آواز میں کہا۔

”لیکن روفی گوم کو فوری طور پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں انہیں لکھا۔“

”لیکن وغیرہ کے لیے ضرور کھولا جائے گا۔ البتہ جب ہمارا سفر شروع ہال جواب نہیں تھا۔ اور پھر وہ اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔ یہ

”لیکن اور ہم دارالحکومت سے نکل جائیں گے، اس وقت ہم اکٹھاں سفر کی تھیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اس گاؤں سے

”لیکن چیزیں بھی خریدیں... کرانے کی ایک گاڑی بھی انہیں مل گئی۔“

”روانہ ہوئے سے پہلے انہوں نے روفی گوم سے کہا۔“

”مسٹر روفی... اب تم ہمارے ساتھ سفر کو گے... گاؤں کے

”ل تھیں ہمارے ساتھ جاتے ہوئے دیکھیں گے... تم انہیں بتاؤ گے“۔

تھیوں نہ کروں... میں ایک کثر عیسائی ہوں۔“
”تم... بہت جلد عیسائیت کا بھانڈا پھوٹتے دیکھو گے... ان شاء

”ہاں! میری بیوی فوت ہو چکی ہے... اور گوریا کے علاوہ ہاں کوئا اولاد نہیں ہے۔“

”ہو ریا... یعنی جمری گوم کی بیوی۔“
”ہاں! یہ جو تم ان کے راستے کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئیا۔“

گئے ہو تا۔۔۔ یہ گوریا کی نادانی ہے۔۔۔ جیزی گوم تو کوئی آنہ نہال ”لوئی بات“ میں۔۔۔ اب ہم اسے دیکھ لیں گے۔۔۔

کو نہیں بتایا تھا۔“
”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”ہاں! ابظال نہیں جانتا کہ یہاں میرے پاس کوئی ایسا الہ ہے۔“
جس پر جیری بھٹے سے یا میں اس کی بیوی سے بات کرتا ہوں۔“
”لیکھا جائے مگر اللہ مالک ہے.... تم ہماری ہدایات یاد رکھنا...
غلط کرنا۔“
”انشاء کر تھی خدا۔“
”میراں یاد ہو گئے۔“

”لوہ! اس بات پر ہم بھی حیران تھے کہ ابظال سے یہ سی طرح ہو گئی“۔ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

”ہاں! اس کا افسوس بھے ساری زندگی رہے ہے۔“
”تو گویا تم بھی جیزی گوم، ابظال اور انشارجہ کے اس منصوبہ کا۔“ تب تم ہماری رہنمائی کر دے بتاو۔ ہم وہاں کس طرح پہنچاں۔

کہ تم ہمارے پرانے دوست ہو اور
رہے ہو... کیا تم بالکل تھا ہو؟۔

بھی ہے... اور گوریا کے علاوہ ہماری

پیوی"۔

ہے... جیری گوم و گوئی آله بیان
ڈر تھا کہ تم لوگ کمیں بیکار تکنے

س نے یہی کہا کہ آخر تم لوگ میں
ج تو یہ ہے کہ یہ راز جیری نے اپنا

- 1 -

کہ یہاں میرے پاس کوئی ایسا الہ نہ ہے
لیا یوں سے بات کرتا ہوں۔“

ابولے۔

ساری زندگی رہے ہے ۔ ابظال اور اشارجہ کے اس منصوبہ کا

”یہی تو میں کہ رہا ہوں کہ بات کیا ہے؟“ وہ مسکراتے۔

”بماں ہائیں... آپ کا ارادہ ہمارے کان کاٹنے کا تو نہیں۔“

”تم لوگوں کے کان کاٹ کر میں کیا کروں گا... ان کا اچار ڈالوں

اب ان کی گاڑی روائے ہوئی... لوگوں نے گاڑی روک رکھ دیا۔“
روفی سے پوچھا سے کہ وہ کہاں جا رہا ہے... اس نے وہی جواب دیا۔ ”کافوں کا اچار... بھی واہ... پتا نہیں کیا ہوتا ہو گا۔“ - کھن
اسے بتایا گیا تھا... اور پھر وہ گاؤں سے باہر نکل گئے... اب رام نے خوش ہو کر کہا۔

بتانے کا کام پروفیسر داؤد کا تھا... ان کی نظر اپنے آلے پر تھی۔ ”چار“ - پروفیسر داؤد بولے... اچار ان کی کمزوری تھا
بیرونی سڑکوں سے ہوتے ہوئے انشارجہ کے دارالحکومت سے بھی آگئے ”اوہ پروفیسر صاحب... کھانے والے اچار کی بات نہیں ہو
نکل گئے... راستے میں انہوں نے ایک اچھی گاڑی بھی خرید لی تھی۔ ”انسپکٹر کامران مرزا گھبرا اٹھے۔

گاؤں والی گاڑی لمبے سفر کے قابل نہیں تھی... کافی مقدار تین چڑیاں ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے... اچار کا نام تو آگیا...“ واقعی اور تو
بھی انہوں نے گاڑی میں رکھ لیا تھا۔

وہ راستے میں آنے والے ہر شر اور گاؤں سے نج کرچئے البتہ آئے گا تو اچار بھی لمبے لیں گے۔“

وہ ضرورت کی بہت سی چیزیں خریدنے کے لیے بھی گاڑی لے رکھو بھی... ایسے الفاظ سے پرہیز کر دیں جو ہمارے سفر کے
نہیں لے جاتے تھے... بلکہ ان میں سے ایک یا دو اتر کر لے آئے راستے میں روشنے بن جائیں۔“

”لیکن اب بعد جلدی کر کے کیا کریں گے ابا جان؟“

”اس قدر احتیاط دیکھ کر روپی بھی حیران ہو رہا تھا۔

”یار تم لوگوں ہو کیا گیا ہے؟“ خان رحمان کی آواز نے اٹھا۔ ”کیوں... مجھ پر تو ایک ایک پل بھاری ہے... ذرا سوچو... جو
مسلمان جھوٹ موت عیسیٰ بنے ہیں... وہ باجماعت نماز پڑھنے کے
چونکا دیا۔

”کیا ہوا انکل؟“ آصف بولا۔

”اوہ ہاں! یہ تو ہے۔“

”میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟“

”لیکن بات کیا ہے... بات بھی تو ہائیں۔“ - محمود نے کہا۔

”مجھے واقعی معلوم نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”ہمارا بھی یہی خیال ہے... کہ تمہیں نہیں معلوم۔“

لندی تو نہیں اچک لے جاتے۔“ آصف نے خوش ہو کر کہا۔
”اب تم سے کون مغز مارے۔“ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔
”بہت ہیں.... فکر نہ کرو۔“ شوکی بولا۔

”تم ہو گئے شروع.... یار خان رحمان۔“ تم انہیں کیا کہ رہے تھے۔

”میں کہ رہا تھا۔ ان لوگوں یہ کیا ہو گیا۔“ لیکن اب میں اپنے الفاظ والپیں لیتا ہوں۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

”کیوں کیوں انکل۔“ ایسی بھی کیا جلدی پڑ گئی۔ الفاظ والپیں بتکھے۔ انکل ذرا ایک بار پھر دہرا کیں گے اپنی بات کو۔“

”نگک۔ کیا چیز؟“ پروفیسر داؤڈ نے حیرت سے کہا۔
”حی۔۔۔ الفاظ۔“ فاروق بولا۔

”دھت تیرے کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔
”جب انہیں کوئی بات نہیں سوچتی تو۔۔۔ یہ دھت تیرے کی کہ کر کہا۔
کر کام چلا لیتے ہیں۔۔۔ ہیں بڑے حضرت۔“ رفت نے شوخ آواز میں

”یہ حضرت کی مومنث کیا ہوتی ہے؟“ آصف فوراً بولا۔
”ہوتی ہو گی حضرتی۔“ آفتاب بولا۔

”تو رفت تم بھی کم حضرت نہیں ہو۔“

”میں جلد از جلد اس خول کو توڑ دنا چاہتا ہوں۔۔۔ جو انہوں سمجھ کے نام سے اپنے اوپر چڑھا لیا ہے۔“ انہوں نے جذباتی انداز میں کہا۔

”ہوں۔۔۔ بات تھیک ہے۔۔۔ اللہ ہمیں کامیاب کرے۔“
”بھول ہے تمہاری۔“ روفی نے منہ بنایا۔
”اچھا اچھا۔۔۔ دیکھا جائے گا۔“

”وہ بات تو رہ ہی گئی۔۔۔ جو انکل کہنا چاہ رہے تھے۔“

”اوہ ہاں۔۔۔ پا نہیں انکل کیا کہ رہے تھے اور کیا سمجھ رہے بتکھے۔ انکل ذرا ایک بار پھر دہرا کیں گے اپنی بات کو۔“

”ایک بار کیا میں تو دہرا دوں گا ہزار بار۔“ انہوں نے خوش کہا۔

”عن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اتنی زیدہ بار دہرانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہمیں اپنے کالوں سے دشمنی نہیں ہے کوئی۔“ رفت نے یوں کہا۔

”شکر ہے۔۔۔ یہ صاحبہ بھی بولیں۔“ آفتاب مسکرا یا۔

”تم لوگ کسی کو بولنے کا موقع دو گے تو کوئی بولے گا نا۔۔۔ ہر بات تو تم صاف اچک لے جاتے ہو۔“ فرحت نے جلنے کے انداز میں کہا۔

”چلو تھیجو۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ صاف ہی اچک لے جاتے ہیں۔۔۔“

”عزت افزائی کا شکریہ۔“ رفت مکرائی۔

”لو اور سنو۔ یہ ان کی عزت افزائی ہو رہی ہے۔“

”بھی عزت افزائی کا کیا ہے۔ وہ تو کسی صورت میں ہو سکتی تھارے ساتھ شروع سے اب تک اس گاڑی میں بیٹھا ہوا ہوں۔“

انہوں نے فوراً کہا۔

”مگر آپ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے کسی کو کوئی چکر نہیں دے

سکتے۔“

”پہ پتا نہیں۔ پوچھ کر بتاؤں گا۔“ خان رحمان بولے۔

”اور پوچھیں گے کس سے۔“

”منور علی خان سے۔“

”مگر۔۔۔ کیا۔۔۔ یہ کسی نے میرا نام لیا تھا؟“ منور علی خان
تو نکے۔۔۔ وہ کسی گھری سوچ میں گم تھے۔

”آپ کہیں پہنچے ہوئے تھے کیا؟“ شوکی بولا۔

”عن۔۔۔ نہیں۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ میں کہاں تھا۔۔۔ اور کہاں نہیں
تھا۔۔۔ بات کیا ہو رہی ہے۔“

”انکل خان رحمان آپ کو بتائیں گے۔“

”کیوں بھی خالی رحمان۔۔۔ کیا معاملہ ہے؟“

”اب کیا خاک معاملہ رہ گیا۔۔۔ جب تم سن ہی نہیں رہے
تھے۔۔۔“

”ایک بات کی خوشی ہے۔“ فرزانہ بولی۔

”عزت افزائی جو مختصری۔“ پروفیسر داؤڈ جلدی بولے۔

”آپ بھی ہمارے رنگ میں رکھنے نظر آتے ہیں۔“

”خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکلتا ہے نا۔۔۔ یہ کوئی لیں سکتے۔“

”خاص بات نہیں۔“ پروفیسر مکرائے۔

”ویکھئے انکل۔۔۔ آپ ہمیں بے شک خربوزہ کر لیں۔۔۔ لیکن خرب

کو نہیں۔۔۔ کم از کم آپ خربوزے نہیں ہو سکتے۔“

”یار خان رحمان۔۔۔ وہ تمہاری بات تو رہ ہی گئی۔“ اس پر ہمچ

ہنسے۔

”وہ تو میں کب کی واپس لے چکا۔۔۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت

ہی نہیں رہ گئی۔“ خان رحمان بولے۔

”کیا مطلب؟“ انپکٹر کامران مرزا چونکے۔

”مطلب یہ کہ یہ خاموش خاموش تھے۔۔۔ کچھ بول نہیں رہے

تھے۔۔۔ سفر بور ہو چلا تھا۔۔۔ لہذا میں نے ان سے کہا کہ آخر تھیں۔“

کیا گیا ہے۔۔۔ مطلب یہ تاکہ باش کیوں نہیں کر رہے۔۔۔ لیکن اس

بات کی وضاحت سے پکے ہی یہ شروع ہو گئے۔“

”صد ہو گئی۔۔۔ آپ تو ہمیں پھر دے گئے۔“ آصف نے

”بس ایک بات کی... میں اتنے لہے چوڑے سفر کے بعد
بہت سی باتوں کی خوشی ہونی چاہیے... تب کہیں جا کر کام چلتا ہے۔
ایک بات کی خوشی تو ابھی راستے میں ہی ختم ہو جائے گی۔“ - فاروق بولا
”بال کی کھال آتا نہ اسے کہتے ہیں۔“ - رفت نے تملک کر کر کہا
”شکر کرو رفت... ابھی اس سے تمہاری کھال نہیں اتاری۔“

محمود پشا۔

”خوب... ان میں یہ بہت نہیں ہے۔“

”کیا کہا۔ کس بات کی بہت نہیں ہے مجھے میں۔“ - فاروق نے
 چونک کر کہا۔

”رفعت کی کھال آتا نے کی۔“

”یہ کیا مشکل کام ہے۔“

”ایک منٹ انکل... ذرا گاڑی روکیں۔“ - رفت نے چلا کر
 کہا۔

خان رحمان نے گھبرا کر گاڑی روک لی۔

”کیا کرتے ہو... گاڑی کیوں روک لی۔“ - اسپکٹر کامران مرزا نے
 منہ بنایا۔

”ابھی ابھی رفت نے ہی تو کہا ہے... گاڑی روکنا انکل۔“

”اوہ... یہ تو آپس میں جھگڑ رہے ہیں... اب کیا ہم بات بات
 پر گاڑی روکیں گے۔“

”لیکن انکل... اب جب کہ گاڑی روک گئی ہے... میں نیچے کو دیکھی ہوں... آپ ذرا فاروق سے کہیں میری کھال آتا کر دکھائے۔“
 ”جاوے... بھائی... اب آتا کر دکھاؤ کھال اس کی۔“ - اسپکٹر جشید
 نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔
 اور رفت کے پیچے ہی فاروق نے بھی چھلانگ لگادی۔

○☆○

”ہائیں ہائیں.... یہ لڑکی تو کچھ زیادہ ہی بڑھ چڑھ کر باقیں کر رہی ہے۔ انفل آپ اسے سمجھائیں“۔ آصف بولا۔

”وگک.... کون سے انفل سے کہا ہے؟“۔ پروفیسر داؤڈ بوكھلا گئے۔

”جی بس.... یوں سمجھ لیں۔ سمجھی انفل سے کہا ہے؟“۔

”اگر یہ بات ہے تو ہم سب ان دونوں سے کہتے ہیں.... والپس

”یہ.... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔“ نہیں روک نہیں کاڑی پر آ جاؤ۔ ورنہ ہم چل دیں گے اور تم دونوں کو پیدل آتا پڑے رہے۔“ روفی گوم نے مارے حیرت کے کہا۔

لیکن۔۔۔

”انہیں روکنا لوٹے کے چھنے چباتا ہے۔۔۔ اس لیے نہیں روک فاروق گھبرا اٹھا۔“

”ار باپ رے“۔ فاروق گھبرا اٹھا۔

”حملہ کرنے سے ڈر رہے ہو،“ اس لیے بھاگ رہے ہو۔“

”اگر یہ بات ہے تو اب نہیں جاؤں گا۔۔۔ چاہے پیدل ہی سفر کرنا کہا۔

”بس آپ دیکھتے جائیں“۔ آصف مسکرا یا۔

”اور وہ تمہارے بھائی بھی ڈر کر اوپر ہی رہ گئے۔“ ادھر رفت اور فاروق آمنے سامنے کھڑے تھے۔ اور غالباً سوچ رہے تھے۔ اب کیا کریں۔۔۔ فاروق کس رخ سے رفت پڑا۔ ”اف۔۔۔ اسے میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ میں ایک ہی دار میں کرے اور رفت کس طرح اس کا دار روکے۔“

”اب سوچ کیا رہے ہو۔۔۔ دار کیوں نہیں کرتے؟“ محمود نے کہا۔ ”ارے ارے“۔ کئی آوازیں ابھریں۔

”خبردار محمود۔۔۔ تم لڑائی میں دخل نہیں دے گے۔۔۔ ورنہ میں بھی کر کہا۔

”اگر ایسا ہی حملہ کرنے کا شوق ہے محمود بھائی۔۔۔ تو آپ بھی بیان میں کو دپڑوں گا۔“ آصف گرجا۔

”تم دیکھ نہیں رہے۔۔۔ یہ کیسے دعوے کر رہی ہے؟“۔

”تو کرنے دو۔ تھارا کیا جا رہا ہے۔“ - آصف بولا۔

”اگر اس نے یہی جملے تم سے کہے ہوتے پھر دیکھتا۔“ -

”ہاں ہاں میں یہی جملے تم سب سے کہتی ہوں۔“ - تم سب مل کر آ جاؤ۔ میں تم سب کو تنگی کا ناج خجا رہوں گی۔“ -

”شش۔۔۔ شاید۔۔۔ تھارا دماغ چل گیا ہے۔“ - فرحت بولی۔

”دوشش شاید نہیں۔۔۔ یقیناً کو۔“ - فرزانہ نے منہ بنا لیا۔

”تم دونوں بھی آ جاؤ۔۔۔ اور ان کا ساتھ دو۔“ -

”آپ دیکھ رہے ہیں۔“ - فرزانہ جھلا کر بڑوں کی طرف مڑی۔

”نہ صرف دیکھ رہے ہیں۔۔۔ بلکہ سن بھی رہے ہیں۔۔۔ کیا تم ہمیں انہا اور برو خیال کرتی ہو۔“ - اسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

”حد ہو گئی۔۔۔ آپ لوگوں میں کہیں ہم لوگوں کی روحلیں تو طہول نہیں کر گئیں۔“ -

”عن نہیں۔۔۔ ارے باپ رے۔“ - خان رحمان بوکھلا کر بولے۔

”اب تم کیا کہتے ہو آصف۔۔۔ اب تو رفت سب کو چیخ کر دی

ہے۔“ - ”اگر یہ بات ہے تو میں تمہاری طرف سے لڑوں گا۔۔۔ ایک فتح لڑنے وہ جانتی ہے۔۔۔ محمود اور فاروق وغیرہ سے جسمانی لڑائی میں

میں اس کا ساتھ دینے کے لیے اترائیں اور سے یہ ہم سب کو کہا جیت سکتی۔“ -

”لیکن۔۔۔ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟“ - لکارے۔۔۔ حد ہو گئی۔“ -

”ہاں ہو گئی۔۔۔ میں بلاوجہ نہیں لکار رہی۔“ -

”ہاں۔۔۔ تو تم لکارنے کی وجہ بھی رکھتی ہو۔“ -

”ہاں بالکل۔۔۔ یہ دیکھو۔۔۔ یہ رہی وجہ۔“ -

ان الفاظ کے ساتھی ای رفت نے سڑک سے نیچے چھلانگ لگا لی اور پھر یہ جاوہ جاوہ جاوے۔۔۔ فاروق اور آصف اس کے پیچھے دوڑے۔۔۔ بس لکا لھا۔۔۔ باقی لوگ گاڑی کو بھول کر اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔

”یہ لڑکی ضرور پاگل ہو گئی ہے۔“ - منور علی خان نے بھنا کر کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ - خان رحمان بولے۔

”اور مم۔۔۔ میرا بھی۔“ - پروفیسر داؤڈ بولے۔

چند لمحے خاموشی رہی۔۔۔ بس دوڑتے قدموں کی آواز گونجتی

ہمیں انہا اور برو خیال کرتی ہو۔“ - اسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

”آپ کچھ نہیں کہیں گے۔“ - محمود نے حیران ہو کر اپنے والد اسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

”ہم ایسا نہیں سمجھتے۔“ - اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”یقین آپ دو ولے کے خیال میں رفت کا دماغ نہیں چل گیا۔“ -

”ہاں ایسی بات ہے۔۔۔ اس نے یہ سب ضرور کسی وجہ سے کیا

ہے۔۔۔ محمود اور فاروق وغیرہ سے جسمانی لڑائی میں

میں اس کا ساتھ دینے کے لیے اترائیں اور سے یہ ہم سب کو کہا جیت سکتی۔“ -

”لیکن۔۔۔ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟“ - لکارے۔۔۔ حد ہو گئی۔“ -

”یہ تواب اس سے پوچھنے پر معلوم ہو گا۔“ -

۔ خیر تم یہی سمجھو لو۔

.....ہم یہی سمجھ لیں..... اب تمہیں مزا پکھانا ہی یڑے

”تمیں بھی... میں اب کچھ نہیں کہوں گی... پہلے ہم تعاقب
کے والے سے نہیں گے... کہیں آگے چل کر وہ ہمارے لئے
کمال کا باعث نہ بن جائیں... لیکن رفت تھمیں یہ احساس کس
در ہوا ہے بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمیں غلط فہمی ہوئی ہو۔“

”بھوں... خیر... ابھی چیک کئے لیتے ہیں۔“

فروال یہ ہے کہ یہ احساس مجھے کیوں نہیں ہوا۔ فرزانہ نے

لہو سکتا ہے... تم کسی دوسرے پہلو پر خیالات میں گم رہی
اللہ تعالیٰ کی خواستہ نہیں۔

وہ نہیں بخیر ہے محسوس کر ہے یہ رفتہ ہمارے کان کاٹنے کی فکر

بڑی سفید گاڑی کو سڑک کے کے کنارے کھڑے دیکھا۔
کسے معلمہ نہ گلے اگر تھوڑا تھا تو کہا۔

دوڑتے ہوئے وہ دور نکل آئے... اور آخر چھوٹی پارٹی ان تک پڑتی... حرم میں مجھ لو۔۔۔
پونچ گئی... یہاں سب رفت کو گھیرے کھڑے تھے اور وہ ہاتھ جوں "ہائیں... ہم یہی سمجھ لیں... اب تمہیں مزا چکھانا ہی پڑے
کھٹکیا تھی۔۔۔

"کار ایجاد کرنے کے بعد ہاتھ جوڑ دیتے ہیں"۔

یہ تیاری اس دورے کے لئے وائے سے بھیں لے گئے۔ میں اکے چل رہا ہمارے لیے ہاں! اس لیے کہ میں آپ سب کو گزاری سے دور لانا چاہیز ہے۔ بیان کا باعث نہ بن جائیں۔ لیکن رفت تھیں یہ احساس کس لئے ہوا ہے بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔

و لیکن کیوں؟

وہ اس لیے کہ اس لیے کہ ۔۔۔ وہ اٹکنے لگی۔

پیش بھرے گا تمہارا۔

“میرا خیال ہے... اس گھوڑی کے ذریعے ہماری سری ہوئی۔ اس کے ذریعے تو میں ایک بات نہیں۔”
اس گھوڑی میں کوئی ایسا آله لگایا گیا ہے... جس کے ذریعے میں سیہ لوگوں کی بات نہیں۔

لوگ ہم سے بہت دور رہ کر تعاقب کر سکتے ہیں... یہ بات میں
میر، یا آس پاس نہیں کہ سکتی تھی... اس لیے آپ لوگوں کو یہاں نہ لے جائیں گے۔

آئی.... ورنہ کماں میں اور کماں یہ لوگ یہ تو میری ایک پھیلی کا
انہوں نے ایک لمبا چکر کاتا اور سڑک کی طرف بڑھے... انہوں
اپنے ختم ۔۔۔ اس نے جلدی جلدی کما۔

”یہ کیسے معلوم ہو گا کہ یہ لوگ واقعی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں؟“

”اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم میں سے چند بیہاں ٹھرتے ہیں اب طلق سے نہیں اترتی۔“

باقی لوگ گاڑی پر جائیں اور گاڑی شارت کر لیں۔۔۔ میں اسی وقت ان لوگوں نے بھی گاڑی شارت کی توبات صاف ہو جائے گی۔“

ان لوگوں کے بارے میں ہم بہت زیادہ نہیں جانتے۔۔۔ لیکن اب ہو بھی چکلی ہے۔۔۔

”ان جھڑپوں کا نتیجہ کیا کلا؟“

”مستر رائل کے مقابلے میں یہی لوگ کامیاب رہے ہیں۔۔۔“

”میں تو کہتا ہوں۔۔۔ اگر ہمیں حکم دیا جاتا تو ہم انہیں کب کا ختم کر سکتے ہیں۔۔۔“

”وقت طے کر لیتے ہیں۔۔۔ گاڑی شارت کرنے کا۔۔۔“

”یہ صحیک رہے گا۔۔۔“

اور پھر نصف لوگ گاڑی کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔ وقت نہ اپنے ہوتے۔۔۔

پر گاڑی کا انجن شارت کیا گیا۔۔۔ اوہ سفید گاڑی کا انجن شارت کیا۔۔۔ لیکن گاڑی آگے نہ بڑھی۔۔۔ صاف ظاہر ہے۔۔۔ اگلی گاڑی میں اسی وقت ناٹر پھٹنے کا دھماکا ہوا۔۔۔ دونوں بری طرح اچھے۔۔۔ اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔۔۔ یہ لوگ اگر تعاقب کر رہے تھے تو ان کا کرکے۔۔۔ آگے جانے پر ہی روانہ ہو سکتے تھے۔۔۔

تحوڑی دیر بعد گاڑی کی طرف جانے والے بھی لوٹ آئے۔۔۔ ”اس آواز کو گونج نے ان کے ہوش اڑا دیے۔۔۔ وہ گاڑی سے دبے پاؤں سفید گاڑی سے نزدیک ہونے لگے۔۔۔ درختوں کی اوٹ میں آئے۔۔۔ اس کا لیکن ناٹر پھٹ گیا تھا۔۔۔

انہوں نے دیکھا۔۔۔ گاڑی پر چار آدمی سوار تھے۔۔۔ اور بے چینی سے اسکا رکھنا تھا۔۔۔ شباباش۔۔۔ درختوں کی طرف آجائے۔۔۔ تم ہمارے بارے میں جو بارگھڑی کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔

”یہ لوگ بہت عجیب ہیں۔۔۔ مستر رائل اور مسٹر ابظال بغیر کوئی۔۔۔ ان کے سامنے آگئے۔۔۔ ان کی ٹلاشی لی گئی۔۔۔ اور بیجوں وجہ سے تو ان کی طرف سے پریشان نہیں ہیں۔۔۔“

”مستر رائل اور ابظال کسی سے پریشان ہو جائیں۔۔۔ یہاں تو تم ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ لیکن

”یہ رہا وہ سیٹ... جس کے ذریعے یہ پیغام دیتے۔“

اے بھی آگ لگا دو۔ انپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

وہ ساکت کھڑے رہے۔ شاید ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس سیٹ کو بھی آگ لگا دی گئی۔ فوراً ہی وہ جل کر راکھ ہو۔

”اب تمہارا کیا کیا جائے؟“

”ہم... ہمیں آپ یہیں پھوڑ دیں... ہم کسی طرح واپس چلے جائے۔“

”تمہارا مقامی یا اس تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

”ہم کسی اور طرف نکل جائیں گے۔“

”اس سے یہ بہتر ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔“

”جس... جسے آپ کی مرضی۔“

ان کا نزرا یک بار پھر شروع ہو گیا۔

”بھی... کیا فرمایا... آگ لگا دوں؟“

”بھی بھل باتیں ہو رہی تھیں... کہ یہ رکاوٹ پیش آگئی۔“

”تو کیا ہوا... ہم پھر وہیں سے شروع کر دیتے ہیں۔“

”اہ! تو کیا بات ہوئی تھی؟“

”بھی یہ یہاں سے پیدل جائیں گے... یا پھر ہم انہیں بھی“

”بات تھی تو کوئی نہیں ہو رہی تھی... نہ جانے ان باتوں کو کیا ہو
لے لیتے ہیں۔“

”بک ہوتی ہی نہیں۔“ قاروق نے منہ بنایا۔

”تمہارا تو چل گیا ہے دماغ... بھلا باتوں کی کیا مجال کہ نہ
اپ ان کے رنگ زرد پر چکے تھے۔“ آصف جلد ہی کار کا

سرہ باتیں تو ہوتی ہی ہیں ہونے کے لیے۔“ فرحت بولی۔

یہ تو بتاؤ... کس خوشی میں تعاقب کر رہے تھے۔

وہ ساکت کھڑے رہے۔ شاید ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس سیٹ کو بھی آگ لگا دی گئی۔ فوراً ہی وہ جل کر راکھ ہو۔

”اچھا یہ بتاؤ... کس کے ہمکہ تعاقب کر رہے تھے۔“

”مقامی بات کے حکم پر۔“

”وہ کون ہے... اس کا نام کیا ہے؟“ انپکٹر جمشید بولے

”ہم نہیں جانتے۔“

”تعاقب کے بعد تم روپورٹ کس طرح دیتے۔“

”ایک سیٹ کے ذریعے۔“

”اوہ! آصف تم گاڑی میں سے وہ سیٹ نکال لاؤ اور کار پر جس... جسے آپ کی مرضی۔“

آگ لگا دو۔

”بھی... کیا فرمایا... آگ لگا دوں؟“

”ہاں... اس گاڑی کو آگ لگانا ہی ٹھیک ہے... جلدی کرو۔“

”انکل... پھر ہم ان کا کیا کریں گے۔“

”بھی یہ یہاں سے پیدل جائیں گے... یا پھر ہم انہیں بھی“

”بات تھی تو کوئی نہیں ہو رہی تھی... نہ جانے ان باتوں کو کیا ہو
لے لیتے ہیں۔“

”چلنے ٹھیک ہے۔“ آصف نے کما اور چلا گیا۔

اب ان کے رنگ زرد پر چکے تھے۔ آصف جلد ہی کار کا

لگا کر واپس آگیا۔ پھر انہوں نے کار کے دھماکے کی آواز سنی۔

”جب کوئی بات نہیں سمجھتی تو ہم بالکل اوٹ پنائگ باکھ طالع شروع کر دیتے ہیں۔“ فرزانہ نے مدد بنایا۔ ”واہ مرا آگیا۔۔۔ بڑے بھی شریک ہو گئے۔۔۔ اب یہ سفر بہت تو کیا ہوا۔۔۔ اوٹ پنائگ ہاتھی بھی تو باتیں ہی ہوتی ہیں۔۔۔“ کمال سے کٹ جائے گا۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔ اور اس کی بات درست ثابت ہوئی۔۔۔ ان کا یہ سفر واقعی آسانی کے کٹ گیا۔۔۔ انہیں مسلسل چھپ دن سفر کرنا پڑا تھا۔۔۔ پھر وہ رک ”تین میں نہ تیرہ میں۔“ آصف بولا۔ ”یہ۔۔۔ یہ تم نے اشفاق کے لیے کہا ہے۔“ محمود نے پرماں کیونکہ اس سے آگے راستا بند تھا۔ ”میرے آلات نے اس سمت میں اشارہ کیا تھا۔“ پروفیسر داؤد کہا۔

”نہیں۔۔۔ ہم سب لوگ اس وقت ایسے ہی ہیں۔۔۔ جیسے۔۔۔“ ”لیکن یہاں تک تو ہمیں دشمن کا ہیڈ کوارٹر نہیں ملا اور سامنے میں نہ تیرہ میں۔“ ”مجھے تو آج تک پتا بھی نہیں چلا۔۔۔ اس کا مطلب کیا ہے۔۔۔ برف ہی برف ہے۔۔۔ اس قدر برف کہ نہ جانے یہ کتنے میلوں تین میں نہ تیرہ میں کا۔“

”محاورات کے مطلب۔۔۔ ذرا آسانی سے سمجھ میں نہیں۔۔۔ ہاں! یہ برف کی وادی ہے۔۔۔ یہاں سارا سال برف جبی رہتی ہے۔۔۔ یہ برف بھی نہیں پکھلتی۔۔۔ اس میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔۔۔ آتے۔۔۔“ ”تو ہم محاورات کے چکر میں آتے کیوں ہیں۔“

”ہم ان کے چکرے میں نہیں آتے۔۔۔ یہ ہمارے چکر میں۔۔۔“ ”ہماری بھی تو یہاں آ کر قلبیاں جنم جائیں گی۔“ آفتاب نے جاتے ہیں۔۔۔ بے چارے کہیں گے۔“ آصف بولا۔

”لو! اب محاورے بھی بے چارے ہونے لگے۔۔۔ پھر ان کی تھی۔۔۔ برف میں کہیں کہیں انہیں درخت بھی نظر آ رہے میں ایسا کون رہ جائے گا جو بے چارہ نہیں ہو گا۔“ ”کے صرف اور صرف برف تھی۔۔۔ یا پھر برف کے اوپر آسمان بھی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔“ اسپکڑے کان پر سورج۔۔۔ لیکن یہاں دھوپ میں بھی کوئی گرمی محسوس

نہیں ہو رہی تھی۔

"اف مالک... کیا اس برف کے اندر کمیں ہیڈ کوارٹر بنایا گی
ہے"۔ فرزانہ کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد حیر زدہ رہ گئے۔
"آپ اپنے آلات کے ذریعے چیک کریں.... کمیں آلات ہیں"۔

میں آگے کی طرف تو اشارہ نہیں کر رہے۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے... ہم سب دوڑ لگائیں گے"۔ انپکٹر

"اوہ! ایک منٹ"۔ وہ بولے... اور پھر اپنے بیک میں سے ابران مرزا بولے۔

"لیکن رہو گے تم میرے آس پاس ہی"۔ پروفیسر داؤد گھبرا کر

آلات نکال کر برف پر بیٹھ گئے۔

چند منٹ تک وہ ان کا بغور معائنہ کرتے رہے... پھر فاتح آلات

میں بولے۔

"اف مالک... اس کا ہیڈ کوارٹر ضرور اس برف میں ہی کمیں

اور پھر وہ بھاگنے دوڑنے لگے۔ پروفیسر داؤد آلات پر جت

لے کر اخیر میں منٹ بعد ان کی آواز پر سب ان کے گرد جمع ہو گئے۔

"ہاں بالکل... کیا رہا"۔

"یہ برف یہاں قریباً ایک سو کلو میٹر کے فاصلے تک پھیلی ہوئی

اور ہم برف میں کیسے سفر کریں گے... یہاں تو حد نگاہ تک نہیں ہیڈ کوارٹر کم از کم بچاں کلو میٹر آگے ضرور ہے... فی الحال

ہر آلات اس سمت میں شمارہ کر رہے ہیں... لیکن یہ بتانے کے

یہ بھی کوئی بات ہے... کہ آلات میں ہے کہ فاصلہ کتنا ہے... بس میں اندازہ ہی لگا سکتا ہوں"۔

"پچاس کلو میٹر کا فاصلہ برف پر کس طرح ملے کیا جا سکتا ہے

پھر صاحب"۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"مارے گئے پھر تو"۔ فاروق بولا۔

"وہ کیسے؟"

"آخر ہم برف میں کیسے سفر کریں گے... یہاں تو حد نگاہ تک نہیں ہیڈ کوارٹر کم از کم بچاں کلو میٹر آگے ضرور ہے... فی الحال

برف ہی برف ہے"۔

"یہ بھی کوئی بات ہے... پہلے ہمیں یہ اندازہ لگانا ہے... بس میں اندازہ ہی لگا سکتا ہوں"۔

"ہیڈ کوارٹر یہاں سے کتنی دور ہے"۔ انپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں انکل... کیا آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں"۔

"مجھے کچھ کام کرنا پڑے گا... پھر اندازہ لگ سکے گا"۔

"تو پھر آپ کام کریں... ہم ذرا دوڑ لگا لیں"۔ محمود بولا۔

"دوڑ لگا لیں... کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"خون بھینے لگ گیا ہے... بھاگ دوڑ کر اس کو گرم رکھ سکتے

"بالکل ٹھیک کہا تم نے... ہم سب دوڑ لگائیں گے"۔ انپکٹر

"اوہ! ایک منٹ"۔ وہ بولے... اور پھر اپنے بیک میں سے ابران مرزا بولے۔

"لیکن رہو گے تم میرے آس پاس ہی"۔ پروفیسر داؤد گھبرا کر

چند منٹ تک وہ ان کا بغور معائنہ کرتے رہے... پھر فاتح آلات

میں بولے۔

"ہاں! آپ فکر نہ کریں"۔

"اوہ! ایک منٹ"۔ وہ بولے... اور پھر وہ بھاگنے دوڑنے لگے۔ پروفیسر داؤد آلات پر جت

لے کر اخیر میں منٹ بعد ان کی آواز پر سب ان کے گرد جمع ہو گئے۔

"ہاں بالکل... کیا رہا"۔

"یہ برف یہاں قریباً ایک سو کلو میٹر کے فاصلے تک پھیلی ہوئی

اور ہم برف میں کیسے سفر کریں گے... یہاں تو حد نگاہ تک نہیں ہیڈ کوارٹر کم از کم بچاں کلو میٹر آگے ضرور ہے... فی الحال

ہر آلات اس سمت میں شمارہ کر رہے ہیں... لیکن یہ بتانے کے

یہ بھی کوئی بات ہے... کہ آلات میں ہے کہ فاصلہ کتنا ہے... بس میں اندازہ ہی لگا سکتا ہوں"۔

"پچاس کلو میٹر کا فاصلہ برف پر کس طرح ملے کیا جا سکتا ہے

پھر صاحب"۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

”ہاں نہیں کیا جاسکا۔ ہم جم کر رہ جائیں گے۔“
”اسی لیے انہوں نے یہ جگہ منتخب کی ہے۔“
”لیکن۔۔۔“

فاروق نے تیز آواز میں کہا۔



نہیں

اس لیکن کے بعد تمہاری زبان میں بھی خون جم گیا کیا؟“ ہمف
نے بحثا کر کہا۔

”لیکن ہمارے پاس فرزانہ، فرحت اور رفتہ موجود ہیں۔۔۔ یہ
کل ترکیب ہتاں گی۔“

”ان حالات میں ہم ترکیب کہاں سے لائیں؟“ فرزانہ نے منہ

”مال فرزانہ ترکیب تو تمہیں کوئی نہ کوئی اپنے دامنوں سے
کھانا ہو گی ورنہ۔۔۔ اسکے لئے جدید بولے۔۔۔“

”ورنہ کیا۔۔۔ کیا آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں۔“

”نہیں۔۔۔ دھمکی کا کہاں کیا کام۔۔۔ میں تو خبردار کر رہا ہوں۔۔۔“

”التم قیوں ترکیب نہ بتا سکیں تو ہم اس برف پر ہی جائیں دے دیں
گے۔۔۔“

”کیا مطلب۔۔۔ آپ ناکامی کی صورت میں واپس نہیں جائیں

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARY,
F/890/4 NISHAT ROAD DHAERA BAZAR
RAWALPINDI PH:5556632
PROP: ALI KHAN

”جس طرح باری باری جاؤ کر اور سو کرو قوت گزارا جاتا ہے۔۔۔ اب بھی ہم اسی طرح کریں گے۔۔۔“

”لیعنی پہلے کچھ لوگ جائتے رہیں گے۔۔۔ اچھل کو دکرتے رہیں گے۔۔۔ باقی سوتے رہیں گے۔۔۔“

”ہاں اور کیا۔۔۔“

”لیکن سونے والے سوتے ہی رہ جائیں گے۔۔۔“

”دیکھا جائے گا۔۔۔ جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا ڈر کیا۔۔۔“

آتا ہے۔۔۔

”تو بہے۔۔۔ تمہیں ایسے میں بھی محاورات سوچھ رہے ہیں۔۔۔“

”اب اپ ہی بتائیں۔۔۔ ہم کیا کریں؟“

”کم بخنوں نے عجیب جگہ جنی ہے۔۔۔“

”ولیکن وہ خود کس طرح رہ رہے ہوں گے۔۔۔“

”انہوں نے ہیر وغیرہ لگا رکھے ہوں گے۔۔۔“

”اب کیا کریں۔۔۔ سوال تو یہ ہے۔۔۔“

”میرا خیال یہ ہے کہ آج رات میں گزاری جائے۔۔۔ اس سے

ٹھیک یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ہم رات کے وقت زندہ رہ سکیں گے یا

ٹھیک۔۔۔ اندازہ ہونے کے بعد ہم آگے سفر شروع کر سکتے ہیں۔۔۔“

”ایک اور آئینڈیا دوں آپ کو۔۔۔ رفت مکرا۔۔۔“

”مگر یہ رفت۔۔۔ ان حالات میں اگر تم کوئی آئینڈیا دوگی تو مزا آ

”پھر واپس جا کر ہم کیا کریں گے۔۔۔ ان مسلمانوں کے سامنے کہیں نظریں بھی اٹھا سکیں گے۔۔۔ جخنوں نے مجبوری کی حالت میں عیسائیت قبول کی ہے۔۔۔ اور جو اندر سے اب بھی مسلمان ہیں۔۔۔ یا جو اپنے گھر میں چھپ کر نمازیں پڑھ رہے ہیں۔۔۔“

”باتیں آپ کی بھی تھیک ہیں۔۔۔ اچھا ہم اپنے دماغوں پر نور ڈالتی ہیں۔۔۔“

”ویکھنا۔۔۔ کہیں دماغوں پر برف نہ جم جائے۔۔۔“

”تیوں سر جوڑ کر بیٹھ ٹکیں۔۔۔ باقی لوگ لگے پھر جاؤ دوڑ کرے۔۔۔ ایسے میں پروفیسر داؤ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔“

”ارے باپ رے۔۔۔“

”کیا ہوا انکل۔۔۔ بھوک لگ گئی کیا؟“ شوکی مسکرا۔۔۔

”ونہیں۔۔۔ ایک خوفناک خیال آیا ہے۔۔۔“

”اور وہ کیا؟“ اسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔۔۔

”اس وقت تو ہم بھاگ دوڑ کر اور اچھل کو دکر اپنا خون گرم کر رہے ہیں۔۔۔ رات کو یہ کیسے کر سکیں گے۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ وہ نہ پڑے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ تم لوگ نہ رہے ہو۔۔۔“

”بھی ہاں اور کیا کریں۔۔۔ نہنا ہی پڑتا ہے۔۔۔“

”لیکن میں نے تو ایک بہت سمجھیدہ بات کی ہے۔۔۔“

جائے گا۔ خان رحمان بولے

”پچاس کلو میٹر کا فاصلہ جلد طے ہو سکتا ہے۔“

”کیا کہا میں بہت جلد طے ہو سکتا ہے۔ شاید تمہارا دماغ چل گیا

ہے۔ لیکن اس میں تمہارا بھی کیا قصوری برف کے اس جہاں میں

دماغ نہیں چلیں گے تو اور کیا چلیں گے۔“ منور علی خان بولے۔

”اوہ پہلے اس غریب کی بات تو سن لو۔“ اسپکٹر جشید مکراے۔

”اچھا ہے کہو بھی رفت۔“

”ہم سکیٹنگ کر کے جا سکتے ہیں۔“

”بہت خوب رفت۔ وہ مارا۔“ اسپکٹر کامران مرزا چلا کے۔

اور برف پر بچوں کی طرح اچھلتے لگے۔

”آپ تو کچھ زیادہ ہی خوش ہو رہے ہیں۔“

”یہ بات ہی اس قدر زوردار ہے۔“ اسپکٹر جشید بولے۔

”لیکن معاف کیجئے گا۔ ہمارے پاس سکیٹنگ کا سامان کمال

ہے۔ بغیر سامان کے ہم کس طرح سکیٹنگ کر سکیں گے۔“

”یہاں درخت موجود ہیں۔ چھڑیاں ان سے بنائی جا سکیں گی۔“

”لیکن رہ گئے پاؤں میں پہنے والے لوہے کے سکیٹر۔ ان کا مسئلہ انکل منور

علی خان حل کریں گے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”ان کے تھیلے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔“

”لیکن اس میں لوہے کی اتنی چیزیں نہیں ہیں۔ کہ ہم میں سے
ایک کے پیروں کے لیے سکیٹنگ کے جوتے بن سکیں۔“ منور علی
خان نے ماہ سانہ انداز میں کہا۔

”لیکن ہم سب برف پر چل کر کیوں جائیں۔ آپ کم از کم
ایک آدمی کے لیے تو سکیٹنگ کا سامان تیار کر سکتے ہیں نا۔“ فرحت

”کیا مطلب فرحت۔ کیا یہ ساری ہم ہم میں سے صرف ایک
ایک سر کرے گا۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔
”جی نہیں۔ ہم سب جائیں گے۔ لیکن سکیٹنگ ایک آدمی
کا ہے۔“ فرحت بولی۔

”لیکن ٹھیک ہے۔ وہ بے چارہ باقی سب کو اپنے اوپر سوار کر
لے جائے گا۔“ محمود نے جل بھن کر کہا۔

”جی نہیں۔ یہ باتی لوگ اور طرح جائیں گے۔“

”آخر کس طرح
”میں نے تی وی پر ایک فلم دیکھی تھی۔ اس میں دو پہاڑوں
کے درمیان رہی باندھ کر اس رہی کے ذریعے ایک پہاڑ سے دوسرے
پہاڑ کووار جاتے ہیں۔ جب کہ دونوں پہاڑوں کا فاصلہ بہت تھا
لئے ہزاروں فٹ گمری کھائی تھی۔“

”بات اب تک پلے نہیں پڑی۔“ آصف بورڈا یا۔

”اس لیے کہ تمہارا دماغ برف ج نے چلا گیا ہے... برف اس طرح پھاڑ سر کرنے والے اوپر چڑھتے ہیں... لیکن اس لیے کہ گھاس تو پہاں ملے گی نہیں بے چارسے کو“۔ فرزانہ بولی۔

”اور تم تو اس طرح کہ رہی ہوئی۔ جیسے تم اس کی بات سمجھ کر دوسری صورت میں ہمیں برف پر چلتا ہو گا اور اس طرح وہ قوت نبھد ہو سکتی ہے، کیونکہ برف میں پاؤں دھنس دھنس ہو“۔

”ہاں! میں جان گھنی ہوں کہ فرشتہ کھانا کھنا چاہ رہی ہے... یہ سچے سخت ہو سکتی نے بھی وہ قلم دیکھی تھی... انگل منور علی خان کی رسی... ہمارے کاش ہمارے پاس سیکٹک کا سامان ہوتا ہے... کاش ہمیں معلوم آئے گی“۔ اسپکٹر

پیدا کرتے چلے گئے

”اوپر پھاڑ کھاں ہے اٹھا کر لائیں گے ہم“۔ محسن بولے۔
”ہاں پھاڑ تو ہماری عقولوں پر ڈگئے ہیں... اٹھا کر کیسے لائیں گے؟“
”بس سمجھے ابا جان... آپ اس قدر کاش نہ ہو سکتے ہیں... ہم گھبرا سکیں گے“۔ فرشت نے مسہ بنایا۔

”بھی فرشت... وضاحت کرو“۔ منور علی خان بولے۔
”ابو... بات سمجھیں... ہم دو مضبوط لکڑیاں دو اونچے درج کاٹیں گے... ایک کی لمبائی اونچی ہو گی دوسرے کی کم... اونچی کی کاش ہیں گے... ایک کی لمبائی اونچی ہو گی دوسرے کی کم... اونچی کی لکڑی اس طرف برف میں گاڑ دیں گے اور کم لمبائی والی لکڑی جگہ گاڑی جائے گی جہاں تک آپ کی رسی جائے گی... ان لکڑیاں سروں پر آپ کی ٹکاری رسی باندھی جائے گی... اور اس طرح بخود دوسری لکڑی تک پہنچ جائیں گے۔ صرف ایک آدمی سیکٹک اٹھا رہے ہے... اس سلسلے میں بھی ہمیں کاری گری دکھانا ہو گی“۔

”جی انگل... کس سلسلے میں“۔ آصف بولا۔
”لکڑیاں تیار کرنے کے سلسلے میں... ان کا نچلا سرا جو برف میں کے آگے جاتا رہے گا اور لکڑی آگے جا کر گاڑتا رہے گا“۔

”اس میں شک نہیں کہ اس طرح ہم برف پر سفر کر کے

گاڑنا ہو گا... نوک دار بنایا جائے گا۔ تاکہ برف میں آسانی
دھن سکے... اور اوپر والے سرے پر ایسا گڑھا سا بنانا ہو گا۔ جو
میں سے رسی فوراً پھنس جائے۔"

"چلو اس بمانے ہم ابطال کو دیکھ بھی لیں گے... نہ ہے...
تھے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ میں ہیڈ کو راث میں موجود لوگ تو
ہم آرام کر لیتے ہیں... اپنے اللہ کو یاد کر لیتے ہیں... صبح سوریہ کا
ترویج کر دیا جائے گا۔"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا... ہو سکتا ہے... وہ ان کے آگے بھی نہ
ترویج کر دیا جائے گا۔" اسکر کامران مرزا نے کہا۔

اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا... اور گاڑی میں آرام کر لئا۔

کے لیے آبیٹھے۔ یہ رات انہیں بھیتے تھے اس جگہ پر برکت اور
کھانے پینے کا سامان وہ ساتھ لائے تھے۔ اس کو اب احتیاط سے نہیں ہوا۔ ہم کے ذریعے دو دو گلو میر تک رسی پر پھسل کر آگے چلنے لگے۔
کیا جا رہا تھا۔ ان حالات میں مزید خوزاک کا انتظام بھی وہ نہیں کر سکتا۔ اسکر کامران مرزا اور اسکر جمیشید پاری باری سکیٹنگ کر کے
تھے۔ یہاں تو کہیں ناریل بھی نہیں تھے۔ جو درخت تھے۔ ان پر انکے جا رہے تھے۔ وہ آگے لے جا کر لکڑی گاڑ دیتے۔ اور رسی اور
کوئی پھل بھی نہیں تھا۔

کچھ سوتے رہے۔ کچھ اونگتھتے رہے۔ اس طرح رات براہ راست... پھلی لکڑی کو اکھاڑ کر رسی کے فریلے گیٹ لیا جاتا۔
گئی۔ دوسری صبح انہوں نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا۔
پہلے تین کافی موٹی اور لمبی لکڑیاں کافی گئیں۔ ان کے پہلے افاضہ طے کرنا ان کے لیے بہت خوفناک مسئلہ ثابت ہوتا۔ اور اسی
سرے نوک دار بنائے گئے۔ سکیٹنگ کے لیے لونے کے لبے جوئے لے ابطال نے شاید اس جگہ کو منتخب کیا تھا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ
تیار کئے گئے۔ اس کام میں منور علی خان کا ڈکاری تھیلا بہت ایسا۔ اس کے ہیڈ کو اڑ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ میں یہ زندہ جاوید
آیا۔ رسی کی بھی جب پیائش کی گئی تو وہ دو گلو میر کے قریب بن گئی۔ اس کی اس سوچ کو غلط قرار دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ایسے میں

کہ وہ اس طرح بالکل سیدھے راستے پر بیہاں تک آ جائیں گے۔“
”خوبی... اب انہیں فوری طور پر موت کے گھاٹ امداد نہ ہو گا۔
میں آرہا ہوں۔“
”ابھی تو آپ کے لیے ایک خبر اور ہے سریں مجھے افسوس
ہے۔“ مارٹی نے کہا۔

”جلدی کہو۔“ دوسری طرف سے بھنا کر کما گیا۔

”وہ برف پر سفر کر رہے ہیں... اور انہوں نے سفر کرنے کا انوکھا
طریقہ نکلا ہے۔ یہ تو آپ کا خیال ہی تھا کہ وہ برف پر سفر نہیں کر
سکتیں گے۔“

”کیا مطلب... انہوں نے کیا طریقہ نکلا ہے؟“

مارٹی نے جب اسے طریقہ بتایا تو ابطال کے منہ سے بے اختیار

”وہیں!!!“

○☆○

ان کے اس کام کو دیکھنے والا بھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف پہنچ آؤں
جو انہیں ساتھ لانے پڑے تھے۔ روپی گوم اور چار آؤنی گاڑی
والے اور بس... وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان کی ان کوششوں
کو دیکھ رہے تھے۔

انہیں اس مضم میں ساتھ نہیں لیا گیا تھا۔ گاڑی کے پاس ہی
چھوڑ دیا گیا تھا۔ لیکن گاڑی کی چالی انپکٹر جیشید نے نکالی لی تھی۔
ورسہ وہ لوگ گاڑی کو لے کر فرار بھی ہو سکتے تھے۔ پرانی غیر ضروری
لوگوں کو بھی وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

”جلد ہی سب لوگ ان چاروں کی نظروں سے او جھل ہوئے
اور ایسے میں ان میں سے ایک نے اپنے جوتے کی ایڑی میں سے ایک
نخا سڑا نسیر نکلا اور اس پر کسی سے سلسہ قائم کرنے لگا۔ جلد ہی
آواز سنائی دی۔

”پہلویں ابطال بات کر رہا ہوں۔“

”اوہ میں مارٹی ہوں بس... میں نے اور میرے ساتھیوں نے
انہیں اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کہ ہمارا آپ سے باقاعدہ رابطہ
ہے۔ ان سے بھی ہماری ٹھاٹھی لینے کی چوک ہو گئی... لیکن وہ برف
تک پہنچ چکے ہیں۔“

”کیا کہ رہے ہو... وہ برف تک پہنچ گئے۔“ ابطال دھماڑا۔

”ہاں بس! میں نہیں جانتا تھا۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔“

لگئے ہوں گے اور پھر انہوں نے تو اس برف میں اپنا ہیڈ کوارٹر بھی
بچی۔ آخر وہ کس طرح کامیاب ہوئے ہوں گے۔

”اصل مسئلہ ہے ساز و سامان کا... وہ لوگ تو اپنے ساز و سامان
بت آئے ہوں گے۔“

”لیکن اس مسئلے میں اتنی رازدایی سے کام لیا گیا ہے... المذاہ
آدمی تو ساتھ لا نہیں سکتے تھے۔“

”اس کے لیے بھی کوئی ترکیب کر لی گئی ہو گی... ہو سکتا ہے...
رازد کو میوں کو ابطال ساتھ لایا ہو... ان سب کو کام ختم ہونے
بعد موت کے گھنٹاتار دیا ہواں نے۔“

”اوہ!“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”مطلوب یہ کہ ہمارے پاس وہ سامان نہیں ہے۔“
یہاں جمیشید... ہمیں واپس جانا ہو گا۔ بغیر کسی سامان کے ہم یہ
لیکن کلو میٹر طے نہیں کر سکیں گے۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”آپ تو یہی ہماری ہمتیں توڑ رہے ہیں۔“

”اس طرح سنگکنے میں سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں
ہم موت سے نہیں درستے... وہ تو آکر رہے گی... لیکن اپنے
یہ ثابت کیا ہے کہ ایک سے بڑھ کر ایک پیدا فرمائے ہیں اس نے
برف کی اس وادی میں سورج کی نہیں چلتی۔“

”آپ ٹھیک کرتے ہیں... میرے ہاتھ پر جواب دے رہے
لیکن شوکی نے گھبرا کر کہا۔“

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARY,
F/380/4 NIGHYAR ROAD DHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 3556532
PROP: ALI KHAN

ایک وھاکا

قیبا مجھے کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ان کے ہاتھ پر
من ہونے لگے... اس جگہ درجہ حرارت نقطہ انہماں سے گرا ہوا تھا۔
ان حالات میں ان کا خون نہ جنتا اور کیا ہوتا۔

”جیشید! ہم پہچاں کلو میٹر کا فاصلہ کس طرح طے کریں گے۔
ہماری حالت تو بہت غیر ہونے لگی ہے۔“ پروفیسر داؤڈ گھبرا کر بولے۔
”ہوں! یہ مسئلہ بھی ہے... پھر ہم کیا کر سکتے ہیں... آپ
سائنس دان ہیں... یہ آپ بتائیں۔“ اسکرٹر جیشید بے چارگی کے عالم
میں بولے۔

”یہ دھوپ بھی تو کوئی حرارت پیدا نہیں کر رہی... گویا یہاں
سورج بھی بے بس ہے۔“

”بھی یہ سب اللہ کی قدرت کے نظارے ہیں... اللہ نے یہاں
یہ ثابت کیا ہے کہ ایک سے بڑھ کر ایک پیدا فرمائے ہیں اس نے
برف کی اس وادی میں سورج کی نہیں چلتی۔“

”سوال یہ ہے... ابطال اور اس کے ساتھی کس طرح یہاں سے
لے کر شوکی نے گھبرا کر کہا۔“

”اور ہمارے بھی... ہمیں تو یہ تھے کلو میٹر کا راستا بھی آہاں نظر نہیں آ رہا۔“

”کیوں... دال نہیں گلی شاید؟“

”ہاں! خون جمنے لگا تو ہمیں واپس آنا پڑا... اس برف کی وادی سفر کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔“

”لیکن تم لوگ فوراً گاڑی میں آبیٹھے تھے... آخر کیوں؟“

”یہاں تک کہ جب وہ وادی کے کنارے پہنچے... تو ان کے جسم کسی وہیں باہر نیادہ سردی لگ رہی تھی۔ بس یہ سوچ کر اس میں تک ضرور گرم ہو گئے تھے... انہوں نے فوراً گاڑی کی طرف رفت اور کہ کہیں سردی سے بھٹکھڑی نہ جائیں۔“

”کیا... باقی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے... اور ان کے ساتھ گاڑی کی“ ”ہوں... چلو خان رحمان... جلدی کرو۔“

”کیا مطلب... کیا آپ واپس جا رہے ہیں؟“ ان میں ایک نے

”جیرت ہے آپ تو بہت جلد واپس آ گے۔“

”باقی لوگوں لے جائیں کہا۔“

”ہاں! یہاں رہنا تو بھٹکھڑ کر مرنے کے برابر ہے۔“ اسپکٹر کامران

”ہاں! ہم مجبور ہو گئے... وہ چاروں کہاں ہیں؟“ اسپکٹر کامران

”اس کی طرف دیکھ کر کہا... پھر نہ جانے کیوں ان کے چہرے پر مرا نے چوک کر کہا۔“

”وہ تو آپ لوگوں کے روائی ہونے کے فوراً بعد ہی گاڑی میں“ ”کیوں خیر تو ہے؟“

”بھی کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ہمارے واپس جانے کی خبر تم کچھ گھبرا سے گئے

”وہ نہیں... تو...“

”خیر... اس کا حل تو میرے پاس ہے... آئیے واپس دوڑ لائیں“

”ہیں... دوڑ کر جانے میں کچھ نہ کچھ خون ضرور گرم ہو گا... اور مجھے کلو میٹر تو خیر دوڑ ہی لیں گے... اس طرف تو پچاس کلو میٹر ہیں۔“

”اور انہوں نے واپس دوڑ لگا دی... وہ مسلسل دوڑتے رہے۔“

”یہاں تک کہ جب وہ وادی کے کنارے پہنچے... تو ان کے جسم کسی وہیں باہر نیادہ سردی لگ رہی تھی۔ بس یہ سوچ کر اس میں تک ضرور گرم ہو گئے تھے... انہوں نے فوراً گاڑی کی طرف رفت اور کہ کہیں سردی سے بھٹکھڑی نہ جائیں۔“

”کیا... باقی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے... اور ان کے ساتھ گاڑی کی“ ”ہوں... چلو خان رحمان... جلدی کرو۔“

”طرف بڑھنے لگے۔“

”جیرت ہے آپ تو بہت جلد واپس آ گے۔“

”باقی لوگوں لے جائیں کہا۔“

”ہاں! ہم مجبور ہو گئے... وہ چاروں کہاں ہیں؟“ اسپکٹر کامران

”اس کی طرف دیکھ کر کہا... پھر نہ جانے کیوں ان کے چہرے پر مرا نے چوک کر کہا۔“

”وہ تو آپ لوگوں کے روائی ہونے کے فوراً بعد ہی گاڑی میں“ ”کیوں خیر تو ہے؟“

”بھی کیا مطلب؟“

”اوہ! اچھا... تب پھر آپ باہر کیوں رہے۔“

”بس یونہی... جب سردی حد سے بڑھتی تو ہم بھی گاڑی میں“ ”چلے جاتے۔“ رونی نے کہا۔

”ایک منٹ خان رحمان“۔ اسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرز دیکھ کر رکنے کا اشارہ یا میں اس لیے کہ وہ گاڑی اشارت کرچکے تھے اس کا۔ انہوں نے سرد انہوں نے ابھن بند کر دیا۔

وہ فوراً نیچے اتر گئے۔ ان کی آواز نے ان کے جسم پر لرزہ دیکھ کر دیا تھا۔

”چلو خان رحمان... اب گاڑی اشارت کرو“۔ اسپکٹر کامران

”تم لوگ انھوں کو کھڑا ہو جاؤ“۔

”لیک... کیوں... کیا بات ہے؟“ ایک گھبرا کر بولا۔

”میں خود نہیں جانتا... لیکن اتنا جانتا ہوں کہ کوئی بات ہے؟“
خود... فی الحال تو ہم تم لوگوں کی تلاشی لیں گے۔ اس لیے کہ ”کیا مطلب... کیا آپ ہمیں یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے؟“
تمہیں ساتھ لاتے وقت ہم یہ غلطی کرچکے ہیں کہ تمہاری تلاشی نہیں ”ہاں! تم ذرا یہاں کی آب و ہوا کے مزے چکھو اور اب لی گئی“۔

وہ ساکت رہ گئے۔ اور پھر تلاشی لینے پر ٹرانسیور جیب سے نکل ہو گا۔ ہاں یہ ٹرانسیور ہم البتہ ہم اپنے ساتھ لے جا رہے آیا۔

”اف مالک... اس کا مطلب ہے... تم لوگ ابطال کے خارجی حارت مائگ لیتا۔ تاکہ تم زندہ رہ سکو اور ہاں تم پیدل آدمی ہو“۔

”ہاں! ہیں“۔ ایک بولا۔

”اور ہمارے یہاں تک پہنچنے کی اطلاع بھی تم اسے دے چکے۔ سن... نہیں.... ہم لکھنؤ کو مر جائیں گے۔“
”لکھنؤ کو مرنے کی ضرورت نہیں... دوڑ لگانا شروع کر دیں...“

”ہو جائیں گے... چلو خان رحمان“۔

”سن... نہیں... نہیں“۔ وہ چلا گئے۔

اور ان کی گاڑی وہاں سے واپس چل پڑی۔ گاڑی چلتی

ہو۔

”ہاں! دے چکے ہیں“۔

”تب تم گاڑی سے نیچے اتر جاؤ“۔

”کیا مطلب؟“ وہ چونکا۔

رہی... سب چپ چپ تھے۔ اس خاموشی کو انپکٹر جشید نے توڑا۔
”کیا ہو گیا ہے سب کوئی سانپ تو نہیں سو گئے گیا۔“

”واپس جاتے ہوئے مزا نہیں آ رہا۔“

”یہاں مرنے سے تو بہتر ہے۔“ خان رحمان بولے۔

”ایک طرف تو کہ رہے ہو... حد ہو گئی... دوسری طرف کہ

”کمال ہے۔“ آصف نے تملکار کر کر کہا۔

”ابھی کیا ہے... ابھی تو یہ کے گا کہ افسوس ہے... یہ ہے، وہ

”للان ہے... دغیرہ وغیرہ۔“ فاروق نے کہا۔

”ابھی اس میں دغیرہ وغیرہ کی کسر بھی رہ گئی تھی۔“ فرزانہ کے

”جنت تھی۔“

”دغیرہ وغیرہ کی بھی ایک ہی کی... بھی دغیرہ وغیرہ کی کی تو

”بھی رہ سکتی ہے۔“ فاروق مکرایا۔

”دست تیرے کی... اب دغیرہ وغیرہ کو لے بیٹھے۔“ محمود نے

”لیکن پھر ہم شوخ و چخل باشیں کس طرح کریں... یہ جعل اور

”اور ہمارا لے بیٹھنے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے... اس ابطال کا

”کامیاب ہو گیا۔“ سب لوگ عیماں ہو گئے... جو نہیں ہوئے...

”افسوس تو یہی ہے... آج تو باشیں ہم سے روٹھ گئی ہیں...“

”جائیں گے... ہم کچھ نہیں کر سکتے... پچاس ٹکونیزٹ کا فاصلہ ہم

”انہوں نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔“ آنکھیں چرا رتی ہیں، ہم سے

”ناک بھی لیں تو کیا ہے... ہم ابطال سے جنگ کس طرح کریں

”کہ رہی ہیں... جاؤ ہم نہیں بات کرتے تم سے۔“ فاروق نے جمل

”ہمارا موجود ہیڈ کوارٹر کو کس طرح تباہ کریں گے... میری تو کچھ

”کمال نہیں آ رہا۔“ فاروق کھتا چلا گیا۔

”حد ہو گئی... اب باشیں روٹھنے بھی لگیں... ان کے مذاق اگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تو آرام کرو۔“

”آنتاب“ یہی تو مشکل ہے۔“

”بھی جیسی بھی کر سکتے ہو... بس کرو۔“

”افسوس تو یہی ہے... آج تو باشیں ہم سے روٹھ گئی ہیں...“

”جذبہ مدد موز لیا ہے۔“ آنکھیں چرا رتی ہیں، ہم سے

”ناک بھی لیں تو کیا ہے... ہم ابطال سے جنگ کس طرح کریں

”کہ رہی ہیں... جاؤ ہم نہیں بات کرتے تم سے۔“ فاروق نے جمل

”ہمارا موجود ہیڈ کوارٹر کو کس طرح تباہ کریں گے... میری تو کچھ

”کمال نہیں آ رہا۔“ فاروق کھتا چلا گیا۔

”حد ہو گئی... اب باشیں روٹھنے بھی لگیں... ان کے مذاق اگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تو آرام کرو۔“

”آنتاب“ یہی تو مشکل ہے۔“

”اب آرام کرنے میں بھی مشکل نکل آئی۔“
 ”تم مشکل کی مشکل کیا جاؤ۔“ فاروق نے منہ بنایا۔
 ”اب تم سے کون مغز مارے۔“
 ”تم لوگ ہی مارو گے اور کون مارے گا۔“
 ”افسوس!“ آصف نے سرد آہ بھری۔
 ”یہ افسوس کہاں سے نکل آیا۔“ فرزانہ پوچنگی۔
 ”میرے منہ سے۔“

”لیکن اس کی کوئی وجہ بھی تو ہوئی چاہیے۔“ فرشت یولی۔
 ”ضرور تک کوئی نشان نظر نہیں آیا۔“
 ”کیوں؟ کیا ہم بغیر وجہ کے کوئی بات نہیں کر سکتے۔“ رفت
 کہا۔

”کرنے کو تو ہم کیا نہیں کر سکتے۔“ فرزانہ نے فوراً کہا۔
 ”غلط... بالکل غلط... ہم برف پر سفر کر کے ابطال تک نہیں
 سکتے۔“

عین اسی وقت ڈائسٹریپر اشارہ موصول ہوا۔

”خاموش! اب کیا کیا جائے۔“ اسپکٹر جمیش بولے۔

”آپ ان میں سے کسی کی آواز میں بات کریں۔“ فرزانہ
 جلدی سے کہا۔

”خان رحمان گاڑی کا انجن بند کر دو۔“

انہوں نے گاڑی روکی اور انجن بند کر دیا۔ اب اسپکٹر جمیش

لے بیٹ کا بھن دیا۔
 ”بیلو مارٹی۔“

”یہی باس مارٹی بات کر رہا ہوں۔“ وہ بولے۔

”آہا اسپکٹر جمیش... تو گویا اپ لوگوں نے مارٹی اور اس کے
 اتفاقوں سے ڈائسٹریٹر چھین لیا ہے۔“ ابطال ہن۔

”چلتے یہی سی... فرمائیے کیا بات ہے۔“

”میں باہر نکلا تھا... مقابلے کے لہے... لیکن آپ لوگوں کا تو
 ضرور تک کوئی نشان نظر نہیں آیا۔“

”کیا کیا جائے... ہم صرف جھے کلو میٹر طے کر سکے... اس کے
 لئے بھننے لگا... اب واپس جا رہے ہیں۔“

”کیا تیاری کر کے پھر آئیں گے۔“

”ہاں ایں شاء اللہ۔“

”ضرور ضروری... میں تو خود بے ہمین ہوں آپ لوگوں سے مقابلہ
 لے کے لیے۔“

”اگر ایسا ہے تو ہم رُک جاتے ہیں... آپ اس طرف آ

”نہیں... لڑائی برف کے اس پار نہیں ہو گی... عین برف کی
 لائی ہو گی۔“

”میں آپ برف کے بے ہوئے تو نہیں ہیں۔“ اسپکٹر جمیش

نے جلا کر کہا۔

”اگرے تو نہ چایئے... اس سے تو مجھے یہ کہنا پڑے جائے گا۔“ جرارت کا انتظام بھی نہیں کریں گے ان کے لیے۔“ کہیں آپ آگ کے بنے ہوئے تو نہیں ہیں۔“ اس نے ہنس کر کہا۔“ نہیں... بے کار لوگوں کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔““ اچھی بات ہے۔ مارٹی سے بھر پوچھنا چاہتے تھے۔ ام سے پوچھ لیں۔“

”بس ان سے میں کہنا چاہتا تھا کہ آپ لوگ تو کسی بھی نظر نہیں آ رہے۔“ جب کہ انہوں نے بتایا تھا کہ آپ لوگ برف پر سفر کے آ رہے ہیں۔“

”ہاں! انہوں نے غلط نہیں کہا تھا۔“ لیکن آگے جان کر ادا کرے گا... ورنہ وہ تو واقعی مارے جائیں گے۔“

ہمت جواب دے گئی۔“

”وکیسی جگہ چھی ہے؟“

”مان گئے بھئی۔“

”مان تو خیر میں بھی آپ لوگوں کو گلایا۔ یہاں تک آ جانا کافی ساتھ رہیں گے تو گزبر کریں گے اور ہمیں ان کی نگرانی بھی کہا کوئی کام کارنامہ نہیں ہے۔“

”اچھا۔ اب ہم چلتے ہیں۔“

”اور مارٹی وغیرہ کیا بنا۔“

”ان چاروں کو آپ کے لیے دادی کے کنارے پر چھوڑ دیں۔“

”اوہ... اچھا کیا۔ وہ تھے بھی اسی قابل۔“

”کیا مطلب... کیا آپ انہیں کھانے پینے کو بھی نہیں دیں گے کہیں آپ آگ کے بنے ہوئے تو نہیں ہیں۔“

”نہیں... بے کار لوگوں کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“

”اوہ... اوہ۔“ اسکریٹر جشید بولے۔

”یہ اوہ اوہ... کس لیے۔“

”بُس ایسے ہی۔“

اور انہوں نے سیٹ بند کر دیا۔

”خان رحمان گاڑی واپس لے چلو۔“ اب انہیں لے کر آنا

”ہاں! انہوں نے غلط نہیں کہا تھا۔“ لیکن آگے جان کر ادا کرے گا... ورنہ وہ تو واقعی مارے جائیں گے۔“

”لیکن انہیں وہاں چھوڑ کر آنے کی ضرورت کیا تھی؟“ خان

خان نے بھنا کر کہا۔

”بھئی... میں نے سوچا تھا۔ ابھال کے خاص آدمی ہیں۔“

”مان تو خیر میں بھی آپ لوگوں کو گلایا۔ یہاں تک آ جانا کافی ساتھ رہیں گے تو گزبر کریں گے اور ہمیں ان کی نگرانی بھی کہا کوئی کام کارنامہ نہیں ہے۔“

”لیے چھوڑ رہا ہے تو اپنی کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“

”آپ بھی عجیب ہیں۔“

”بُس کیا کروں۔“ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔“ وہ سکرائے۔

اور وہ واپس پڑئے۔ ان چاروں کو انہوں نے وہیں پایا۔ گاڑی

اکٹے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اور جب انہوں نے یہ

دیکھا کہ یہ گاڑی تو وہی ہے تو وہ حیران بھی ہوئے۔ نزدیک آئے۔ مارٹی نے فوراً کہا۔

”آپ لوگ واپس آگئے۔“

”ہاں! ابطال نے تم لوگوں کو جمار دینے سے انکار کر دیا ہے۔ رات ایک کیا۔ اس کا ہر حکم فوراً ماتا۔ جو اس نے کہا۔ بس ہماری اس سے ٹرانسیور پر بات ہوئی ہے۔ اسے تمہارے کوئی پرداز وہ کیا۔ ایک عرصے سے اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اور نہیں۔ لہذا ہمیں تم لوگوں کو لینے کے لیے واپس آتا پڑا۔“

”کیا۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ ابطال جو جماری کچھ پڑا۔“

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ اور صرف اتنا بتا دو۔ کیا تم نے ابطال کو دیکھا ہے؟“

”ہاں بالکل۔“

”نہیں۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔“ ”نہیں۔ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔“

یہاں بیٹھے ہی اس انتظار میں ہیں کہ جب وہ سیٹ پر رابطہ قائم کریں اور اس کو دیکھا ہو گا۔

”اس سے بات نہیں ہو گی۔ لہذا وہ یہاں ہماری مدد کو آئیں گے۔“

”اس نے تم لوگوں کی مدد سے انکار کر دیا ہے۔“

”نہیں۔ ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے۔“

”محمود۔ گفتگو انہیں سنا دو۔“

محمود نے شیپ کا بٹن دبا دیا۔ ان کے ذریان ہونے والے ”لیکن ہم یہ کس طرح سمجھ لیں۔ جب کہ ہم اس سے بات گفتگو سنائی دینے لگی۔ ساری گفتگو سن کر ان کے چہرے لٹک گئے۔“

”پھر مارٹی کی آنکھوں میں آنسو آگئے، وہ جذباتی آواز میں بولا۔“

”اور آپ اس خیال سے لوٹ آئے کہ ہم یہاں شہر کے ”نہیں۔ کیوں۔ اس کو پہنچنے کی کیا ضرورت؟“

یا پھر کیا

دھاکے کی آواز کے ساتھ ہی گاڑی اللٹ گئی.... خان رحمان
برقرار نہ رکھ سکے.... برقرار رکھتے بھی کیسے.... دھاکا سن کر تو
چل پڑے تھے.... اور پھر گاڑی نے آگ پکڑ لی تھی.... وہ جلدی
بامہر نکل آئے.... اور گاڑی سے بھاگنے لگے.... پھر گاڑی کے
لیک بڑے دھاکے سے اڑ گئے۔

”اب کیا کریں... ہم تو پیدل ہو گئے ہیں۔“

”ہم والیں پیدل ہی چل پڑتے ہیں.... اللہ نے چالا تو کوئی گاڑی
ناجاگے کی۔“

اب ان کا پہلی سفر شروع ہوا۔ اب وہ ساز و سامان سے بھی
او گئے تھے.... ہاں ان کی خوبیہ جیبوں میں کچھ نقدی اور چند ثقیری
حلاں بھی موجود تھے۔

”مسٹر ماٹی تم... ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟“

”جی.... کس سلسلے میں؟“

”البطال کے ہیڈ کو اڑنک مچنچے کے سلسلے میں۔“

”وہ جب چاہے... اس کو آگ لگا سکتا ہے... وہ دھماکے
پھٹ سکتا ہے“
”اوہ۔“

میں اسی لمحے ایک دھماکا ہوا۔

O☆O

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARIES,
F/89D/A NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 5556332
PROP: ALI KHAN

”اس بارے میں کوئی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔“

”اچھا خیر... تم یہاں کے کسی گاؤں یا شریں تو ہمارے لام کر سکتے تھے۔

سکتے ہو۔“

”ہاں اداہاں آپ جو کسی گے کریں گے۔“

”شکریہ۔“

کئی گھنٹے چلنے کے بعد انہیں ایک شرٹک پر لفت مل گئی۔ اور اب تھوڑے تھے۔ اور ہاتھوں میں چھڑیاں۔ جسموں پر جدید لباس جو برفلی اس طرح سفر کرتے کرتے وہ ایک شرٹک چھپ گئے۔ اس جگہ انہیں ان کے لیے بنائے گئے تھے۔ ان لباسوں کے درمیان گیس بھری نے شر سے باہر ایک مکان پر قبضہ کر لیا۔ مکان غالباً پرانا تھا۔ بیرونی بیرونی تھی۔ بیرونیوں کی مدد سے اس گیس کو گرم رکھا جاتا تھا۔ اس انہوں نے اپنی ضرورت کی چیزوں کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ انسان برفلی علاقے میں بھی گرم رہ سکتا تھا۔ اس پار انہیں برف پروفیسر داؤڈ کے سامان کے لیے انہیں ایک دوسرے شرٹک جانا پڑا۔ اسکے باوجود اب را بھی دشوار نہ لگا۔ لیکن پچاس کلو میٹر طے کرنا بھی آسان ان کاموں میں مارٹی اور اس کے تینوں ساتھیوں نے بہت مدد کی۔ اسکے باوجود اسکی تھاں جیسے تیسے انہوں نے یہ پچاس کلو میٹر طے کر لیے۔

وہ پکے پکے ان کے ساتھی بن چکے تھے۔ اور اسلام کے طریقوں۔ ان مقام پر پہنچ کر انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ ان کے دل متاثر ہوتے جا رہے تھے۔ شدید سردی سے محفوظ رہنے کے لیے ملکہ کے۔ ان کے چاروں طرف صرف برف ہی برف تھی۔ صرف آلات سے تیار کردہ لباس خریدے گئے۔ برف پر سفر کرنے کے لیے اکٹھا نظر آئی تھا اور آسمان پر سورج بھی۔ لیکن یہاں دھوپ سکیشنگ کا مکمل اور جدید سامان خریدا گیا۔ ان تمام کاموں میں انہیں اعلیٰ گرمی نہیں تھی۔

پندرہ دن لگ گئے۔ ان کی تیاریاں زور و شور سے جاری رہیں۔ پروفیسر صاحب۔ یہاں تو کہیں ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ اسکی پھر پندرہ دن بعد انہوں نے ایک بار پھر سفر شروع کیا۔ مارٹی اور اسکی طبقے۔

کے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے۔ البتہ روپی اور دوسرے لوگوں۔ ”وہ برف کے نیچے کہیں بنایا گیا ہے۔ اب یہاں سے میرا کام فارغ کر دیا گیا تھا۔ اب ان کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ اب اسکا ہوتا ہے۔“

وہ اپنے آلات لے کر کام میں مصروف ہو گئے۔ باقی لوگ ادھر گھوم پھر کر شاید کوئی سراغ مل جائے۔ کوئی سن گن لگ گھٹتے دلوں کے ساتھ انہیں کام کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ انہیں کوئی بے۔۔۔ رفتہ بولی۔۔۔

”سراغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ یہاں سراغ کس طرح لگ سکتا ہے۔۔۔“
”لادن گن۔۔۔ سن گن۔۔۔ سن گن۔۔۔“ فرحت کھتی چلی گئی۔

”ہاں ہاں۔۔۔ کھتی رہو۔۔۔ رک کیوں گئی ہو۔۔۔ کم از کم سو بار تو طریقہ اختیار کیا ہے کہ کسی قسم کے آلات بھی کوئی اشارہ نہیں دے رہے۔۔۔“

”مم۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ برف کے نیچے وہ لوگ سانس سک لے رہے ہیں۔۔۔ اس کے لئے انہوں نے کیا انتظام کیا ہے۔۔۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔۔۔

”اوہ برف پر تو سراغ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔۔۔ آصف بولا۔۔۔“
”پہلے تو آپ کے آلات اشارہ دے رہے تھے۔۔۔“

”ہاں سست کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔۔۔ اور یہاں آکر ان آلات نے گویا اشارہ دینا بند کر دیا ہے۔۔۔ لہذا اور آگے جانے کی اب ضرورت نہیں رہی۔۔۔ ہیڈ کوارٹر اگر ہے تو یہیں کہیں ہے۔۔۔ لیکن وہ کہاں ہے۔۔۔ یہاں سے کتنا نیچے ہے۔۔۔ یہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔۔۔“

”پھر۔۔۔ یہ کس طرح معلوم ہو سکے گا؟؟“ فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔۔۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ ہم سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے۔۔۔ ادم سریعے ہوا نیچے جا رہی ہو۔۔۔ لیکن کوئی گھٹتے تک گھونٹنے کے بعد بھی

رہے ہیں.... ابطال ہم سے ملی اور چوہے والا کھلیل کھلیل رہا ہے۔ اس میں تک نہیں کہ ہیڈ کوارٹر اس وادی میں کہیں ہے۔ لیکن سینکڑوں بیلوں پر پھیلی ہوئی اس وادی میں وہ کمال ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں.... ہمیں دھوکا دینے کے لیے اس نے کچھ آلات اوہرا ادھر دفن کر لیے ہیں۔ تاکہ آلات ہمیں اوہرا ادھر بھٹکنے پر مجبور کرتے رہیں۔

لیکن ہم اصل جگہ تک نہ پہنچ سکیں۔

”اف مالک۔“

”آئیے واپس چلیں۔“ انپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”جی کیا کہا۔ واپس چلیں۔“ محمود بولا۔

”ہاں! ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ گیس ختم ہونے پر تو ہم

بھی نہیں جاسکیں گے اور ہمیں ٹھہر کر مر جائیں گے۔“

اب ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا۔ وادی کے کنارے پر پہنچ کر واپسی کا وہی میں بھی آبیثے۔ گاڑی کا انجمن اشارت کر دیا گیا۔ تاکہ

”اب آپ کیا کہتے ہیں پروفیسر صاحب؟“

”مجھے اس کی چال لا جواب دینے کے لیے بہت سے آلات کی

اورات ہے۔ اور وہ یہاں ہیں نہیں۔“

”گویا ہمیں شر جانا پڑے گا۔“

”بلکہ کسی بڑے شر تک جانا پڑے گا۔ وہاں سے آلات مل

انہیں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ ایک بار پھر انہیں مایوسی نے آگھسرا۔ ”پروفیسر صاحب۔ آپ ایک بار پھر اپنے آلات کے ذریعے کوشش کریں۔ شاید ہم ہیڈ کوارٹر کے آس پاس نہیں ہیں۔ یا پھر۔“ انپکٹر کامران مرزا کہتے رک چکے۔

”یا پھر کیا؟“

”یا پھر یہ کہ۔ ابطال نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔“

”ابطال نے دھوکا دی۔ کیا مطلب؟“ وہ ایک سماں بوالے۔

”ہاں ہیڈ کوارٹر یہاں ہے ہی نہیں۔ البتہ اس نے یہاں کوئی ایسی چیز چھپائی ہے۔ جس کی طرف پروفیسر صاحب کے آلات اشارہ دیتے رہے ہیں۔ ورنہ ہیڈ کوارٹر یہاں نہیں کہیں اور ہے۔“

”عن نہیں۔“

وہ سکتے میں آگئے۔ کیونکہ بات اگر یہی تھی تو کوئی کم خوفناک بات نہیں تھی۔ وہ اس وقت برف کی وادی میں تھے۔ ان کے چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ گویا برف کے سمندر میں موجود تھے۔ اور ان کے پاس جو کچھ بھی سامان تھا۔ وہ آخر کب تک سماں دے سکتا تھا۔ لباس کب تک انہیں گرم رکھ سکتے تھے۔ گیس کی تک چل سکتی تھی۔ گیس کے ختم ہونے پر لباس سرد ہونے لگتے اور پھر اس وادی میں ٹھہرنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا۔

”میں۔ میرا خیال ہے جمیشید۔ انپکٹر کامران مرزا تھیک ہی کہ

سکیں گے.... پھر میں ان آلات کے ذریعے ایک آلہ تیار کروں گا۔ اور وہ آلہ ہیڈ کوارٹر کا سراغ لگانے میں ضرور ہماری مدد کرے گا۔ اور ادھر دیائے گئے آلات کو تو وہ نوٹ نہیں کرے گا۔

”چلنے پھر اب یہ بھی کر لیتے ہیں۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمیں اب پندرہ دن اور ضائع کرنا پڑیں گے۔“

”کیا کیا جائے۔۔۔ مجبوری ہے۔“۔۔۔ انہوں نے کندھے اچکائے۔

ووہ دور دراز کے ایک شرپ پیچے۔۔۔ اب بھی مارٹن اور اس کے ساتھی ان کی مدد کر رہے تھے۔۔۔ اب تو وہ قریب قریب مسلمان ہو چکے تھے۔۔۔ ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگے تھے۔۔۔ اس شر سے سامان خریدا گیا۔۔۔ پھر وہ ایک مکان میں آگئے اور وہ وہاں پروفیسر داؤ نے آلہ تیار کرنا شروع کیا۔۔۔ اس بار انہیں بیس دن تک انتظار کرنا پڑا۔۔۔ تب کہیں جا کر وہ ایک بار پھر برف کی واوی کی طرف سفر کرنے کے قابل ہوئے۔۔۔ وہی سارا سامان مزید خریدا گیا۔۔۔ یعنی گیس وغیرہ۔

واوی کے کنارے پہنچ کر پروفیسر داؤ اپنے آلات پر جست گئے اور پھر ان کے منہ سے مارے جیرت کے لٹلا۔

”اف مالک۔۔۔ ہم تو پہلے بالکل غلط سمت میں سفر کرتے رہے ہیں۔۔۔ ابطال ہمیں دھوکا دینے میں کامیاب رہا ہے۔“

”تو کیا اب کوئی اور سمت دریافت ہوئی ہے؟“

”ہاں! اب ہمیں اس طرف جانا ہو گا۔۔۔ انہوں نے اشارہ کیا۔

”تو پھر اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔“۔۔۔ انپکٹر جمیش

بولے۔۔۔

”ہاں! لٹھیک ہے۔“

اب انہوں نے دوسرا سمت میں سفر شروع کیا۔۔۔ ایک بار پھر انہیں سکیشن کرنا پڑی اور اس دفعہ قریباً 70 کلو میٹر سفر کرنا پڑا۔۔۔ ساتھ ہی وہ گیس کا بھی حساب کتاب رکھ رہے تھے۔۔۔ انہیں اس بات کا بہت ڈر تھا کہ یہ ہم اس قدر طویل نہ ہو جائے کہ ان کا گیس کا لفڑیہ ختم ہو جائے اور وہ سردی سے لکھر کر ہلاک ہو جائیں۔۔۔ اس طرح یہ ہم ناتمام رہ جاتی۔

70 کلو میٹر پر پہنچ کر انہوں کے چاروں طرف دیکھا۔۔۔ وہاں بھی لی ہیڈ کوارٹر کے کوئی آثار نہیں تھے۔

”یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”بھی ہم تیارہ سے زیادہ۔۔۔ ایک کلو میٹر دور تک صاف دیکھ سکتے ہیں۔۔۔ اور اگر کوئی تھجھ ہوگی تو بالکل برف کی رنگت کی، تو وہ تو تھے فاصلے سے بھی نظر نہیں آئے گی۔۔۔ ہیڈ کوارٹر یہاں آس پاس ہیں۔۔۔ اور اب ہمیں ہوا کی آمد و رفت کے لیے جو پاپ یا لکل وغیرہ لگائی گئی ہیں۔۔۔ ان کو ٹلاش کرنا ہو گا۔۔۔ جب تک ہم یہ ٹلاش نہیں کر لیتے۔۔۔ اس وقت تک ہیڈ کوارٹر کا اصل مقام دریافت کیا ہو گا۔۔۔ پروفیسر داؤ نے وضاحت کی۔۔۔

”کیوں انکل... کیا آپ کے آلات بالکل درست مقام کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے۔“

”نہیں... اس لیے کہ یہاں بھی اس نے چالبازی سے کام لیا ہے... آلات مختلف سمتیوں میں اشارہ کر رہے ہیں... یعنی جس طرف سے ہم آئے ہیں... اس طرف اشارہ دیتے ہیں جب کہ پہلے اس طرف اشارہ نہیں تھا۔ اگر مٹا تو ہم یہاں تک کیوں تھے، پھر تو پیچے ہی رک جاتے... مطلب یہ ہوا کہ ابطال یا جیزی گوم نے یہاں بھی چکر چلا کر ہوا ہے۔“

”مطلوب صاف ہے... ہم آلات کے ذریعے یہاں تک پہنچ سکتے، پہنچ گئے... اب ہمیں اپنی آنکھوں، ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے ہیڈ کوارٹر کو تلاش کرنے ہو گا۔“ - اسپکٹر جمیل بولے۔

”ہاں جمیل... یہی بات ہے۔“

”مشکل یہ ہے کہ ہم لباس میں سے جو حصہ بھی باہر نکلتے ہیں... وہ سن ہو جاتا ہے... ادھر ہاتھ نکلتے ہیں، ادھر وہ سن ہو جاتا ہے... پاؤں نکلتے ہیں، پاؤں سن ہو جاتا ہے... منہ پر سے لباس ہٹاتے ہیں، سن ہو جاتا ہے... آنکھوں پر اگر ہم نے دوہرے شیشے والے خود نہ لگانے ہوتے تو شاید ہماری آنکھیں جنم کر رہے جائیں... ان پر کرلو۔“

”ایسے میں ایک آواز برف کی وادی میں گونج گئی... یہ آواز بلاشبہ صرف اور صرف آنکھوں سے۔“ - پروفیسر واود مکرانی۔ لیکن ابطال کمیر

”یہت بہتر؟“

اور وہ ادھر ادھر پھیل کر ہیڈ کوارٹر یا اس کا کوئی نشان تلاش نہ گئے۔

”شاید یہ ہماری زندگی کی سب سے زیادہ طویل اور مشکل ترین رہے۔“ - ایسے میں آصف بولا۔

”اللہ مالک ہے... اب یا تو ہم ہیڈ کوارٹر کو تلاش کر لیں گے یا نہیں جائیں وے دیں گے... ناکامی کی صورت میں ہم واپس نہیں آئے گے۔“ - اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”گویا آپ بھی طارق بن زیاد کی طرح اپنی کشتیاں جلا رہے فرزانہ مکرانی۔“

”یہی سمجھ لو۔“ - انہوں نے کہا۔

اب ان کا درمیانی فاصلہ برداشتے لگا... وہ ایک دوسرے سے دور ہٹا گئے۔

”اگر کسی کو کوئی چیز نظر آجائے تو وہ آلو کی آواز نکالے گا...“ - اس سب فوراً اس تک پہنچ چکیں۔

”اس سے پہلے کہ تم لوگ ہیڈ کوارٹر تلاش کر... پہلے مجھ سے دالے خود نہ لگانے ہوتے تو شاید ہماری آنکھیں جنم کر رہے جائیں... ان پر کرلو۔“

”ایسے میں ایک آواز برف کی وادی میں گونج گئی... یہ آواز بلاشبہ الکی تھی... انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن ابطال کمیر

نظر نہ آیا۔

”ارے... یہ تو مسٹر ابظال کی آواز ہے... مبارک ہو۔“ مسٹر ابظال بنا۔

چکا۔

”تو اور کیا؟“ ان میں سے کئی بولے۔

”لیکن... یہ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔“ آصف مکرلا۔

”ہس لے کے یہ تو آج تک کسی کو بھی نظر نہیں آئے۔ اب کیا آئیں گے۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”پانچھیک بات کی... دل خوش کر دیا تم سے زندگا نہیں ہو۔“

سلوک کروں گا۔“ ابظال کی آواز سنائی دی۔

”لیکن میں اس قسم کا کوئی اخلاق نہیں کر رہا۔ یہ نوٹ اپ کے کی طرف دیکھنے لگے۔ اب گویا وہ ایک دارے کی صورت میں لیں۔“

”کیا مطلب؟“ ابظال کے لہجے میں جیرت تھی۔

”مطلب یہ کہ اگر آپ میری زو پر آ گئے تو میں ہرگز لحاظ نہ کر سکتے۔ دوسرا سیے کہ برف پر آواز نہیں ہوتی تھی۔ ان کے اچھلنے کروں گا۔“

”یہ تم لوگوں کی زندگی کا انوکھا ترین اور خوفناک ترین مقابلہ۔“ اچانک خان رحمان کی ٹھوڑی پر بست زوردار مکالگی۔ ان کے گاہیں اور آخری بھی... میں تمہاری زو پر آ گیا تو ہرگز لحاظ نہ کر سکتے۔ ایک تیز چیخ نکلی اور وہ برف پر لے لیئے نظر آئے۔

”میرا خیال ہے۔ اب تم لوگوں کو یقین آ گیا ہو گا۔ کہ میں ضرور تم سے زمی کروں گا۔“

”لیکن میں زمی کروانے کے موذ میں نہیں ہوں... البتہ میکن تم لوگوں کے درمیان میں ہوں۔“

ایک درخواست ہے۔ آپ عورتوں کی طرح چھپ کر باشیں۔ وہ سب خان رحمان کی طرف دیکھنے لگے۔ انپکٹر جمشید نے ان کریں۔ سامنے آجائیں مردوں کی طرح۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

انھا کر اور کیا۔ منہ شیر ہا ہو گیا تھا۔

”خان رحمان.... تم ہوش میں تو ہو“ - وہ گھبرا گئے۔

”مم.... میں.... ہاں ہوش میں ہوں.... لیکن بے ہوش سے مرا.... تم لوگ اس دنیا کے ذہن تین لوگ گئے جاتے ہوئے اور بدتری میرا سر من ہو گیا ہے۔“

”فکر نہ کریں ابھی جنگ ہو جاؤ گے۔ یہ کہ کرانوں نے ان دنیتی کا دن ہے.... آج تمہاری عقلیں کام کرنا چھوڑ دیں گی.... تم کچھ کے سر کو مخالف سمت میں ایک جھٹکا دیا۔ اس طرح ٹیڑھاپن فل گیا۔ وانتوں سے خون بہ رہا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی رک گیا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی پر فیرداود کا جسم بلند ہو گیا۔

O☆O

قدر سردی میں خون بے چارہ کیا کرتا۔
”وکیا اب پلے سے بہتر ہو؟“

”ہاں! میرا خیال ہے.... تھوڑی دیر تک میں اور باتر ہو جائی گا.... لیکن جمیشید یہ کیا۔ تم میدان جنگ چھوڑ کر میرے گرومن ہو گئے.... ایسے میں اگر ابطال تم سب پر ثبوت پڑے تو کیا سب میری مل گرے نظر نہیں آؤ گے۔ یہ جنگ کے اصولوں کے خلاف ہے.... کل ساتھی اگر گرتا ہے تو گرے۔ اس کی پرواہ کرو جمیشید۔ یہ جنگ ہمیں جیتنا ہو گی۔“ - خان رحمان نے جذباتی آواز میں کہا۔

”ہاں! یہ جنگ ہمیں جتنا ہو گی۔ تم فکر نہ کرو۔ لو اب آلام سے لیٹ جاؤ۔“ - یہ کہ کرو اٹھ کر رے ہوئے۔

”یہ تو صرف میری شرافت ہے کہ تم سب اپنے پیروں پر کھٹک نظر آ رہے ہو۔ ورنہ جب تم سب خان رحمان پر جنگ کئے تھے۔ اس وقت تم سب کا یہی حال کر سکتا تھا۔ اور اب میں تمہارے ابک

”ایک مدت ہو گئی... میں نظر آتا بند ہو گیا تھا... آئن شائن کا
لار مولا میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس فارمولے کی بدولت اب میرے
جسم سے کسی کی آنکھیں نہیں نکراتیں۔ میں کسی کو نظر نہیں آ
سکتا۔ اور ایسا مستقل طور پر ہو گیا ہے۔ اب تو میں خود بھی اگر
چاہوں کہ تم لوگوں کو نظر آ جاؤ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔“

”کیا مطلب؟“ ان سب کے منہ سے مارے جیڑت کے لگلا۔

”میرے مرنس پر بھی میرا جسم نظر نہیں آئے گا۔“

”کیا تم اپنے آپ کو دیکھ سکتے ہو؟“

”ہاں میرا جسم مجھے نظر آتا ہے۔“ اس نے کہا۔

اس کی آواز بھی چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔
بھی کو یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کس وقت کہاں سے بات کر رہا
ہے۔ مگر افسوس۔ اب میں تم لوگوں کی تعریف کرنے کو جی چاہتا
لیے کہ تم ایک مسلسل خطرہ ہو۔ ایک بار پروفیسر کو بچالیا، اسپکٹر
جیشید۔ لیکن کب تک بچاؤ گے۔ اب میں اٹھا کر نہیں پہنون گا۔
ویسے ہی ان پر وار کروں گا۔ جس طرح خان رحمان پر وار کیا تھا۔“

”ہمیڈ کو اڑ کہاں ہے؟“

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARY.
F/890/4 HSYTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 5558532
PROPRIETOR ALI KHAN

میں پھر آ رہا ہوں

جو نبی ابطال نے پروفیسر داؤد کا جسم نیچے چھا۔ اسپکٹر جیشید ان
کے نیچے بچھ گئے۔ اور وہ چوتھا کھانے سے بال بال نیچے۔

”مسٹر ابطال۔ تمہیں پہلی ناکامی مبارک ہو۔“ فرزانہ چھکا۔

”بہت خوب۔ واقعی یہ جیڑت تاک بات ہوئی۔ میری زندگی
میں ایسا لمحہ پہلی بار آیا ہے۔ تم لوگوں کی تعریف کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ مگر افسوس۔ اب میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس
لیے کہ تم ایک مسلسل خطرہ ہو۔ ایک بار پروفیسر کو بچالیا، اسپکٹر
جیشید۔ لیکن کب تک بچاؤ گے۔ اب میں اٹھا کر نہیں پہنون گا۔“

”ایک منٹ ابطال۔ پہلے ہم چند باتیں کر لیں۔“ فرمات
چلا۔

”بہت خوب لشکی! تم بہت چالاک ہو۔ لیکن میں تمہاری ہر
چالاکی کا جواب دوں گا۔ کہو۔ کیا باتیں کرنا چاہتی ہو۔“

”آخر تم نظر کیوں نہیں آتے۔“

”آس پاس ہی کیس ہے... لیکن تم اس تک نہیں پہنچ سکو گے... اور میں پروفیسر داؤڈ پر بھرپور دارکوں گاہیں اس لیے کہ میرے لیے اور میرے اس پلانٹ کے لیے تم سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔“

”لیکن میرے دوست مجھے افسوس ہے۔“ انسپکٹر جمیل کی آواز سنائی دی۔

”افسوس! اس بات پر افسوس۔“

”اس بات پس کہ تم پروفیسر صاحب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے... اس لیے کہ اب یہ میری امانت ہیں ہیں... میں ان کے جنم پر اسی طرح چھا رہا ہوں کہ تم کسی طرف سے بھی دار کر لے یہ وار میرے جنم پر پڑے گا۔“

”نہیں جمیل... خود پر یہ ظلم نہ کر دی... تم اس جنم کے اہم ترین افراد میں سے ایک ہو... میں تو تم دونوں کے بعد ہو سکتا ہوں... وہ بھی سائنسی نقطہ نگاہ سے... اب میں نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے... اب میری زندگی اس قدر قیمتی نہیں رہ گئی... پلانٹ کو بتاہ تم لوگ ہی کر سکو گے۔“

”یہ تو تمہاری خوش فہمی ہے... پروفیسر داؤڈ۔“ ابظال بولا۔

”کیا مطلب؟“

”یہ سب مل کر پلانٹ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے... ہاں

فروز خطرناک ثابت ہو سکتے ہو۔“

”اوہ! اگر یہ بات ہے تو پھر تو ہم سب پروفیسر صاحب کے اروں چھا جاتے ہیں۔“ انسپکٹر کامران حمزہ نے فوراً کہا۔
”بالکل تھیک۔“

اور انہوں نے پروفیسر داؤڈ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ان کے جنم کے بالکل نزدیک رہ کریں وہ بھی اس طرح کہ درمیان میں کوئی خلاں نہیں۔ ان کے جنم بھی آپس میں ملنے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر ابظال اللہ گائے بغیر نہ رہ سکا۔

”اس میں شک نہیں کہ جذبہ قابل تعریف ہے... لیکن جب تم اک خود کو نہیں چھا سکو گے تو پروفیسر کو کس طرح چھا سکو گے... اس بات حال کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ یہ بات کمی جا سکتی ہے کہ میں اپنے تم پر وار کوں گا اور ان کی باری بعد میں آئے گی... لیکن اس سے بھی بھلا کیا فرق پڑ جائے گا۔“

”خوب... تمہارے اطمینان لے کر تو اس دنیا سے رخصت ہوں گے اس تو ہم سے ہو سکتا تھا۔ زندگی کے آخری سانس تک کیا۔“
”ہاں! اس میں شک نہیں... تم لوگوں کی ہمت کی داد دینے کو لاجاہتا ہے۔“

”اس داؤڈ کا کیا فائدہ؟“ رفتہ نے منہ بنایا۔

”کیا مطلب؟“ ابظال کے لمحے میں حرمت تھی۔

”مطلوب یہ جب داد دینے والا ہی نظر نہیں آ رہا تو اور کیا فتنہ
جسے لذا آپ ہمیں اپنی مرضی کرنے دیں۔“ اسپکٹر جشید اداں انداز
آئے گی۔“

ابطال کی نہی کی آواز سنائی دینے لگی۔ مشکل یہ تھی کہ وہاں میں مکارے
کی آواز کی سمت کا اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے۔ ورنہ مقابلہ تو ان
حالات میں بھی کیا جاسکتا تھا۔

”هم سب کو پروفیسر داؤڈ صاحب سے چھٹ جانے سے ہم نقصان
میں رہیں گے اسپکٹر کامران مرزا۔“ ایسے میں اسپکٹر جشید بولے۔
”کیا مطلب ہے اور میں سمجھ گیا۔ آپ کیا کہنا پا رہے ہیں۔
سب لوگ پروفیسر صاحب کے پاس سے ہٹ آئیں۔“

”بھی۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ ہٹ آئیں۔“ محمود کے لئے ہٹ کلتے ہو تو بچالو۔
میں حیرت تھی۔

”ہاں! انکل ٹھیک کر رہے ہیں۔“
”جو حکم۔ لیکن یہ حکم سمجھ میں نہیں آیا۔“ فاروق بولا۔
”جو کہا گیا ہے۔ وہ کرو۔“ اسپکٹر جشید نے سڑو آواز میں کہا۔
”اور وہ سب ان کے جسم کے پاس سے دور ہٹ گئے۔ اب بٹالے۔“
صرف اسپکٹر جشید ان پر چھائے رہ گئے۔ یہ دیکھ کر پروفیسر داؤڈ لہرا کر رہ گئے۔
بولے۔

”بہت خوب اسپکٹر کامران مرزا۔ میں جانتا تھا۔ تم بھی کو
میں تو کہتا ہوں جشید۔ تم بھی ہٹ جاؤ۔ میرے پکر میں فرم گئے۔ باقی لوگوں کو آس پاس سے ہٹا دینے کا مقصد یہی تھا۔ لیکن میں
مارنے کھاؤ۔“ پروفیسر بولے۔

”آپ نہیں جانتے۔ یہ مشکل ترین جنگ ہمیں کس طرح جیتنا
چاہیے لذا آپ ہمیں اپنی مرضی کرنے دیں۔“ اسپکٹر جشید اداں انداز

میں مکارے۔

”اچھا جیسے تمہاری مرضی۔ لیکن یا رس میں تمہیں پڑے ہوئے
کس طرح دیکھ سکوں گا۔ میری جان تو ایسے ہی نکل جائے گی۔“

”آپ آنکھیں بند کر لیں۔“

”افوس میں تمہاری ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا۔“

”اچھا جیسے آپ کی مرضی۔“

”لو اسپکٹر جشید۔ میں وار کرنے لگا ہوں۔ اپنے پروفیسر کو بچا
لے کر ہو تو بچالو۔“

انہوں نے پروفیسر داؤڈ کو اور بھی ڈھانپ لیا۔ اچاک اسپکٹر
جشید کو کمر پر گوپا پھاڑ گیا۔ ان کے منہ سے ایک بھی انک جیخ نکل
گئی۔ عین اسی لمحے اسپکٹر کامران مرزا بجلی کی تیزی سے حرکت میں
انکے۔ انہوں نے اسپکٹر جشید کے جسم کے آس پاس تیزی سے ہاتھ
”اور وہ سب ان کے جسم کے پاس سے دور ہٹ گئے۔ اب بٹالے۔“
صرف اسپکٹر جشید ان پر چھائے رہ گئے۔ یہ دیکھ کر پروفیسر داؤڈ لہرا کر رہ گئے۔

”بہت خوب اسپکٹر کامران مرزا۔ میں جانتا تھا۔ تم بھی کو
میں تو کہتا ہوں جشید۔ تم بھی ہٹ جاؤ۔ میرے پکر میں فرم گئے۔ باقی لوگوں کو آس پاس سے ہٹا دینے کا مقصد یہی تھا۔ لیکن میں
مارنے کھاؤ۔“ پروفیسر بولے۔

پر اور کون حملہ کر سکتا ہے... لہذا میں نے بھی ایسے رخ سے دار کیا کہ بھی ہوا۔
تم اپنے دار میں بالکل ناکام ہو جاؤ۔

”میں... میں اس سے نکل ریا ہوں۔“ وہ صرت سے بھرپور انداز
چلا کے

”بہت خوب اسپکٹر کامران مرزا۔ اس بار تمہاری نکر کی وجہ
میں اسپکٹر جمیش پر دار نہیں کر سکا۔ لیکن... تم اس قسم کی
خش میں دوبارہ کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔“
”کویا اب تم بتائے بغیر آؤ گے۔ یہ بندولی اسی کو کہتے ہیں۔“
اب جھلایا۔

”لپنا ذہنی توازن قائم رکھو گئے کو پاس نہ آئے دو۔ نہ
”من... نہیں۔“ محمود بے قراری سے آگے بڑھا۔

”شیں میرے نہنے دشمن... میں بتا کر آؤں گا۔“
”لیکن تم نے اپنے جسم پر کیا لپیٹا ہوا ہے۔“

”ایک ایسا دشمن... جو ایک طرف تو مجھے اس سردی سے بچاتا
ہے۔ دوسرا طرف دشمن کے دار سے۔ تم سب مل کر اگر مجھ پر کسے
خوفناک مقابلے کا موقع کبھی نہیں آیا تھا۔“

”میں پھر دار کر رہا ہوں جمیش۔ خود کو بچا سکتے ہو تو بچالو۔“
ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپکٹر کامران مرزا نے چھلانگ لگائی۔
”بار پھر پروفیسر داؤڈ پر دار کرنے جا رہا ہوں۔“ اسپکٹر جمیش انہیں بچا
کر کسی بست سخت جسم سے نکلا سکتے۔ انہیں اپنا پورا جسم سن ہوتا
ہے تو بچالو۔“

اس کے الفاظ نے ان کی رہی سی ہمتیں بھی ختم کر دیں۔ وہ اپنے
اسپکٹر جمیش کی طرف دوڑے۔

”خبردار! وہیں ٹھہر وہیں میری پروانہ کرو۔ ابطال کو پکڑنے کی
کوشش کرو۔“ اسپکٹر جمیش نے کمزوری آوازیں غرا کر کھا۔

سب کے سب نہیں گئے۔ اسپکٹر جمیش برکی طرح ترپ رہے
تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی انہوں نے پروفیسر داؤڈ کو بھرپوری طرح
چھپایا ہوا تھا۔

”میرا خیال ہے۔ ایک اور دار کی ضرورت ہے۔“ ابطال بولاتے تھا۔
”تم نے سنا نہیں۔“ محمود بے قراری سے آگے بڑھا۔
”تم نے سنا نہیں۔“ وہیں رہو۔“

ان سب پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ برف کی اس وادی میں
انہیں پینے آ رہے تھے۔ محاورہ تا۔“ نہیں۔ حقیقتاً۔ جسموں میں
سننی کی لمبیں بار بار دوڑ رہی تھیں۔ ان کی زندگی میں اس سے زیادہ
خوفناک مقابلے کا موقع کبھی نہیں آیا تھا۔

”میں پھر دار کر رہا ہوں جمیش۔ خود کو بچا سکتے ہو تو بچالو۔“
ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپکٹر کامران مرزا نے چھلانگ لگائی۔
”بار پھر پروفیسر داؤڈ پر دار کرنے جا رہا ہوں۔“ اسپکٹر جمیش انہیں بچا
کر کسی بست سخت جسم سے نکلا سکتے۔ انہیں اپنا پورا جسم سن ہوتا
ہے تو بچالو۔“

”آؤ... آؤ بھئی“ - اسپکٹر جمیش مکارے۔

اسی وقت ہی انسپکٹر کامران مرزا نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی۔ پھر ہا ہو گیا۔ مارے تکلیف کے ان کی جان پر بن گئی۔ لیکن ان کی یہ چھلانگ خالی گئی۔ وہ برف پر گرے۔ اور بوجھ کے ساتھ نے اس کی کلائی نہ چھوڑی۔

اسی وقت انسپکٹر جمیش نے اپنے سر کی طرف کوئی وزنی چیز آئی۔ انہوں نے انسپکٹر محسوس کی۔ یہ ان کی بھٹکی حس تھی۔ انہوں نے فوراً دونوں ہاتھوں کے دو تھوڑے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے ابظال کو کمر سے پکڑ لیا۔ اس کا دوسرا ہاتھ قابو میں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ میرا حلیہ ہاتھوں میں آگیا۔ ساتھ ہی ان کے جسم کو ایک مندرجہ ذیل جھٹکا لگایا۔ اور کر دیئے۔ اور پھر وہ جان گئے کہ ابظال کا ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں میں آگیا۔

ان کا جسم کی فٹ اونچا اچھا۔ مگر انہوں نے ابظال کے ہاتھ پھر بھی چھوڑ دیا۔ ”دوسرا ہاتھ میں پکڑوں گا۔“ کامران مرزا تم کمر ہی پکرے۔

”مسٹر ابظال کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آئے کرلو۔ میں تم لوگوں کی گرفت سے اس طرح جلدی کریں۔“

اور انسپکٹر کامران مرزا اٹھ کر ان کی طرف ووڑے۔

”میں میں زیادہ دیر تک۔“ اسپکٹر جمیش کے منہ ت

نکتے والے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ان کے منہ پر ایک فولادی مٹکا لگا۔ لیکن انہوں نے اس کا ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا۔ اس کے وار کو اسی جاؤ گے۔

دوسرے ہاتھ سے روک سکتے تھے۔ لیکن وہ صاف محسوس کر رہے۔ ”اس کی وجہ ہے۔ سب کی گرفت سے لکنا میرے لیے آسان تھے۔ کہ وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اور اگر وہ اس کی کلائی سمجھی تو یہ لوگے۔“

سے ہاتھ ہٹاتے تو کلائی قبضے سے نکل جاتی۔ اس طرح ابظال پھر آنکھ تسب پھر اپنی کلائی کیوں نہ چھڑا سکے۔

ہوتا۔ لیکن وہ کسی قیمت پر بھی ابظال کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ان کا شہنشاہ نے کہا تا۔ اس کی وجہ ہے۔ اس نے ہنس کر کہا۔

”لیکھو۔ دیکھا جائے گا۔“

ابس وقت تک منور علی خان بھی نزدیک آپکے تھے اور ان کی لگائی۔ خان رحمان نے مدد بنا دیا۔

دوسری کلائی کو پکڑ کچکے تھے۔

”مشی کا نہیں... میں پتھر کا بننا ہوا ہوں... اب جلدی سے باقی ”کہیں تو اب ہم بھی آگئے آ کر اس کی ٹانگیں قابو میں رک بھی مجھے پکڑ لیں... پھر نہ کہنا... ابطال کو چھوٹنے کی حرمت نہ لیں۔“ - محمود نے کہا۔
”ہاں صحیک ہے۔“ - اس کا لمحہ حد درجے خوشنگوار تھا۔

چھوٹی پارٹی اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

”لیں... کوئی رہ تو نہیں گیا۔“ - ابطال بولا۔

”نہیں... سب آگئے ہیں۔“ -

”اب بھی پردار بھی کر لیں۔“ -

”نہیں... ایسا نہ کرنا... خود ہمیں چوت لگے گی۔“ - خان رحمان

اور انہوں نے دار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

”لو... اب یہ اکمال دیکھو... اس کے بعد باقاعدہ جنگ شروع کرنی دشمنوں کا سر توڑ چکا تھا۔“

”ہاں! یہ تو میں خغل کر رہا تھا۔“ -

”اڑے باپ رے... اگر یہ صرف خغل تھا... تو باقاعدہ لڑائی

”لڑوگی۔“ - شوکی نے کانپ کر کہا۔

”چا نہیں... تم کس مشی کے بننے ہوئے ہو... ہاتھ ٹوٹ کر ایک نظارہ تم بھی کرو گے۔“ -

”اوہ جمیشید... مجھے اجازت دو... میں اس کے سر پر دار ڈالوں... ورنہ مجھے حرمت رہے گی۔“ - خان رحمان کی انداز سنائی دی۔
وہ بڑی مشکل سے اٹھنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

”لیکن ایسا نہ ہو... تمہارا نشانہ چوک جائے... ظاہر ہے... کا سرکب نظر آ رہا ہے۔“ -

”کوئی بات نہیں... اندازہ بھی تو کوئی چیز ہے۔“ -

”اچھی بات ہے... تم اپنی حرمت پوری کر لو۔“ -

خان رحمان آگے آئے اور اپنے دائیں ہاتھ کا مکاٹشانہ لے اس کے سر پر مارا۔ ان کا یہ مکاپچھہ اس قسم کا تھا کہ میدان جنگ میں

”لیکن جونہی مکاٹگا۔“ ان کے اپنے منہ سے چیخ نکل گئی۔

انہیں یوں لگا جیسے انہوں نے پتھر مکاڈے مارا ہو۔

”کیوں کیا ہوا؟“ ابطال ہنسا۔

”اک نظارہ تم بھی کرو گے۔“ -

"اب پروفیسر ڈاڈ کو کون اے؟"
انقلال کے مذہ سے حرث نہ انداز میں لکھا۔

O☆O

ان الفاظ کے ساتھ ہی ابظال کا جسم گھونٹنے لگا۔ اس کے ساتھ اگرچہ اتنے آدمی چھٹے ہوئے تھے۔ لیکن۔۔۔ اس کے باوجود وہ یوں گھوم رہا تھا۔۔۔ جیسے چھوٹے چھوٹے کھلوٹے اس کے جسم سے چھٹے ہوں۔

انہوں نے پورا زور لگایا کہ وہ انہیں گھما سکے۔۔۔ لیکن وہ اسے روک نہ سکے۔ انسپکٹر جمیش اور انسپکٹر کامران مرزا بھی زور کا پیٹھے۔

اور پھر اس کے گھونٹنے میں تیزی آگئی۔
 مضبوطی سے پکڑ بھی اسے۔۔۔ درستہ دور جا کر گروگے۔۔۔ انہوں کامران چلا کے۔

انہوں نے اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔۔۔ لیکن اس کے باوجود جوں جوں اس کے گھونٹنے میں تیزی آرہی تھی۔۔۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب ان کے ہاتھ اس کے جسم سے ہٹے کہ اب ہے۔

اور پھر اخلاق دور جا کر گرا۔۔۔ ساتھ ہی اس کی تیزی بھی سنائی۔۔۔ اس کے بعد تو نبر لگ گیا۔۔۔ ایک ایک کر کے وہ دور گرتے چلے گئے۔۔۔ یہاں تک کہ انسپکٹر جمیش اور انسپکٹر کامران مرزا بھی چھٹے نہ ہو سکے۔

وہ چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔۔۔ ان میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔۔ لیکن سب ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

جس کے لئے اپنے بھائی کی طرف سے کامیابی کی تحریک کرنے والے تو تمہارے لئے ذرا بھی خطرے کا سبب نہیں ہو۔ دیکھ لو۔

خیال ہے... والپس جاتا ہے یا یہیں رہ کر مقابلہ کرتا ہے۔”
”یہی رک کر مقابلہ کریں گے۔“

"چھا تو پھر پلے میں پیدا فیسر داؤ کو پکڑ لوں۔"

بظاہل کی آواز سنائی دو اور پھر گویا دہ دہاں سے دوڑ لگا گیا۔

”اب ہمیں موقع مل گیا ہے۔ ہیڈکوارٹر کو ٹلاش کرنے کا۔ فرزانہ کی عتل مندی سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔“ اسکر
مرزا نے ملی آواز میں کہا۔

وہ فوراً حرکت میں آگئے۔ اگرچہ جسم چوٹوں سے چورپور ہو۔

..... سروی بھی کمال شدت کی تھی۔ اس کے باوجود انہیں آنا پڑا۔ وہ جلدی جلدی اوھر اوھر ہوا کی آمد و رفت کے چیز ملاش کرنے لگے۔ ہینڈ کوارٹر اگر پرف کے اندر کمیں

ہوا کے لیے ضرور کوئی سوراخ یا پائیپ وغیرہ رکھا گیا ہو گا اور

میں علاش تھی۔

KHAN BOOKS
STATIONERY AND LIBRARIES,
FIBBOA NISHYAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 3558332
PROPRIETOR ALI KHAN

نکودالی

پروفیسر داؤد وہاں سے غائب تھے۔ خود ان کے اپنے ساقی رتے پھر وہیں کوئی پروا نہیں۔ لیکن اس طرف کا رخ نہ کرنا۔ حیران رہ گئے کہ پروفیسر داؤد کمال چلے گئے۔ انہوں نے جلدی وہ کیا خیال ہے۔ واپس جانا ہے یا یہیں رہ کر مقابلہ کرنا ہے۔

ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ فرزانہ بھی غائب تھی۔ سب کو جس دو سب ابطال کے جسم سے چست رہے تھے تو فرزانہ اس کام سے رہی تھی۔ اور اس نے خود کو کچھ دور لڑھکا لیا تھا۔ پھر جب وہ رہا تھا تو فرزانہ پروفیسر داؤڈ کو لے کر کیس و دور لڑھک گئی۔

"یہ ارے کس خوشی میں آپ کے منہ سے لکا سڑا بھال ملائی کہ فرزانہ کی عخل مندی سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔ انکھر ماروں نے چک کر کہا۔

”اوہ!“ ابظال بولا۔
”اور اب اس اوہ کی بھی آپ کو وضاحت کرنا ہو گی آپ کو“ ہے تھے۔ سردی بھی مکالم شدت کی تھی۔ اس کے باوجود انہیں
”تم لوگوں میں ابھی تک سکت ہے بولنے کی“۔ اس کے لالٹ میں آنا پڑا۔ وہ جلدی جلدی اوہرا اوہرا کی آمد و رفت کے
لئے کوئی چیز مٹا شکر کرنے لگئے۔ ہندووارث اگر رف سکے اندر کمیں
لی جیرت تھی۔

”بھی بس... کیا کریں... اس سکت سے پچھا نہیں چھوٹا۔“ تھے تو ہوا کے لیے ضرور کوئی سوراخ یا پاسپ وغیرہ رکھا گیا ہو گا اور ”یہ ویسرا داؤد غائب ہیں اور ان کے ساتھ فزان بھی۔ لیکن انکی انہیں ملاش نہیں۔

انپکڑ جمیل کے الفاظ گویا درمیان میں ہی رہ سکتے۔ اسی وقت
ان کے پاس آ کر گئی۔ اور پھر پروفیسر بھی دھم سے گزے
”یہ ابھی نزدیک ہی تھے کہ پڑے گے۔“

”مشکلیہ فرزانہ۔ تم نے بست بڑا کارنامہ کیا۔“ خان رحمان
”کیا خاک بڑا کارنامہ کیا۔ کچھ دور بھی نہیں لے جاسکی
لیں۔“

”لیکن تمہارے اس کارنامے کی وجہ سے ہم پلانٹ ملاش کرنے
کا میاپ ہو گئے ہیں۔“
”کیا کہا۔“ سوہ چلائی۔

”یہ دیکھو۔ پائپ۔ ہوا کی آمد و رفت کے لیے۔“
”میں نے دیکھا۔ ہمارا نہ ایک پائپ اور تک چلا گیا تھا۔ یہ
جس ہوا کے لیے تھا۔ اور اس برف کی پوری دادی میں بس کی ایک
کھڑی ہوئی تھی۔“

”اس میں شکر ہیں کہ تم لوگ بست ہی خوب صورتی سے اس
تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ لیکن۔“
”لیکن کیا؟“

”لیکن میرے ہوتے ہوئے تم پلانٹ کے اندر نہیں پہنچ سکو
تک، ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔“

ابطال پروفیسر داؤڈ کی ملاش میں جا چکا تھا۔ لیکن ان کے پار
زیادہ وقت نہیں تھا۔ کسی وقت بھی ابطال آ سکتا تھا۔ ظاہر ہے
فرزانہ پروفیسر داؤڈ کو لے کر زیادہ دور تو نہیں جا سکی ہو گی۔ ہاں ایک
بات ضرور تھی۔ اور وہ یہ کہ سختیں چار تھیں۔ ابطال کو یہ معلوم
نہیں تھا کہ وہ کس سمت میں گئے ہوں گے۔ لذا اس طرح اسے کچھ در
لگ سکتی تھی۔ بہرحال انہوں نے اس موقعے پر فائدہ اخانا منحصر
لیا۔

اور پھر رفت کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
”میں ایک جالی دار پائپ دیکھ رہی ہوں۔ اس سے کرم۔“
خارج ہو رہی ہے۔

”سب اس طرف دوڑ پڑے۔ پائپ کو دیکھتے ہی انپکڑ جمیل
بول۔“

”بلیں! میں ہے پلانٹ۔ اب اس میں کوئی شک نہیں۔“
”میک عدو کامیابی مبارک ہو۔“

”لیکن! ہمارا مسئلہ پروفیسر صاحب کا ہے۔ ان کی مدد کے بغیر ہم
اس پلانٹ کو پہاڑ نہیں کر سکیں گے۔“

”ہم لوکی آواز نکال کر انہیں بہاں بلا سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے
کہ ابطال کا کیا کریں۔ جب تک وہ صحیح سلامت ہے۔ اس وقت
تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔“

کما۔

”تو پھر آ جاؤ مسٹر ابظال ہو جائیں دو دو ہاتھ“۔ محمود نے جلا کر

”ویرا امار کیا؟“ آفتاب حیران ہو کر بولا۔
”زبان پھسل گئی۔ میں کہ رہا تھا۔ اب روکو میراوار“۔

”وہت تیرے کی“۔ آفتاب نے بھنا کر کما۔

”اے خبدار۔ جو میرا سمجھیے کلام استعمال کیا۔ وہ بھی فاروق
لیتے وقت۔ فاروق تم نے اب تک اسے دن میں تارے نہیں
میں اب لڑنے بھڑنے کی سکت نہیں رہ سکی ہو گی“۔

”اگر تم نے فاروق کی کوئی مدد کی تو میں آفتاب کی مدد کے لیے
 مقابلہ کر لیں۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے“۔ آفتاب بولا۔

”تمہاری تو ایسی کی تیسی“۔ محمود تملکاً کر بولا۔

”تو آفتاب سنبھلوں۔ میں وار کر رہا ہوں“۔ یہ کہ کر فاروق
لہلک طرف جھٹا۔ آفتاب نے اس کی لپیٹے میں آنے سے بچنے کی
لکھنی کی، لیکن نفع نہ سکا اور اس کا دھکا لگنے سے چاروں شانے
کے ہوں۔ اور اب میں تھیں دن میں تارے دکھاؤں گا۔“ تینی کا
ناج پھاؤں گا۔ لو ہو جاؤ تیار۔ یہ کہ کر فاروق اس کی طرف جھٹا۔

آفتاب نے بے تحاشہ اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور فاروق منہ کے مل
گرا۔ آفتاب ہنسا۔

”خیدا۔ یہ تم لوگ کیا ہڑوںگ چا رہے ہو۔ ہم اس وقت
الظال کے مقابلے پر ہیں۔ یہ مقابلہ پہلے ہی کچھ کم خوفناک نہیں
کہ اوپر سے تم نے اپنا مقابلہ شروع کر دیا ہے۔“ انپکٹر جمشید

”اوہ۔ یہ ہمت“۔ ابظال حیرت زدہ رہ گیا۔

”کیوں مسٹر ابظال کیا ہوا؟“۔

”ہونا کیا تھا۔ میرا خیال تھا۔ اس قدر مار کھانے کے بعد تم
کیا یہ کام مجھے کرنا پڑے گا۔“

”آپ سکت کی بات کو چھوڑیں۔ ہمت کی بات کریں۔ میں
مقابلہ کر لیں۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے“۔ آفتاب نے ہنسا۔

”خبردار آفتاب۔ تم ان کی بھلائی کی بات نہیں کر سکتے“۔
فاروق نے چلا کر کما۔

”پاگل تو نہیں ہو گئے ہو“۔ آفتاب بھی جواب میں چلا۔

”تم لوگ مسٹر ابظال کی بھلائی کی بات کرو گے تو میں پاگل ہی ہو
سکتا ہوں۔ اور اب میں تھیں دن میں تارے دکھاؤں گا۔“ تینی کا
ناج پھاؤں گا۔ لو ہو جاؤ تیار۔ یہ کہ کر فاروق اس کی طرف جھٹا۔
آفتاب نے بے تحاشہ اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور فاروق منہ کے مل
گرا۔ آفتاب ہنسا۔

”اچھا۔ اب تم نہیں بھی رہے ہو۔ اب میں نہیں رکوں گا۔“

”تو پہلے کون سا تم رک گئے تھے“۔ آفتاب ہنسا۔

”یہ لوپنگ۔ روکو ویرا امار“۔ فاروق نے بھنا کر کما۔

”میں آرہا ہوں۔ اتنے کی مہلت نہیں دوں گا۔“

”انکل رہی۔“ فرزانہ نے چلا کر کمال۔

”خبردار۔ بیٹے وقوف لٹکی۔ جو مجھے انکل رہی کہا۔ زبان گدی سے کھینچ لوں گا اور پھر واپس نہیں دوں گا۔“

”کیوں۔ کیا اپنے منہ میں فٹ کر لیں گے۔“ رفت کے لجے میں حیرت تھی۔

ایسے میں رفت زور سے چوٹی۔ اس کے دامغ میں بھی فرزانہ کے الفاظ گونجئے گئے۔ انکل رہی۔ وہ منور علی خان کی طرف دوڑ پڑی۔

”خبردار۔ تم ہمارے درمیان میں نہ آتا۔ ورنہ پس جاؤ گی۔“

”کیوں آفتاب۔ دانتوں پیسے آ رہے ہیں تا مجھ سے مقابلہ کرنے میں۔“

”میں بھی تمہیں ناکوں پختے چبوا رہا ہوں۔“

”بھائی تھوڑے سے پختے اور بھی دے دی۔ بھوک محسوس ہونے لگی ہے۔“ پروفیسر داؤ خوش ہو گئے۔

”چلو جاؤ۔ پہلے انکل کو پختے دے کر آؤ بھر بھوٹے کہیں کے۔“ فاروق ہنسا۔

ساتھ ہی اس کی تھوڑی پر آفتاب کا مکالا گای۔ جواب میں اس نے اس کے سر پر ایک ہاتھ چڑ دیا۔

اول انپکٹر جشید اور انپکٹر کامران مرزا میں ہولناک جنگ ہوئی تھی۔ ایسے میں رفت دوڑتے ہوئے منور علی خان کی طرف دیکھی۔

”رفعت! ابے وقوف نہ بنو۔ ہمارے درمیان میں نہ آو۔“ خان بولے۔

رفعت نے فوراً خان رحمان کی طرف دیکھا۔ اور انہیں آنکھوں کے اشارہ کیا۔

”خان رحمان صحیک کہہ رہے ہی رفت میں تزویک نہ آتا۔“ تمہاری چٹنی تیار ہو جائے گی۔ اور یہاں کے فرصت ہے چٹنی۔ اسے کسے لئدا بے کار جائے گی۔ تم نہیں جانتے۔ اس وقت دوں کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے۔“

”خبردار منور علی خان۔ جو مجھے ہاتھی کہا۔ ہاتھی ہو گے تم جنگ میں رہتے رہتے ہاتھی نہیں بنو گے تو کیا انسان بنو گے۔“

لار رحمان دھاڑے۔ اتنے میں رفت منور علی خان کی کرتک پہنچ گئی۔ اور اچھل ان کی گردان سے پلت گئی۔ انہوں نے جھلا کر کمال۔

”اے ارے۔ یہ کیا۔ دامغ تو نہیں چل گیا۔ اتر فیض کیا کی طرح چھٹ گئی ہو۔ شیر کی طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔“

”انکل۔ فرزانہ کی بات پر توجہ دیں۔ رہی نکال کر چاروں

طرف سُکھائیں۔ ابطال اس کی پیٹ میں آ سکا ہے۔“
”اوہ!!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”میں انکل خان رحمان کے کان میں بھی یہی کرنے جا رہی ہوں۔ آپ مجھے جھنکا مار کر گرا دیں۔ پھر آپ دونوں سمجھم گتھا ہو جائیے گا۔ ابطال کبھی کسی کی طرف دیکھ رہا ہو گا۔ تو کبھی کسی کی طرف۔ آپ کو تھیلے سے رسی نکالنے کا موقع مل جائے گا۔“

”اوہ اچھا۔“ انہوں نے دبی آواز میں کہا اور پھر بلند آواز میں کہا۔

”میری گردن چھوڑتی ہو یا مزا چھاؤں۔“

”نمیں چھوڑوں گی۔ آپ انکل خان رحمان سے نہ لڑیں۔“
”اور میں تمہارا انکل نہیں۔ بڑی آئیں انکل والیں یہ لو۔“

یہ کہ کر انہوں نے زور سے جھنکا دیا۔ رفت اچھل کر گری اور خان رحمان کی طرف لاکھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے ان کا ایک پیڑ پکڑ لیا۔

”کیا کرتی ہو بے وقوف لڑکی۔ میرا پیر چھوڑو۔ یہ کسی پیر کا پیر نہیں ہے۔ ویسے بھی ہم ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو پیر کے پرول سے پچھے رہتا پسند کرتے ہیں۔“

”انکل۔ منور علی خان کو اپنے تھیلے میں سے رسی نکالا ہے۔ آپ ان سے سمجھم گتھا ہو جائیں۔“ اس نے سرگوشی میں کہا۔

”اوہ اچھا۔“ انہوں نے دبی آواز میں کہا۔ پھر سخت لمحے میں

”تم یوں باز نہیں آؤ گی۔“

”یہ کہ کر جیر کو ایک جھنکا دیا۔ اور رفت دوڑ جا گری۔۔۔ انہیں کھول کر دیکھا تو شوکی اس پر جھنکا ہوا تھا۔

”تمہارا ان لوگوں نے یہ حل کر دیا۔ اور ہم انکل کہتے نہیں۔۔۔ میں اب ان سے بہت لوں گا۔“

”اک سب سے کن سب سے۔“ محسن نے جیرا ہو کر کہا۔

”یہ جو لڑ رہے ہیں۔ پسلے تو میں مزا چکاؤں گا۔ انکل خان کو اور انکل منور علی خان کو۔“ اس نے جل کر کہا۔

”لائیں۔۔۔ تم اپنے انکل سے لڑو گے۔“

”دیکھنے لیا رہے۔۔۔ انہوں نے رفت کو کس بری طرح جھنکا دیا۔۔۔“

”ہاں! دیکھ رہے ہیں۔۔۔ چلو میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔“

”پھر ہم بھی کیا کریں گے۔۔۔ رک کر۔“ اشfaq نے فوراً جواب

لیا۔۔۔ اب وہ چابوں بھی ان کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ اوہرہ سمجھم گتھا کے تھے۔۔۔ لیکن اس وقت میدان میں سب سے زیادہ ہولناک جنگ لڑ جیشید اور انکل کامران مرزا کے درمیان ہو رہی ہے۔۔۔ ان کا

نامیت برا جاں تھا۔ ایک دوسرے پر تابڑ توڑ جملے کر رہے تھے۔ جب سے لڑائی شروع ہوئی تھی۔۔۔ اس وقت سے ابطال کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔۔۔ اب پہلی بار اس کی آواز سنائی دی۔

863
کہتے تھے کہ ان کے ساتھی بھی میدان میں تھے۔ یہ حالات دیکھ کر انپکٹر جمیش بلنڈ آواز میں بولے۔
”میں اپنے ساتھیوں کو حکم دتا ہوں کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور فرماں میں پر لیٹ جائیں۔“

”لیکن ایجاداں۔۔۔ اس طرح تو دوسرا فرقہ ہم پر تابڑ توڑ وار کر لے گا۔۔۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

”نہیں کرے گا۔۔۔ میں بھی اپنے گروپ کو ہتھیار ڈالنے کے حکم دتا ہوں۔۔۔ سب کے سب لیٹ جائیں۔“۔۔۔ انپکٹر کامران مرا زندگی میں اداز میں کمال۔

ان کی سرو آواز میں نہ جائے کیا تھا۔۔۔ سب لوگ لمبے لیٹ کے۔۔۔ لیں ایک منور علی خان کھڑے رہ گئے۔۔۔ اب وہ رسی کو نجی ہمانے لکھئے۔۔۔ اور رسی کی لمبائی اور تیزی سے بڑھنے لگی۔۔۔

”تم لوگ مجھ سے کیا لٹو گے۔۔۔ آپ میں ٹوکری حکم پچے“۔۔۔

”ویکھ لیں گے آپ کو بھی۔۔۔“۔۔۔ انپکٹر جمیش بولے۔۔۔
”انپکٹر کامران مرا زندگی تھا۔۔۔ ایک ساتھی نے اب تک تمہارا نامہ نہیں مانایا۔۔۔“۔۔۔

”کیا مطلب سڑ ابطال۔۔۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟“۔۔۔
”منور علی خان کی طرف۔۔۔“۔۔۔

”میرا خیال تھا کہ تم سب مل کر ڈراما کر رہے ہو۔۔۔ اور کوئی چال چلانا چاہتے ہو۔۔۔ لیکن اب میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ تم لوگ تو تجھے لڑ رہے ہو۔۔۔ خیوں یہ بھی اچھا ہے مجھے کچھ کرنا نہیں پڑے گے۔۔۔ تم آپس میں ہی لڑ کر مر جاؤ گے۔۔۔ اور انشاد جہ کی تو پالیسی ہی یہ ہے۔۔۔ کہ مسلمان ملک اندر ہوئی اور ہیروئی طور پر آپکے میں ہی لڑتے رہیں۔۔۔“

”من رہے ہیں آپ۔۔۔“۔۔۔ انپکٹر جمیش نے بھنا کر انپکٹر کامران مرا زندگی سے کمال۔

”تو کیا آپ بھرے ہیں۔۔۔ آپ بھی تو من رہے ہیں۔۔۔“

”میں تو اسی وقت یہ لڑائی بند کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔“

”اور میں بھی۔۔۔“

دونوں نے منور علی خان کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ رسی ٹکال پچے تھے اور اب رسی بلنڈ ہو رہی تھی۔۔۔ ان کے سر کے اوپر گھوم رہی تھی۔۔۔ ساتھ ساتھ رسی بڑی ہو رہی تھی۔۔۔ پھر وہ اور بلنڈ ہو گئی۔۔۔ اور ان کلم نہیں مانایا۔۔۔ قدر تیزی سے گھونٹنے لگی کہ نظر آنا بند ہو گئی۔۔۔ اب صرف منور علی خان کا ہاتھ مل رہا تھا۔۔۔ اس کا سخ نیچے کی طرف وہ اس لیے نہیں کر

”اوہ!“ یہ کہ کروہ ان کی طرف مڑے اور پھر اپنائک رہی کہ ایک جھکلائگا اور کسی چیز کے گرد لپٹنے لگی۔

”وہ مارا۔۔۔ رہی ابظال کے گرد لپٹنے لگی ہے۔۔۔ منور علی خان چلا۔۔۔

”میرے پاس ان کا اور انتظام بھی ہے۔۔۔“
”اور وہ کیا؟“

منور علی خان نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور ایک عجیب چیز نکالی۔



رہی بھلی کی تنی سے پہنچ رہی تھی۔۔۔ وہ سب اس طرف دوڑکے۔۔۔ رہی واقعی ابظال کے گرد پہنچ رہی تھی۔۔۔ کیونکہ اگر وہ کسی اور چیز کے گرد لپٹتی تو وہ نظر آتی۔۔۔

ان سب نے رہی کے آخری مل کے لپٹنے کی لمحے چاروں طرف سے پکڑ لیا۔

”کیوں مسٹر ابظال کیسی رہی؟“ خان رحمان نہیں۔

”حیرت انگیز۔۔۔ تو یہ لڑائی ایک دکھوا تھی۔۔۔“

”تو اور کیا۔۔۔ ہم جس بیچ نہ رہے تھے۔۔۔ ہم جس بیچ بھی نہیں۔۔۔ لڑتے۔۔۔ اور دشمن کے مقابلے میں تو میسے پھلائی دیوار بن جاتے ہیں۔۔۔“

”بہت خوب! مزا آگیا۔۔۔ تم لوگوں کے بارے میں جیسا بتا۔۔۔ تم اس سے بھی بڑھ کر نکلے۔۔۔ اب کیا پروگرام ہے؟“

”پروگرام اب منور علی خان تماں میں گئے۔۔۔ منور علی خان۔۔۔ آپ کہاں ہیں؟“

”میں یہ رہا۔۔۔“

”یہ رہی کہیں مسٹر ابظال ترا نہ لیں۔۔۔“

میں تھا

"یہسے یہ کیا ہے؟" ابطال کی آواز سنائی دی۔

"ہاتھیوں کو پکڑنے کی چیز... ہاتھی کا ہر بھی لاس چیز میں پھر جاتا ہے تو وہ چھڑا نہیں پاتا۔۔۔ لیکن یہاں مشکل ایک اور ہے۔۔۔ اس کس چیز میں پھنسائیں گے۔۔۔ مطلب یہ کہ جگل میں تو ہم یہ کام درختوں سے لیتے ہیں۔۔۔"

"اس پاپ میں۔۔۔" انپکٹر جشید بولے

"لوہ۔۔۔ کیا پاپ اس قدر مضبوط ہو سکتا ہے۔۔۔"

"آپ یہ ان کے پاؤں میں تو پھنسائیں۔۔۔ اور ہاں یہ کھول نہیں لیں گے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ یہ ان سے کھلے گا نہیں۔۔۔"

انہوں نے شکنجه ابطال کے ایک پیر میں کس دیا۔

"اگر دوسرے پیر میں بھی کس دیا جائے۔۔۔" انپکٹر جشید بولے

"بھر تو یہ حرکت ہی نہیں کر سکیں گے۔۔۔"

"تو کس دیں۔۔۔ ہم بھی یہی چاہجے ہیں۔۔۔" لیکن اس کا

"اچھی بات ہے۔۔۔"

اب اس کے دوفوں پاؤں شکنجه میں کس دیے گئے۔

"اس ری سے اس کے جسم کو بھی کس دو۔۔۔" انپکٹر کامران
مزابولے

اے اس ری سے بھی کس دا گیا۔۔۔ یہاں تک کہ ان کے
خل میں وہ ہاٹکل بے بس ہو گیا۔

"آؤ۔۔۔ اب ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں۔۔۔" انپکٹر جشید بولے
"ہاہا۔۔۔" ابطال نے بھرپور قتنہ لگایا۔

"کیا ہوا۔۔۔ آپ پر نہیں کا دورہ پڑ گیا کیا ہا۔۔۔"

"ہاں! پڑ گیا۔۔۔ تم لوگ ہیڈ کوارٹر میں داخل کس طرح ہو

"کیوں! یہ کیا مشکل ہے۔۔۔"

"اس کا براستاتا تم کس طرح معلوم کو گے۔۔۔"

"اس بیٹار کھٹکتے کے بعد اب یہ کام ہمارے لیے مشکل نہیں

ہے۔۔۔"

"کوشش کر دیکھو۔۔۔"

"مسٹر ابطال۔۔۔ اگر ہمیں ہیڈ کوارٹر کا راستا نہ ملا تو جانتے ہیں۔۔۔"

"کیا کریں گے۔۔۔ پروفیسر داؤنے طنز بھرے لجھے میں کما۔

"کیا کریں گے۔۔۔ مجھے کاث کھلانے کو دوڑیں گے۔۔۔ لیکن اس کا

کوئی فاکنہ نہیں ہو گا۔ تم لوگ مجھ سے ہیڈ کوارٹر کا راستا معلوم نہیں کر سکو گے۔“

”ہمیں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہم اس پاسپ کو توڑ دیں گے اور اس جگہ برف کا ذینب لگا دیں گے۔ نہیں موجود تمہارے ساتھ داں اندر ہی دم گھٹ کر پر جائیں گے۔ پھر کون کشرون کرے گا اس کی... کیوں کیا خیال ہے۔“

”نہ... نہیں... نہیں۔“

پہلی بار انہوں نے ابطال کی خوف میں ڈوبی آواز سنی۔ ”کیوں... ہو گئی ناشی گم۔“

”تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ ابطال غلام۔“

”اور ہمیں کون روکے گا۔“

”میں، تھامیں۔“

”تم میں تو ہلنے جلنے کی سکت نہیں رہ گئی۔“

”تم سب لوگ بے وقوف ہو۔ عقل سے پیدل ہو۔ میں تو تم لوگوں سے دل گلی کر رہا تھا۔ ورنہ جب ری میرے جسم کے گرد پٹ رہی تھی۔ میں اس سے اسی وقت نجات حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے سوچا۔۔۔ کچھ دیر تھیں ہستے ہوئے بھی دیکھ لول۔۔۔ کیونکہ اس کے بعد تم اپنی زندگی میں کبھی بھی نہیں نہ سکو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ لوگ... اپنی ری اور اپنے شکنے کا انجام دیکھو۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی منور علی خان کی ری ٹوٹنے کی آواز سنائی۔ اسی.... اور ری کے نکٹے برف پر بکھر گئے۔

”اب اس شکنے کی باری ہے۔“

”اپکثر جمیں۔ اس سے پہلے کہ یہ شکنے کو توڑ دالے۔ اسے پکڑو۔“ - پروفیسر داؤڈ چلائے۔

انہیں ایک جھککا سا لگا۔ ان کا کام تو یہی تھا۔۔۔ اور وہ اس کا بکال دیکھنے میں محو ہو گئے تھے۔۔۔ اس وقت تو وہ ان کے گھیرے میں تھا۔۔۔ شکنے توڑنے کے بعد گماں ان کے قابو میں آتا۔۔۔ پھر اسے تلاش کرنے کا مسئلہ پیش آ جاتا۔۔۔

ان سب نے یک دم اسے پکڑ لیا۔

”تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔۔۔ لیکن اب کیا کرو گے۔“ - ابطال ہنسا۔ ”کیا مطلب؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”میرا مطلب ہے۔۔۔ اب ہیڈ کوارٹر کا کیا کرو گے۔۔۔ تم سب تو شکنے پکڑ کر بیٹھ گئے ہو۔۔۔ ہیڈ کوارٹر کو کس طرح تلاش کو گے۔“

”بہت آسانی سے۔۔۔ پروفیسر داؤڈ عجیب انداز میں بولے۔

”کیا مطلب؟“

”جمشید۔۔۔ تم نے اسے اچھی طرح اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

”ہاں! آپ فکر نہ کریں... پیروں میں فتحجہ ہونے کی وجہ سے اب اس میں وہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ یہ ہم سب کو اچھال سکے۔“
”ٹھیک ہے... میرا بھی کسی خیال تھا۔ تم اسے پکڑے رہو میں اس پائپ کا سوراخ بند کرتا ہوں۔ کم از کم ہیدر امیر میں موجود سائنس دان تو مارے جائیں۔ پھر ہم دیکھیں گے۔“ ابطال آہان سے پھرول کی بارش کس طرح بر سو آتا ہے۔“

”کیا... نہیں۔“ ابطال اس قدر زور سے چلایا کردہ لرزائی
”یہی ہو گا مشر ابطال... اس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔“
”جشید... اسے چھوٹ نہ دینا۔“
”آپ فکر نہ کریں... ہم سب نے اسے اچھی طرح جکڑ رکھا ہے... آپ اپنا کام شروع کریں۔“

”خبردار اجو پائپ کی طرف بڑھے۔“ ابطال دھماڑا۔
لیکن انہوں نے جیسے اس کے الفاظ نئے ہی نہیں... وہ اس پائپ کی طرف بڑھنے لگے... بڑھتے ہی چلے گئے۔
”اب میں رک نہیں سکتا۔ ورنہ۔“
”ورنہ کیا۔“

”ورنہ سب کو کچھ تباہ ہو جائے گا۔“ اس قدر بڑا منصوبہ خاک میں ٹل جائے گا۔ پوری دنیا کو عیسائی بنانے کے خواب پر ہم نے نوے نیصد کامیابی حاصل کر ہی لی ہے۔ صرف دس نیصد لوگ رہ گئے ہیں۔“

چھوٹ موٹ کے عیسائی بننے ہیں... لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کا نام لینا بھول جائیں گے اور عیسائیت اختیار کر لیں گے۔“
”پروفیسر صاحب... آپ اپنا کام کریں... اسے ہم دیکھ لیں۔“

”تو پھر میں زور لگا رہا ہوں۔“ ابطال بولا۔
”لگاؤ... خوب زور لگاؤ۔“

ابطال نے ان کی گرفت سے چھوٹنے کے لیے زور لگانا شروع پھرنا جانے کیا ہوا، محمود کے حق سے ایک دل دوز بیج نکل۔
”کیا ہوا محمود۔“

ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں... محمود کی کلائی سے خون لکھا تھا۔

”اس نے دانقوں سے میری کلائی چبا ڈالی ہے۔“
”اوہ!“ ان سب کے منہ سے نکلا۔

”پروفیسر سے کہو... واپس آجائے... ورنہ میں تم سب کو چبا گا۔“

”وہ پھر بھی واپس نہیں آئیں گے۔“ اسکپر جشید نے سرو اور آواز میں کہا۔

”لو پھر۔“

اور پھر فاروق کی چیخ گونج اٹھی۔ اس کی پنڈلی سے خون بہتا نظر

آیا۔

جسے... جب کہ ابطال کا کچھ بھی نہیں مگرا تھا۔

”آپ اس کامنہ کیوں نہیں بند کر دیتے؟“ فرزانہ نے گھبرا کر اسی وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں کو فضا میں اوہرا ادھر منتشر کر دیکھا۔ یہاں تک کہ اسپکٹر کامران مرزا بھی بہت دور جا کر

لکرے... باقی لوگ تو ان سے نہ جانے کس قدر دور جا گئے تھے۔ ”اب بھی کرنا ہو گا۔“

اسپکٹر جشید نے اسے کمر کی طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ جب کہ اس کے بعد ایک اور بات یہ ہوئی کہ منور علی خان کا غیر اسپکٹر کامران مرزا اس کا ایک بازو پکڑنے ہوئے تھے... خان رہمان ٹکڑے ہو گیا اور ان کے سامنے برف پر بکھر گیا۔

دوسرًا بازو... اسی طرح اس کے جسم کے مختلف حصوں کو انہوں نے ”پروفیسر داؤڈ... پاپ سے ہٹ جاؤ...“ ورنہ میں تمہاری ہڈیاں قابو میں کر رکھا تھا۔ اب انہوں نے اپنا ایک ہاتھ کمپرے سے ہٹایا اور دوں کر رکھ دوں گا... پہلے اپنے ساتھیوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ یہ ان کا دلیاں ہاتھ تھا... ان کے دائیں ہاتھ کی ہڈی بہت خطرناک ہے۔“

”خی... اس ہڈی سے انہوں نے جیوال کا ہیرے کا خول توڑ ڈالا تھا...“ اسپکٹر جشید کی جیجن کر ان کی طرف متوجہ انہوں نے ہاتھ بلند کیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے بولے۔

”اپنے ہاتھ وغیرہ اس کے سر سے ہٹا لیں...“ میں اس کے سر پہنچنے والا تھا... اور انہی تک وہ اس پاپ کا کچھ بھی نہیں بگاز کے دار کر رہا ہوں... اور یہ ہٹنے نہ پائے... ورنہ میرا ہاتھ کسی اور کے لگتے... انہیں اتنا وقت ہی کب ملا تھا۔

”وہ بہت بڑا، کہ اپنے ساتھیوں کی طرف مدد کر کے کھڑے ہو جائے گا۔“

”جب نے پہنچ کے لیے خود کو اوہرا ادھر کر لیا... ان کا ہاتھ بلند کئے

ہوتا چلا گیا... اچانک انہوں نے پوری قوت سے ہاتھ اس کے سر پ کیا کہ سکیں گے... آپ سے زیادہ بے بس اس وقت پوری دنیا میں دے مارا۔

ان کے منہ سے ایک بھی انک جیجن نکل گئی... ابطال کو چھوڑ کوئی نہیں ہو گا... آپ کے ساتھی چپ ہو چکے ہیں... ان میں کوئی برف پر بیٹھ گئے... انہیں یوں لگا تھا جیسے ان کے ہاتھ کی ہڈی نوٹ گلی ہی ایسا نہیں جو آپ کی مدد کو آ سکے... اور اگر کوئی آبھی جائے تو کیا

ہے... یہ سب تو میرے ایک ہاتھ کی مار ہیں۔"

پروفیسر داؤد نے محسوس کیا۔ اب قلائل ان سے صرف ایک یادو فٹ کے فاصلے پر موجود ہے۔ اگرچہ اس کی آواز اب بھی چاروں طرف سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

اچانک انہیں اسپکٹر جشید حرکت کرتے نظر آئے۔ وہ دبے پاؤں ابقلال کی طرف بڑھ رہے تھے کیونکہ اسی وقت انہیں معلوم تھا۔ ابقلال ان کے سامنے کھڑا ہے۔

"پہلے میری ایک بات سن لو مسٹر ابقلال۔" پروفیسر داؤد نے خونگوار لہجے میں کہا۔ وہ اسپکٹر جشید کو مہلت دنا چاہتے تھے۔ "ضرور کیوں نہیں میں تو آپ کی دس باتیں سننے کے لئے تیار ہوں۔"

"بہت خوب۔ تو پھر پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ یہ آخری دین بھی ہے۔ کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

"ان باتوں کی یہاں کیا ضرورت؟"

"یہ بات ایسی ہے۔ جو ہم ایسے موقعوں پر کرنے کے علوی ہیں۔"

"اچھا کہنے میں من رہا ہوں۔"

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے نزدیک اسلام

ہے گا۔ باقی تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ ہر طرف اسلام کا پلا ہو گا۔ آپ لوگ اس پر کیوں غور نہیں کرتے۔"

"ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمیں تو بس ایک سکھائی گئی ہے۔ یہ کہ مسلمان ہمارے خطرباک تین دشناں اور انہیں ہر حالت میں ختم کروانا ہے۔ اب ہم کہاں تک ختم ہے۔ لذا ہم نے سب کو عیسائی بناনے کا منصوبہ تیار کیا۔ تاکہ نہ ہے بائس نہ بیجے بالسری۔"

"لیکن مسلمان اپنی مرضی سے عیسائی نہیں ہوئے۔ پھر وہیں کیلے نے انہیں مجبوراً" عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مطلب اداہ دل سے نہیں بننے۔ کیا سمجھے؟"

"ہاں! سمجھ گیا۔ تم اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکو اور میں کہتا ہوں تم ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکو گے۔"

"خیو! ہاتھ لفٹن کو آرسی کیا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔" داؤد یوں۔

"کیا معلوم ہو جائے گا۔"

"یہ کہ یہ میدان کس کے ہاتھ میں رہتا ہے۔"

"یہ میدان صرف اور صرف میرے ہاتھ میں رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حالت تو دیکھیں۔"

برف پر خون

”اوہ... یہ کیا... اور اچھا... جمشید صاحب ہیں... میں بھی
الل... مجھے اتنے زور کا جھٹکا کیوں لگا؟“

”مشرابیا! اب میں تمہیں پروفیسر صاحب کا گلا نہیں گھوشنے
لگا گا۔“

”کیا اس سے پہلے میں نے تم سب کو نہیں جھٹک دیا تھا... اگر
آپ اس پارٹی کے سب سے زیادہ خطرناک فرد ہیں... آپ کو ختم
سب کو جھٹک کر دور پھینک سکا ہوں تو کیا صرف تمہیں نہیں
کرنے کے بعد ہم ہر خطرے سے فارغ ہو جائیں گے۔“

”میں اور سب سے خطرناک... کمال ہے۔“ - پروفیسر داؤڈ نے
ساتھ ہی ان کی نظر پیچھے کی طرف گئی... اسپکٹر جمشید ان کے بالکل سکو گئے۔
نزدیک پہنچ چکے تھے۔

”ہم لوگ دراصل ہاتھوں پیروں کی نسبت عقل سے زیادہ کام
اور پھر انہوں نے ابطال کی کمر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لایا
ابطال کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔

”کیا مطلب؟“ ابطال زور سے چوٹکا۔

”ابھی تھوڑی دیر پہلے جب... ہم سب نے تمہیں جکڑا ہوا تھا

”میں جانتا ہوں۔ لیکن تم ہمیں نہیں جانتے۔ ہم وہ ہیں
جنہوں نے ہارنا نہیں سکھا۔ ہم جان تو دے سکتے ہیں... ہماری نہیں
سکتے۔ جان دینے میں بھی ہماری جیت ہے۔“

”شاید آپ پاگل ہو گئے ہیں۔“

”یہ وقت بتائے گا۔ پاگل میں ہوا ہوں یا تم... تم تو یہ تک
نہیں جانتے کہ۔“ وہ کہتے کہتے رک گئے۔
”کیا نہیں جانتا۔“

”یہ کہتا تھا را آخری وقت آنے والا ہے۔“

”واہ یہ ایک اور کمی۔“ - ابطال ہنسا۔ پھر بولا۔

”میں اپنے دونوں ہاتھ آپ کی گزدن کی طرف لا رہا ہوں۔“
سب کو جھٹک کر دور پھینک سکا ہوں تو کیا صرف تمہیں نہیں
کرنے کے بعد ہم ہر خطرے سے فارغ ہو جائیں گے۔“

انہوں نے فوراً ایسا ہی کیا۔

”مسٹر ابظال... اب ذرا خود کو چھڑا کر اور ہمیں جھٹک کر لکھاؤ۔“

”انسپکٹر جی شیڈ... تم بہت عقل مند ہو... بہت زیادہ۔“ - ابظال نے ان کی تعریف کی۔

”انسپکٹر کامران مرزا اور باقی ساتھی قوتوں آئسیں... اسپ میں سے ابظال کو قابو میں کر لیا ہے... یہی کام کا وقت ہے... ہمیں ہیڈ کوارٹر کا لامائیں گے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ پوچنے لگا۔

”ہیڈ کوارٹر کا دروازہ ہم تلاش نہیں کریں گے... آپ کے حیران ہو کر کما۔“

”آخر کیسے؟“ اس نے بھٹک کر کہا۔
”انہیں تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔“ یہ کہ کروہ اپنے ہاتھوں سے نھاٹا ہو گئے۔

”اس پاس پس سے سوراخوں پر ٹیپ چکا دو۔“

”کیا!!!“ ابظال دھائی۔

”یکوں... کیا ہوا۔“

”نہیں نہیں... تم ایسا نہیں کرو گے۔“ اس نے چلاتے ہوئے

”اور ہمیں ایسا کرنے سے کون روکے گا؟“

”اوہ“ انہوں نے ابظال کی جیبت زدہ آواز سنی۔

اس کی آواز کو سنتے ہی انسپکٹر جی شیڈ نے بلند آواز میں کہا۔

”انسپکٹر کامران مرزا اور باقی ساتھی قوتوں آئسیں... اسپ میں سے

ابظال کو قابو میں کر لیا ہے... یہی کام کا وقت ہے... ہمیں ہیڈ کوارٹر کا لامائیں گے۔“

”کیا مطلب جی شیڈ... خود کھول دیں گے؟“ پروفیسر داؤڈ نے ہاتھ دلان خود کھول دیں گے۔

”کیا مطلب جی شیڈ... خود کھول دیں گے؟“ پروفیسر داؤڈ نے ہاتھ دلان خود کھول دیں گے۔

”ہاں بالکل... میں ابھی بتاتا ہوں۔“

”سب ان کے آس پاس جمع ہو گئے۔“

”مجھے مدد کے لیے منور علی خان اور خان رحمان دے دیں۔“

اب ہم تین آدمی مل کر ابظال کو قابو میں کر سکتے ہیں۔ منور علی خان

ابنی آنکڑے والی رسی اس کی ناگھوں کے گرد کس دیں اور پھر ناگھیں پکڑ

کر پہنچ جائیں۔ خان رحمان اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ

لیں۔ پھر اس کے بعد یہ حضرت مل جل بھی نہیں سکیں گے۔ اس

لیے کہ میں کرنہیں چھوڑوں گا۔“

"میں اور صرف میں"۔ اس نے کہا۔

اس نے خود کو چھڑانے کے لیے زور لگانا شروع کیا۔ لیکن یہ سے نہ ہو سکا۔ ہال اگر وہ کمر چھوڑ دیتے تو اور بات تھی۔

"جلدی جلدی پائپ کے سوراخ بند کر دیں۔ ایسا نہ ہو۔" اس نے کہا۔

زارے لباسوں کی گیس ختم ہو جائے"۔ اسکٹر جمیڈ بولے۔

"بجھے ڈرے اسکٹر جمیڈ کیس یہ خود کو چھڑانے سے۔ اگر ایسا ہو گئی ہے"۔

ہو گیا تو پھر اس پر قابو پانی بہت مشکل ہو جائے گا۔

"کوئی پرواز نہ کریں۔ اب یہ خود کو چھڑا نہیں سکے گا"

"اور باقی لوگ اب پائپ کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ ان کے لئے لٹا بھڑنا ان کا کام نہیں تھا۔ لہذا وہ سب اپر نیچے گرتے پلے پاس شیپ موجود تھی۔ لیکن پائپ بہت اونچا تھا۔ آخر انہیں انسان

بیٹھی بناتا پڑی۔ تب کیس جا کر وہ اس کے اپر والے سرے کے سوراخ بند کرنے کے قابل ہوئے۔ اور پھر پائپ کے سوراخ بند ہوتے ہوئے نیچے تک بند ہو گئے۔

"ہم نے پورے پائپ کے سوراخ بند کر دیے ہیں انکل"۔

آصف نے پر ہوش انداز میں کہا۔

"بہت خوب۔ اب نیچے موجود سائنس دان دم گھٹنے کی وجہ لکرے گا تو چوتھی ہم میں سے کسی کو لگ سکتی ہے۔ اور اس طرح سے دروازہ کھولیں گے۔ اور اپر آئیں گے۔ ان سب کو قابو میں لفڑان ہو سکتا ہے"۔

"لیکن یہ بھی تو مسئلے کا حل نہیں ہے"۔ پروفیسر بولے۔ "ہاں! یہ بھی نہیں ہے۔ اچھی بات ہے۔ محمود یہ کام تم کو پروفیسر داؤد سکون سے اپنا کام کر سکیں"۔

"اوے کے۔ آپ نگرانہ کریں۔ ہم پوری طرح تیار ہیں"۔

اور پھر برف کے فرش میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔ اور اس سے بوکھلائے ہوئے لوگ باہر نکلنے لگے۔ باہر نکلتے ہی ان میں سے

کہا۔

"سراب ابطال۔ آپ کمال ہیں۔ اندر آسیجن کی آمد و رفت نارے لباسوں کی گیس ختم ہو جائے"۔

وہ سب اوہرا دھر لیئے ہوئے تھے۔ تاکہ فوراً نظر نہ آسکیں۔

لیکن سب لوگ باہر نکلے، وہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ سائنس دان

"اور باقی لوگ اب پائپ کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ ان کے لئے لٹا بھڑنا ان کا کام نہیں تھا۔ لہذا وہ سب اپر نیچے گرتے پلے پاس شیپ موجود تھی۔ لیکن پائپ بہت اونچا تھا۔ آخر انہیں انسان

بیٹھی بناتا پڑی۔ تب کیس جا کر وہ اس کے اپر والے سرے کے

"لیکن جمیڈ۔ یوں تم کب تک اسے پکڑے رہو گے۔ اس سر وغیرہ پر منور علی خان کے آنکھ سے ضرب لگائی جا سکتی ہوئے۔

"لیکن کیسے۔ اس کا سر نظر نہیں آ رہا ہے۔ اگر یہ سر اوہر کرنا ہے اور انہیں کاری ضریب لگا کر بے ہوش کرنا ہے۔ تاکہ پھر

"ہاں! یہ بھی نہیں ہے۔ اچھی بات ہے۔ محمود یہ کام تم کو

گے۔

”جی... جی میں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”کیوں! اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟“

”لیکن... ہم اس کے سر پر ضرب کیوں لگائیں... اس طرح تو یہ جھوٹ موت بے ہوش ہو سکتا ہے اور ہمارے لیے خطرہ بن سکتا کے کپڑے اتار دیے جائیں۔“

ہے... سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ نظر نہیں آتا۔ پار ایجاد برہامت سنی۔

”نہیں! میں چاہوں تو بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔“

”اچھی بات ہے... ہاں تو اپا جان... میں کہ رہی تھی کسی سر پر ضرب لانے کی کیا ضرورت ہے؟“

”کیوں... اور کیا کریں؟“

”اس کا منہ اور ناک بند کر دیں... یہ بے ہوش ہو جائے گا۔ تو وہ کر کی وجہ سے قابو میں تھا۔ اگر اس کی صرف کمر چھوڑ دی یا مر جائے گا۔ ہمارا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سر پر دو چار ضربیں۔ تو وہ اب بھی ان سب پر بھاری تھا۔ اور ان کے لیے مصیبت بھی لگادیں گے۔ پھر بھی آپ اسے کمر سے کپڑے رہیے گا۔ ہاں لی کر سکتا تھا۔

ناک اور منہ بند کرنے پر اس نے اپنے جسم کو جھٹکے دینے کی کسی خطرناک صورت حال نے ہمیں دوچار نہ ہونا پڑے۔“

”اچھی بات ہے... لیکن میں تو کہتا ہوں۔ اس کے جسم پر سیش کی... خود کو چھڑانے کے لیے بہت زور لگایا۔ ان سب کو بھی خول کیوں نہ اتار دیں۔ سردی خود اس کا مزاج پوچھ لے گی۔“ شوکی اپردا زور اسے قابو میں رکھنے کے لیے لگانا پڑا۔

انسپکٹر کامران مرزا کو تو اس کے منہ اور ناک پر ہاتھ جماعت نے تجویز پیش کی۔

”بہت خوب۔ یہ ترکیب زیادہ اچھی ہے۔ اس کے جسم پر سیش کے سلسلے میں دانتوں کو چینہ آگیا۔ اور آخڑو کا اس کا جسم ڈھیلا

پڑنے لگا... پھر وہ بالکل بے جان ہو گیا۔

"ہو سکتا ہے... یہ مکر کر رہا ہو۔"

"ہم اسے موت کے گھٹت ہی کیوں نہ اتر دیں... اس بڑے اور خوفناک خطرے کو زندہ کیوں چھوٹھیں۔"

"ہو سکتا ہے، ہم اس بہت سے اہم راز معلوم کر سکیں۔" اپنے لکڑی کے تختوں سے تیار

وپوری ایک تجربہ گاہ تھی... اور اس میں لگئے آلات کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے... جمیشید بولے۔

"ہاں بالکل... اسے مارنا نہیں ہے... یہ زندہ حالت میں ہمارے لیے تو اس کا نقش بالکل ہوٹل کے کمرے والے ماذل جیسا تھا... یہاں

لیے زیادہ کار آمد ثابت ہو گا۔"

"ملئے ٹھیک ہے... ہم اس کے کپڑے اتر دیتے ہیں۔"

اس کے کپڑے بھی انہیں نظر نہیں آتے تھے... اگر کپڑے نظر انہوں کی گیس ختم ہونے لگی تو ہم مزید گیس بھر لیں گے... اب ہمیں

آتے تو ایک طرح وہ خود بھی دیکھا جا سکتا تھا... اب محمود کے چاقو کی ہمال اطمینان سے کام کرنا ہو گا... لہذا پہلے تمام سانس دنوں کو بے

مدد سے اس کے کپڑے چاک کیے گئے... جو نبی لباس اس کے جسم سے اکرنا ہو گا... ان کے جسم پر موجود لباسوں سے ہوا نکال دی جائے الگ ہوا... وہ نظر آئے لگا... یہ لباس بالکل ان کے لباسوں جیسا لیا خیال ہے

تھا... گواہوں نے بھی بالکل وہی طریقہ اختیار کیا تھا... جو ان لوگوں نے کر رکھا تھا۔

"اب یہاں کا درجہ حرارت اسے بالکل سرد کر دے گا... اور یہ نئے نئے دیا دی ہیں۔"

حرکت کرنے کے قابل نہیں رہ جائے گا... لہذا پروفیسر صاحب... اب آپ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔"

اور پھر اپر آ کر انہوں نے سانس دنوں کے لباسوں سے گیس

"لیکن جانے سے پہلے اسے ایک بار پھر رسیوں سے ضرور باندھ لیں دی۔"

چاہیے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

ابطال کو رسیوں سے باندھ دیا گیا... اور پھر وہ نئے اترے... اور خوفناک

خطرے کو زندہ کیوں چھوٹھیں۔"

"ہو سکتا ہے، ہم اس بہت سے اہم راز معلوم کر سکیں۔" اپنے لکڑی کے تختوں سے تیار

وپوری ایک تجربہ گاہ تھی... اور اس تجربہ گاہ کو جب غور سے دیکھا

لیے زیادہ کار آمد ثابت ہو گا۔"

"ملئے ٹھیک ہے... ہم اس کے کپڑے اتر دیتے ہیں۔"

اس کے کپڑے بھی انہیں نظر نہیں آتے تھے... اگر کپڑے نظر انہوں کی گیس بھر لیں گے... اب ہمیں

آتے تو ایک طرح وہ خود بھی دیکھا جا سکتا تھا... اب محمود کے چاقو کی ہمال اطمینان سے کام کرنا ہو گا... لہذا پہلے تمام سانس دنوں کو بے

مدد سے اس کے کپڑے چاک کیے گئے... جو نبی لباس اس کے جسم سے اکرنا ہو گا... ان کے جسم پر موجود لباسوں سے ہوا نکال دی جائے الگ ہوا... وہ نظر آئے لگا... یہ لباس بالکل ان کے لباسوں جیسا لیا خیال ہے

تھا... گواہوں نے بھی بالکل وہی طریقہ اختیار کیا تھا... جو ان لوگوں نے کر رکھا تھا۔

"اب یہاں کا درجہ حرارت اسے بالکل سرد کر دے گا... اور یہ نئے نئے دیا دی ہیں۔"

حرکت کرنے کے قابل نہیں رہ جائے گا... لہذا پروفیسر صاحب... اب آپ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔"

”اچھا“۔ وہ بولے اور ایک اور بٹن دیا تو جھوٹے مسح کے انسیں یہاں روکنے والے کوئی نہیں تھا۔ یہاں کھانے پینے کی ہر چیز کا شاک تھا۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

”اگر میں چاہوں تو اس شرپ پتھروں کی پارش شروع ہوئے گی۔ لذا اگر کسی میں جرات ہو تو اعلان کرے۔“

”میں مسلمان ہوں۔ مسلمان رہوں گا، مسلمان مروں گا۔“

میں ایک نے چلا کر کہا۔

”بلکہ ہم بھی اس کے ساتھی ہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑ سکتے۔ پتھروں کی موت مرنا قبول ہے۔“

”اچھا۔ سارا جمع ان کے پاس سے ہٹ جائے۔ پتھروں کی صرف ان کے سروں پر ہو گی۔“ لفٹی مسح نے بلند آواز سے کہا۔ جس کلائنٹ کی طرح چھٹنے لگا۔ یہاں تک کہ اس جگہ پندرہ بیس انہوں نے ایک بٹن دیا۔ ایک سکرین روشن ہو گئی اور اس پر لرس آنے لگیں۔ پھر شر نظر آنے لگا۔ جلد ہی انہیں جھوٹا مسح پرور دیکھو۔ پتھر موجود ہیا نہیں۔“

”ہاں! موجود ہیں۔“ انہوں نے اوپر دیکھا۔

”یہ پارش کی صورت میں تم پر آگریں گے۔“

”کوئی پرواہ نہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ لوگوں اب نظارہ کرو۔“

اب وہ پورے اطمینان سے تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ اب اسیں یہاں روکنے والے کوئی نہیں تھا۔ یہاں کھانے پینے کی ہر چیز کا اب پوفیرداود کا کام شروع ہوا۔ تمام آلات کو سمجھنے کی ضرورت تھی۔ انسیں ان آلات کو سمجھنے میں کمی ہوتی گئی۔ تب کہیں جا کر ان کی آواز سنائی دی۔

”اب تم کو جشید کیا چاہتے ہو۔“

”کیا ہم یہاں سے اپنے ملک سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟“

”پوری دنیا کے کسی بھی ملک سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ مگر جمال جمال سیٹ موجود ہیں۔“

”اور اس وقت وہ جھوٹا مسح کہاں ہے۔“

”میں ابھی دیکھتا ہوں۔“

انہوں نے ایک بٹن دیا۔ ایک سکرین روشن ہو گئی اور اس پر لرس آنے لگیں۔ پھر شر نظر آنے لگا۔ جلد ہی انہیں جھوٹا مسح پرور دیکھو۔ پتھر موجود ہیا نہیں۔“

”یہ کون سا شر ہے۔ یا کس ملک کا شر ہے۔“

”مسلمانوں کا ایک شر ہے۔ اس جگہ کے لوگوں کو مسح اپنے کمالات دکھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔“ پوفیر بولے۔

”ہم جانتا چاہتے ہیں۔ یہ ان سے کیا کہ رہا ہے۔“

اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

”اب کیا کہتے ہو جمیل؟“

”پھر ان کی بارش ان لوگوں پر ہو جائے۔ جنہوں نے عیارات لے تو ہم سے رابطہ کرنے والا ہو گا۔“

قول کی ہے۔“ وہ بولے۔

”لیکن ان میں سے اکثر نے موت کے خوف سے ایسا کیا ہے۔ اظال کی آواز میں کرنا ہو گی۔“

اندر سے وہ مسلمان ہی ہیں۔“ انپکٹر کامران مژا بولے۔

”ہاں! یہ بھی نہیں ہے۔ خیر بارش روک دی جائے۔“

”او کے۔ اب پھر اپنی جگہ سے بیٹن گے بھی نہیں۔ یہ

ذیکھو۔ یہ بیٹن ہے اور یہ سمت ہے۔ اگر میں اس بیٹن کو بھی نہیں کر سکتا۔“

”ہاں! میں دیکھ رہا ہوں۔ آلات میں کچھ گزبر ہے۔ تم ان سیدھا نیچے کی طرف کر دوں تو ان پر پھر ان کی بارش شروع ہو جائے۔ لوگوں سے کہ دو۔ کہ فی الحال عذاب روک دیا گیا ہے۔ تم لوگوں کو گی۔ اور اگر ذرا اوپر روک دوں تو پھر ان کے سروں تک آکر رک بوچھے کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھر تم فوراً پاک لینڈ پہنچو۔“

”پاک لینڈ۔ وہاں کیوں باس۔ وہاں کے معاملات تو بالکل بیٹھ ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ اوہ!!“ ان کے منہ سے نکلا۔

ادھر جعلی سچ بار بار انگلی سے اشارہ کر رہا تھا۔ اب اس کے

”کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی ہے۔ وہ پھر ان کی بارش کا

چہرے پر پیدا نظر آئے لگا تھا۔“

”کیا یہاں سے اس میدان کے لوگوں یا رائل کو اپنی آواز نالاٹش کر کے دکھاؤ۔“

”او کے باس! میں فوراً وہاں پہنچتا ہوں۔ لیکن یہاں کے لوگوں

سکتے ہیں۔“

”نہیں۔۔۔ بات صرف ڈائیسر کے ذریعے ہو سکتی ہے۔۔۔ یہاں ہاں کیا بنے گا؟“

جو سیٹ موجود ہیں۔۔۔ ان سیٹوں کے مطابق اگر وہاں سیٹ موجود ہیں۔“

”یہاں بعد میں دیکھ لیں گے۔۔۔ یہ لوگ کہاں بھاگے جا رہے

ہیں... تم جانتے ہی ہو... وہ ملک اسپکٹر جمید اور اسپکٹر کامران مرزا کا
ہے... اور سب سے زیادہ خطرہ وہاں ہے۔“
اور انہوں نے سیٹ بند کر دیا۔

”میرا خیال ہے... اسے ذرا بھی ملک نہیں گزرا۔“

”گزر بھی جائے تو بھی وہ کیا کرے گا۔ پتوں کی بارش تو اب
ہمارے کنٹروں میں ہے... اس کا سب سے بڑا حجہ“۔ اسپکٹر کامران
مرزا بولے۔

”ہاں کامران مرزا... ان لوگوں نے دراصل شاہب ٹاٹوں کو
اپنے کنٹروں میں کر لیا ہے... وہ بھی اس تجربہ گاہ کے ذریعے... اب تم
اس تجربہ گاہ کو تباہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں... تم فکرنا کرو۔“
”میرا خیال ہے... رائل کل تک ہمارے ملک میں پہنچ سکے
گا۔“

”ٹھیک ہے... ہمارے ملک پر اس وقت سب سے بڑے پادری
کی حکومت ہے... اس سے رابطہ قائم کریں... میں اس سے یہ بات
کروں گا۔“

”اچھا۔“ پروفیسر داؤڈ بولے اور پاک لینڈ والے حصے کی طرف
چلے گئے... چند میٹر دبائے کے بعد جلد ہی آواز سنائی دی۔

”لیں سر... میں راجر گپال بات کر رہا ہوں۔“

”کل تمہارے پاس سچ آ رہے ہیں... اعلان کر دو۔“

دارالحکومت کے سب سے بڑے میدان میں لوگ پہنچ جائیں... وہاں
فاس اعلان کریں گے۔“

”بہت خوب سر۔“ اس نے جواب دیا اور سیٹ بند کر دیا۔

”اب ہمیں کل تک انتظار کرنا ہو گا۔“

”کوئی بات نہیں... اب ہمیں جلدی کیا ہے... یہاں کی گرم
ھفا میں آرام اور سکون محسوس ہو رہا ہے... دیے ہمیں اور جا کر ان
سب کو ایک نظر دیکھ آتا چاہیے۔“

اس تجربہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہوا کی آمد و رفت والی
اپ پر سے شیپ اتار دی گئی تھی... ورنہ پیچے رہنا ان کے لیے ناممکن

اب وہ پھر اپر پہنچے... تمام سائنس دانوں کے جسم بالکل سن ہو
چکے تھے اور ان میں زندگی کے آثار کم تھے... ابطال بھی جوں کا توں
التحاوی... اس کا جسم بھی سرو تھا... لیکن اس کے دل کی دھڑکن پتاری
کی کہ ابھی زندہ ہے۔

”اب اس کا کیا کریں؟“ قاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”لیکن اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔“

”یہ اب بھی ہمارے لیے خوفناک ثابت ہو سکتا ہے۔“

”ہاں! یہ تو ہے... سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا کریں... ہم
مار ڈالنا بھی نہیں چاہتے... تاکہ اس سے راز معلوم کیے جا

سکیں... اور زندہ رکھنے کی صورت میں یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ فرزانہ، فرحت، رفت، کچھ تم ہی بتاؤ۔

”اس کا آسان ترین حل یہ ہے کہ اس کے جسم میں سے خون کی کافی مقدار خارج کر دی جائے۔ اس صورت میں یہ بہت کمزور ہو جائے گا۔ اور ہمارے لیے خطرناک نہیں رہ جائے گا۔ ہاں زندہ ضرور رہے گا۔ اسی حالت میں ہم اسے یہاں سے لے جائیں گے۔“ فرزانہ بولی۔

”ترکیب بہت خوب ہے۔“ ایکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

”محمود اپنا چاقو نکالو۔ اس کی کلائی پر سے خون نکالنا ہو گا۔“ محمود نے چاقو انہیں دے دیا۔ انہوں نے شوٹ کر ابطال کی کلائی پکڑی اور پھر چاقو چلا دیا۔ لیکن اس طرح کہ زخم زیادہ گراہنا ہو۔

جلد ہی انہوں نے برف پر خون ہی خون بستے دیکھا۔ اس کے جسم سے الگ ہوتے ہی۔ اس کا خون انہیں نظر آنے لگا تھا۔ عجیب بات تھی۔ وہ ابطال کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن ابطال کا خون انہیں نظر آ رہا تھا۔

چار بوتل کے قریب خون جب بے گیا تو انہوں نے اس کے زخم پر شیپ چپکا دی۔ خون بہنا بند ہو گیا۔

”جی، بس۔ کرنا کرنا کیا تھا۔ آپ کا تھوڑا سا خون لے لیا

اب وہ اسے اٹھا کر نیچے لے آئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ باقی سانچس دان اوپر ہی رہ گئے۔ حرارت ملنے پر ابطال کا جسم گرم ہونے لیکن اتنا گرم نہ ہو سکا جتنا ایک عام آدمی کا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ خون نکل چکا تھا۔

”مسٹر ابطال۔ کیا آپ ہوش میں ہیں۔“

”مم۔ میں کہاں ہوں۔“

”آپ۔ اپنی تجوہ گاہ میں۔“

”اوہ۔ تو تم لوگ ابھی تک یہیں ہو۔ تم نے اب تک اس کو نہیں کیا۔“

”تجھے کرنے سے پہلے ہم کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔“ ایکٹر جشید

”اے۔ یہ کیا؟“ ابطال کے لبھ میں حیرت تھی۔

”کیا ہوا؟“

”میں۔ میں جلو درجہ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔“

”چھاسے کمال ہے۔ آپ تو بہت طاقتور ہیں۔“

”لیکن اب ایسا میں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میں ہاتھ پر بھی نے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا

۔۔۔

ہے۔ آفتاب نے کہا۔

”کیا!!“ وہ چلا اٹھا۔ اس کے لمحے میں بے پناہ خوف تھا۔

”کیوں... کیا ہوا۔ اس میں اس قدر خوف زدہ ہونے کیا

ضرورت ہے۔ لوگ اپنا خون دوسروں کو بھی تو دے دیتے ہیں۔“

”تم لوگ نہیں جانتے۔ میری اصلی حاصلت میرے خون کی وجہ سے تھی۔ میرے جسم میں خون بہت زیادہ تند رہت تھم کا تھا۔ اور تم لوگوں نے وہی نکال دیا۔ اب تو مجھے زیادہ طاقتور ہونے میں ایک عرصہ لگ جائے گا۔“

”کیا مج کہ رہے ہیں مسٹر ابطال؟“

”کیوں... میں جھوٹ کیوں بولوں گا؟“

”ویسے تمہارا خون ابھی محفوظ ہے۔ برف پر۔“

”اس کو بوٹلوں میں بھر لو۔ میرے جسم میں سرخ کے ذریعے داخل کرو گا۔“

”افسوں! ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ہم ایک خطرناک ترین دشمن ہو اور ہم پوری دنیا کے اسلام کے لیے کوئی خطرہ نہیں مول لیں گے۔“

”نن.... نہیں.... نہیں۔“

اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ابطال پر پوری طرح قابو پا چکے ہیں۔ دوسرے دن انہیں سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ اس سے پہلے

انہوں نے ابطال کے ہوتھوں پر شیپ چکا دی۔ ورنہ اس کی آواز کام روایت کر سکتی تھی۔ رائل کی آواز سن کر وہ منہ سے آواز نکال سکتا۔

”سر... میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ سب سے بڑے میدان میں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔“

”لیکن وہاں جا کر مجھے کہا کیا ہے؟“

”اس وقت تک کی کامیابیوں کی رپورٹ ان لوگوں کو سناؤ۔“

”یہ کہو۔ کہ جو لوگ اب تک جھوٹ موت عیسائی بننے ہوئے۔ آج ان کے حساب کتاب کا دن ہے۔ آج صرف ان لوگوں پر مدد ملے گے۔ جو جھوٹے ہوں گے۔“

”اوے کے سبھے لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بھرے جمع میں پھر ان لوگوں پر ہیں۔ جو جھوٹ موت کے عیسائی بننے ہوئے۔“

”یہ تمہارا کام نہیں۔ کہا رہا ہے۔“

”اوے کے سبھے میں وہاں جا رہا ہوں۔ آگے آپ جائیں، آپ جائے۔“

”بہت خوب!“ وہ بولے۔ اور سیٹ بند کر دیا۔

اب انہوں نے ابطال کے منہ پر سے شیپ اتاری تو وہ مارے

”لوگو! میں تمہیں خبردار کرتا ہوں۔ اب تک جو لوگ جھوٹ
جوٹ کے عیسائی بننے ہوئے ہیں۔ وہ سچ نجی کے عیسائی ہونے کا اعلان
کر دیں۔ ورنہ آج عجیب ترین واقعہ ہو گا۔ یہاں جو لوگ جھوٹ
جوٹ کے عیسائی بننے ہوئے ہیں۔ پھر لوں کی بارش صرف ان پر ہو
گی۔ صرف اور صرف ان پر۔ کسی عیسائی کے سر پر ایک پتھر بھی
نہیں گرے گا۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان
کے چڑوں پر خوف دوڑ گیا۔

”راہل! اپر دیکھو۔ پتھر تلے کھڑے ہیں۔“

راہل نے اپر دیکھا اور پھر لوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اور

”وہ دیکھو۔ پتھر آسمان پر آمد آئے ہیں۔ یہ لاکھوں کی تعداد
میں ہیں۔ وہ دیکھو۔ پتھر نیچے آ رہے ہیں۔ اب تم لوگ بھاگ بھی
نہیں سکتے۔ اعلان کرو۔ کہ ہم عیسائی ہوتے ہیں۔ سچے دل سے
صیاسائی ہوتے ہیں۔“

لوگ شور چانے لگے۔

”ہاں ہاں۔ ہم ہوتے ہیں۔ ہم ہوتے ہیں۔“

”سچے دل سے کھو۔ ورنہ یہ پھر لوں کی بارش رکے گی نہیں۔“
”ہم ہوتے ہیں۔ ہم سب ہوتے۔“ - لوگوں نے پھر گول مول انداز

حیرت کے بولا۔

”یہاں میری آواز میں کون بات کر رہا تھا۔“

”یہ میں تھا۔“ - اسپکٹر جسید بولے۔

”اف مالک۔۔۔ یہ تم لوگ کی کر رہے ہو۔“

”جو جاں تم نے بچھایا تھا۔۔۔ اس کا جواب دے رہے ہیں۔“

”جاں کا جواب۔۔۔ بھی وادھے یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا
ہے۔۔۔ فاروق خوش ہو کر بولا۔

”حد ہو گئی۔۔۔ ان حضرت کو ایسے میں ناولوں کے ہم سوچ رہے
ہیں۔“

تحوڑی دیر بعد پھر اشارہ موصول ہوا۔۔۔ الظال کے من پر پھر
شپ چپکا دی گئی اور پھر سیٹ آن کیا گیا۔

”مریں سچ کے پاس چکنے والا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ نکلنے کدی۔۔۔ ہمارے آلات بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔
یہاں صرف اور صرف جھوٹوں پر پتھروں کی بارش ہو گی۔“

”شکریہ سر۔“

سکرین آن کر دی گئی۔۔۔ راہل انہیں نظر آنے لگا۔۔۔ وہ سچ کی
طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ آخر سچ پر چڑھ گیا۔۔۔ میدان لوگوں سے بھرا ہوا
تھا۔۔۔ پھر اس نے تقریب شروع کر دی۔۔۔ اپنی کامیابیاں گوانے کے بعد
اس نے کہا۔

میں کہا۔

”لیکن پھر نیچے آتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ پھرولوں کا سامان
ساقطر آئے لگا۔ لوگوں کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔ لیکن پھر
اچانک پھر رک گئے اور ایک بڑا پھر سچ کی طرف تیر کی طرح
آئے لگا۔

راہل اور سچ پر موجود اس کے ساتھی۔ جتنی میں پادری بھی تھا
جو اس وقت ملک کا حکمران تھا۔ وہ دہشت زدہ ہو گئے
”سو۔۔۔ باس۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ یہ پھر تو عین سچ پر آ رہا ہے۔۔۔ اس
کا رخ بدیلے۔۔۔ یہ آپ کے سامنے دان کیا کر رہے ہیں۔۔۔ فریبی
میرے اعلان کے مطابق بارش نہیں ہوئی تھی پھرولوں کی۔۔۔“

”ہاں راہل۔۔۔ اب تمہارا روز حساب آ چکا ہے۔۔۔ اعلان کر دو
کہ تم نقلی سچ ہو۔۔۔ جھوٹے سچ ہو۔۔۔ اور تم اصل میں راہل ہو۔۔۔
تم نے اور ابطال نے اشارجہ کے اشارے پر پوری دنیا کو عیسائی بنانے کا
منصوبہ بنایا تھا۔۔۔ اعلان کرو راہل۔۔۔ نہیں تو یہ پھر آ رہا ہے تمہارے
کرپ۔۔۔“

”سرایہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔۔۔“ راہل چلا اٹھا۔۔۔ اسے یہ خیال
نمیں رہ گیا کہ وہ بھرے مجمع میں کھڑا ہے۔۔۔

”باس نہیں الیکرے پٹھے۔۔۔ انسپکٹر جیشید۔۔۔ ابطال تو اس وقت
تمہارے قدموں میں پڑا ہے۔۔۔ اور زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔۔۔ تم

اعلان کرتے ہو یا پھر آئے۔۔۔ پروفیسر داؤڈ صاحب۔۔۔ پھر ذرا اور نیچے کر
ساق۔۔۔ یہ اس طرح نہیں مانے گا۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی پھر اور نیچے ہو گیا۔۔۔ راہل اور اس کے
ساتھی اور خوف میں نہا گئے۔۔۔ پھر راہل چلا اٹھا۔۔۔

”سنو لوگو! میں کوئی سچ دیکھ نہیں ہوں۔۔۔ میں تو ایک عام
اعلان ہوں۔۔۔ اور میرا نام راہل ہے۔۔۔ اور میرے باس کا نام ابطال
ہے۔۔۔ اور یہ سارا منصوبہ یعنی پوری دنیا کو عیسائی بنانے کا منصوبہ
شارجہ کا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت وہاں انسپکٹر جیشید اور انسپکٹر کامران مرزا
نیچے چکے ہیں اور ان لوگوں نے ابطال کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔۔۔ میں
ہوتا ہوں۔۔۔ میں جھوٹا ہوں۔۔۔ میں جھوٹا ہوں۔۔۔“

مجمعے میں ایک شور بیج گیا۔۔۔ لوگ سچ کی طرف دوڑے۔۔۔

”اُن لوگوں سے کوئی ٹھہرہ۔۔۔ اور ملک کے صدر اگر یہاں ہیں
انہیں سچ پر بناوے۔۔۔ میرا نام لے کر۔۔۔“ انسپکٹر جیشید بولے۔۔۔

”ٹھہرلو لوگوں۔۔۔ انسپکٹر جیشید کہ رہے ہیں ٹھہرے۔۔۔ یہاں اگر ملک
کے صدر ہیں تو وہ سچ پر آ جائیں۔۔۔“

”میں یہاں موجود ہوں۔۔۔ وہ کیپکاٹی آواز میں بولے۔۔۔“

”راہل اپنا سیٹ انہیں دے دو۔۔۔“

راہل نے سیٹ انہیں دے دیا۔۔۔

”صاحب صدر آپ کو مبارک ہو۔۔۔ آپ کے یہ خادم آخر اس

سازش کا قلع قلع کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آپ رائل کو گرفتار کر لیں۔ کیونکہ ابھی ہمیں واپس اپنے وطن بھی پہنچنا ہے۔ پوری دنیا کے اخبارات میں اعلان کر دیں۔ دنیا بھر میں فی وی پر ساری دنیا کو سنائیں کہ یہ اشارجہ کا منصوبہ تھا۔ درہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب دنیا میں آسمان سے تشریف لا سکے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق زندگی برکریں گے اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔ اور اس وقت تو سب لوگ اسلام قبول کریں گے۔ نہ کہ عیسائیت۔

”تم فکر نہ کو جشید۔ تم لوگوں نے وہ کام کیا ہے۔ کہ بس۔ کیا پتاوں۔“

”کچھ ہنانے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس وقت ہم چاہیں تو اس پورے اشارجہ پر پھرول کی بارش کر دیں۔ آپ اس سے اپنی رضی کی شرائط منوالیں اس وقت۔ اور وہ ہمارے لیے ہیلی کاپڑ بھی نہیں۔ درہ ہم اشارجہ کے آسمان پر پھرلا رہے ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر خود ہی سوچ لیں گے کہ کیا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے جشید۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔“

سکرین پر انہوں نے رائل کی گرفتاری کا منظر دیکھا۔ لوگ جوش و خوش سے نمرے لگا رہے تھے۔

”اسلام!“

”زندہ باد۔ زندہ باد۔“

اور پھر پروفیسر داؤڈ نے اشارجہ کے آسمان پر پھرلا کھڑے کیے۔ ان پھرول کو دیکھ کر پورا اشارجہ سُم گیا۔ اس وقت تک اشارجہ کو علات کی اس زبردست تبدیلی کا علم ہو گیا تھا۔ پروفیسر داؤڈ نے اشارجہ کے ساتھ ہی بیگال پر بھی پھرلا کھڑے کیے۔

”اب یہ لوگ ہیلی کاپڑ کیا۔ ہمارے لیے ہر چیز بھیجن گے۔“

روفیسر داؤڈ مسکراتے۔

”میں تو کتنا ہوں انکل۔ بیگال پر پھرول کی بارش کر دیں۔“

محمود بولا۔

”کیا خیال ہے جشید؟“

”اسلام توار کے زور پر نہیں پھیلا۔ درہ ہم چاہیں تو اس وقت ہم بھی زبردستی ان سے کلمہ پڑھا سکتے ہیں۔ لیکن ایسے پڑھاوے کے لئے کافی فائدہ نہیں ہو گا۔ اصلی کلمہ وہ ہے۔ جو اسلام کے اصولوں سے متاثر ہو کر پڑھوایا جائے۔ یعنی سچے دل سے ایمان لایا جائے۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ اسلام کی سچائی خود جان لیں گے اور دیکھ لیں کہ ان کا لکھا برا منصوبہ کس طرح ختم ہو گیا۔“

اور پھر اشارجہ ان کی تمام شرائط ماننے پر تیار ہو گیا۔ اور پروفیسر داؤڈ اپنا کام کر رہے تھے۔ جب ان کے لیے ہیلی کاپڑ وہاں پہنچ گئے تو وہ سب ان میں بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے اپر سے ہٹا دیے

تھے۔ کیونکہ انشارجہ کی پہلی اور آخری شرط یہ تھی کہ اس کے اور بیگل کے آسمان سے پھر ہٹا دیے جائیں۔

ادھران لوگوں کو ہیلی کا پڑپر بٹھایا گیا۔ ادھر انشارجہ کے ماہرین اس ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑ پڑے۔

”خبردار! ادھرنہ جاتا۔“ - پروفیسر داؤڈ گرجہ

”کیوں... کیوں نہ جائیں۔ اب ہم اپنے پلانٹ پر قبضہ کریں گے اور تم لوگوں کو کبھی تمہارے ملک نہیں جانے دیں گے۔ اس لئے کہ تم ہمارے مجرم ہو۔“

”بہت خوب۔ ہمیں اندازہ تھا کہ تم یہی کو گے۔“ - انپکٹر جشید ہنسے

”اندازہ تھا اور پھر بھی تم نے یہ بے وقوفی کی۔“

”بے وقوفی۔ کون سی بے وقوفی کی طرف اشارہ ہے تمہارا... ذرا ہم بھی تو نہیں۔“

”پلانٹ ہمارے حوالے کر کے جا رہے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں ہمارے ملک میں بس وہی سائنس دان تھے۔ جنہیں تم نے مار دالا۔“

”نہیں۔ اور بھی ہوں گے۔ لیکن ان کے پاس پروفیسر داؤڈ کا جواب نہیں ہے۔“ - انپکٹر جشید ہنسے

”کیا کتنا چاہتے ہو۔“

”یہ کہ پلانٹ کے نزدیک جانے والا ہر دشمن ختم ہو جائے گا۔“
”کیا مطلب؟“ وہ چلا کے

”ہیڈ کوارٹر میں آلات فٹ کر دیے گئے ہیں۔ ان کا ریبوت رو فیسر داؤڈ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ ٹھن دیاتے ہی سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔۔۔ ابطال کو ہم ساتھ لے جا رہے ہیں۔۔۔ اگر ہم پر حملہ کیا گیا تو ابطال ساتھ مرے گا۔۔۔ اگر اس بات پر یقین نہیں تو ابطال کو پکار کر لے لو۔۔۔ اب وہ کیوں تم سے رابطہ نہیں کر رہا۔۔۔ کمال گیا تمہارا وہ ابطال۔۔۔ جو دوسروں کو نظر نہیں آتا تھا۔۔۔ اس کے باوجود اللہ کی مریانی سے ہم نے اسے نکلت فاش دی ہے۔۔۔ آج کے بعد تم کوئی نقلی مسح ہٹرنے کی جرأت نہیں کر سکو گے۔۔۔ شہاب ثاقب والا فارمولہ اب پروفیسر داؤڈ نے بھی اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔۔۔ اور ہم بھی تمہارے ہول پر پھر سا سکھیں گے۔۔۔ لہذا اسلام زندہ یا وہ۔“

اور پھر پروفیسر داؤڈ نے ٹھن دیا۔۔۔ پلانٹ ایک دھماکے سے اڑ گیا۔۔۔ اور یہ رفتہ پہنچنے والے دن ہو گیا۔

انپکٹر جشید 2 اپنی تقریر ختم کر دی۔۔۔ اور پھر وہ اسلامی سسٹوں سے تیل ڈلواتے پاکستان پہنچ گئے۔۔۔ تمام اسلامی ملک اور مسلمان آبادیاں پہنچ سے ہاتھ ہلا ہلا کر ان کا استقبال کرتی رہیں اور وہ ہاتھ ہلا ہلا کر ان کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

ان کے ملک میں ان کے استقبال کی اس قدر زبردست تیاریاں

کی گئی تھیں کہ کیا پہلے کسی کے استقبال کے لئے تیاریاں کی گئی ہوں گی... یوں لگتا تھا جیسے پورا ملک ان کی طرف ٹوٹ پڑنے کے لیے بے چین ہے۔

”اُرسے باپ رہے... انہوں کا یہ سلاب کہیں ہمیں بماند لے جائے۔“ فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”بیجھے... ابطال کو شکست دے دی... اور اپنے لوگوں کے سلاب سے ڈر رہے ہیں۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔

”ڈرنا ہے میرا جوتا۔“

”حد ہو گئی... اب جوتے بھی جوتوں کی باتیں چرانے لیں۔“ فرزانہ بھٹاکر بولی۔

”لیکن تماری جوتی تو جلتی ہے۔“ فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

”حد ہو گئی۔“ آصف بولا۔

”وصت تیرے کی۔“ محمد نے جھلا کر کہا۔

”نہ گئے ہم... ہم بے چارے ہیں کس مولیٰ کے کھیت۔“ مکھن نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

”کس کھیت کی سولیاں تو کہا نہیں... مولیٰ کے کھیت کہ دیا... ہے کوئی تک۔“

”ان حالات میں تک کھاں سے لاگیں... بازار میں تو ہیں نہیں۔“ شوکی بولا۔

”ہاں جیسے بازار میں تو تک ان کے لئے تیار رکھی ہے نا۔“

”اس مجھے میں... ہماری ای اور دوسرے لوگ بھی تو ہوں گے

”ہاں! صدر صاحب انہیں بھی لے آئے ہوں گے۔“

”امی سے ملے کتنے دن ہو گئے ہیں... اف۔“

”لیکن اس میں اف کی کیا تک ہے۔“ رفتہ بولی۔

”ہربات میں تک ہے کوئی تک۔“

”نہیں... آج کا دن شاید ہے ہی بے تکی باتیں کرنے کے

لہذا تمہیں کھلی چھٹی... جی بھر کے کو سبے تکی باتیں۔“ فاروق

شوخ آواز میں کہا۔

”بیجھے... حاتم طائی کی قبرلات بھی ماری تو کس وقت... جب کہ

اترے ہیں اب چند منٹ لگیں گے۔“

”عن... نہیں تو۔“ خان رحمان نے گھبرا کر اپنی لات کی طرف

”کیا دیکھ رہے ہو ہمکا۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”اپنی لات کو دیکھ رہا ہوں... میں نے تو نہیں مارا اسے حاتم

لکی قبر پر۔“ انسوں نے یوکھلا کر کہا۔

اور وہ ہنسنے لگے۔

”اب آپ کے لئے ہم یہی کاپڑ میں حاتم طائی کی قبر کے

لائیں۔۔۔ شوکی بولا۔۔۔

”عن نہیں... بدی بات ہے... قبر پر لات نہیں مارتے۔۔۔ خان رحمان گھبرا کر بولے۔۔۔

”آپ تو اس طرح گھبرا رہے ہیں جیسے یہاں قبر موجود ہے۔۔۔“

”بھی کیا قبر لگا رکھی ہے... کوئی اور بات نہیں آتی تم لوگوں کو۔۔۔ منور علی خان نے بھنا کر کہا۔۔۔

”میں تو کتنا ہوں... استقبال سے نجٹے کی تیاریاں کر لو۔۔۔“

”اوہو۔۔۔ ایسے ہی پڑھ فیض راؤ کے منہ سے لٹکا۔۔۔“

”کیا ہوا۔۔۔ وہ بولے۔۔۔“

”مم... نجٹے بھوک لگی۔۔۔ اور یہی کاپڑ میں کھانے کی کوئی چیز نہیں پہنچی۔۔۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔۔۔“

”نجٹے ایک اور مسئلہ۔۔۔ اسکے چیزیں بولے۔۔۔“

”جمال ہم وہاں مسئلہ۔۔۔ جمال مسئلہ وہاں تھا۔۔۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا اور مسئلہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔۔۔“

”ارے۔۔۔ وہ حضرت تو رہ ہی گئے۔۔۔“

”وہ۔۔۔ کون وہ؟۔۔۔“ خان رحمان بولے۔۔۔

”ترے صاحب۔۔۔ اس مم کا سرا آخر کس کے سر رہا۔۔۔“

”باپ رے... یہ تو بہت خوفناک سوال ہے۔“

”تو اس کا جواب بھی انتہائی خوفناک ہو گا... لذانہ سوال
لے... نہ جواب سوچیں... اتنا بار بے سرے ہی بھلے۔“

”اے بھی... وہ دیکھو... ہر لامبا سر کے... تم تو ایک سرے کی
کر رہے ہو۔“

انہوں نے نجے دیکھا... ہیلی کا پڑاب کافی نیچے آگئے تھے...
ان کے لیے پھولوں کے ہار اور ان گنت سرے لیے کھڑے
۔ اور اچھی اچھل کر پروش انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے... وہ
زندہ باد کے نترے لگا رہے تھے۔

